اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

الحمدللہ کہ دریں ایّام سعادت فرجام مکتوبات طیّبات پُر از ہدایات الموسوم بہ

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ

المعروف بہ

تعلیم توحید و دقیق علوم

من تصنیف لطیف

سلطان اوتاد تاجدار افراد خاتم الاولیاء امام ربانی عالی سرکار غوث الاعظم پاک ثانی ولاثانی
حضور مجسّم نور اعلیٰ حضرت سیدنا و مولانا پیر غلام محمدؐ صاحب قبلہ جلوآنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملنے کا پتہ

(۱) مہتمم جلوی کتب خانہ دربار پاک جلوآنہ شریف۔ ڈاکخانہ فیض پور
براستہ سمندری ضلع لائل پور

(۲) سگ مسکین محمد یار ڈلو عفی اللہ عنہ چک ۲۱۴ رکھ برانچ۔ ڈاکخانہ کوہ نور نگر نزد لائلپور شہر

بار اوّل — تعداد ایک ہزار — ہدیہ سات روپے

تاریخ اشاعت ربیع الثانی شریف سنہ ۱۳۸۴ھ

۷۸۶
۹۲

زیرِ سرپرستی

جناب صاحبزادگان والاشان

حضرت قبلہ سائیں محمدؐ انوار حسینؓ صاحب و
حضرت قبلہ سائیں محمدؐ نیاز حسینؓ صاحب و
حضرت قبلہ سائیں محمدؐ افتخار حسینؓ صاحب و
حضرت قبلہ سائیں محمدؐ اعجاز حسینؓ صاحب

اَدَامَ اللّٰہُ تعَالیٰ فیُوضَہم وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا بَرَکَاتِہِم

مطبوع شد

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

الحمد للّٰہ کہ دریں ایّام سعادت فرجام مکتوبات طیبات

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ

المعروف بہ

تعلیم توحید و دقیق علوم

من تصنیف لطیف

خاتم الاولیاء عالی سرکار غوث الاعظم پاک ثانی و لاثانی اعلیٰ حضرت مولانا پیر غلام محمد صاحب

قبلہ جلوآنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر اہتمام انتظامی کمیٹی آستانہ عالیہ جلوآنہ شریف مطبوع گردید ۔۔

ملنے کا پتہ

خاکسار محمد یار ولد عفی اللہ عنہ جلوی کتب خانہ چک ۲۱۲ رکھ برانچہ ڈاکخانہ کوہ نور نگر

لائل پور شہر

کتبہ شریف رقم
گجرات

بار اول
تعداد ایک ہزار
ہدیہ سات روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ٥

بخدمت شریف جناب سیادت پناہ شرافت دستگاہ سید امیر علی شاہ صاحب سجادہ نشین دربار پاک حضرت محمد غوث بالا پیر قدس سرہ العزیز

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ - آداب وتسلیمات کے بعد معروض آنکہ نوازش نامہ حضور کا شرف صدور لایا۔ یاد آوری کا شکریہ ادا کیا - آپ کا سوال پڑھ کر کمال خوشی حاصل ہوئی اور دل پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جس کے بیان سے زبان قاصر ہے - اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماوے اور اسرارات الٰہی و حقائق و معارف ربانی کے فہم کا شرف عطا کرے آمین -

جناب کا سوال چار سوالات پر مشتمل ہے (۱) جس وقت زمین آسمان عرش کرسی لوح قلم یعنی کوئی چیز بھی نہ تھی اور نہ ہی کن کہا گیا تھا اُسوقت اللہ تبارک و تعالیٰ کہاں رہتے تھے (۲) اسوقت کیا بات تھی (۳) جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کس جگہ ٹھکانا تھا - (۴) اسوقت اللہ تعالیٰ کونسا کام کرتے تھے ؞

جواب - پہلے سوال کا جواب باصواب خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں - چنانچہ[1] ترمذی شریف میں ابی رزین صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا خدا کہاں رہتا تھا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَمَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ - یعنی اللہ تعالیٰ عماء (ابر رقیق) میں تھا - اُس کے نیچے اور اُوپر ہوا تھی - پس اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ عماء میں تھا - اب صرف عماء کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے - سو مقبول خالق کونین امام الخافقین حضرت امام حسین صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلٰی جَدِّہٖ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَعَلَیْہِ اس حدیث شریف میں لفظ عماء کی تفسیر ایسے احسن طریقہ سے بیان فرماتے ہیں جو اُن ہی کے شایان شان ہے - آپ نے فرمایا ہے کہ مرتبۂ عماء برزخ انسانی ہے - چنانچہ حضرت امام عالی مقام عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اپنی کتاب مرآت العارفین میں صفحہ ۳۸ پر فرماتے ہیں - فَھٰذَا الْبَرْزَخُ ھُوَ مَرْتَبَۃُ التَّنَزُّلِ الرَّبَّانِیْ لِیَتَّصِفَ الرَّبُّ فِیْھَا بِالصِّفَاتِ الْعَبْدَانِیَّۃِ وَمَرْتَبَۃُ اِرْتِفَاعِ الْعَبْدِ لِیَتَّصِفَ الْعَبْدُ فِیْھَا بِالصِّفَاتِ الرَّبَّانِیَّۃِ فَھِیَ الْعَمَاءُ الْمَذْکُوْرُ فِی الْحَدِیْثِ الْمَشْھُوْرِ - یعنی برزخ انسانی تنزل ربانی کا مرتبہ ہے تاکہ رب اس مرتبہ میں صفات عبودیت سے متصف ہو - اور ارتفاع عبد کا مقام ہے تاکہ بندہ اس مرتبہ میں صفات

---

[1] از مشکوٰۃ شریف باب بدء الخلق فصل ثانی صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ اصح المطابع دہلی -

ربّانی سے متّصف ہو۔ پس یہی برزخِ انسانی مرتبۂ عماء ہے۔ جس کا حدیث مشہور میں ذکر ہے۔

اور اس کلام پاک کی شرح جلاء المرآت کے صفحہ ۱۹۱ پر ہے کہ عماء کا معنی ابرِ رقیق ہے اور اس مرتبہ یعنی برزخ انسانی کو عماء اسواسطے کہا گیا ہے کہ اس میں اور ابرِ رقیق میں مناسبت تامہ ہے۔ کیونکہ ابر رقیق آفتاب کا حاجب نہیں ہوتا۔ اِسی طرح یہ مرتبہ اپنی کثرت سے وحدت کا حاجب نہیں ہے اس لئے کہ یہاں کثرت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ محض اعتباری ہے۔ اور چونکہ انسان کامل باعتبار جامعیتِ کاملہ مرتبۂ عمائیہ کے مشابہ ہے۔ اس لئے حضرت انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کو عماء کہتے ہیں۔ انتہی۔

پس اِس کلام الامام امامُ الکلام سے اَظہر مِنَ الشمس عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے مرتبۂ عماء یعنی برزخِ کبریٰ انسانِ کامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں تھا اور عماء کے نیچے اور اُوپر ہوا ہونے سے حق اور خلق کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی برزخ جامع حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی جہتِ اعلیٰ حق اور جہتِ اسفل خلق ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے اعتبار سے حق اور صورت کے لحاظ سے خلق ہیں۔ پس آپ ہی حق اور آپ ہی خلق ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ سُبحان اللہ۔ حضرت امام حُسین ابن علی عَلَیہِمَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام سے زیادہ عماء کی حقیقت کوئی کیا سمجھے گا۔ اور اس سے واضح تر کیا سمجھائے گا۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا فَھْمَ ھٰذَا الْمَقَامِ بِحُرْمَتِہٖ النَّبِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام

ایسے ہی حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ اس راز کو عجیب انداز میں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فتوحات مکیّہ کے باب ۳۵۸ میں صفحہ ۲۶۶ پر قولہ تعالیٰ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًا کی شرح میں فرمایا فَجَعَلَ نَفْسَہٗ کَنْزاً وَالْکَنْزُ لَا یَکُوْنُ اِلَّا مُکْتَنِزاً فِیْ شَیْئٍ فَلَمْ یَکُنْ کَنْزُ الْحَقِّ نَفْسَہٗ اِلَّا فِیْ صُوْرَۃِ الْاِنْسَانِ الْکَامِلِ فِیْ شَیْئِیَّۃِ ثُبُوْتِہٖ فَھُنَالِکَ کَانَ الْحَقُّ مَکْنُوْزاً فَلَمَّا کَسَا الْحَقُّ الْاِنْسَانَ ثَوْبَ شَیْئِیَّۃِ الْوُجُوْدِ ظَھَرَ الْکَنْزُ بِظُھُوْرِہٖ نَعْرِفَہٗ الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ بِوُجُوْدِہٖ ؂

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو خزانہ فرمایا ہے اور خزانہ کسی شئے میں مخزون ہوتا ہے۔ پس ذاتِ حق کا خزانہ انسانِ کامل کی صورت میں علم الٰہی میں اُسکی شیئیتِ ثبوتی کے وقت مخفی تھا۔ پس ذاتِ الٰہی کا خزانہ انسانِ کامل میں مخزون تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو شیئیتِ وجودی کا لباس پہنایا تو انسان کامل کے ظہور سے وہ خزانہ ظاہر ہوگیا۔ پس انسانِ کامل نے ذاتِ الٰہی کو اپنے وجود سے پہچانا۔ انتہی۔

اس کلام فیض نظام سے بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو کُن کے ساتھ پیدا کرنے سے پہلے محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں مخفی تھا۔ کیونکہ آپ کا نور قدیم اور آپ کا فرمان اَنَا اَحْمَدُ

بلا مثیل ہے عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ ۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اُس وقت کیا بات تھی ۔ **جواب** ۔ اُس وقت فقط ذات ہی ذات تھی ۔ اور اُس کا غیر موجود نہ تھا ۔ چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام رسالہ مرآت العارفین میں صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں ۔ اِذَا ثَبَتَ اَنَّہٗ کَانَ وَلَا شَیْئَ مَعَہٗ وَھُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ ۔ یعنی جب ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی شئے نہ تھی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا ۔ یعنی عرصۂ وجود میں کوئی اس کے سوا موجود نہیں ہے ۔ مولانا جامی قدس سرہ السامی کیا عمدہ فرماتے ہیں ۔

آں کان حسن بود و نبود از جہاں نشاں ــــ اَلْاٰنَ اِنْ عَرَفْتَ عَلیٰ مَا عَلَیْہِ کَانَ

یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور عالم کا نام و نشان تک نہ تھا ۔ اب بھی اگر تو جان لے تو وہ اُسی حالت پر ہے جس پر تھا ۔ اور فرمایا ۔ مصرعہ ۔ بجز از غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست ۔ یعنی خدا کی قسم خدا کے سوا دونوں جہان میں کوئی چیز موجود نہیں ہے ۔ صرف اتنا ہے کہ پہلے وہ ذات باطن تھی اب ظاہر ہے اور ظاہر اور باطن وہی ہے کہ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ ط ۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اس وقت جناب محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا کس جگہ ٹھکانہ تھا ۔

جواب ۔ اُس وقت محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات میں تھے اور آپ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے ظاہر نہ ہوا تھا ۔ اور اللہ اور آپ کے نور میں کوئی فرق نہ تھا ۔ چنانچہ جواہر البحار کی جلد ثالث میں صفحہ ۱۱۳۸ پر ہے لَمَّا کَانَ سُبْحَانَہٗ کَنْزًا لَا یُعْرَفُ وَاَحَبَّ اَنْ یُّعْرَفَ اَوْجَدَ نُوْرًا مِّنْ نُّوْرِ وَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسَمَّاہُ بِالنَّبِیِّ الْعَظِیْمِ وَالنُّوْرِ الْمُحَمَّدِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَالسِّرِّ الْاَحْمَدِیِّ اَوْجَدَ مِنْہُ الْکَائِنَاتِ ۔ یعنی جب حق سبحانہ خزانہ مخفی تھا ۔ جسے کوئی نہ جانتا تھا ۔ اور چاہا کہ پہچانا جائے تو اپنی ذات کریم کے نور سے نور ظاہر فرمایا ۔ اور اُس کا نام نبی عظیم اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور سر احمدی رکھا اور اُس سے تمام کائنات کو پیدا کیا ۔ چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُّوْرِیْ ۔ یعنی میں خدا کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے ۔ پس تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے خدا محمد کی ذات میں اور محمد خدا کی ذات میں تھے ۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ بلکہ ازل سے ابد تک اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی ذات ہے ۔ چنانچہ امام عالی مقام علیٰ جدہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام مرآت العارفین کے صفحہ ۱۷ پر حضرت انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں ۔ بَلْ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ بِلَا اتِّحَادٍ مَعَہٗ وَلَا حُلُوْلٍ فِیْہِ وَلَا صَیْرُوْرَتُہٗ ھُوَ لِاَنَّھُمَا مُحَالٌ لِاَنَّ الْاِتِّحَادَ یَحْصُلُ مِنَ الْوُجُوْدَیْنِ وَکَذَا الْحُلُوْلُ وَالصَّیْرُوْرَۃُ وَمَا ثَمَّ اِلَّا وُجُوْدٌ وَّاحِدٌ ۔ یعنی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خدا کا علم اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذات خدا کی ذات ہے۔ سوائے اتحاد اور حلول اور صیرورت کے کیونکہ یہ محال ہیں۔ اسلئے کہ اتحاد اور حلول اور صیرورت دو وجودوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس جگہ ایک ہی وجود ہے۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا تحقیق اُس نے خدا کو دیکھا یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے (از مشکوٰۃ شریف باب الرؤیاء)

چوتھا سوال یہ ہے کہ اس وقت خدا کونسا کام کرتا تھا۔ جواب۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا تھا۔ چنانچہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول شاہد ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود اور سلام بھیجو پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتا تھا کیوں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال ازلی اور ابدی ہیں۔ اس لئے کہ وہ قدیم ہے۔ پس ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کا کام جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ جب سے اللہ تعالیٰ ہے تب سے محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اُسی طرح محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدیم ہے۔

اور درحقیقت اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی ذات ہے۔ جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کلام پاک سے اُوپر ثابت ہو چکا ہے۔ اس سے زیادہ عبارت کی یہاں گنجائش نہیں ہے اتنا بھی اس لئے تحریر کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جواب مکمل اور مفصل ہو ورنہ ع
در تنگنائے حرف نہ گنجد بیانِ ذوق۔ نیز اس قسم کے حقائق بالمشافہ بیان کرنیکے قابل ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نیاز حاصل ہوا تو لطف آئیگا۔ زیادہ سلام و نیاز۔ بواپسی جواب سے ضرور سرفراز فرمائیں۔
ظِلّکم ممدود باد بحرمتہ النون والصاد۔

بروز جمعۃ المبارک 19 5/50 ۔ الراقم۔ خادمِ درویشاں و خاکپائے ایشاں غلام محمد بقلم خود از جلوانہ
ڈاکخانہ تاندلیانوالہ ضلع لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

سوال حضرت جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب فتحپوری

ہر اولیائے کرام نے اپنے تحقیق کے متعلق یہی لکھا ہے کہ روح ہی ذات ہے۔ اور دل ہی ذات ہے۔ دل کہہ لو یا روح کہہ لو۔ حضرت مولانائے روم صاحب فرماتے ہیں کہ گروہ انبیاء و اولیاء نے

حقیقت باری تعالےٰ میں کچھ نہیں فرمایا۔ اس سے تو انبیاء و اولیائے کرام کا حقیقت باریتعالیٰ میں جو تحقق تھا وہ مشکوک ہوگیا۔ مولانائے رُوم صاحب نے کیا انبیاء و اولیائے کرام کی کتب میں روح اور دِل کے لفظ نہ پڑھے ہونگے جو کہ مولانا صاحب نے انبیاء و اولیائے کرام کے تحقق کی نفی کردی۔ عُقدہ کشائی سے خورسند فرمادیں۔

الجواب ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

قبلۂ ذات و کعبۂ اسما و صفات حضرت پیر دستگیر دامت فضائلکم۔ سجودات و تسلیمات کے بعد عرض ہے۔ کہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ بوسہ دے کر آنکھوں پر لگایا۔ ؎

؎ من کہ باشم کہ برآں خاطر عاطر گذرم ــــ لطفہا مے کنی اے خاک درت تاج سرم

قبلہ۔ میری کیا مجال کہ ذاتِ الٰہی کے متعلق انبیاء و اولیائے کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام کی تحقیق انیق میں کلام کرسکوں۔ اُن حضرات عالی درجات نے اپنے اپنے حال و کمال و مقام و ادراک و استعداد و مشاہدہ کے موافق اعلیٰ سے اعلیٰ الفاظ میں ذاتِ باری تعالیٰ کی تعریف فرمائی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نفس واحدہ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ ھُوَالَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ اللہ وہ ہے

نفسِ واحدہ

جس نے تم کو نفس واحدہ یعنی اپنی ذات سے پیدا کیا۔ اور حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلرُّوۡحُ ھُوَاللّٰہُ۔ یعنی رُوح ہی اللہ ہے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام مرآۃ العارفین میں فرماتے ہیں۔ وَھِیَ الۡعَقۡلُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات عقل ہے۔ اور خود مولانائے رُوم علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

روح

عقل

عقل اینجا ساکت آمد یا مُضِل = یا کہ در دِل اوست یا خود اوست دِل

دِل

اور ایسے ہی جناب قبلہ و کعبہؒ کو میں بھی اکثر فرمایا کرتے تھے ؎

جے توں چاہیں رَب ہو حاصل = دِل ہے دِل ہے دِل ہے دِل۔

اور حضرت عبدالکریم جیلی قدس سرہ کتاب انسان کامل میں فرماتے ہیں۔ العشق ھُوَالذَّات المحض الصرف۔ یعنی عشق اللہ تعالیٰ کی ذات محض ہے۔ اور جناب قبلہ و کعبہؒ دارین بارہا فرمایا کرتے تھے کہ عشق اللہ دی ذات تے لوکاں دا مہناں۔ ایسے ہی حضرت مولانائے رُوم علیہ الرحمۃ مناقب العارفین میں اپنی خاص استعداد کے موافق فرماتے ہیں کہ گروہ انبیاء و اولیاء نے حقیقت باری تعالیٰ میں کچھ نہیں فرمایا لیکن بطفیل نُورِ جانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بالکل ذوق ہے۔ اور میں وہی ذوق ہوں۔

عشق

ذوق

الغرض چونکہ بحکم کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ تمام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بحسب استعدادات مختلفہ مشاہدات ذاتی تازہ بتازہ نو بنو ہیں۔ اور انمیں سے ہر ایک ایک خاص تجلی آلہٰی کے ساتھ مختص ہے۔ اسلئے ذات حق کی تعریف میں اُن کے الفاظ مبارک مختلف ہیں۔ لیکن اُن الفاظ کی حقیقت اور معنی ایک ہی ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

نفس و روح و عقل و دل جملہ یکیست ۔ من نہ دانم تا کرا اینجا شکیست ۔

یعنی نفس روح عقل دل عشق ذوق سب اُسی ذات کے نام ہیں جس نام سے پکاریں وہی ذات حق مقصود ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا جامی قدس سرہ تحفۃ الاحرار میں فرماتے ہیں ؎

نام و نشانش نہ دو امن کشاں = میگذرد برہمہ نام و نشاں

اور فرمایا ؎ بنام ایزد کہ آں نامے نہ دارد = بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد۔

کیونکہ ذات حق ہر شئے کی عین ہے جیسا کہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں اِنَّہٗ عَیْنُ الْاَشْیَاءِ۔ یعنی ذات الٰہی تمام چیزوں کی عین ہے اور عالم موجودات کے ذرہ ذرہ میں وہی جلوہ نما ہے عالم ملک اُس کا ظاہر اور عالم ملکوت اُس کا باطن ہے۔ اور دائرۂ کون کا اول و آخر وہی ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاہِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وہ ہر شئے کا جاننے والا ہے۔ اسلئے کہ وہ اپنی ذات کو جانتا ہے۔ اور موجودات کے ہر ذرہ میں اُسی کی ذات جلوہ فرما ہے۔ اور لیکن حضرت مولانائے روم علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان کہ گروہ انبیاء و اولیاء نے حقیقت باری تعالیٰ میں کچھ نہیں فرمایا اسلئے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کی استعداد کے موافق علوم لائے ہیں۔ جیسا کہ فتوحات میں ہے کہ بُعِثَتِ الْاَنْبِیَاءُ بِحَسْبِ اسْتِعْدَادَاتِ اُمَمِہِمْ۔ اور اس میں شک نہیں کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی استعداد کامل کسی اُمت سابقہ میں نہ تھی۔ اور وہ پہلی اُمتیں حقیقت باریتعالیٰ کے سمجھنے کے قابل نہ تھیں۔ اسلئے انبیائے علیہم السلام نے اُن کے سامنے حقیقت آلہٰی کو بیان نہیں فرمایا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی استعداد نہایت اعلیٰ اور اکمل تھی۔ اور حقیقت الہیہ سمجھنے کے قابل لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ۔ یعنی مجھے کلمات جامع عطا کئے گئے ہیں۔ اسی لئے بادہ نوشان بحر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ خُضْنَا بَحْرًا وَقَفَ الْاَنْبِیَاءُ عَلٰی سَاحِلِہٖ۔ یعنی ہم اُس سمندر میں غوطہ زن ہیں۔ جس کے کنارے پر انبیاء کھڑے ہیں۔ اور اسی لئے مولانائے روم علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں۔ کہ بطفیل نور جان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حقیقت آلہٰی کو بیان کرتا ہوں۔ جسے انبیاء علیہم السلام نے اپنی اُمتوں کی کم استعدادی

کے باعث بیان نہیں فرمایا۔

اور اولیائے کرام کے متعلق بھی مولانائے روم علیہ الرحمۃ نے حقیقت باریتعالےٰ کے بیان کی نفی کی ہے نہ کہ ادراک ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ عارف ہزاروں اور متکلم کوئی ایک ہوتا ہے۔ اور چونکہ خود مولائے روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ دل ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک اولیائے کاملین کا تحقق بھی مشکوک نہیں ہے۔ البتہ ان کے وجدان میں لفظ ذوق کا اطلاق حقیقت باری تعالےٰ پر نہایت انسب و احسن ہے۔ واللہ اعلم بحقائق الامور۔

فہم ناقص کے مطابق عرض کیا گیا ہے براہ بندہ نوازی مزید تحقیق انیق سے مشرف فرمادیں کیونکہ جناب والا کے ابر کرم کا پیاسا ہوں۔ اور آپ کی ذات مقدس کے سوا میرا کوئی ملجا و ماوا نہیں ہے۔ زیادہ آداب۔ صاحبزادوں کے قدموں پر میرے سجدے قبول ہوں۔

الراقم
سگ دربار غلام محمد بقلم خود
از جلوانہ

مورخہ ۶ شعبان المبارک
۱۳۷۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در تحقیق ذوق و عقل

قول مولینا روم رحمۃ اللہ "اللہ بالکل ذوق ہے" اور قول حضور پاک صلعم "اللہ عقل ہے" کا تطابق۔

یعنی عقل و ذوق کے ایک ثابت کرنے کا احسن طریقہ

(عقل و شعور)

مَیں ہر شئے پر قادر ہوں کہ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آیت)

مَیں ہر شئے پر محیط ہوں کہ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطٌ (آیت)

میں آسمانوں اور زمینوں کا نور ہوں کہ اَللہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (آیت)

مَیں نور الانوار ہوں کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ (حدیث شریف)

مَیں نسخۂ ذات ہوں کہ اَلْعَقْلُ نُسْخَۃُ الذَّاتِ (مرآت العارفین)

خلق کا نور مجھ سے ہے کہ اَللہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ

(عشق و ذوق)

میں اللہ کے سوا ہر شئے کو جلا دیتا ہوں کہ اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَی اللہِ (حدیث)

مجھ میں ہر شئے ہلاک ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (آیت)

مَیں ان نسبتوں سے دور ہوں کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (آیت)

مَیں سر الاسرار ہوں کہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا۔ (حدیث قدسی)

مَیں خود ذات ہوں کہ اَلْعِشْقُ هُوَ الذَّاتُ (انسان کامل)

خود اللہ کا ظہور مجھ سے ہے۔ کہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا

نَفسٍ وَّاحِدَۃٍ وَہِیَ العَقلُ (مرآت العارفین)

مَیں تعینِ اول ہوں کہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ العَقلُ
(حدیث شریف)

مَیں اللہ کے نور سے ہُوں کہ اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ (حدیث)

میری تعریف آیات میں ہے اَفَلَا تَعقِلُونَ ٥

مَیں صاحبِ راز ہوں

مَیں عارفوں کا سرتاج ہوں

مَیں عزت اور ہستی بخشتا ہوں جس میں عقل ہو وہ
سردار ہوتا ہے۔

مَیں ادب سکھاتا ہُوں

مَیں دوزخ سے نجات دیتا ہوں

مَیں توحید ثابت کرتا ہوں

مَیں صراطِ مستقیم پر چلاتا ہوں

مجھ پر اسم اللہ کا اطلاق ہے (جواہر غیبی)

اسم عین مسمّٰی ہے کہ اَلاِسمُ عَینُ المُسَمّٰی مِن
حَیثُ الذَّاتِ (فصوص الحکم)

مَیں حقیقتِ محمدیہ ہوں

مَیں تیرے ظہور کا موجب ہوں اگر مَیں نہ ہُوں تو تو ظاہر
نہیں ہوتا۔

بے شک اے ظہور تو بمن ست وجود من از تست
فَلَستَ تَظہَرُ لَولَائِی لَم اَکُن لَولَاکَ

فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ (حدیث قدسی) اور تو میرا نمونہ
اور آئینہ اور جلوہ گاہ ہے۔ کہ العَقلُ اُنمُوذَجُ الذَّاتِ
وَمِرآتُہَا وَمَظہَرُہَا (مرآت العارفین)

مَیں لاتعین ہوں کہ اَلعِشقُ ھُوَ الذَّاتُ المَحضُ
الصِّرفُ (انسان کامل)

مَیں خود اللہ ہوں کہ اَلعِشقُ ھُوَ اللّٰہُ۔

میرا ذکر حروفِ مقطعات میں ہے حٰمٓ عٓسٓقٓ

مَیں بے نیاز ہوں

مَیں عارفوں کا معراج ہوں

مَیں لذت اور مستی عطا کرتا ہوں جس میں ذوق ہو
وہ سرشار ہوتا ہے

مَیں بے ادبی کو ادب بناتا ہوں

مجھ سے جہنم ڈرتا ہے

توحید پردہ ہے کہ اَلتَّوحِیدُ حِجَابُ المُوَحِّدِ عَن جَمَالِ
الاَحَدِیَّۃِ۔ (قال الشبلیؒ)

مَیں خود منزلِ مقصود ہوں۔

میرے نزدیک اسم اللہ حجاب ہے کہ اَسمَائِی حِجَابٌ
عَلَیکَ اِن رَفَعتَہَا وَصَلتَ اِلَیَّ (فتوحات)

ہاں لیکن باعتبار خصوصیت معنی غیر مسمّٰی ہے کہ اَلاِسمُ
غَیرُ المُسَمّٰی مِن حَیثُ مَا یَختَصُّ بِہٖ مِنَ المَعنَی الَّذِی
سِیقَ لَہٗ۔ (فصوص الحکم)

مَیں احدیتِ ذاتیہ ہوں

مَیں تیرے وجود کا باعث ہوں۔ اگر مَیں نہ ہوں تو تیرا
وجود ہی نہیں ہے۔

ہاں لیکن وجود بالذات اپنے ظہور سے مقدم ہے جیسا
کہ شیونات ذاتیہ اپنے صور علمیہ سے مقدم ہیں

لیکن جب دونوں طرف افتقار موجود ہے تو پھر مجھ
میں اور تجھ میں کیا فرق ہے۔

اوّل و آخر ظاہر و باطن میں ہی ہوں کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَ
الْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ
(آیۂ شریف)

یہ مقام حیرت ہے۔ رَبِّ زِدْنِیْ فِیْكَ تَحَيُّرًا۔
سُبْحَانَكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ لَا اُحْصِیْ
ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ
(احادیث)

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ۔ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔
مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَ الْحَقَّ۔ مَنْ اَحَبَّ اللّٰهَ
فَقَدْ اَحَبَّنِیْ۔ اَنَا اَحْمَدُ بِلَا مِیْمٍ۔ مَا اَنَا اِلَّا هُوَ

ان اسماء کا ظہور بھی مرتبہ الوہیت اسمائیہ میں ہے
کیونکہ وہ جامع الاضداد ہے۔ لیکن احدیۃ ذاتیہ ان
تمام اسماء و صفات متضادہ سے منزّہ اور پاک ہے
کہ اَلْعِشْقُ هُوَ الذَّاتُ الْمَحْضُ الْمَصْرَفُ الَّذِیْ لَا يَدْخُلُ
تَحْتَ رَسْمٍ وَّلَا اِسْمٍ وَّ لَا نَعْتٍ وَّلَا وَصْفٍ (انسان کامل)

میں بھی اپنی ذات و صفات کی کنہ سے عاجز ہوں کہ
ذَاتُهٗ عَجَزَتْ عَنِ الْحَيْطَةِ بِكُنْهِهَا صِفَاتُهَا (انسان کامل)
میں اپنی ماہیت کا ادراک کرتا ہوں کہ میری ماہیت
کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ غیر متناہی ہے۔ نیز
علم صفت ہے جو ذات کے تحت میں ہے۔ پس
وہ ذات پر محیط نہیں ہے۔ لیکن میرا اپنی ذات کا
ادراک کرنا حکمی ہے۔ اسلئے کہ میں بالذات شمول علم
اور عدم جہل کا مستحق ہوں۔ اور مجھ پر اپنی ذات سے
کوئی شئے مخفی نہیں ہے کہ اِنَّهٗ لَا يَخْفٰی عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ
نَفْسِهٖ۔ نیز چونکہ باعتبار حقیقت صفت عین ذات
ہے۔ پس میں اپنی ذات کو علم ذات سے جانتا ہوں۔
اے عقل آ مجھ میں محو ہو جا تاکہ تو مجھ سے جان لے۔
اور وہ علم حاصل کرے جو پہلے نہ جانتا تھا کہ وَ عَلَّمَكَ
مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اور اس حیرت کے بعد ہدایت
نصیب ہو کہ وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی۔

يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ اَنَا وَاَنَا اَنْتَ (حدیث قدسی)

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

مَاھُوَ الّا اَنَا (احادیث شریف) ؎

مَن تُو شُدم تو مَن شُدی مَن تن شدم تو جان شُدی

تاکس نگوید بعد ازاں مَن دیگرم تو دیگری

نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ۔ لَقَدْ اَلْمَاعُ اللهُ ؕ اَنَّ الرَّسُوْلُ حَقٌّ ؕ (آیات قرآن)

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ (حدیث قدسی)

پس عقلِ کل (اللہ) اور عشق (ذاتِ محض) ایک ہی شیئے ہے ۔ بالفاظ دیگر عقلِ کُل یعنی انسانِ کامل اور عشق و ذوق یعنی ذاتِ حق ایک ہی وجود ہے جیسا کہ حضرت امام حُسینؓ ابن رسول اللہ علیہ وسلم مرأت العارفین میں فرماتے ہیں ۔ بَلْ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ یعنی علم انسان علمِ حق اور ذاتِ انسان ذاتِ حق ہے ۔ بِلَا اِتِّحَادٍ مَعَہٗ وَلَا حُلُوْلٍ فِیْهِ وَلَا صَیْرُوْرَۃٍ ھُوَ لِاَنَّھَا مُحَالٌ لِاَنَّ الْاِتِّحَادَ یَحْصُلُ مِنَ الْوُجُوْدَیْنِ وَکَذَا الْحُلُوْلُ وَالصَّیْرُوْرَۃُ وَمَا ثَمَّ اِلَّا وُجُوْدٌ وَّاحِدٌ وَالْاَشْیَاءُ مَوْجُوْدَۃٌ بِہٖ مَعْدُوْمَۃٌ بِنَفْسِھَا ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ فقط ۔

۷۸۶

برادرم مکرم میاں عبداللہ موفق باشند

بعد سلام مسنون خیرالانام و دُعائے ترقی درجاتِ صوری و معنوی علی الدوام از درگاہ ذوالجلال والاکرام خلاصۃ المرام آنکہ فقیر از مجوعۂ لطیفہ معروف بہ قرعۂ شریفہ مرتبہ شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ کہ طریقۂ فال از قرآن مجید استنباط فرمودہ تفاول نمودہ الحمدللہ والمنۃ کہ در عنوان الجنین[1] ذکر آمدہ انشے بحساب شمار حروف آیۂ ذیل اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ[2] بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰهِ بر آمدہ و نتیجہ اش ذکر گوشتہ و دُعا گو بفحوائے مدلول آیۂ مذکور متوقع بر آنست کہ مولود مسعود طویل الحیات و مصدق کلمۃ اللہ یعنی مرید انسانِ کامل باشد ۔ فہو ولد امین واسمہ غلام محی الدینؒ ۔ انشاء اللہ تعالےٰ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب والسلام ۔ فقط ۔ از جانب جناب مُرشدنا و مولانا ادام اللہ برکاتہٗ انحد دُعا باشند ۔

ہمشیرہ را دعوات ۔ برخوردار غلام قادر را بر سرش بوسہ دہند ۔ عاقبت بالخیر باد بحرمتِ النون والصاد

بروز یکشنبہ ۵ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ ۔ الراقم ۔ احقر العباد غلام محمد عفی عنہ بقلم خود

مقرر آنکہ اگر منجملہ مہمات الامور در پیش آید ازیں فقیر بطریق استشارہ پرسیدہ شروع نمایند ۔ تا از قرعہ شریفہ استخارہ نمودہ مصلحت کار گفتہ آید ۔ و یا انشاء اللہ استخارہ قرآنیہ بنام تو خواہم نوشت عنقریب بتو خواہد رسید ۔ زیادہ دُعا فقط ۔

ترجمہ ۔ [1] یعنی جنین در شکم مادر نرینہ است یا مادہ

[2] خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے ۔ جو خدا کے فیض و کلمہ کی تصدیق کریں گے ۔ [3] لڑکا ۔

سرور

عزیز از جان برخوردار محمدؐ انوار حسینؑ اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین

بعد دعائے جان و ایمان و عشق و عرفان کے واضح ہو کہ دِل تجلی گاہِ الٰہی ہے۔ اسے یادِ الٰہی میں شاد رکھا کریں۔ اور غموں سے آزاد۔ حمداللہ کہ محبت آپ کی فطرت ہے۔ البتہ حصول علم و عرفان میں حتی الوسع کوشاں رہیں۔ تاکہ عشق و علم و عرفان کا کمال حاصل ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا دِل توحید کے نغموں سے سرشار اور مخمور رہے۔ اور آپ کی توجہ ہر دم حق سُبحانہ کی جانب مبذول رہے۔ اور آپ کا دِل اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کہیں قرار نہ پکڑے۔ آپ کا کھانا فضلِ خداوندی اور آپ کا پینا شرابِ ذوق و خورسندی ہو۔ رضا بالقضا آپ کا لباس ہو۔ اور آپ کی بصر و بصیرت حق بیں و خداشناس ہو۔ تن خدمتِ اسلام میں اور دِل محبتِ ذوالجلال والاکرام میں اور رُوح وصالِ خداوندی کے مقام میں ہو۔ آپ کی ہمت بلند اور آپ کا ہر فعل و عمل خدا کو پسند ہو۔ آپ کا دِل غیرِ حق سے خالی اور آپکی روح کا مقام عالی ہو۔ آپ کا مقصد ربانی اور منزل سُبحانی ہو۔ آپ دُنیا میں میری آنکھوں کا نور اور آخرت میں میری جان کا سرور اور خدا کو منظور ہوں۔ آپ کے دِل میں ذاتِ حق کا نور اور آپ کی جان تجلائے الٰہی کا طور ہو۔ فنا فی الصفات آپ کی ابتدا اور بقا بالذات آپ کا انتہا ہو۔ آمین۔ یَا رَبَّ العَالَمِینَ بِحُرمَتِ النَّبِیِّ الاَمِینِ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ اِلیٰ اَبَدِ الآبِدِین۔ مولانا صاحب کی خدمت میں میری جانب سے بصد شوق السلام علیکم عرض کریں۔

الراقم۔ خادم الفقراء مسکین غلام محمدؐ بقلم خود۔ از جلوانہ $9\frac{1}{56}$

سرور

عزیز القدر عزیز از جان برخوردار محمدؐ نیاز حسینؑ حفظکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دعائے خیریت طرفین و سعادت دارین کے واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچ گیا ہے۔ چونکہ میو ہسپتال میں مریضوں کی بڑی بھیڑ ہے۔ اسلئے میں ابھی تک ہسپتال میں داخل نہیں ہو سکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ کل جگہ مل جائے گی۔ نیز ایک علیحدہ کمرے کی کوشش کی جا رہی ہے جس وقت مل گیا تو آپ کو بُلا لیا جائیگا۔ جسطرح بھی ہو انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں بُلا لونگا دُعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ پرہیز کا سخت خیال رکھیں۔ بدپرہیزی ہرگز نہ کریں۔ نیز بچوں کو نئی گندم نہ کھلا دیں۔ انکے واسطے کچھ پُرانی گندم خرید لیں۔ اور لنگر کے واسطے اپنی تازی گندم استعمال کرتے رہیں۔ نیز اگر جناب صاحبزادہ صاحب فتح پور شریف سے تمہارے لینے کے واسطے کوئی آدمی بھیج دیں۔ تو اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے واسطے دعا منگوا دیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اپنی خیریت سے جلدی جلدی اطلاع دیتے رہا کریں۔ اور گھبرا دیں نہیں عزیز محمدؐ افتخار حسینؑ و محمدؐ اعجاز حسینؑ و مقصود آلٰہی و منور زہرا و شرف آلٰہی اور کنیز فاطمہؓ کو میری طرف سے

پیار اور دعائیں۔ اندرون خانہ از حد دعا۔ تمام درویشوں کو دعا۔ تمام پرسان حال کو دعا۔ دعائے امن پڑھ کر میری طرف دم کرتے رہا کریں۔ زیادہ حد دعا۔ فقط۔ عزیز محمد انور حسین میرے پاس پہنچ گیا ہے۔

۱۵.۷.۵۷ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از صدر چھاونی لاہور۔

عزیز القدر عزیز از جان مخلصی فی اللہ حافظ گل محمد سلّمکم اللہ الرحمان

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ بعد دعائے خیریت طرفین و ترقیء درجات الیٰ قاب قوسین واضح ہو کہ خیریت نامہ مل کر کاشف حالات ہوا۔ آگاہی خیریت سے تسکین خاطر ہوئی احدیت و واحدیت و الوہیت کے متعلق تحریر تھا۔ اے عزیز واحدیت سے احدیت اعلیٰ ہے۔ اسلئے کہ واحدیت سے مرتبۂ ذات مع اعتبار کثرت صفات مراد ہے اور احدیت مرتبۂ ذات بلا اعتبار کثرت ہے۔ یعنی حقیقت محضہ چنانچہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ سورۂ اخلاص کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْاَحَدِ وَالْوَاحِدِ اَنَّ الْاَحَدَ ھُوَ الذَّاتُ وَحْدَھَا بِلَا اِعْتِبَارِ کَثْرَۃٍ فِیْھَا اَیِ الْحَقِیْقَۃُ الْمَحْضَۃُ الخ وَالْوَاحِدُ ھُوَ الذَّاتُ مَعَ اِعْتِبَارِ کَثْرَۃِ الصِّفَاتِ وَھِیَ الْحَضْرَۃُ الْاَسْمَائِیَّۃُ لکون الاسم ھُوَ الذَّاتُ مَعَ الصِّفَۃِ۔ اور احدیت سے الوہیت اعلیٰ ہے۔ کیونکہ الوہیت میں اتصافِ صفات اور عدم اتصافِ صفات دونوں کا اعتبار نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ بسملہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اِسْمٌ لِلذَّاتِ الْاِلٰھِیَّۃِ مِنْ حَیْثُ ھِیَ ھِیَ عَلَی الْاِطْلَاقِ لَا بِاعْتِبَارِ اِتِّصَافِھَا بالصفات وَلَا باعتبار لَا اِتِّصَافِھَا۔ انتہی۔

پس مرتبۂ واحدیت باعتبار کثرت تشبیہ پر دلالت کرتا ہے اور احدیت تنزیہہ پر دال ہے۔ اور الوہیت صرف تنزیہہ اور صرف تشبیہہ ہر دو کی قید سے منزہ ہے۔ بلکہ تنزیہہ اور تشبیہہ دونوں کو جامع ہے۔ اسلئے کہ جامع الاضداد ہے۔ اور کمال تنزیہہ اور تشبیہہ کے جمع کرنے میں ہے کَمَا صَرَّحَ بِہٖ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی الْفَصِّ النُّوْحِیِّ مِنْ فُصُوْصِ الْحِکَمِ نیز نسبت رافعہ فی الالوہیت ایک یہ بھی ہے کہ تمام اسماء اسم ذات اللہ کی جانب منسوب ہیں۔ جیسے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ وَلِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ وَھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِیُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی نہ کہ بالعکس فافہم

پس احدیت اگرچہ بالذات مقدم ہے لیکن جامعیت کا مرتبہ الوہیت کو حاصل ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسم اللہ کے حرف اول یعنی الف سے احدیت ذاتیہ مراد ہے۔ اور باقی حروف دیگر مراتب جلالی و جمالی و کمالی اور ھُویت پر دلالت کرتے ہیں۔

نیز اے عزیز کتاب انسان کامل میں اَحدیت و واحدیت و الوہیت کا مفصل بیان اور نسبت رافعہ فی الالوہیت

اور ہر ذی حق کو حق عطا کرنے کا ذکر بالتفصیل موجود ہے۔ چنانچہ باب الوہیت میں ہے۔ اَلْوَاحِدِیَّۃُ تَحْتَ الْاَحَدِیَّۃِ وَ الْاَحَدِیَّۃُ تَحْتَ الْاُلُوْہِیَّۃِ لِاَنَّ الْاُلُوْہِیَّۃَ اِعْطَاءُ حَقَائِقِ الْوُجُوْدِ وَغَیْرِ الْوُجُوْدِ حَقَّھَا مَعَ الْحِیْطَۃِ وَالشُّمُوْلِ وَالْاَحَدِیَّۃُ حَقِیْقَۃٌ مِّنْ جُمْلَۃِ حَقَائِقِ الْوُجُوْدِ فَالْاُلُوْہِیَّۃُ اَعْلٰی وَلِھٰذَا کَانَ اِسْمُ اللّٰہِ اَعْلَی الْاَسْمَاءِ وَ اَعْلٰی مِنْ اِسْمِہِ الْاَحَدِ وَالْاَحَدِیَّۃُ اَخَصُّ مَظَاھِرِ الذَّاتِ لِنَفْسِھَا وَالْاُلُوْھِیَّۃُ اَفْضَلُ مَظَاھِرِ الذَّاتِ لِنَفْسِھَا وَلِغَیْرِھَا وَمِنْ ثَمَّ مَنَعَ اَھْلُ اللّٰہِ تَجَلِّی الْاَحَدِیَّۃِ وَلَمْ یَمْنَعُوْا تَجَلِّی الْاُلُوْھِیَّۃِ فَاِنَّ الْاَحَدِیَّۃَ ذَاتٌ مَحْضٌ لَاظُہُوْرَ لِصِفَۃٍ فِیْھَا فَضْلًا عَنْ اَنْ یَّظْھَرَ فِیْھَا مَخْلُوْقٌ انتہی اور باب احدیت میں ہے۔ اِعْلَمْ اَنَّ الْفَرْقَ بَیْنَ الْاَحَدِیَّۃِ وَالْوَاحِدِیَّۃِ وَالْاُلُوْہِیَّۃِ اَنَّ الْاَحَدِیَّۃَ لَا یَظْھَرُ فِیْھَا شَیْءٌ مِّنَ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَ ذٰلِکَ عِبَارَۃٌ عَنْ مَحْضِ الذَّاتِ الصِّرْفِ فِیْ شَانِہِ الذَّاتِیِّ وَالْوَاحِدِیَّۃُ تَظْھَرُ فِیْھَا الْاَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ مَعَ مُؤَثِّرَاتِھَا لٰکِنْ بِحُکْمِ الذَّاتِ لَا بِحُکْمِ افْتِرَاقِھَا فَکُلٌّ مِّنْھَا فِیْہِ عَیْنُ الْآخَرِ وَالْاُلُوْھِیَّۃُ تَظْھَرُ فِیْھَا الْاَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ بِحُکْمِ مَا یَسْتَحِقُّہٗ کُلُّ وَاحِدٍ مَعَ الْجَمِیْعِ وَیَظْھَرُ فِیْھَا اَنَّ الْمُنْعِمَ ضِدُّ الْمُنْتَقِمِ وَالْمُنْتَقِمُ فِیْھَا ضِدُّ الْمُنْعِمِ وَکَذٰلِکَ بَاقِی الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ حَتَّی الْاَحَدِیَّۃِ فَاِنَّھَا تَظْھَرُ فِی الْاُلُوْھِیَّۃِ بِمَا یَقْتَضِیْہِ حُکْمُ الْاَحَدِیَّۃِ وَبِمَا یَقْتَضِیْہِ حُکْمُ الْوَاحِدِیَّۃِ فَتَشْمَلُ الْاُلُوْھِیَّۃُ بِمَجْلَاھَا اَحْکَامَ جَمِیْعِ الْمَجَالِیْ فَھِیَ مَجْلٰی اِعْطَاءِ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ وَالْاَحَدِیَّۃُ مَجْلٰی کَانَ اللّٰہُ وَلَا شَیْءَ مَعَہٗ وَالْوَاحِدِیَّۃُ مَجْلٰی قَوْلِہٖ وَھُوَ الْآنَ عَلٰی مَا عَلَیْہِ کَانَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ـ فَلِھٰذَا کَانَتِ الْاَحَدِیَّۃُ اَعْلٰی مِنَ الْوَاحِدِیَّۃِ لِاَنَّھَا ذَاتٌ مَحْضٌ وَکَانَتِ الْاُلُوْھِیَّۃُ اَعْلٰی مِنَ الْاَحَدِیَّۃِ لِاَنَّھَا اَعْطَتِ الْاَحَدِیَّۃَ حَقَّھَا اِذْ حُکْمُ الْاُلُوْھِیَّۃِ اِعْطَاءُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ وَکَانَتْ اَعْلَی الْاَسْمَاءِ اَجْمَعَھَا وَاَعَزَّھَا وَاَرْفَعَھَا وَفَضْلُھَا عَلَی الْاَحَدِیَّۃِ کَفَضْلِ الْکُلِّ عَلَی الْجُزْءِ وَفَضْلُ الْاَحَدِیَّۃِ عَلٰی بَاقِی الْمَجَالِی الذَّاتِیَّۃِ کَفَضْلِ الْاَصْلِ عَلَی الْفَرْعِ وَفَضْلُ الْوَاحِدِیَّۃِ عَلٰی بَاقِی التَّجَلِّیَاتِ کَفَضْلِ الْجَمْعِ عَلَی الْفَرْقِ انتہی کلامہ والسّلام ـ

نیز اے عزیز خط لکھنے میں اس لئے تاخیر ہوئی کہ میں ایک مہینہ لائل پور ہسپتال زنانہ میں اپنی اہلیہ کے علاج میں مصروف رہا ہوں اب بفضلہ تعالیٰ آرام ہے۔ اور ہم واپس گھر پہنچ گئے ہیں۔ حسب طلب آپ کے چار کاپیاں رمز الوحدت ارسال ہیں۔ شاہ صاحب کئی دن کے واسطے واپس گھر تشریف لے گئے ہیں۔ محمد دین کی حالت پر افسوس ہے بے چارہ پنجۂ تقدیر میں اسیر ہے۔ اِنَّ قَدَرَ اللّٰہِ کَانَ مَقْدُوْرًا خدائے پاک اسے اور ہم سب کو صراط المستقیم پر چلا دے آمین اپنی خیریت و عافیت سے ہمیشہ اطلاع دیا کریں تاکہ دل مطمئن رہے دیگر ہر وجہ خیریت ہے۔ برخورداران راضی خوشی ہیں۔ میاں صاحب کو سلام والدعا اندرون خانہ سب کو دعوات۔ از طرف جملہ درویشاں بصد شوق سلام۔ خدا حافظ و ناصر و یار باد بحرمت النبی وآلہ الامجاد ۱۷ ؍ ۲۳ ؍ ۶ الراقم خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود

هُوَالْکُل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝

عزیز از جان راحتِ رُوح وروان مُخلصی فی اللہ حافظ گل محمد حفظکم اللہ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔ بعد دُعائے خیریت طرفین وسعادت دارین وترقی درجات وشوق ملاقات کے واضح ہو کہ خیریت نامہ مکرر کاشف مَا فِیْھَا ہوا۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ بوقت سجود ملائکہ آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تمام ذُرّیت جو آدم علیہ السلام میں بالقوہ موجود تھی عند اللہ اُن کا مسجود ہونا منظور تھا یا نہ فَعَلَی الْاَوَّلِ مشرکین کافرین فاسقین کا شرف بالرتبہ لازم ہوگا۔ کیونکہ متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے۔ اگر بمطابق فرمان حق تعالیٰ عزّ اسمہٗ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ملاء الاعلیٰ کو ساجدین سے خارج سمجھا جائے تو ملائکہ ساجدین پر افضلیت ضروری ہوگی۔ عِنْدَ الْعَقْلِ وَالنَّقْل یہ بات غیر مسلّم ہے وَعَلَی الثَّانِیْ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا فرمان اقدس غیر مطابق ہوگا الولد پر جو الف لام تعریف کا ہے وہ جنس پر مشتمل ہوگا۔ دیگر از روئے شریعت بھی فرزند غیر لائق وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا۔ اگر الف لام عہد ذہنی تصور کیا جاوے اور اس سے افراد کاملین مُراد لیے جاویں یا لَیْسَ حُکْمُ مِنْ اَحْکَامِ اس کا جواب ہو تو انبیا آدم علیہ السلام سے شرف جامعیت ساقط ہوگا۔ فقط

الجواب ۔ اے عزیز آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ نے اس سِرِّ الٰہی کی خاطر سجدہ کیا تھا۔ جو اُس میں ودیعت رکھا ہوا تھا جسے وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ پس دراصل آدم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ ہی مسجود تھا۔ نہ کہ آدم اور اُس کی ذُرّیت جو اُس میں بالقوہ موجود تھی چنانچہ صاحب تفسیر عرائس البیان قولہٗ تعالیٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ رَاَوْا فِیْہِ سِرَّ اللّٰہِ اور قولہٗ تعالیٰ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا سُجُوْدُھُمْ لِمَا بَدَا مِنْ اٰدَمَ مِنْ نُوْرِ الْحَقِّ فَسَجَدُوْا لَہٗ لَا لَہٗ بِالْحَقِیْقَۃِ بَلْ سَجَدُوْا لِلْاَزَلِیِّ الْاَبَدِیِّ الْمُنَزَّہِ عَنْ اِشَارَۃِ الزَّائِغِیْنَ وَتُھْمَۃِ الْمُبْطِلِیْنَ وَاَوْھَامِ الْغَالِطِیْنَ وَلَمْ یَرَ اِبْلِیْسُ مَا رَاَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ لِاَنَّہٗ کَانَ مِنْ عَالَمِ الْقَھْرِ مَحْجُوْبًا بِالْقَھْرِ عَنْ جَمَالِ الْحَقِّ فِیْ اٰدَمَ وَلَوْ رَاٰی کَمَا رَاَتْ تِلْکَ الصَّفَقَۃِ سَجَدَ لَہٗ فِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ۔ اور عاشقان جمالِ محمدی وعارفان کمال احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کیا تھا۔ جو اُن کی پیشانی میں موجود تھا۔ جیسا کہ امام فخر رازی رحمۃ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ

صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ جَبْہَتِہٖ وَ فِی الْمَوَاہِبِ اللَّدُنِّیَّۃِ ؎

لَوْ اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ طَلْعَۃَ نُوْرِہٖ = فِیْ وَجْہِ آدَمَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَجَدْ
اَوْ لَوْ رَایَ النَّمْرُوْدُ نُوْرَ جَمَالِہٖ = عَبَدَ الْجَلِیْلَ مَعَ الْخَلِیْلِ وَلَاعَنَدْ
لٰکِنْ جَمَالُ اللہِ جَلَّ فَلَا یُرٰی = اِلَّا بِتَخْصِیْصٍ مِّنَ اللہِ الصَّمَدْ

وَقَالَ حافظ آداب الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ ؎

ملک در سجدۂ آدم زمین بوس تو نیت کرد - کہ در حسن تو چیزے یافت غیر از طور انسانی

پس آدم علیہ السلام بمنزلہ کعبہ ہیں۔ کہ اَلْمَسْجُوْدُ لَہٗ فِی الْحَقِیْقَۃِ ھُوَ اللہُ تعالیٰ وَ آدَمُ کَالْقِبْلَۃِ (مواہب) یعنی آدم علیہ السلام کعبہ کی طرح مسجود الیہ ہیں۔ اور مسجود لہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے - اور آدم علیہ السلام کا مسجود ملائکہ اور اُن سے افضل ہونا جامعیت کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ شرح فصوص الحکم میں جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اِسْتِحْقَاقَہٗ بِسُجُوْدِ الْمَلَائِکَۃِ اِنَّمَا ھُوَ لِمَخْلُوْقِیَّتِہٖ بِالْیَدَیْنِ اَیْ بِالصِّفَاتِ الْجَمَالِیَّۃِ وَالْجَلَالِیَّۃِ - ورنہ کعبہ اگرچہ مسجود الیہ ہے لیکن انسان کامل کا شان اُس سے اعلیٰ ہے۔ ؎ کعبہ را یکبار بیتی گفت یار - گفت یَا عَبْدِیْ مرا ہفتاد بار -

دل بدست آور کہ حج اکبر است - از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است -

پس آدم علیہ السلام اور اُس کی ذریت کا شرف ملائکہ پر جامعیت اور مظہریت تامہ کی وجہ سے ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب بدء الخلق میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللہُ آدَمَ وَ ذُرِّیَّتَہٗ قَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ یَا رَبِّ خَلَقْتَہُمْ یَاکُلُوْنَ وَیَشْرَبُوْنَ وَیَنْکِحُوْنَ وَ یَرْکَبُوْنَ فَاجْعَلْ لَھُمُ الدُّنْیَا وَ لَنَا الْاٰخِرَۃَ قَالَ اللہُ تعالیٰ لَا اَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُہٗ بِیَدَیَّ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کَمَنْ قُلْتُ لَہٗ کُنْ فَکَانَ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

نیز آدم علیہ السلام میں تمام ذریت کے مسجود ملائکہ ہونے میں کوئی محظور نہیں آتا کیونکہ ہر آدمی طاہر الاصل ہے اسلئے کہ فطرت اسلام پر پیدا کیا گیا ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ - یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بروز میثاق فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ تو سب نے بلیٰ کہہ کر توحید حق کا اقرار کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فتوحات کے باب ۶۸ میں فرماتے ہیں۔ اَلطَّہَارَۃُ فِی الْاَشْیَاءِ اَصْلٌ وَالنَّجَاسَۃُ اَمْرٌ عَارِضٌ ضخن مَعَ الْاَصْلِ مَالَمْ یَاتِ ذٰلِکَ الْعَارِضُ وَھٰذَا مِنْ ہُہُنَا فَالْعَبْدُ طَاہِرُ الْاَصْلِ فِیْ عُبُوْدِیَّتِہٖ لِاَنَّہٗ مَخْلُوْقٌ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَھِیَ الْاِقْرَارُ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ لِلرَّبِّ سُبْحَانَہٗ قَالَ اللہُ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُہُوْرِھِمْ

ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی (الخ قال) فَالْعَالَمُ کُلُّهٗ طَاهِرٌ فَاِنْ عَرَضَ لَهٗ عَارِضٌ اٰلٰہِیٌّ یُقَالُ لَهٗ نَجَاسَةٌ حَکَمْنَا بِنَجَاسَةِ ذٰلِکَ الْمَحَلِّ عَلَی الْحَدِّ الْمُقَدَّرِ شَرْعًا خَاصَّةً فِیْ عَیْنِ تِلْکَ النِّسْبَةِ الْخَاصَّةِ فَالنَّجَاسَةُ فِی الْاَشْیَاءِ عَوَارِضُ نِسَبٍ وَاَعْظَمُ النَّجَاسَاتِ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ قَالَ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا فَالْمُشْرِکُ نَجَسٌ نَجِیْنٌ وَاِذَا اٰمَنَ فَهُوَ طَاهِرُ الْعَیْنِ اَیْ عَیْنُ الشِّرْکِ وَعَیْنُ الْاِیْمَانِ فَافْهَمْ فَاِنَّهٗ مَا یَصْدُرُ عَنِ الْقُدُّوْسِ الْاَقْدَسِ وَلِذَا قُلْنَا فِی النَّجَاسَةِ اِنَّهَا عَوَارِضُ نِسَبٍ وَالنِّسَبُ اُمُوْرٌ عَدَمِیَّةٌ فَلَا اَصْلَ لِلنَّجَاسَةِ فِی الْعَیْنِ اِذَا الْاَعْیَانُ طَاهِرَةٌ بِالْاَصْلِ الطَّاهِرَةِ مِنْهُ وَهٰهُنَا اَسْرَارٌ لَا یُمْکِنُ ذِکْرُهَا اِلَّا شِفَاهًا لِاَهْلِهٖ فَاِنَّ الْکِتَابَ یَقَعُ فِیْ یَدِ اَهْلِهٖ وَغَیْرِ اَهْلِهٖ فَمَنْ فَهِمَ مَا اَشَرْنَا اِلَیْهِ فَقَدْ حَصَلَ عَلٰی کَنْزٍ عَظِیْمٍ یُنْفِقُ مِنْهُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ اَیْ اِلٰی مَا لَا یَتَنَاهٰی وُجُوْدُهٗ وَاللّٰهُ الْمُؤَیِّدُ مُعَلِّمُ الْاِنْسَانِ الْبَیَانَ۔ اِنْتَهٰی۔

پس ثابت ہُوا ارواح صورِ انسانیہ میں آنے سے پہلے ہر قسم کی نجاست کفر اور شرک وغیرہ سے پاک ہیں۔ لہٰذا آدم علیہ السلام میں تمام ذرّیت کے مسجودِ ملائکہ ہونے پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔

نیز اے عزیز جیسا کہ اللہ تعالےٰ جامع الاضداد بلکہ عین الاضداد ہے۔ کما سُئِلَ اَبُوْسَعِیْدِ الْخَرَّازُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَ عَرَفْتَ اللّٰهَ قَالَ بِجَمْعِهٖ بَیْنَ الضِّدَّیْنِ ثُمَّ تَلَا قَوْلَهٗ تَعَالٰی هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَقَالَ الشَّیْخُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الْفُتُوْحَاتِ الْمَکِّیَّةِ بَلْ هُوَ عَیْنُ الضِّدَّیْنِ فَاِنَّ قَوْلَ الْخَرَّازِ یُوْهِمُ اَنَّ ثَمَّ عَیْنًا لَیْسَتْ هِیَ عَیْنُ الضِّدَّیْنِ لٰکِنَّهَا تَقْبَلُ الضِّدَّیْنِ مَعًا وَالْاَمْرُ فِیْ نَفْسِهٖ لَیْسَ کَذٰلِکَ بَلْ هُوَ عَیْنُ الضِّدَّیْنِ اَوْ لَا عَیْنٌ زَائِدَةٌ۔ اِنْتَهٰی

وَقَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ قُدِّسَ سِرُّهُ الْاَطْهَرُ فِی الْفَصِّ الْاِدْرِیْسِیِّ مِنْ فُصُوْصِ الْحِکَمِ۔ اَلْعَلِیُّ لِنَفْسِهٖ هُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ لَهُ الْکَمَالُ الَّذِیْ یَسْتَغْرِقُ بِهٖ جَمِیْعَ الْاُمُوْرِ الْوُجُوْدِیَّةِ وَالنِّسَبِ الْعَدَمِیَّةِ بِحَیْثُ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَفُوْتَهٗ نَعْتٌ مِنْهَا وَسَوَاءٌ کَانَتْ تِلْکَ الْاُمُوْرُ وَالنِّسَبُ مَحْمُوْدَةً عُرْفًا وَعَقْلًا وَشَرْعًا اَوْ مَذْمُوْمَةً عُرْفًا وَعَقْلًا وَشَرْعًا وَقَالَ الْجَامِیُّ قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِیْ اِنَّمَا صَحَّتْ اِضَافَتُهُ الْمَذَامِّ اِلَیْهِ تَعَالٰی لِاَنَّ اِضَافَتَهَا اِلَیْهِ اَکْبَرُ یَنْقَلِبُ بِهِ النُّقْصَانُ کَمَالًا وَالْمَذَمَّةُ مَحْمَدَةً۔ اِنْتَهٰی۔

اور وجود مطلق تمام مجالی شریفہ اور مظاہر خسیسہ کو جامع ہونے کے ساتھ اپنی صرافت ذاتی پر اسی طرح باقی ہے کہ هُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ۔ چنانچہ لوائح شریف میں ہے کہ حقیقت وجود بواسطہ تلبس باُمور شریفہ زیادتی کمال نگیرد۔ و بجہت ظہور در مظاہر خسیسہ نقصان نپذیرد

چوں خور بفروغ خود جہاں آرائد — بر پاک و پلید اگر بتابد شاید
نے نور وے از ہیچ پلید آلائد — نے پاکی او ز ہیچ پاک افزاید

ایسے ہی حضرت انسان کامل خلیفۃ اللہ اور مظہر اتم ہونے کے باعث جامعیت کے کمال سے مشرف ہے اور اس کی حقیقت کاملہ تمام امور عالیہ اور سافلہ کے جامع ہونے کی مقتضی ہے۔ پس جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے جامع الاضداد ہونے اور اس کے علیم قدیم میں اجمالاً و تفصیلاً جمیع موجودات اعلیٰ و ادنیٰ کی صورتوں کے موجود ہونے سے اس کے مسجود خلائق ہونے میں کوئی محظور نہیں ہے ہکذا فی الانسان الکامل الاکمل المکمل نتائل ـ جان من ـ جبکہ موجودات میں کوئی ذرہ بھی نور ذات سے خالی نہیں ہے کہ اِنَّ جَمِیْعَ الکَائِنَاتِ حَتّٰی الذَّرَّۃَ لَا تَخْلُوْا عَنْ ذٰلِکَ الْوُجُوْدِ اَیْ وُجُوْدِ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی (تحفہ مرسلہ) اور حقیقت میں وجود مطلق جملہ موجودات کی صورتوں میں بلا حلول و اتحاد جلوہ فرما اور سب کا عین ہے۔ کہ سُبْحَانَ مَنْ اَظْھَرَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا (فتوحات)

اور کتاب اور سنت اور ذوق عارفین اس بات پر شاہد ہے کہ عرصۂ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَیْ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہُ ـ قَالَ الْجَامِیْ قُدِّسَ سِرُّہٗ ؎

در مذہب اہل کشف وارباب شہود — عالم ہمہ نیست جز تفاصیل وجود
چندیں صور ارچہ ظاہر آورد نمود — چوں درنگری نیست بجز یک موجود

پس آدم علیہ السلام اور اس کی ذریت کی عینیت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ بطریق اولیٰ ثابت ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا کہ اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اَیْ عَلٰی صِفَاتِہٖ بَلْ عَلٰی حُکْمِ ذَاتِہٖ اور اس میں اپنی روح پاک کو پھونکا کہ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ اَیْ ظَھَرْتُ فِیْ اٰدَمَ اور اسے تخت خلافت پر بیٹھایا۔ کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور تاج کرامت ان کے سر پر رکھا کہ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ اور انہیں ملائکہ مقربین کا مسجود بنایا کہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور انہیں اپنا خاص راز فرمایا کہ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ۔ ؎

آں بادشاہ اعظم دربستہ بود محکم — پوشیدہ دلق آدم ناگاہ بر در آمد۔

پس درحقیقت خود حق سبحانہٗ و تعالیٰ ملائکہ مقربین کی صورت میں ساجد اور آدمؑ اور اس کی ذریت کی شکل میں مسجود ہوا۔ فَھُوَ السَّاجِدُ وَالْمَسْجُوْدُ فِی الْحَقِیْقَۃِ لَا غَیْرُہٗ۔ لوائح جامی میں ہے کہ حقیقۃ الحقائق کہ ذات الٰہی ست تعالیٰ شانہ حقیقت ہمہ اشیاء است و ادنیٰ حد ذاتہ واحدلیست کہ عدد را باو راہ نیست اما باعتبار تجلیات تکثرہ و تعینات متعددہ در مراتب تارۃ حقائق جوہریہ متبوعہ است و تارۃ حقائق

عرضیہ تابعیہ (اور فرمایا) ایں واحد از حیثیت تجرد و اطلاق از تعینات و تقیدات مذکورہ حق است و از حیثیت تعددے و تکثرے کہ بواسطہ تلبس او بہ تعینات مے نماید خلق است۔ انتہی

اس مقام پر کفر اور شرک کا ازالہ مقالۂ ذیل کے ساتھ انسب ہے۔ حضرت عبدالکریم جیلی رحمہ اللہ الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں فرماتے ہیں اَلَا تَرٰی اَنَّہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ تَحِیْلُ الْمُشْرِکُ الشِّرْکَ فِیْہِ فَالشَّرِیْکُ الَّذِیْ اَعْتَقَدَہُ الْمُشْرِکُ فِیْ خَیَالِہٖ مَخْلُوْقٌ لِلّٰہِ وَالْحَقُّ فِیْ کُلِّ مَخْلُوْقٍ بِکَمَالِہٖ فَالْمُشْرِکُ مَخْلُوْقٌ وَالشَّرِیْکُ الْمُعْتَقَدَۃُ شَرِکَتُہٗ مَخْلُوْقٌ وَالشَّرِکَۃُ الْمُعْتَقَدَۃُ مَخْلُوْقَۃٌ وَالْاِعْتِقَادُ مَخْلُوْقٌ وَالْحَقُّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فِیْ کُلِّ شَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ بِکَمَالِہٖ وَذَاتِہٖ لَایَتَجَزّٰی وَلَایَتَعَدَّدُ وَلَا یَتَکَیَّفُ وَاحِدٌ لَاثَانِیَ لَہٗ بَحَصَلَ مِنْ ھٰذَا اَنَّ الشَّرِیْکَ ھُوَالْحَقُّ وَالْمُشْرِکُ ھُوَالْحَقُّ وَالشِّرْکَۃُ ھِیَ الْحَقُّ فَاِنْ شِئْتَ الشِّرْکَ وَاِنْ شِئْتَ اَفْرِدْ فَمَا ثَمَّ اِلَّا عَیْنُکَ۔ انتہی۔

اگرچہ یہ حقیقت عوام بلکہ خواص کے ادراک سے بھی بالاتر ہے۔ لیکن آپ کیلئے اس کا سمجھنا مستحسن اور مبارک ہے۔ فافہم۔ پس فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ عین مطابق الحال ہے۔ اور الولد پر الف لام عہد ذہنی ہرگز نہیں ہے کہ اس سے صرف کاملین مراد لیے جاویں۔ بلکہ الف لام استغراقی ہے۔ جو تمام افراد کو شامل ہے۔ کیونکہ بحکم لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَخَلَقْتُ بِیَدَیَّ تمام اولاد آدم کو جامعیت کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ رضی اللہ عنہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ تَعْدِیْلٍ مِنْ جَمْعِ الظُّلْمَۃِ وَالنُّوْرِ فِیْہِ وَالْجَمْعِ بَیْنَ الْاَضْدَادِ وَالْمُوَافَقَۃِ بَیْنَھُمَا وَجَعَلَہٗ وَاسِطَۃً بَیْنَ الْعَالَمِیْنَ جَامِعًا لَھُمَا۔ قَالَ الْجَامِی رَحِمَہُ اللّٰہُ ؎

آدمی چیست برزخ جامع — صورت خلق و حق در و لامع
نسخۂ مجمل است مضمونش — ذات حق و صفات بے چونش
متصل با دقائق جبروت — مشتمل بر حقائق ملکوت
باطنش در محیط وحدت غرق — ظاہرش خشک لب بساحل فرق

رباعی۔ انسان گہے جسم گہے جاں گردد — گہ عین فرشتہ گاہ حیواں گردد۔
از نسبت جامعیت انسان است — کو روئے بہر چہ آورد آں گردد

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا۔ ذیل میں حضرت علی حیدر علیہ الرحمت کے دوہڑہ کا مطلب مختصر درج کیا جاتا ہے۔

الف تے ہمزہ دی پئی لڑائی ہمزہ بہادر جنگدائی = گوڈیاں کھوڑے تے کرکے لڑائی اوبر قند از تفنگدائی
وچ رکوع سجود مراقب فتح نیناں بھیں منگدائی = علی حیدر پیار با ہنہ مروڑی بجھ پیا ٹوٹہ ڈنگدائی

الف سے ذاتِ حق مراد ہے کہ اَلْاَلِفُ یُشَارُ بِہٖ اِلَی الْاَحَدِیَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ (مرأت العارفین)
وَقَالَ الشَّیْخُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ اَلْاَلِفُ اِشَارَۃٌ اِلَی الذَّاتِ الْاَحَدِیَّۃِ وَفِی الْفُتُوْحَاتِ الْمَکِّیَّۃِ مَقَامُ الْاَلِفِ مَقَامُ الْجَمْعِ لَہٗ مِنَ الْاَسْمَاءِ اِسْمُ اللّٰہِ وَلَہٗ مِنَ الصِّفَاتِ الْقَیُّوْمِیَّۃِ ۔

اور ہمزہ سے انسان کامل کی طرف اشارہ ہے کَمَا فِی الْفُتُوْحَاتِ اَیْضًا اَلْہَمْزَۃُ مِنَ الْحُرُوْفِ الَّتِیْ مِنْ عَالَمِ الشَّہَادَۃِ وَالْمَلَکُوْتِ لَہَا مِنَ الْمَخَارِجِ اَقْصَی الْحَلْقِ لَیْسَ لَہَا مَرْتَبَۃٌ فِی الْعَدَدِ پس جیسا کہ ہمزہ حروف عالم شہادت و ملکوت سے ہے اسیطرح انسان ملک اور ملکوت کا مجموعہ ہے کہ وَلَا رَطْبٍ اَیْ عَالَمِ الْمُلْکِ وَلَا یَابِسٍ وَھُوَ عَالَمُ الْمَلَکُوْتِ وَلَا اَعْلٰی مِنْہُ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ وَھُوَ اَنْتَ (مرأت العارفین) اور جس طرح ہمزہ کا مخرج اقصائے حلق ہے اسی طرح انسان کامل کا مبداء ذاتِ حق ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ اَلْحَدِیْث۔ اور جیسا کہ ہمزہ کا عدد میں کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ ایسے ہی انسان کامل جملہ کائنات سے مستخرج اور مستنبط ہے کہ اَلْاِنْسَانُ الْکَامِلُ لَیْسَ مِنْ جُمْلَۃِ غَیْرِہٖ مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ فَافْہَمْ (الکہف والرقیم)

نیز جیسا کہ الف اور ہمزہ صورت میں مختلف اور تلفظ میں واحد ہیں ایسے ہی حق اور انسان بظاہر متبائن اور حقیقت میں ایک ہیں کہ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ۔

اسی طرح الف کے ہمیشہ ساکن رہنے اور بصورت ہمزہ متحرک ہونے میں اللہ تعالیٰ اور انسان کامل کے درمیان عجیب وغریب اسرارات موجود ہیں۔ پس الف اللہ اور ہمزہ انسان کامل ہے۔

اور الف اور ہمزہ کی لڑائی سے خدا اور بندہ کے درمیان مباسطت مراد ہے۔ جیسا کہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فتوحات کے باب ۳۴۹ میں فرماتے ہیں۔ لَقِیْتُ سُلَیْمَانَ الدَّنْبَلِیَّ رَحِمَہُ اللّٰہُ فَاَخْبَرَنِیْ فِیْ مُبَاسَطَۃٍ کَانَتْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ فِی الْعِلْمِ الْاِلٰہِیِّ فَقُلْتُ لَہٗ اُرِیْدُ اَنْ اَسْمَعَ مِنْکَ بَعْضَ مَا کَانَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ الْحَقِّ مِنَ الْمُبَاسَطَۃِ فَقَالَ یَا سَطَنِیْ یَوْمًا فِیْ سِرِّیْ فِی الْمُلْکِ فَقَالَ لِیْ اِنَّ مُلْکِیْ عَظِیْمٌ فَقُلْتُ لَہٗ مُلْکِیْ اَعْظَمُ مِنْ مُلْکِکَ فَقَالَ لِیْ کَیْفَ تَقُوْلُ فَقُلْتُ لَہٗ مِثْلُکَ فِیْ مُلْکِکَ فَقَالَ صَدَقْتَ۔ اور اسی قبیلہ سے ہے کہ جب بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے روبرو قاری نے قولہ تعالیٰ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ پڑھا تو رقص میں آکر فرمایا بَطْشِیْ اَشَدُّ مِنْ بَطْشِ اللّٰہِ تعالیٰ۔

اور ہمزہ کی بہادری سے حضرت انسان کے بار امانت عشق کو اٹھالینے کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَہُوْلًا۔ اور جنگ نفس کے ساتھ مراد ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِہَادِ الْاَکْبَرِ - اور در حقیقت نفس کی صورت پر بھی حق ظاہر ہے - لِاَنَّ الْحَقَّ تَعَالٰی ھُوَ حَقِیْقَۃُ کُلِّ شَیْئٍ وَمَا فِی الْوُجُوْدِ شَیْئٌ اِلَّا اللہُ تَعَالٰی فَھُوَ تَعَالٰی عَیْنُ جَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ (الانسان کامل)
اور اس بات کا مؤید حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ قولِ مبارک ہے - کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ - پس نفس کے ساتھ جنگ کرنے سے مراد وہم غیریت کا مٹانا ہے نہ کہ نفس کی نفی کرنا - کیونکہ نفس عینِ ذات ہے - اور اللہ تعالٰے نے اپنی ذات کو لفظ نفس کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ یُحَذِّرُکُمُ اللہُ نَفْسَہٗ - اور گوڈیاں کھوڑ کر لڑنے سے جو ہمزہ کی شکل میں ظاہر ہے - نفس کے مقابلہ میں استقلال مراد ہے اور برقنداز دراصل برق انداز ہے - اور تفنگ بندوق کو کہتے ہیں - جو لائے نفی کی طرح دونالی ہوتی ہے - یعنی حضرتِ انسان لا کی بندوق سے غیر خدا کو جلا دیتا ہے - بلکہ ذاتِ مطلق کی خاطر مقام جمع میں حق اور خلق کی تمیز کو بھی مٹا دیتا ہے - کیونکہ مرتبہ لاتعین اور وحدتِ صرفہ پر حق اور خلق اور وجود اور عدم اور حدوث اور قدم اور وجوب اور امکان کا لفظ نہیں بولا جاتا -
چنانچہ صاحب کتاب انسان کامل اُم الکتاب کے بیان میں فرماتے ہیں کہ لَا یُطْلَقُ عَلَیْھَا اِسْمٌ وَّلَا نَعْتٌ وَّلَا وَصْفٌ وَّلَا وُجُوْدٌ وَّلَا عَدَمٌ وَّلَا حَقٌّ وَّلَا خَلْقٌ لِاَنَّھَا غَیْرُ مَعْقُوْلَۃٍ وَالْحُکْمُ عَلٰی غَیْرِ الْمَعْقُوْلِ بِاَمْرٍ مُّحَالٌ فَلَا یُقَالُ بِاَنَّھَا حَقٌّ وَّلَا خَلْقٌ وَّلَا غَیْرٌ وَّلَا عَیْنٌ (ملخصاً)
تیسرے مصرعہ میں مقام فرق بعد الجمع کی طرف اشارہ ہے - جس میں اللہ تعالٰی کا مقبول بندہ رکوع اور سجود سے قُربِ نوافل اور قُربِ فرائض کے مراتب میں ہر دو دیدہ عَیْنُ الْکُبْرٰی وَعَیْنُ الصُّغْرٰی سے جن کے ساتھ مشاہدۂ ذات و صفات حاصل ہوتا ہے فتح مبین اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا - یعنی کشفِ ذاتی کی طلب کرتا ہے
نیز رکوع سے فناء الصفات اور سجود سے فناء الذات مراد ہے - اور مراقبہ فنا کے بعد بقا کی حالت میں وجود موہوب الٰہی کے ساتھ مقام استقامت میں بیٹھنا ہے - کیونکہ جب تک بقیۂ نفس ہے فتح مبین یعنی کشف الٰہی ناممکن ہے اور چوتھے مصرع میں پیارے سے مراد شاہد ازلی و معشوق لم یزلی ہے جو کہ بحکم یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اپنے دوستوں سے پیار کرتا ہے - اور بازو مروڑنے سے شاہد خلوت خانۂ غیب کا در پردہ اپنے دل سے اظہارِ محبت ہے - اور ونگ کے ٹوٹنے سے ضرباتِ عشق کے ساتھ شیشۂ عقل کا پاش پاش ہو جانا مقصود ہے - یعنی جب محبوب حقیقی نے خود میرے ساتھ محبت کا اظہار کیا تو میرا دل اس کے عشوۂ ناز پر قربان ہو گیا - اور غلبۂ محبت سے میرے عقل کا شیشہ ٹوٹ گیا -
یا بازو مروڑنے سے سرِ حقیقت پر مطلع کرنا مطلوب ہے اور ونگ کے ٹوٹنے سے غلبہ حال میں

نازک ترین شیشۂ شریعت کے شکستہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ العشاق معذورون ؎

مست عشق ار کند ہزار گناہ = چشم پوشد خدائے غفارش۔

چنانچہ صاحب عرائس البیان قولہ تعالیٰ لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاری کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
ای ایھا العارفون بذاتی و صفاتی و اسمائی و نعوتی السکاری من شراب محبتی و سلسبیل انسی و تسنیم قدمی و زنجبیل قربی و خمور عشقی و عقار مشاہدتی اذ کشفت لکم جمالی او فتحکم فی مقام ربوبیتی تکلفوا انفسکم امر صورۃ الظاہر لانکم فی جنان مشاہدتی و لیس فی جنۃ جلالی تعبد حتی سکنتم و حرتم صاحیین علی نعت التمکین فان جنون العشق یرفع قلم التکلیف عن مجنون محبتی — و قال فی تفسیر قولہ تعالیٰ و اعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ الیقین ھھنا مشاہدۃ العرف ای اذ بلغت مقام الوصلۃ و حقیقۃ الرؤیۃ و شاہدت مشاہدۃ الازلی و غبت فی بحر الابدیۃ سقط عنک فی تلک حالتہ ظاہر الرسوم حتی تفیق عن تلک الحالۃ۔
قال فی مقام المشاہدۃ الاشتغال بالعبادۃ ترک الادب وما اردنا بھذا التفسیر خلع ربقۃ العبودیۃ عن اعناق اہل المعرفۃ لکن اردنا ان العارف اذا عاین الحق یکون مجذوبا بشوق الحق الیہ الی جمالہ وھناک ھو عروس الحق و محبوبہ لا یجوز ان یشتغل برسم من الرسوم بل الاشتغال بحکم الوقت عین العبودیۃ وای عبودیۃ اعظم من متابعۃ مراد المحبوب لکن مادام قادرا ان یکون مصحیا ظاہر رسوم العبادۃ و لم یکن سکرانا غائبا یلزم علیہ حفظ الاوقات فی العبودیۃ الی الممات و ھذا من شعار اہل التمکین انتہیٰ۔ والسلام
ھذا ما الہمنی ربی بمنّہ و کرمہ واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل و ھو حسبنا و نعم الوکیل والحمد للہ رب العلمین ۝ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

الراقم خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود — از جلو آنہ $27\frac{2}{46}$

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۝

مخلصی فی اللہ عزیز از جان حافظ گل محمد حفظکم اللہ الواحد الاحد —

السلام علیکم و علی من لدیکم۔

بعد دعائے خیریت طرفین و سعادت دارین و ترقی درجات و شوق ملاقات واضح باد کہ خیریت نامہ رسیدہ راحت رسا و بہجت افزا گردید نوشتہ بودند۔ کہ اوستادیم جناب شاہ صاحب معانی تفرقہ و

جمع و جمع الجمع و تفرقه بعد الجمع و قرب فرائض و قرب نوافل بطریق تفصیل استفسار مے فرمایند
اے عزیز تفرقه در اصطلاح این طائفه علیه الرحمت احتجاب است

از حق به خلق یعنی همه خلق بیند و حق را من کل الوجوه غیر داند + و جمع مشاهده حق است بے خلق
و این مرتبه فناءِ سالک است چه تا زمانیکه هستی سالک برجائے باشد شهود حق بے خلق نیست +
و جمع الجمع اتم و اعلےٰ از مقام جمع بود و این مرتبه فناء الفناء ست - چه جمع شهود اشیاء است
بخدا تعالےٰ تبرّی از حول و قوت خود مگر بخدا و جمع الجمع استهلاک کلی و فنا عما سوی الله است و هو
مرتبة الاحدیة + و تفرقه بعد از جمع شهود وحدت در کثرت و شهود کثرت در وحدت است و این مقام
بقا بالله است و این مرتبهٔ فرق بعد الجمع را فرق ثانی و صحو بعد المحو نیز مے گویند چه بعد از وحدت صرف
که جمع و محو است بمقام فرق و صحو تنزل نمود - ازین اعلےٰ تر مقامے کامل را نیست چه هر شئے چنانچه
هست مے بیند و مے داند و نزد این کامل وحدت آئینهٔ کثرت است و کثرت آئینهٔ وحدت و
صاحب این مقام چنانچه برؤیت کثرت محتجب از وحدت حقیقی نمے شود برؤیت وحدت نیز محتجب
از کثرت نمے گردد و همیں مقام را مقام دعوت و ارشاد مے فرمایند - پس چوں سالک کامل السیر بمقام
فرق بعد الجمع برسد چناں باشد که با وجود آنکه همه حق داند و حق بیند - چناں متمکن باشد که در حق خلق
بیند و در خلق حق بیند و حق و خلق باهم بیند و هیچ ازاں حالات مانع و حاجب وے از حق بینی نه
شود - این مقام افضل و اکمل است از مقام جمع زیرا که دریں حالت حق را در مرتبهٔ احدیت مے داند
اور در مظاهر نیز مے شناسد - پس وحدت در عین کثرت مے بیند و کثرت در عین وحدت مے یابد
نیز اے عزیز حکمت در تفرقه بعد الجمع عند المحققین رضوان الله علیهم اجمعین آنست -
چنانچه صاحب مصباح الهدایت ترجمه عوارف فرموده که هرگاه حق سبحانه بذات متجلی شود ذات و صفات
و افعال خلق دراں مستتر گردد و حکیم مطلق از جهت مصلحت عالم حکمت و توسیع آثار رحمت بر خواص
حضرت خود بقایا صفات نفوس که منشاء استتار اند باقی گذارد تا رحمتی بود - هم در حق ایشاں و هم در حق
دیگراں همه در حق ایشاں تا بمصالح نفوس قیام نمایند و ببقایا آں درجات قرب حاصل کنند و اما
در حق دیگراں تا در عین فنا و بحر جمع متلاشی و مستغرق نشوند - وجود ایشاں سبب انتفاع دیگراں
گردد و بدیں معنی شیخ رحمة الله علیه تشریح کرده است و گفته والحق ابقی علی الخواص موضع الاستتار
رحمة منه لهم و لغیرهم فاما لهم لانهم به یرجعون الی مصالح النفوس و اما لغیرهم لانه
لولا موضع الاستتار لم ینتفع بهم لاستغراقهم فی جمع الجمع - و بعضی علماء صاحب دل گفته اند که استغفار

تبرّی بمعنی - بیزاری

رسول علیہ السلام طلب این ستر بود تا مستغرق عین شہود نہ گردد و برابطۂ وجود بشریت مردم
از و منتفع شوند و حق تعالیٰ بجنسیت نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر امت منت نہاد۔ چنانچہ
فرمود لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ٥ اما در مراتب قرب صاحب تحفۃ المرسلۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مے فرمایند
اِنَّ الْقُرْبَ قُرْبَانِ قُرْبُ النَّوَافِلِ وَقُرْبُ الْفَرَائِضِ ۔

اَمَّا قُرْبُ النَّوَافِلِ فَهُوَ زَوَالُ صِفَاتِ الْبَشَرِيَّةِ وَظُهُوْرُ صِفَاتِهٖ تَعَالٰى عَلَيْهِ بِاَنْ يُّحْيِىْ وَيُمِيْتُ
بِاِذْنِهٖ تَعَالٰى وَيَسْمَعُ وَيُبْصِرُ مِنْ جَمِيْعِ جَسَدِهٖ لَا مِنَ الْاُذُنِ وَالْعَيْنِ فَقَطْ ۔ وَكَذَا يَسْمَعُ
الْمَسْمُوْعَاتِ مِنْ بَعِيْدٍ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ وَهٰذَا مَعْنٰى فَنَاءِ الصِّفَاتِ فِىْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى
وَهُوَ ثَمَرَةُ النَّوَافِلِ وَاَمَّا الْقُرْبُ الْفَرَائِضِ فَهُوَ فَنَاءُ الْعَبْدِ بِالْكُلِّيَّةِ عَنْ شُعُوْرِ جَمِيْعِ
الْمَوْجُوْدَاتِ حَتّٰى عَنْ نَفْسِهٖ اَيْضًا بِحَيْثُ لَمْ يَبْقَ فِىْ نَظَرِهٖ اِلَّا وُجُوْدُ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى
هٰذَا مَعْنٰى فَنَاءِ الْعَبْدِ فِى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ ثَمَرَةُ الْفَرَائِضِ ۔

پس قرب نوافل آنست کہ صفات بشریت زائل شوند و اوصاف الٰہیہ حاصل گردند۔ درین مرتبہ
بندہ فاعل و خدا آلہ گردد چنانچہ در بخاری شریف حدیث قدسی وارد است قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ
سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ ۔ الخ

وقرب فرائض آنکہ انسان در حق چنان فانی شود کہ سوائے ذات حق در نظر او ہیچ باقی نماند۔
درین مرتبہ خدا فاعل و بندہ آلہ او باشد چنانکہ در حدیث شریف است۔ اِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلٰى
لِسَانِ عُمَرَ ۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ عَلٰى لِسَانِ عَبْدِهٖ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ۔ فَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ بحکم این حدیث شریف ہر نمازی بوقت خواندن سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ بقرب فرائض مشرف است
خواہ داند یا نداند ؎ اے موج ز آب کے جدائی داری = دانی اوئی و گر نہ دانی اوئی

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ ۔ الٰہی زود بمقصود رساناد۔ بحرمت النبی
وَاٰلِهِ الْاَمجاد۔ از جانب جملہ درویشان سلام والدعاء

بخدمت جناب شاہ صاحب۔ بعد شوق السلام۔ برخورداراں راضی خوشی اند۔ دعا فرمایند
زیادہ دعاء دلم بہ شوق ملاقات مے طپد ہر دم ۔ مگر بہ سابقۂ علم چہ تواں کردن ۔
نوشش زہر فراقم اگر بگوید یار ۔ غلام شرط محبت بود ہماں کردن ۔

مورخہ ۱۰ رمضان المبارک ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز القدر عزیز از جان صادق الیقین کامل الایمان طالب المولیٰ عاشق الرحمٰن حافظ گل محمد سلمکم اللہ المنان

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم ۔ بعد دعائے خیریت طرفین و ترقی درجات الیٰ قاب قوسین واضح ضمیر منیر آں عزیز باتمیز باد کہ ہر دو نامجات کہ نامزد ایں فقیر ساختہ بودند بر وقت انتظار رسیدہ نزہت رساو فرحت افزا گردیدند جزاکم اللہ خیر الجزاء و سلمکم من جمیع الوعثا ۔

اے عزیز تحقیقات حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ در بارہ علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جائے نہ خواندہ ام ۔ اما دانم کہ کسے ذرہ را ہم از وجود ذات خالی ندانند۔ سرور کائنات و فخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم را از صفت ذاتیہ او کہ علم غیب است چگونہ متصف نگوید۔ چنانچہ در فص آدمی فرمودہ ثُمَّ نَقُوْلُ فِی الْحَقِّ اِنَّ لَہٗ عِلْمًا وَّحَیٰوۃً فَھُوَ الْحَیُّ الْعَالِمُ وَنَقُوْلُ فِی الْمَلَکِ اِنَّ لَہٗ عِلْمًا وَّحَیٰوۃً فَھُوَ الْحَیُّ الْعَالِمُ وَ نَقُوْلُ فِی الْاِنْسَانِ اِنَّ لَہٗ عِلْمًا وَّ حَیٰوۃً فَھُوَ الْحَیُّ الْعَالِمُ وَحَقِیْقَۃُ الْعِلْمِ وَاحِدَۃٌ وَّحَقِیْقَۃُ الْحَیٰوۃِ وَاحِدَۃٌ وَّنِسْبَتُھُمَا اِلَی الْعَالِمِ وَالْحَیِّ نِسْبَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَنَقُوْلُ فِیْ عِلْمِ الْحَقِّ اِنَّہٗ قَدِیْمٌ وَفِیْ عِلْمِ الْاِنْسَانِ اِنَّہٗ مُحْدَثٌ ۔

پس علم حق قدیم و علم انسان محدث باعتبار حفظ مراتب فرمودہ والّا حقیقت علم واحد است و نسبت علم بسوئے عالم ہمہ نسبت واحد است ۔ فافہم ۔ باقی بوقت ملاقات ان شاء اللہ العزیز۔

مسئلہ دیگر کہ از مرغوب القلوب در رسالہ رموز الحقیقت دیدہ نوشتہ اند" کہ از ابلیس پرسیدند کہ چرا فرمان نبردی ۔ گفت ہزار ہزار مرا بدوزخ برند کہ چرا دو گفتی بگذار تا یکی نیز ببرند کہ چرا دو نگفتی" ۔ اے عزیز بداں کہ عارفاں فرمودہ اند کہ تا کسے از ابلیس تعلیم نگیرد عارف نگردد ۔ یعنی در توحید راسخ بود کہ بغیر خدا سجدہ نہ کرد ۔ یکی دید و یکی پرستید ۔ اگرچہ آدم صفی ؑ غیر خدا نہ بود بلکہ عین مظہر خدا بود اما در حفظ مراتب فرق بود چہ گاہی خدا بندہ نشود ۔ و بندہ خدا نگردد ۔ اَلْحَقُّ حَقٌّ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ ۔ آرے در مقام فناء الفنا بندہ مفقود و حق موجود شود ۔ لیکن دریں مرتبہ تعین شیطان ہم برخیزد فقط ذات حق باقی ماند و درینجا ساجد و مسجود و عابد و معبود یکے است ۔ پس اگر ابلیس آدم صفی اللہ ؑ را سجدہ کردے قائل بدوئی گشتے و ایں منافی توحید است و شرک عظیم و مشرک دوزخی است بنص قطعی ۔ پس ابلیس آدم صفی ؑ را سجدہ نہ کرد تا بدوزخ شرک نیفتد پس از شرک احتراز نمود و کافر گشت کہ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ + ہٰذا عارفاں خود را کافر گویند و مشرک نہ گویند ۔ خسرو رح " کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست" و عارفے فرمودہ ؎ کافران رہ عشقیم اگر انصاف است = صد مسلمان تو اے خواجہ و یک کافر ما +

امّا چونکہ اصل ابلیس از نار بود؛ نارِ عشق کہ اَلْعِشْقُ نَارٌ وصف اوست۔ لہٰذا او را بعلت و بہانۂ دیگر کہ چرا فرمان مَن بجا نیاوردی و خلیفۂ مرا سجدہ نہ کردی بدوزخ انداز ند۔ لہٰذا گفت "بگذار تا یکے نیز بدوزخ ببرند کہ چرا دو نگفتی" اما بدانکہ دوزخ از نارِ عشق ہیمہ تر شد چہ مسلّم است کہ دوزخ را بنار کبرٰی کہ نارِ اشتیاق است عذاب دہند۔ و دریں شک نیست کہ شیطان عاشق ذوالجلال است کہ بوجہ غیرت بجز معشوق بدیگرے نپرداخت یعنی آدمؑ را سجدہ نکرد و کافر حقیقی گشت و در میدان عشق رسوائی قبول کرد و طوق لعنت دوست بگردن کشید۔ و از فوج ملائک ممتاز شد۔ زیرا کہ معلّم ملائک بود و حقیقتِ ذات را مے شناخت۔ چہ بقولہ تعالٰی مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اَیْ لِيَعْرِفُوْنَ۔ جن و انس را معرفت ذات ثابت است۔ و ابلیس جنے بود و استعدادِ عرفانِ ذاتِ حق او را حاصل بود و بمقام استغراق فی التوحید واصل و در توحید مقامی است کہ چوں آفتاب توحید بر آسمانِ قلبِ عارف بکمالِ اشراق لامع گردد در آں دم سجود حرام شود بلکہ شرک گردد کہ اَلْعِبَادَۃُ بَعْدَ الْوُصُوْلِ شِرْکٌ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ فرمانِ غوث الاعظم پاک علیہ الرحمت والرضوان است پس اباءِ[1] و استکبار و کفرِ ابلیس بدیں وجہ بود کہ نوشتہ شد۔ اے عزیز عشاق در آتشِ اشتیاق چنداں سوختہ شوند کہ نام و نشانِ ایشاں ہیچ نماند فقط ذاتِ معشوق باقی ماند ؎

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ — زندہ معشوق است و عاشق مُردۂ۔

ہر بیت دیگر کہ بوقتِ ملاقات گفتہ خواہد شد۔ والسّلام۔ بخدمت میاں صاحب و جملہ درویشاں و عزیزاں و اندرونِ خانہ از حد دعا۔ عرس مبارک بھی قریب ہے آپ آنے کو تیار ہونگے ؎

وعدہ وصل چوں شود نزدیک۔ آتشِ شوق تیز تر گردد —

۷۸۶

عزیز القدر عزیز از جان محب پروردگار عاشق سبحان میرے پیارے عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

السلام علیکم و علی من لدیکم۔ بعد دعائے خیریت و انتفائے غیریت و حصولِ مراد و وصول بمقام اتحاد و توفیقِ فنا و تحقیق بقا واضح ضمیر آن یارِ بے نظیر باد۔ کہ آپ کا خط محبت نمط مل کر کاشفِ حالات ہوا۔ آپ کے اشعار مستانہ وار پڑھ کر دل میں سرور آنکھوں میں نور روح میں خوشی اور جان میں حضور پیدا ہوا۔ الٰہی خمخانۂ وحدت کا ساقی آپ کو جام وحدت سے شراب باقی اتنا پلائے کہ نہ ساقی رہے نہ شراب نہ بادہ نہ خراب نہ چنگ نہ رباب نہ گناہ نہ ثواب نہ حساب نہ کتاب نہ عتاب نہ خطاب نہ جنت نہ عذاب نہ پردہ نہ حجاب۔ ھٰذَا الشَّیْئُ عُجَابٌ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

[1] انکار

بالصّواب وَالیہِ المرجعُ وَالمآبُ۔

اے عزیز یار عین بعین ہے۔ اور دلبر رُوبرُو پھر کس کی تلاش اور کیسی جستجو۔ جب ذات عین صفات ہے اور صفات عین ذات تو کس کی نفی اور کیسا اثبات۔ شاد باش کہ چہرۂ مقصود ننگا ہے اور سرِ حقیقت فاش۔ صرف وہم کا حجاب ہے۔ ورنہ آفتاب حقیقت بلانقاب ہے۔ قطرۂ ہستی کو دریائے وحدت میں ملا کہ تو بحر اسرار ہے۔ اور ذرّۂ وجود کو خورشید حقیقت میں گم کر کہ تو نورًا لانوار ہے۔ خود را دریاب کہ عین ذاتی در خود بین کہ مجمع کمالاتی۔ دُر دریائے وجودی و گوہر کان شہودی۔

رُباعی۔ اے مطلع انوارِ الٰہی کہ توئی ۔ وے مخزن اسرار کماہی کہ توئی

چوں ذاتِ تو مجمع کمالاتِ خداست ۔ از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

اے عزیز۔ اَلرِّضَاءُ بِالقضَاءِ بَابُ اللہِ الْعَظِیْمِ۔ رضا بالقضاء اللہ تعالےٰ کا دروازہ ہے۔ بہر حال شکر گذار ہونا خاصان الٰہی کا شیوہ ہے۔ نسبت وحدت کی ہمیشگی تمام اشغال سے افضل ہے ایک گھڑی کا فکر دو جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔ پاس انفاس کار حق شناس اور نفی اثبات شغل اہل ذات ہے۔ یار عین بعین ہے۔ اَللہُ وَلَا سِوَاہُ وَالسَّلام۔

مبارک باد کہ رُوح شاد است۔ وخانۂ دل آباد۔ ربُّ العباد زود بمنزل مقصود رساناد بحرمۃ النبیّ وآلہ الامجاد۔ آمین۔ اندرون خانہ دُعا۔ برخورداراں کو پیار۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود ۔ 7 $\frac{15}{45}$

از جلوانہ۔ عزیز القدر عزیز از جان میاں عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دُعائے خیریت طرفین وسعادت دارین واضح ضمیر منیر باد کہ محبت نامہ رسیدہ کاشف حالات گردید۔ نوشتہ بودند کہ "مرا چرا قید کردہ"۔ عزیز من قید نہ کردہ ام بلکہ تعلیم آزادی دادہ ام۔ اما رمز آں نہ فہمیدۂ مصلحت دراں دیدم و ترا براں حال داشتم۔ لیکن اگر تو پسند مرا نمی پسندی بارے من پسند ترا ہمی پسندم۔ من نمی خواہم کہ تو تنگ آئی و بجنگ آئی۔ رزق مقسوم است و مدارج معلوم۔ البتہ مردان خدا کار ہر دو جہاں کردہ اند و تعمیر ہر دو جہاں ساختہ اند و فرمودہ اند کہ

چیست دُنیا از خدا غافل بدن ۔ نیست دُنیا سیم و زر فرزند و زن۔

آئے اگر بر دل تو بار است۔ مر ترا اختیار است۔ نیز اے عزیز کم ظرفی نباید کرد۔ وایچنیں نامہ ہا نباید نوشت۔ حفظ ادب باید داشت و از راہ ادب قدم بیروں نباید نہاد۔ کہ

الطریقت کلہا آداب۔ طریقت سر بسر ادب است و ہمہ بزرگیہا در ادب است۔ زیادہ دعا خداوند کریم ترا زود بمنزل بمقصود رساناد بحرمت النون والصاد۔ آمین یا رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ اجمعین ط۔ فقط۔

مورخہ ۱۰ شوال۔ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود۔

عزیز القدر عزیز از جان میاں عطا محمد سلمکم اللہ الرحمٰن۔

اسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ بعد دعائے خیریت و انتفاعے و ہم عیریت و تحقیق وحدت الوجود بر ضمیر منیر مشہود باد۔ کہ بزبان درویشاں معلوم شد کہ آں عزیز را بوجہ مصروفیت کار سرکار فرصت دست نمی دہد کہ اینجا بیایند۔ جان من دوری جسمانی است اما دل کہ جوہر نورانی است ہر دم قریب تراست تسکین خاطر دارند۔ اگر تو نمی توانی من خود خواہم آمد چرا کہ با تو وعدہ کردہ ام و مرا وعدہ خود یاد است مگر بوجہ تعمیر مکانات ہنوز فراغتم نیست۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اگر آں عزیز را فرصت دست نداد۔ من خود آنجا خواہم آمد کہ چنداں بار فرقت نمی توانم کشید۔ و بدیدن کاغذ ہذا از عافیت خود اطلاع دہند تا دل مطمئن گردد و قلب تسکین یابد و روح قرار گیرد۔

العزیز حق سبحانہ فرمودہ است کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنی بذکر الٰہی دل مطمئن گردد وچوں بیاد دوستاں دل اطمینان گیرد معلوم شد کہ ہم ذکر الٰہی است۔ پس یاد احباب ذکر رب الارباب است ؎ دل چاہتا ہے قدرت صانع پہ ہوں نثار = تجھ کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کروں

اے عزیز آنرا کہ مے جوئی خود اوئی۔ و آنرا کہ مے خوانی خود آنی۔ باعث یکی و دوئی خود توئی۔ ہوشیاری و مستی خود ہستی۔ در خودی و خدائی خود آئی۔ پس خود را بیں و خدا را دریاب کہ نزد عارفاں ایں است راہ صواب۔ اے عزیز خیال دوست مغز بے پوست۔ محبت یار نور الانوار۔ عشق حبیب اعلیٰ النصیب۔ خوب محب عین محبوب عاشق خود معشوق۔ ذرہ آفتاب قطرہ بحر ناب۔ خود نور خود حجاب۔ ھٰذا لشیئ عجاب۔ شاہد مقصود در آغوشت باد بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔

الٰہی میوہ نخل مراد کہ اتحاد حقیقی است در دامن ہمت عزیزاں باد بحرمت النون والصاد اندرون خانہ از من دعا۔ برخورداران را بر بوسہ شفقت دہند۔ زیادہ دعا۔

الراقم خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلوانہ۔

حق طلبی صورت درویش ببیں ـ روئے خود از چشم دل خویش ببیں

۲۲ ۶/۳۶

۲۸۶

عزیز القدر عزیز از جان میاں عطا محمد سلمکم اللہ الرحمٰن

السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ بعد دعائے حصولِ مقصود و شہود وجودِ حق الموجود و تحقیقِ مراتبِ احدیتُ الوجود واضح ضمیرِ منیر آں یارِ بے نظیر باد۔

اے عزیز مطمئن باشند کہ ما بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت تمام علی الدوام ہر صبح و شام شکریۂ ذوالجلال والاکرام ادا نمودہ زیادتی انعام حاصل مے کنیم کہ حق سبحانہٗ فرمودہ است لئن شکرتم لازیدنکم عزیزاں را ہم باید کہ پیوستہ بشکرِ الٰہی مشغول باشند تا توفیقِ خداوندی رفیقِ آں شفیق گردد و کاروانِ شوق و عشق و محبت عزیزاں زود بمنزلِ مقصود رسد بمنّہٖ و کرمہٖ

جانِ من ہمت عالی دارند و دل از ما سوی اللہ خالی دارند۔ صحنِ دل بجاروب لا الٰہ بروب تا در سراپردۂ الا اللہ رسی۔ و بدستِ محبت در میکدۂ وحدت بکوب تا جرعۂ جامِ حقیقت چشی۔ دل بدست آر و خود را بخدا سپار۔ رضا بالقضا از ہمہ مراتب فوق است۔ ایں را حاصل کن۔ گر ترا شوق است۔ در مقامِ استقامت برخیز و از کرامت بپرہیز۔ خود را فانی شمار و حق را باقی پندار۔ تا مرتبۂ فنا و بقا محقق نشود ایں را مگذار۔

الٰہی مارا توفیقِ عمل عطا فرما۔ و در عمل اخلاص نصیب کن۔ و از قال بحال برساں و از حال بمقامِ وصالِ خود مشرف گرداں بحرمۃ النبی و آلہ الکرام یا ذوالجلال والاکرام ۔ اہلِ خانہ دعا۔ برخورداراں را عمر دراز باد۔ فقط الراقم خادم الفقرا غلام محمد بقلم خود۔

۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حامداً و مصلیاً۔

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے میاں عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ بعد دعائے امن و امان و زیادتی ایمان و ترقی عرفان و حصولِ ایقان و وصول بمقام قاب قوسین وجوب والامکان و اتصاف بصفات ذات کل یوم ھو فی شان ۔ واضح ضمیر منیر آں جانِ جاناں باد ۔

رسید آں نامۂ مشکیں شمامہ ۔۔۔ درید از خرمی بر جسم جامہ
پئے جانم فرستادی غذائے ۔۔۔ برائے دردِ دل دادی دوائے
عجب در کارِ حکمت اوستادی ۔۔۔ کہ بر زخمِ جگر مرہم نہادی
دلم بود از فراقت پارہ پارہ ۔۔۔ ز نامہ حسن تو کردم نظارہ
بیاضش داد یاد از روئے انور ۔۔۔ سوادش بود از زلفِ معنبر

سفیدی کاغذ ۱۲ ۔۔۔ سیاہی ۱۲ ۔

الف چوں سرو از قامت خبردار
زمیمش غنچہ لوشیں نمودہ
نمودہ گوہر دنداں ز سینش
غرض ہر حرف از حسنے نمونہ

زلامش طرۂ خمدار بکشاد
ز نونش شاہد قوسین بودہ
ستودہ صاد چشم نور بینش
بتفصیلش تواں گفتن چگونہ -

ہر دو ابرو

ز الطاف تو ہست امیدواری
کہ از یادم ہمیشہ شاد داری

الٰہی زود بمنزلِ مقصود رسا ناد بحرمۃ النبیؐ و آلہ الامجاد و الصلوٰۃ و السلام علی خیر الانام و
و آلہ الکرام و اصحابہ العظام الیٰ یوم القیام ۶ - خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود ۲۵ ۱/ ۱۹۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ حامداً و مصلیاً

اے رخ تو قبلۂ اہل نظر
نورِ حق از روئے خوبت جلوہ گر
چشم تو میخانہ مستان عشق
جرعہ نوش جام تو رندان عشق
زلف تو حلقہ برائے صید جاں
ابروئے تو با مژہ تیر و کمان
از برائے عاشقانِ با نیاز
طاق ابروئے تو محراب نماز
چہرہ ات آئینۂ وجہ اللّٰہی
گوہر گنجینۂ شاہنشہی
اے دُرِ یکتائے بحر لم یزل
خود توئی استادِ اسرار ازل
آہوئے دشتِ ہویت خود توئی
بہر حکمت قید در دام دوئی
جسم را بگذار وازجاں درگذر
اے بچشم عاشقاں محبوب تر
جان تو سیمرغِ قاف قربت است
شاہباز آشیان وحدت است
طائر قدسی بیا بالا بپر
از سر عرش معلّٰی فوق تر
بر فراز لامکاں پرواز کن
سیر او ادنیٰ ز سر آغاز کن
سر ما اوحیٰ شنو از جان خویش
خود توئی اے جانِ من جانانِ خویش
کے جدا گشتی چرا جوئی وصال
اے کمال حسن ذات ذوالجلال
تو ز وہم خویشتن لا حاصلی
ورنہ با جانان بجاناں واصلی
وہم غیریت بلائے کن نفی
تا شود لا ہم در الا مختفی -
بلکہ استغنا نماند نیز ہم
چوں نفی اثبات ہم گردد عدم

با قسمیہ ۱۲ الا اللہ ۱۲ الا اللہ ۱۲

جان ۱۲

کاندر آنجائیکه غیر از ذات نیست | حاجت ذکر نفی اثبات نیست
معنیٔ خاص نفی اثبات دان | من نیم خود اوست در جسم و روان
عارف مولی چه عمده گفته است | دُر این معنی چه نیکو سفته است
کن بدینگونه تصور دمبدم | من نیم یار است از سر تا قدم
تا نه مانی تو و جمله او شوی | شاهد ما انا الا هو شوی
مست گشته جان جمله عارفان | از مئے انّی انا نعره زنان
بایزید رح آن بادشاه دو جهان | میزدے گلبانگ سبحانی آنان
گفت عطار رح شه هر دو سرا | من خدایم من خدیم من خدا
زد انا الحق شاه منصور رح ولی | گفت من عین خدایم بوعلی رح
رو انا الحق زن که عین حق توئی | در دو عالم واحد مطلق توئی
خود توئی آئینهٔ ذات خدا | مظهر نور جمال کبریا
خود توئی گنجینهٔ علم و شهود | اے کلید گنج اسرار وجود
بادهٔ جام محبت نوش کن | این کلام بوعلی رح را گوش کن
چشم دل بکشا جمال یار بین | هر طرف هر سو رخ دلدار بین
نیست پوشیده رخ دلدار تو | لیک این نقص است در ابصار تو
زنگ دل از صیقل لا پاک کن | سینه با تیغ محبت چاک کن
تا توئی کے یار گردد یار تو | چون نباشی یار باشد یار تو
تو مباش اصلاً کمال اینست و بس | تو درو گم شو وصال اینست و بس
هر که او از خویشتن بیزار گشت | بیشک آن کس محرم اسرار گشت
هر چه بینی در حقیقت جمله اوست | شمع گل پروانه بلبل هم از وست
اوست پیدا و نهان و آشکار | جلوه ها کردست در هر شئ نگار
هر چه آید در نظر از خیر و شر | جمله ذات حق بود اے بیخبر
چند در کثرت نمائی خویش را | یک زمان در خانهٔ وحدت بیا
آشنا شو آنچنان از یار خویش | تا که خود را گم کنی از کار خویش
اے که گشتی واقف از اسرار عشق | نه قدم مردانه اندر کار عشق

از مثنوی بوعلی شاه قلندر علیه الرحمة

عشق چوں جبرئیلؑ در معراج حسن
بر سر عاشق نہد صد تاج حسن

عاشق و معشوق گردند ہر دو یک
ہم توئی معشوق و عاشق نیست شک

شد رقم بہر تو با خط جلی
انتخاب مثنوی بو علی رح

تا درین آئینۂ خیر الکلام
چہرۂ مقصود بینی والسلام

از مثنوی بو علی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ

از جانب حافظ صاحب و میاں نظام الدین و جملہ درویشاں بعد شوق اسلام علیکم و رحمۃ اللہ
الٰہی زود بمنزلِ مقصود رساناد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔ زیادہ دعا فقط۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود۔ از جلوانہ۔ مورخہ ۲۳ صفر

لدرلہ

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے عطا محمدؐ سلمکم اللہ الرحمان

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہٗ۔ بعد دعائی خیریت طرفین و سعادت دارین و ترقی درجات
و شوق ملاقات کے واضح ہو کہ خط آپ کا مل کر کاشفِ حالات مندرجہ ہوا۔ آپ نے لکھا ہے
کہ دنیا کے کام میں مصروف ہونا میرے لئے محال ہے۔ عزیز من جس کام کا نتیجہ حصولِ مراتب
اُخروی بلکہ رضائے خداوندی ہو وہ کارِ دنیا نہیں بلکہ کارِ خدا ہے۔ کیونکہ جس تعلیم خاص کی بناپر آپ
کو کارِ سرکار میں لگایا گیا ہے۔ اُس کا نام طاعتِ الٰہی ہے نہ کہ دنیا کا کام۔ باقی رہی افسرانِ بالا کی رنجش
وغیرہ سو مرضیات الٰہی میں اہلِ دنیا کی تکالیف و ایذا کا برداشت کرنا مردانِ خدا ہی کا فرضِ منصبی ہے
لہٰذا آپ کا شغل موجودہ سے اعراض کم ظرفی اور بے حوصلگی کی وجہ سے ہے۔

ہاں اگر آپ کا ذوقِ علم اس کے علاوہ شہادت دے اور دل کی طرف سے یعنی الہام الٰہی کی
رُو سے ممانعت ہو تو بصد خوشی وہ بات تحریر کریں میرے خیال میں تو یہی امر مستحسن معلوم ہوتا
ہے۔ کیونکہ اس میں کسب حلال توکلِ مسنون۔ توفیق سخاوت۔ نفعِ مخلوق خدمت والدین اور ہماری
رضامندی موجود ہے۔ اور یہ ہمارا خیال منشائے ایزدی کے عین مطابق ہے۔ آئندہ جو آپ کو منظور ہو۔
یہ میرا ارادہ نہیں ہے کہ آپ سر بسر تکلیف ہی اُٹھائیں۔ بدیدن کاغذ اپنی خیر و عافیت سے جلد اطلاع دیویں
برخورداران کو از حد پیار۔ اندرون خانہ از حد دعا۔ درویشوں کو از حد دعا۔ الٰہی زود بمنزلِ مقصود رساناد
بحرمتِ النبی و آلہ الامجاد۔ زیادہ دعا۔ فقط۔

(الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود۔ از جلوانہ)

مورخہ ۳ محرم الحرام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

عزیز القدر عزیز از جان عاشق صادق طالب سبحان صادق الیقین کامل الایمان عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

سلامٌ علیکَ سلامٌ علیکَ = بروحی فداکم وقلبی لدیک

بعدہٗ علے ترقی درجات الی اقصی الغایات وحصول مرتبۂ فنا فی الذات واتصاف بالصفات العالیات وتخلق بالاخلاق حضرتِ خلاق فی الحیات وبعد الممات واضحِ ضمیرِ منیر آن مرید سعید جامع الحسنات باد

اے عزیز عالم جسم است و تو جانی نے نے بلکہ جانِ جانانی۔

روحِ عالم توئی کہ انسانِ مکرم استی = خلیفۂ اعظم توئی کہ خلاصۂ آدم استی

خود را بین کہ شاہد جانی شاد بہ نشین کہ عین جانانی

بیت۔ گر بدیں حسن جلوہ فرمائی — اہل دیدہ شوند سودائی

از پردہ برون آ کہ دیدگان فرش راہ تواند — زلفِ مشکیں بکشا کہ ہمہ مشتاقِ جلوۂ نگاہ تواند

اے آفتابِ حقیقت کہ در غلبۂ ظہور خود ساتر و مستوری۔

وے ماہتاب کمالیت کہ در جلوۂ نور خود ناظر و منظوری

شدہ نہاں در خلوتِ جان تو کدیا لوئے تو — ہست غماز رخش آئینہ بزانوئے تو۔

یعنی در خود بیں کہ آئینۂ ذاتِ رحمان توئی و با خود نشین کہ جلوۂ حسنِ جاناں توئی۔ سرِ خود را از من شنو کہ محرم رازِ تو ام۔ سوزِ عشق از من بجو کہ کشتۂ نازِ تو ام ؎

غزل

اے طائرِ محبت در قفس یار جانی — وے بلبلِ حقیقت در عین گلستانی

سیمرغ اوجِ عزت طاؤس بام عظمت — عنقائے قاف قربت شہبازِ لامکانی

مہر سپہر حکمت ماہِ منیر قدرت — اے دُرِ بحرِ وحدت کاندر صدف نہانی

تو ذاتِ ذو الجلالی موجود لایزالی — موصوف بالکمالی مقصودِ کن فکانی

بے نام و بے نشانی بے وہم بے گمانی — در خلق مے نگنجی در قید مے نمانی

تو نورِ ذاتِ پاکی نے جسم آب خاکی — ہر چہ سینہ چاکی خود یارِ دلستانی

آں ماہ را کہ جوئی میداں یقین کہ اوئی — وآں شاہ را کہ خوانی مے بیں کہ عین آنی

اے جلوۂ حقیقت رنگِ مجاز داری — وے نورِ ذاتِ وحدت ظاہر بجملہ شانی

شاہنشاہِ وجودی مہر و ماہِ شہودی — تو کے غلام بودی سلطانِ دو جہانی

یعنی مقصود از دو جہان تست ۱۲

۱۲ یعنی مرا از خویش بیگانہ کرد

این است تعلیم علم مَن عَرَف — اگر بدانی نیست عزّ و شرف

اللہ بس باقی ہوس آلہٰی عاقبت محمود باد بحرمتہ النونِ والصادِ۔ فقط

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود۔ بروز اتوار — ۲۴/۸/۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ حامداً و مصلیاً۔

عزیز القدر عزیز از جان صادق الیقین کامل الایمان راحت دل نور چشمان عطا محمد دام ذوقہ و شوقہ و عرفانہ باللہ الرحمٰن
السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ بعد دعائے خیریت بجان و ایمان و ترقی در ایقان و عرفان و تحصیل علوم
حقائق القرآن و تکمیل مراتب وجوب والامکان واضح ضمیر منیر آں عزیز باتمیز باد کہ در مراقبۂ وحدت الوجود
پیوستہ مشغول باشند کہ مقصود کلی دریں است و معنی لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ ورد جان سازند کہ شغل
عارفاں ہمیں است۔ اے عزیز حق سبحانہ خود بخود فرمودہ است ما خلقت ہٰذا باطلاً۔
یعنی ہیچ باطل نیست ہمہ حق است۔ پس حق را بچشم حق بے باید دید و خود را عین حق میباید فہمید
چہ عارفاں فرمودہ اند لا یری اللہ الا اللہ۔ یعنی خدا را جز خدا نہ بیند زیرا کہ۔
مصرعہ — "بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست" اے عزیز قلب تو روضۂ ربانی است و جان تو
جلوۂ سبحانی۔ ابیاتے چندے نگارم تا سر حقیقت خود دانی۔

نظم۔

اے وجود تست بروجہ کمال — صیقل مرآت وجہ ذوالجلال
روئے تو آئینہ ذات جلی است — حسن حق از چہرۂ تو منجلی است
مظہر نور جمال حق توئی — جلوہ گاہ شاہد مطلق توئی
کرد پیدا حق ترا باہر دو دست — نقش تو بر صورت اللہ بست
از خلافت حق ترا تکریم داد — خلعت فی احسن تقویم داد۔
قبلۂ مسجود عالم خود توئی — شاہد مقصود آدم خود توئی
تو ز وہم خویشتن بیگانۂ — ورنہ اے جان پدر جانانۂ
خود تو مولائی و ہم جویائے رب — عین دریائی و ہم تشنہ عجب
مست حق از شراب جام ہو — باز مے پرسی ز ما پیغام ہو
آہوئے وحشت ہویت خود توئی — ماہی بحر حقیقت خود توئی
روئے تو شد مطلع انوار دوست — جان پاکت مخزن اسرار اوست

خلقت بیدی ۱۲ — انی جاعل فی الارض خلیفۃ ۱۲

ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ ۱۲ — لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۱۲

اے دُرِ یکتائے بحرِ لم یزل — شاہدِ مقصود داری در بغل
خود توئی سلطانِ خوبانِ جہاں — چند پند این نالہائے عاشقاں
عاشق و معشوق در معنی یکے است — عارفاں را کے دریں معنی شکے است
شد حقیقت جلوہ گر اندر مجاز — عین محمود است در معنی ایاز
شاہدم امروز ہرجائی شدہ — خود تماشا خود تماشائی شدہ
مرحبا اے جلوہ جانانِ من — اے فدائے ناز تو صد جانِ من
صد ہزاراں بار قربانت شوم — سر بریدہ گوئے چوگانت شوم
گرد تو گردم کہ ہستی نازنین — آفریں بر حُسنِ تو صد آفریں

الٰہی زود بمنزلِ مقصود رساناد بحرمۃِ النبی و آلہ الامجاد۔ میاں نظام الدین را از من سلام رسانید۔ طالبانِ حق را دعائے ترقیٔ درجات۔ اندرون خانہ از حد دعوات۔ برخورداراں را بر سر بوسہ دہند۔ از جانب درویشان بصد شوق السلام علیکم۔ فقط
الراقم خادم الفقراء غلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم از جلوانہ بقلم خود ۲۹۔۴۔۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ حامداً و مصلیاً

اے رخِ تو قبلۂ ایمانِ من — دیدنِ تو آرزوئے جانِ من
گر شوم مرغے بہ پرم سوئے تو — آشیاں سازم میانِ کوئے تو
ور بوم بادے وزم سوئے شما — آب گر باشم بشویم خاکِ پا
ابر گر باشم بگریم زار زار — نار گر باشم بسوزم غیرِ یار
باشد ار باشم ہلال اے ماہِ من — طاقِ ابروئے تو سجدہ گاہِ من
گردم ار خورشید باشم فی المثل — ذرہ ات اے نیرِ نورِ لم یزل
لعل و گوہر گر شوم من در شمار — خویش را در پائے تو سازم نثار
گر شوم من افسر و تاجِ شہاں — نقشِ نعلینِ تو باشد بہ ازاں
ور شوم سلطانِ اقلیمِ جہاں — ہستمت از کمترین بندگاں
خسروِ خوبانِ عالم گر شوم — من غلامِ حسنِ آں دلبر شوم
بر کمالِ حسنِ تو اے نازنیں — آفریں صد آفریں صد آفریں

گر شوی با حسن خود جلوہ نما — ہم خدا آدنی بگوید مر ترا
ذرّہ نور تو گر افتد زبام — طور و موسیٰ و جہاں سوزد تمام
مرحبا اے نور ذات کبریا — مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
مرحبا اے مالک ملک قدم — مرحبا اے عالم لوح و قلم
مرحبا اے کنہ ام الکتاب — مرحبا اے عارف اُمّی خطاب
مرحبا اے شاہباز لامکان — مرحبا اے بلبل باغ نہان
مرحبا اے خوش گل خندان من — مرحبا اے ماہ رخ تابان من
مرحبا اے خسرو خوبان من — مرحبا اے یارِ دلرنجان من
مرحبا اے دلبر و جانان من — مرحبا اے جان جان جان من
این دل غمگین ما بیمار تست — داروئے درمان او دیدار تست
صید جانم بستۂ زنجیر تست — مرغ روحم کشتۂ تکبیر تست
در محبت امتیاز و فرق نیست — در مقام عشق غرب و شرق نیست
مے کنم من در جہاں بر بوئے تو — عشقبازی با سگان کوئے تو
عشق مے سوزد پلید و پاک را — ہمچو آتش ہر خس و خاشاک را
عشق مے بخشد حیات جاوداں — عشق باشد زندگی عاشقاں
عشق خاصہ انبیاء و اولیاءست — در حقیقت عشق ذات کبریاست
گر نبودے عشق کے بودے جہاں — عشق آمد باعث کون و مکان
یا الٰہی گرم کن بازار عشق — تا دل و جانم بسوزد نار عشق
برفروزان باد محبت بر سرم — تا نماند ذرۂ خاکسترم
ہستی من محو تو گردد تمام — من نہ مانم خود تو باشی والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے میاں عطا محمد سلّمہ الرحمان ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد دعائے خیریت طرفین و ترقی درجات الیٰ قاب قوسین واضح ضمیر منیر آنعزیز باتمیز باد ۔

اے عزیز پیوستہ بصقلۂ ذکر آئینۂ دل را صفا باید کرد تا تصفیہ قلب حاصل شود و چہرہ مقصود جلوہ نماید ؎ پس بزرگیہاست اندر یاد او — یادِ او کن یاد او کن یاد او

اے عزیز خلاصہ یاد عشق الٰہی ست۔ و عشق فرطِ محبت را گویند۔ پس محبت باید ورزید کہ از ہمہ اشغال و اذکار و اوراد و وظائف بہتر است۔ من ہر چہ یافتم از محبت و صحبت شیخ یافتم۔ دیگر ہیچ عمل نہ کردہ ام کہ ترا بگویم بکن۔ باطنی عمل ہمیں محبت است و لظاہر دامن شریعت محکم تر گیرند تا کمال باطنی ترقی یابد و مرد ہمت باید بود کہ عارفاں فرمودہ اند ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق۔ ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

اے عزیز بہ برکت عشق انشاءاللہ تعالیٰ زود بمنزل مقصود خواہی رسید آنچہ گفتہ اند مصرعہ۔ یک قدم باشد حریم دوست بس۔ مراد از ہمیں راہ عشق است۔ خدا مارا و شمارا عشق دولت خود نصیب گرداناد بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔ آمین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ اجمعین ط۔ یاران طریقت خصوصاً نظام الدین را از من سلام و دعا رسانند۔

غزل مولانا روم علیہ الرحمۃ

شہید ناز آں ترکم کہ از ابرو کماں دارد — خدنگ از شست آں خوردم کہ ہر مژگاں سناں دارد
خوشا عاشق کہ از جاناں رخ مہرو وفا بیند — زیار خویش حیرانم نہ ایں دارد نہ آں دارد
جمال حسن یوسف را کجا دانند اخوانش — زلیخا را بہ پرس از وے کہ صد شرح و بیاں دارد
چو درس عشق را خوانی کتاب نطق را طے کن — کہ اصحاب محبت راز بے زبانی زباں دارد
صبا با آں طبیب عشق حال مولوی برخواں — کہ بس عمریست بیمارش سر بر آستاں دارد

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔ بروز اتوار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

باللہ الرحمٰن

محب پروردگار عاشق سبحان عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے عطا محمد دام ذوقہ و شوقہ و عرفانہ بعد تحائف سلام مسنون الاسلام و دعائے ترقی درجات والمقامات الیٰ النہایۃ النہایات و شوق ملاقات آنکہ ذات ملکی صفات واضح ضمیر منیر باد۔

اے دوست بیقیں داں کہ ہمہ اوست۔ لا الٰہ الا اللہ یعنی غیر او موجود نیست۔ پس ہر چہ مے بینی یکیست۔ بہر سو کہ مے نگری یار است و ہر جا جلوہ آں نگار است۔ چہ دلق گدایانہ و چہ اطلس شاہ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ خود غنچہ و خود گل و خود رنگت و خود بو۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ چہ مومن چہ کافر چہ شقی چہ سعید۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ در مسجد

و در میکدہ در بادہ و در خُم ۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ٥ چہ عاقل و فرزانہ و دیوانہ و مجنون وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥ بر توحید مُطلق گواہ ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بر وحدت او شاہد ۔ وَ اِلٰہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ شَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۔

قُل ھُوَ اللّٰہُ وصفِ احمد دان ۔۔ در میانش ولیک میم برآر ۔

نظم

خود توئی اللہ و اللہ خود توئی	خویش را بشناس و بگذار این دوئی
خود توئی پنہان و پیدا خود توئی	خود توئی جانان و شیدا خود توئی
خود توئی قطرہ و دریا خود توئی	خود توئی بندہ و مولا خود توئی
خود توئی معبود و عابد خود توئی	خود توئی مقصود و قاصد خود توئی
خود توئی ادنیٰ و اعلیٰ خود توئی	خود توئی اللہ تعالیٰ خود توئی
خود توئی اے خسروِ خوبان من	قبلۂ من کعبۂ ایمان من
خود توئی اے جان من جانانِ من	جانِ جانِ جانِ جانِ جانِ من
سرورِ من شاہِ من سلطان من	عزتِ من عظمت من شان من
اے مرید ما مراد ما توئی	در حقیقت اوستاد ما توئی
من ترا ہستم تو مارا باش ہاں	تا نہ غیر آید میان دوستاں
ہاں بیا اے دلبر چالاک من	تشنۂ باران تست این خاک من
دیدۂ من عاشق دیدار تست	جاں ذبیح خنجر خونخوار تست
ہاں بیا اے دلبر جانی بیا	تا ببوسم آں لب لعل ترا
آں لب لعل تو یاقوت من است	قوتِ روح من و قوت من است
اے بقربان تو این جان و دلم	نزد ایوان تو بادا منزلم
من غلام آں رخ زیبائے تو	جاں فدائے صورت رعنائے تو
آنچہ گفتم سربسر اے جان من	پرتو تست این ہمہ نے زان من
نیست در جان وجودم جز تو کس	من نمے گویم توئے گوئی و بس

شاہد مقصود در آغوشت باد بحرمۃ النبیؐ وآلہ الامجاد ۔ فقط

الراقم خادم الفقراء غلام محمدؐ از جلو انہ ۔ مورخہ ٥ جمادی الاول ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

عزیز القدر عزیز از جان طالب الصادق کامل الایمان عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم - بعد دعائے خیریت حالات فی الحیات و بعد الممات از درگاہ قاضی الحاجات و مستجیب الدعوات واضح برائے آں عاشق ذات جامع الاسماء والصفات باد - خیریت نامہ رسیدہ کاشف حالات گردید - نوشتہ بودند کہ طبیعت سخت پریشان است - جان من پریشانی از بہر چیست - آیا نہ دانی کہ ہر کہ در دنیا زیست کہ خندید و گہ گریست - نہ بہ خندہ بکار رسید نہ بہ گریہ بیار - ایں ہر دو را بگذار - از شادی و غمی متجاوز شو و از رنج و خوشی برکنار - نہ دل بدنیا نہ نہ باآخرت بگذار - کہ یار با یار خوشتر بود نہ با اغیار - اے بادہ پرست ساقی فیاض مست خانہ خمار کشادہ و جام زرنگار پُر از بادہ - یار در کنار نشستہ و در از اغیار بستہ - نہ از عسس[1] ہراسے نہ از محتسب پاسے - پس چرا مے نالی و رو بخاک مے مالی - برخیز و بیاز آمیز - چشم دل بکشا کہ بہر سو یار است جلوہ نما - اے گروہ بےبہر حق آگاہ - فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - و در دریائے ذات وحدت گم - وھو معکم اینما کنتم ○ - یا ایھا العاشقون المشتاقون - و فی انفسکم افلا تبصرون - گفت آن ذات پاک رب مجید - نحن اقرب الیہ من حبل الورید - قال من لا الہ الا ھو - الانسان سری و انا سرہ - فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ آلہ الطیبین و اصحابہ الطاھرین الی یوم الدین -

از احوال خیریت خانہ و برخورداران اطلاع دہند تا کہ تسکین خاطر حاصل شود - زیادہ دعا -

الراقم - خادم الفقرا غلام محمد از جلوانہ بقلم خود - مورخہ ۲۹ شعبان المبارک

لرر

عزیز القدر عزیز از جان طالب مولیٰ صادق الایمان میاں عطا محمد سلمہ ربہ - السلام علیکم و رحمۃ اللہ سلام علیک سلام علیک - روحی فداکم و قلبی لدیک - بعد دعائے جان و ایمان و ترقی ایقان و عرفان و حصول ذوق و وجدان و وصول شوق جانان و محویت در ذات حق و استغراق فی وجود مطلق واضح باد کہ خیریت نامہ در عین وقت انتظار رسیدہ باعث راحت دل و سرور جان و نور ابصار گردید"

اے عزیز ہر وقت ہر لحظہ ہر آن بہ نسبت وحدت مشغول باشند و پیوستہ در خیال "من نیم اوست" اشتغال دارند - تا شمس احدیت ذات حق از مغرب وجود سالک طلوع نماید و در توبہ مسدود گردد یعنی

---

[1] جمع عاس است ولے در فارسی بر مفرد اطلاق کنند معنی این شحنہ یعنی کوتوال و حاکم و محافظ شب باشد -

حاجت توبہ نماند واللہ گو بندہ برخیزد یعنی ذاکر در مذکور محو گردد - وقیامت کبریٰ قائم شود وغیرحق باقی نماند وکل شیئٍ ھالکٌ الا وجھہٗ متحقق گردد تا سلطان لم یزل خود فرماید لمن الملک الیوم وخود جواب گوید کہ للہ الواحد القھار ؎ منزل مقصود ہمین است وبس

اے عزیز شیخ نورؒ فرماید - قرار درویش در بے قراری وعبادت درویش از غیر حق بے زاری - وخونِ جگر خوردن بزرگواری وچشم از غیرِ حق دوختن برخورداری است - سبحان اللہ چہ خوش فرمودہ است ؎

بلبلا - فصل بہاراں خوشتر است = دیدنِ دیدارِ یاراں خوشتر است
یک زمانہ صحبت با دوستاں = بہتر از خلدِ بریں و بوستاں
دیدہ آں باشد کہ بیند روئے یار = جاں فدائے صورتِ زیبا نگار
من غلام عاشقان دلبرم = خاکپائے شاں بود تاج سرم

اے عزیز من شادم تو شاد باشی - از دنیا و آخرت آزاد باشی - در ہر دو جہان آباد باشی عارف بالنون والصاد باشی - آمین یارب العالمین ؎

خاک او باشی و بادشاہی کن - آن او باش وہرچہ خواہی کن

اے عزیز ذکر الٰہی بہ از ہزار بادشاہی - یاد اولیٰ از ہمہ اولیٰ پاس انفاس کار حق شناس - نفی اثبات شغل اہل ذات - رضا بالقضاء مقام اولیاء - کلی مقصود مراقبۂ واحدت الوجود ؎

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر — سوی اللہ واللہ ما فی الوجود
اے دوست در بحرِ عشق ہمچو مرغابی — خود را شناس تا خدا یابی ؎
شک غیریت ست وہم دوئی — سد راہ ست وگرنہ جملہ توئی
پس ؎ کن بد بینگو نہ تصور در مبدم — من ہمہ یار ست از سر تا قدم

الٰہی زود بمقصود رساناد بحرمۃ النون والصاد - ہر جائیکہ باشی با خدا باشی
خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود - ۲۵-۶-۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے تمنائے دلِ ناشاد ما - آرزو جان بافریاد ما -
چوں جدا گشتی زمن اے جان مست — عشق تو در دل بجائے تو نشست
عشق تو جان من است و دین من — اے تمنائے دلِ مسکین من

نورِ چشمانِ منی اے نازنین — گاہ در چشماں و گہ در دل نشین
رفتہ از چشمم سرِ ہمچو غزال — چوں بخواہی رفت از چشمِ خیال
اے تو من از من جدا چوں گشتۂ — جانِ من از تن جدا چوں گشتۂ
گر بمیرم بے تو ام معذور دار — تن بغیر از جان نہ گیرد قرار
لحظہ لحظہ مے نماید سال سال — زندہ مے مانم باُمیدِ وصال
رفت چوں صبر و قرار از جانِ من — زود بیا اے یار دلبر جانِ من
جاں ربودی و دلم را سوختی — جانِ من از کہ ستم آموختی
دلبرا مے شوز ماں دلنواز — جانِ مردہ را بکلمے زندہ ساز
جانِ من آں جانِ جاناں خود توئی — آنکہ میجوئی بجاں آں خود توئی
شاہدِ مقصود در آغوشِ تست — جملہ دست و پا و چشم و گوش تست
روحِ تو یارست کزوے زندۂ — ہم دلِ دانا کزو داننده‌ٔ
جملہ اجزائے وجود تست یار — جانِ من ایں نکتہ از من یاد دار
رو ز یارِ دیگراں بیزار باش — یارِ خود شو یارِ خود بیں یار باش
سرِ ما اوحٰی نہ گنجد در بیان — راز پنہانست از نامحرماں
محرمِ اسرارِ پنہانم توئی — شاہدِ مقصود اے جانم توئی
در دو عالم گو بجز محبوب نیست — راز جز بار از داناں خوب نیست

مست جامِ ذوقِ وحدت شو غلام
تا جمالِ یار بینی والسلام

اے عزیز امشب بخواب دیدم کہ جامہائے خود و شما و حافظ گل محمدؒ و نظام الدین و دیگر جملہ درویشاں بدستِ خود میشوئیم و آں چناں است کہ ہمراہی درویشاں بکنارۂ آب رفتیم و گفتم کہ زود کنید و جامہائے خود بشوئید۔ لیکن ہمہ درنگ کردند و غفلت ورزیدند۔ آخر خود در آب فرو رفتم و جامہائے درویشاں را شستم۔ چوں فارغ شدم بگفتم کہ بعوض شستنِ جامہائے حافظ گل محمدؒ بدولتِ علم مشرف گشتم و بعوض جامہائے فلاں بفلاں نعمت رسیدم۔ و بعوض جامہائے فلاں فلاں درجت یافتم۔ پس ایں امر بمن محقق شد کہ ہم نعمتہا بطفیلِ خدمتِ درویشاں یافتہ ام و چنداں خوشنود شدم کہ پیشتر درخواب بوقت رسیدنِ خطابِ مستطاب "وعلیک رحمتی" خوشنود شدہ بودم و الحمد للہ رب العالمین

حاشیہ: غفلت ورزیدند

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥ از طرف جملہ درویشاں بصد شوق اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ - از خیر و عافیت خود مطلع کنند تا باعث تسکین خاطر مسکین گردد - الٰہی زود بمقصود رسانا د بحرمۃ النَّبِیِّ وَآلِہِ الْاَمْجَادِ - ۱۲/۴۰ھ - الراقم - خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ از جلوانہ بقلم خود -

۲۸۶

عزیز از جان عطا محمد سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

بعد دعائے خیریت طرفین و ترقی درجات الیٰ قاب قوسین واضح باد کہ تحفہ جات مرسلہ یعنی ماہیاں و فہرست کتب و مبلغ پنجاہ روپیہ کہ بدست عزیز امیر علی فرستادہ بودند بروز جمعہ موصول شدہ - حق سبحانہ بعوض ماہیاں غرق در بحر توحید گرداناد و بعوض دینار دیدار بخشد بحرمۃ النُّوْنِ وَالصَّادِ - ہمیشہ بیاد حق مشغول باشند کہ دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ است - بزرگے فرمودہ است ؎

بس بزرگیہاست اندر یاد او = یاد او کن یاد او کن یاد او -

مرتبۂ بلند تر ازیں چہ باشد کہ خدائیتعالیٰ مے فرماید - فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ - تو مرا یاد کن من ترا یاد کنم - نیز اے عزیز پیوستہ در فکر حق تعالیٰ موجود باشند کہ فکر یک ساعت از عبادت عالمیاں افضل تر است - چنانچہ در حدیث شریف آمدہ است کہ فِکْرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ ط - نیز جان من مدام برحمت ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اُمیدوار باشند کہ دار و مدار ابر رحمت پروردگار عالمیاں است کہ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ - عارفے چہ خوش گفتہ و دُرِّ سخن سفتہ است ؎

یک ذرہ عنایت تو اے بندہ نواز = بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز -

نیز دمبدم لحظہ بلحظہ در مراقبۂ وحدت وجود کہ من نیم او ست بصورت من ظاہر شدہ و بشکل عالم جلوہ نمودہ مشغول باشند معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ است ہر وقت نصب العین خود دارند کہ شغل منتہیاں ہمیں است و اصل الاصول کمالات دین است - خدائے تعالیٰ ما و شما را توفیق عمل و تحقیق حال عطا فرماید بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - از جانب درویشاں بصد شوق سلام و الدعا مخلصانہ قبول باد -

الراقم - خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ از جلوانہ بقلم خود ۲۰/۱۲/۴۱

۲۸۷

مخلصی فی اللہ عزیز از جان عطا محمد اَرْشَدَکَ اللّٰہُ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ - اخلاص نامہ مل کر کاشف مَا فِیْہَا ہوا - سورۂ ھود کے آخر میں

جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (اَیْ مِنْ جِهَةِ الْبَشَرِیَّةِ) یعنی جہت بشریت سے وحی الٰہی سے پہلے آپ اور آپ کی قوم غیب کی خبروں کو نہ جانتے تھے۔ حالانکہ جہت ربوبیت و ولایت سے آپ اور آپ کی اُمت کے کمل عارفین ازل سے ابد تک کے اسرارِ الٰہیہ سے واقف ہیں۔ حتی کہ اس جہت ولایت سے تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے تو آپ اس سے پہلے کلام الٰہی شروع کر دیتے۔ اسلئے فرمان ہوا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰی اِلَیْکَ وَحْیُهٗ۔ یعنی وحی پوری ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ مقام نبوت ہے نہ کہ مقام ولایت۔

اور یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے کہ سورہ قصص میں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ یعنی اے حبیب کریم صلی اللہ علیک وسلم آپ ہدایت نہیں کرتے جسے چاہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

اور پھر سورہ شوریٰ میں فرمایا وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ط یعنی بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ پس آیۂ اُولیٰ میں آپ سے ہدایت کرنے کی نفی جمعیتِ بشریت سے ہے اور آیت ثانیہ میں آپ کی طرف ہدایت کرنے کا اثبات جمعیت ربوبیت سے ہے۔ کیونکہ آپ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہیں۔ عَلٰی هٰذَا الْقِیَاس جن جن آیات میں آپ سے علم غیب کی نفی پائی جاتی ہے وہ جہت بشریت سے ہے۔ اور جن آیات میں آپ کے لئے علم غیب ثابت ہے۔ وہ آپ کی جہت حقیقت سے ہے۔ فافہم

هٰکَذَا کتاب کشف الحجب المسبلة شرح التحفه المرسلة اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے مصنف حضرت شیخ عبد الرحمٰن بن شیخ عبداللہ جمال الدین المشہیر بالسویدی العباسی البغدادی رضی اللہ عنہما شرح الصلوات المشیشیہ میں فرماتے ہیں۔ وَهُوَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَیْثُ مَرْتَبَتِهٖ لَا یَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَمِنْ حَیْثُ بَشَرِیَّتِهٖ کَانَ یَقُوْلُ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ (اِلٰی اَنْ قَالَ) فَیَصِیْرُ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ وَمَظْهَرَ الْعَالَمِیْنَ فَنُزُوْلُهٗ اَیْضًا کَمَالٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَمَا اَنَّ عُرُوْجَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَقَامِهِ الْاَصْلِیِّ کَمَالٌ لَهٗ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی حیثیت سے زمین و آسمان میں آپ کے علم سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اور بشریت کی حیثیت سے آپ فرماتے تھے کہ تم اپنے دنیاوی امور کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو (یہاں تک کہ فرمایا) پس آپ مجمع بحرین اور مظہر عالمین ہیں۔ اور آپ کا نزول بھی آپ کے لئے کمال ہے۔ جیسا کہ آپ کا عروج اپنے اصلی مقام کی طرف آپ کا کمال ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ۔ اور آنحضرت ختمی مرتبت علیہ افضل الصلوٰتُ واکملُ التحیات کا جمیع کمالات حقی و خلقی کا جامع ہونا کُتب مُعتبرہ اہل حقیقت عَلَیہم الرضوان سے اظہر من الشمس عیاں ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فصوص الحکم اور فتوحات المکیہ میں حضرت انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں فرماتے ہیں۔ فَھُوَ الحَقُّ وَھُوَ الخَلقُ اور حضرت عبدالکریم جیلی قدس سرہ کتاب الانسان کامل میں ارشاد فرماتے ہیں۔ فَالاِنسَانُ الَّذی ھُوَ الخَلقُ بِاعتبَارِ ظَاھِرِہٖ ھُوَ الحَقُّ بِاعتبَارِ بَاطِنِہٖ (وَقَالَ) فَکَمَا لَاَنَّہٗ حَاوٍ لِاَوْصَافِ العُبُودِیَّۃِ کَذٰلِکَ ھُوَ حَاوٍ لِاَوْصَافِ الرَّبُوبِیَّۃِ لِاَنَّ اللّٰہَ حَقِیقَتُہٗ وَھُوَ المُرَادُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَاثَمَّ غَیْرُہٗ فَھُوَ المُعتَبَرُ فِی المَرتَبَتَیْنِ وَھُوَ المَوجُودُ فِی مُمْکِنَتَیْنِ فَھُوَ الحَقُّ وَھُوَ الخَلقُ انتہیٰ وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حَبِیبِہٖ مُحَمَّدٍ وَ علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ الراقم خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔ از جلوانہ ۱۰/۱/۵۶

چوہدری محمد حیات خاں کی جانب خط روانہ کیا گیا ہے۔ بہر وجہ خیریت ہے۔ برخورداران کو پیار سب کو از حد دُعا۔ خدا حافظ و ناصر دیار باد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے عطا محمد سلّمکم اللہ الرحمٰن

السّلامُ علیکم وَرَحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دُعائے خیریت و انتفائے غیریت وحصول مقصود و وصول مراتب شہود و وجود العزیز واضح ہو کہ اپنے نفس کے عیب دیکھ لینا کشفِ کبریٰ میں داخل ہے۔ خدا جس کو پاک، اور اپنی ذات کے لئے خاص کرنا چاہتا ہے اُسے اپنے عیوب پر مطلع کر کے توبہ خالص کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ عیب عیب نہ دِکھائی دے۔ بلکہ ہُنر مَعلوم ہو۔

اے عزیز جو چیز وسوسہ میں ڈالے وہ گناہ ہے گو بظاہر نیکی ہو۔ جان مَن حق سُبحانہٗ اپنے نیک بندوں کو لغزش کے بعد راہِ راست پر اسلئے لاتا ہے کہ وہ پارسائی کے غرور اور بے خطائی و پرہیزگاری کے فخر سے محفوظ ہو کر اپنے عجز و انکسار کے باعث اُس کی ربُوبیت کا اقرار کریں۔ لہذا آپ دِل کی زمین میں وہم کا تخم نہ بوئیں بلکہ محافظت الٰہی اور توفیق خداوندی کا شکریہ ادا کریں۔ تاکہ ازدیاد نعمت کا باعث ہو

اے عزیز کمرِ ہمت باندھ کر میدان عشق و محبت میں صدق کے قدموں سے خداداد قوت کے ساتھ اس قدر دوڑیں کہ چوگان ارادت سے مُرادِ وَصلت کا گیند دائرہ اِمکان بشریت سے گذار دینے میں سب پر سبقت لے جاویں۔ اور شہبازِ دل صدق اور اخلاص کے پَروں سے فضائے وحدت میں اسقدر پرواز

کرے کہ باغ معرفت سے میوۂ دیدار کی لذّت چکھ لے۔ اور سیمرغِ جان شوق کے بالوں سے ہوائے لامکان میں اتنا اُڑے کہ شکارگاہِ دُنیا و عُقبیٰ سے پرے جنات الصفات سے بالاتر کنگرۂ عرشِ ذات پر جا بیٹھے تاکہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کی حقیقت حضرت الشان پر منکشف ہو جاوے۔ اور سلطان سرّ تخت بخت اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ پر جلوہ افروز اور شان عَظمتِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ سے بہرہ اندوز ہو کر خود بخود فرماوے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ط لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنْ نَارِ وَھْمِ الْاَغْیَارِ۔ وَارْزُقْنَا جَنّٰتَ الصِّفَاتِ الَّتِیْ تَجْرِیْ تَحْتَھَا اَنْھَارُ الْاَنْوَارِ وَاَدْخِلْنَا فِیْ جَنَّۃِ الذَّاتِ الَّتِیْ ھِیَ سِرُّ الْاَسْرَارِ بِالنَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَآلِہِ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہِ الْاَخْیَارِ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہِ الْاَبْرَارِ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ ط

الٰہی زُود بمقصود رسانَاد بحُرمتہ النُّوْنِ وَالصَّادِ۔ زیادہ دُعا۔ فقط۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمدؐ از جلوانہ۔ بروز سوموار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ -

عزیز القدر عزیز از جان صادق الیقین راسخ الایمان عطا محمدؐ سلمکم اللّٰہ الرحمان

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ۔ بعدہٗ علائے غلباتِ شوقِ محبت و جذباتِ ذوق وحدت و اشتیاقِ کمالاتِ ہُویت و استغراق بذاتِ اَحدیت واضح ضمیر منیر باد۔ رُباعی

ہمہ باعث ایجاد عوالم[1] عشق است = ہم موجب تخلیق اوادم[2] عشق است

ازعشق ہمہ طلب اگر مے خواہی = اللّٰہ کہ عین اسم اَعظم[3] عشق اَست

اے عزیز ہر چہ مے بینی ہمہ ظہور عشق است و عشق عین نورذات است کہ عارفاں فرمودہ اَند اَلْعِشْقُ ھُوَ الذَّاتُ۔ و آں ذات درصفات عاشقی و معشوقی خود جلوہ فرمودہ اَست۔

عاشق خود خود اَست و خود معشوق = خود تماشا و خود تماشا کار

خود بہ نیاز عاشقی اَرِنِیْ گوید و بناز معشوقی لَنْ تَرَانِیْ فرماید۔

اے عزیز خالق در مخلوق خود عاشق اَست و خود معشوق۔ نے نے بلکہ ذات برذات خود عاشق شُدہ و حق برحق مُبتلا گشتہ ؎

کجا غیر و کو غیر و کو نقشِ غیر — سِوَی اللّٰہِ وَاللّٰہِ مَا فِی الْوُجُوْدِ

بگوشِ جان شنو کہ حقیقت مطلقہ خود بخود مے فرماید و بترانۂ عشق اینچنیں ترنم نماید ؎

نظم = اے رُخ تو قبلۂ مسجود جان — جلوۂ تو شاہد مقصود جان

---

[1] ہژدہ ہزار عالم ۱۲ [2] یک لک آدم در حدیث آمدہ ۱۲ [3] الاسم الاعظم ھو اللّٰہ ۱۲

ہست بہر کشتگانِ تیغ ناز
مُصحفِ روئے تو میحوانیم ما
چہرہ زیبائے تو چوں وَالضُّحیٰ است
ہست لیٰسین[1] گوہر دندان تو
چشم تو صاد[2] است اے نور نظر
ابروئے تو بامژہ پیش دلم
اے زسر تا پائے تو قرآن پاک
عین حقّی در نگاہ عاشقاں
اے صنم غارت گر جانم توئی
آہوئے دل بستۂ زنجیر تست
مدتے شد کز غم تو مُردہ ام
اے مسیحائے شہید تیغ ناز
جلوہ فرما از سر لطف و کرم
دل خوش از اُمید ماہت کردہ ام
ہاں بیا اے آرزوئے جان من

طاق ابروئے تو محراب نماز
منزل قرآن ہمیں دانیم ما
زُلف عنبر سائے تو وَاللَّیل ماست
معنیِ کوثر[3] لب خندان تو
جلوہ رخسار تو ہمچوں قمر[4]
ہست جاناں سورہ نُون وَالقَلَم
جان من قربان تو روحی فِداک
نقش پایت سجدہ گاہ عاشقاں
رہزن ایں دین و ایمانم توئی
مرغک جاں کشتۂ تکبیر تست
در فراق ہجر تو خوں خوردہ ام
کشتگاں را زندۂ جاوید ساز
کز برائے رحم تو قابل ترم
ہر دو دیدہ فرش راہت کردہ ام
نہ قدم در خانۂ چشمان من

[1] سورہ لیٰسین ۱۲
[2] سورہ صاد ۱۴
[3] سورہ کوثر
[4] سورہ قمر

عاقبت محمود باد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد۔ میاں نظام الدین را از من سلام رسانند۔ طالبان حق را دعا۔ اندرون خانہ دعا۔ از طرف جملہ درویشاں بصد شوق السلام علیکم
الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً
عزیزم میاں عطا محمد سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ خیریت نامہ رسیدہ باعث تسکین خاطر گردید نوشتہ بودند کہ
یاد یار مہرباں آید ہمے۔ ایں مصرعہ را دیدہ و خبر آمدہ شنیدہ بلبل روح بدیں ترانۂ شوق مترنم شدہ

غزل

بوئے خوش از دوستاں آید ہمے
از برائے کشتگانِ تیغ عشق

نورہا در چشم جاں آید ہمے
آں حیات جاوداں آید ہمے

مُردگان دَرد و غم را مژدہ باد — عیسیٔ دَورِ زماں آید ہے
بُوالعجب در خانۂ مور از کرم — آں سلیمانِ جہاں آید ہے
اے حسیناں رُو کشید اندر نقاب — بادشاہِ ماہ رخاں آید ہے
الصلا اے بادہ خوارانِ الست — ساقیٔ فیاضِ جاں آید ہے
اے منزہ ہم ز تنزیہہ درگذر — بے نشاں اندر نشاں آید ہے
ایں تماشا بیں کہ اندر قفسِ خاک — شاہبازِ لامکاں آید ہے
زاغِ نافرجام را گو دور شو — بلبلے در گلستاں آید ہے
باز شوی فرشِ خاک از عرشِ پاک — تاجدارِ مرسلاں آید ہے
در دلِ شب حق برائے عاصیاں — بر نخستیں آسماں آید ہے
مژدہ باد اے عاشقانِ اہلِ دل — ماہِ لقائے دلستاں آید ہے

۱ اول

اے غلام خستہ دل غمگیں مباش
باز یارِ مہرباں آید ہے۔

الٰہی زود بمقصود رساناد بحرمۃ النبیؐ و آلہ الامجاد۔ از جانب درویشاں بصد شوق سلام و ادعا
الراقم خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود از جلوآنہ 6.12.41 —

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً
— محب دلنواز مخلصی فی اللہ عزیز از جان عطا محمدؐ سلمکم اللہ تعالیٰ —

اے رخت آئینۂ ذاتِ خدا — روئے تو مرآتِ وجہ کبریا
جلوہ گاہِ شاہدِ معنیٰ توئی — بادشاہِ عالمِ اعلیٰ توئی
گوہرِ گنجینۂ اسرارِ ذات — مطلعِ خورشیدِ انوارِ صفات
ہست پیشانیت بر وجہِ کمال — آئینہ دارِ جمالِ ذوالجلال
چشمِ تو میخانۂ مستانِ عشق — لعلِ تو پیمانۂ رندانِ عشق
از برائے عاشقان با نیاز — طاقِ ابروئے تو محرابِ نماز
معنیٔ یٰسین دُرِ دندانِ تو — چشمۂ کوثر لبِ خندانِ تو
چہرۂ زیبائے تو چوں والضحیٰ است — زلفِ عنبر سائے تو واللیل ماست
خاکِ راہت تاجِ شاہانِ جہاں — نقشِ پایت سجدہ گاہِ عاشقاں

شاہباز لامکانی جانِ مَن	بہرِ حکمت آمدہ در قفسِ تن
قفس بشکن پر کشا پرواز کُن	نغمہ ہائے قدسیاں آغاز کُن
تا اسیرانِ جہاں حرص و آز	عزمِ جاں سازند سوئے عرش باز
چوں رہا گشتی ازیں قیدِ جہاں	رو اسیرانِ جہاں را وارہاں
خدمتِ خلق سے کُن کہ ہست	شیوۂ شایاں شاہانِ الست
چوں بہ بینی طالبِ ذاتِ خدا	گفت حق داؤدؑ را کُن خادمِ ما
از لبِ شیریں سخن آغاز کُن	افتتاحِ درسِ علمِ راز کُن
ساغرِ مے نوش و مینوشاں علام	ساقیٔ فیاض سے شو والسلام

۲۵ ⁄ ۱۱ ⁄ ۴۹ - الراقم - خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود از جلوانہ بروزِ جمعۃ المبارک -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عزیز از جان راحتِ رُوح و رُواں مخلصی فی اللہ سیادت پناہ

سیّد صفدر حسین شاہ سَلَّمَکُمُ اللہ تعالیٰ -

اَلسلامُ علیکُم و رحمۃ اللہِ و برکاتہٗ - بعد دعائے خیریت جانبین و ترقی درجات الی قاب قوسین واضح ضمیر منیر باد - کہ خیریت نامہ مشتمل بر کلمات محبت آمیز و الفاظِ شوق انگیز و متضمن اَذواق مواجید و مضامینِ توحید باشرف اوقات و احسن انات رسیدہ راحت رسا و بہجت افزا گردید در طلبِ حلِ ایں مُعما نوشتہ بودند کہ " ایک جا فرمودہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ بجائے دیگر وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ و نیز فرمودہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ الخ لیکن ایں عجب رازیست کہ با ہمہ موجود است و بغیر ہمہ نیز ہست و نزد ہمہ است واما نزدیک نیست وازہمہ دور است وہم دور نیست ؎ عقل و جاں را گردِ ذاتت راہ نیست - وزصفاتت ہیچ کس آگاہ نیست -

الجواب

اے عزیز اصل مقصود ازیں آیات بینات عینیت است و غیریت کہ ازینہا مفہوم مے شود محض اعتباری است چہ معیت و قرب وغیرہ موہم غیریت اند و حقیقت مقتضی عینیت است چنانچہ حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ در تفسیر میفرمایند وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ لِوُجُوْدِكُمْ بِهٖ وَظُهُوْرِهٖ فِيْ مَظَاهِرِكُمْ - پس معنی وَهُوَ مَعَكُمْ اینست کہ حق سبحانہ در مظاہر شما ظہور فرمودہ است یعنی حق تعالیٰ عین شما است چنانچہ در تفسیر قولہٗ تعالیٰ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ فرمودہ لَوِ اعْتُبِرَتِ الْحَقِيْقَةُ لَكَانَ عَيْنَهُمْ یعنی باعتبارِ حقیقت اللہ تعالیٰ عین ایشاں نیست -

وَقولہ تعالیٰ وَفِی اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ نیز مشعر بہ عینیت است زیراکہ حق تعالیٰ از حلول و اتحاد و ظرفیت و مظروفیت وغیرہ منزہ و مقدس است۔ وہمچنیں حضرت شیخ قدس سرہٗ در تفسیرے فرمایند وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ تَمْثِیْلٌ لِلْقُرْبِ الْمَعْنَوِیِّ بِالصُّوْرَۃِ الْحِسِّیَّۃِ الْمُشَاہَدَۃِ وَ اِنَّمَا کَانَ اَقْرَبُ مَعَ عَدَمِ الْمُسَافَۃِ بَیْنَ الْجُزْءِ الْمُتَّصِلِ بِہٖ وَبَیْنَہٗ لِاَنَّ اِتِّصَالَ الْجُزْءِ بِالشَّیْءِ یَشْہَدُ بِالْبَیْنُوْنَۃِ وَالْاِثْنِیْنِیَّۃِ الرَّافِعَۃِ لِلْاِتِّحَادِ الْحَقِیْقِیِّ وَمَعِیَّتُہٗ وَقُرْبُہٗ مِنْ عَبْدِہٖ لَیْسَ کَذٰلِکَ فَاِنَّ ھُوِیَّتَہٗ وَحَقِیْقَتَہُ الْمُنْدَرِجَۃَ فِیْ ھُوِیَّتِہٖ وَتَحَقُّقِہٖ لَیْسَتْ غَیْرَہٗ بَلْ اِنَّ وُجُوْدَہُ الْمَخْصُوْصَ الْمُعَیَّنَ اِنَّمَا ھُوَ بِعَیْنِ حَقِیْقَتِہِ الَّتِیْ ھِیَ الْوُجُوْدُ مِنْ حَیْثُ الْوُجُوْدِ (وَقَالَ) ثُمَّ بَیَّنَ اَقْرَبِیَّتَہٗ لِیَنْتَفِیَ الْقُرْبُ بِمَعْنَی الْاِتِّصَالِ وَالْمُقَارَنَۃِ کَمَا قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھُوَ مَعَ کُلِّ شَیْءٍ لَا بِمُقَارَنَۃٍ اِذِ الشَّیْءُ بِہٖ ذٰلِکَ الشَّیْءُ وَبِدُوْنِہٖ لَیْسَ شَیْئًا حَتّٰی یُقَارِنَہٗ۔

پس حق تعالیٰ نہ نزدیک است نہ دور نہ قریب نہ بعید بلکہ عین جملہ موجودات است۔ سُبْحَانَ مَنْ اَظْہَرَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُہَا (فتوحات) این ست حقیقۃ الحال اما اہل کمال صاحب مقام استقامت را باید کہ حفظ مراتب را از دست ندہد و از حدود شرعیہ تجاوز نہ نماید کہ اَلشَّرِیْعَۃُ ھِیَ الْحَقِیْقَۃُ وَالْحَقِیْقَۃُ عَیْنُ الشَّرِیْعَۃِ کَمَا صَرَّحَ بِہٖ شیخ الاکبر قدس سرہٗ العزیز فی الفتوحات المکیۃ۔ ومولانا جامی علیہ الرحمۃ در لوائح شریف ے فرمایند ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

پس عارف کامل و محقق واصل باللہ وجود مطلق را باعتبار صرافت ذاتی وراء الوراء ثم وراء الوراء داند۔ تا بحکم لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ایمان بالغیب آوردہ باشد۔ و باعتبار ظہور الٰہی ذات حق را در صور جملہ موجودات متجلی و متشکل بیند تا بنص ھُوَ الظَّاہِرُ بمشاہدہٗ عینی مشرف گردد فافہم وباللہ التَّوْفِیْقُ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ التَّحْقِیْقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّآخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا۔

از جانب جملہ درویشاں بصد شوق السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ زیادہ دعا $13\frac{3}{46}$

الراقم خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔ از جلو آنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

محب دلنواز مخلصی فی اللہ سید صفدر حسین شاہ صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ بعد دعائے ترقی درجات و شوق ملاقات کے واضح ہو کہ خیریت نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ کلمات محبت آمیز اور اشعار درد انگیز پڑھ کر دل میں عجیب کیفیت

پیدا ہوئی مشفقا۔ نور قدیم احمد طامیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور پاک کے متعلق جو آپ نے استفسار فرمایا ہے۔ بھلا یہ ذرۂ مسکین کجا اور وہ شمس رب العالمین کجا ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

جو نور اللہ تعالےٰ کے نور سے ہو کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (الآیۃ) وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ (الحدیث) اور جس نور کو حق سبحانہٗ بار بار اپنی طرف منسوب فرمائے کہ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ط (صف) اور جو نور کہ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ اور اللہ تعالےٰ کے اسم نور کا ہمنام ہو کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ (سورہ نور) ؎

روشن زِ وجودِ تست کونین = اے ظاہر و باطنت ہمہ نور

تو ایسا خدا کا نور خدا سے کیونکر جدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سورج کا نور سورج سے اور چاند کا نور چاند سے اور چراغ کا نور چراغ سے جدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ نور مخلوق ہے اور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خود خالق اکبر کے نور پاک ہیں ؎

حسن یوسف علیہ السلام سے فزوں تر ہے حسن رسول اللہ کا = وہ ہے نور چشم یعقوب علیہ السلام اور یہ نور اللہ کا۔

صاحب معارج النبوۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

نور نبی لمعۂ نور خدا است = لمعہ ہر چیز نہ از وے جدا است

لہٰذا نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اپنی رائے پر مستغنی ہونیوالے علمائے زمانہ پر واجب ہے کہ متقدمین اولیاء اللہ و علمائے باللہ علیہم الرضوان کی تفاسیر اور انکی تصنیفات کا خلوص نیت سے مطالعہ کریں تاکہ اصل حقیقت کا راز منکشف ہو۔ ورنہ مضمون ذیل کے مصداق ہونگے۔

ہرگز نرسی بکعبہ اے اعرابی — کیں رہ کہ میروی بہ ترکستان است

حضرت عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی نقد النصوص فی شرح فصوص الحکم مصنفہ شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں۔ "اصل و منشا و معاد و مبداء جملہ خلائق حضرت حقیقت الحقائق است و آں حقیقت محمدی و نور احمدی است صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کہ صورت حضرت واحدی احدی است۔ جامع جمیع کمالات الٰہی و کیانی واضع میزان ہمہ مراتب اعتدالات ملکی والنسانی وحیوانی ست عالم و عالمیان صور و اجزائے تفصیل او و آدم و آدمیاں مسخر برائے تکمیل او۔ و الیہ الاشارۃ بقولہٖ علیہ السلام اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَمَنْ دُوْنَہٗ تحت لوائی۔

نظم۔ آنکہ اول شد پدید از جیب غیب = بود نور جان او بے ہیچ ریب

بعد ازاں چوں نورِ مطلق زد علم — گشت عرش و کرسی و لوح و قلم۔
یک علم از نورِ پاکش عالم است — یک علم ذریت است و آدم است
نورِ او چوں اصلِ موجودات بود — ذاتِ او چوں معطی ہر ذات بود
واجب آمد دعوتِ ہر دو جہانش
دعوتِ ذراتِ پیدا و نہانش

(وقال) اِنَّ الْحَقِیْقَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ ھِیَ صُوْرَۃُ اسْمِ الْجَامِعِ الْاِلٰھِیِّ الَّتِیْ تُرَبِّبُ صُوَرَ الْعَالَمِ کُلَّھَا بِالرَّبِّ الظَّاھِرِ فِیْھَا الَّذِیْ ھُوَ رَبُّ الْاَرْبَابِ فَلَا بُدَّ لَھَا مِنَ الْاِتِّصَافِ الْاِلٰھِیَّۃِ کُلِّھَا مِنَ الْعِلْمِ الشَّامِلِ وَالْقُدْرَۃِ الْکَامِلَۃِ وَغَیْرِھِمَا لِیَتَصَرَّفَ بِھَا اَعْیَانَ الْعَالَمِ عَلٰی حَسْبِ اسْتِعْدَادَاتِھَا وَلٰکِنْ ذَالِکَ اِنَّمَا ھُوَ مِنْ جِھَۃِ حَقِیْقَتِھَا لَا مِنْ حَیْثُ بَشَرِیَّتِھَا فَاِنَّھَا مِنْ تِلْکَ الْجِھَۃِ عَبْدٌ مَرْبُوْبٌ مُحْتَاجًا اِلٰی رَبِّھَا کَمَا نَبَّہَ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ھٰذِہِ الْجِھَۃِ بِقَوْلِہٖ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ وَعَلٰی جِھَۃِ الْاُوْلٰی بِقَوْلِہٖ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی فَاَسْنَدَ رَمْیَہٗ اِلَی اللّٰہِ (ترجمہ) تحقیق حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسم جامع اللہ کی صورت ہے اور حقیقتِ محمدیہ تمام صورِ عالم کی تربیت اُسکے رب کے ساتھ کرتی ہے جو اس میں ظاہر ہے۔ اور وہ ربّ الارباب ہے۔ پس حقیقتِ محمدیہ کیلئے تمام صفاتِ الٰہیہ علم شامل اور قدرت کاملہ وغیرھا کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے تاکہ ان صفاتِ کاملہ کے ساتھ اعیانِ عالم میں اُن کی استعدادات کے موافق تصرف کرے۔ لیکن یہ اُس کی حقیقت کی جہت سے ہے نہ کہ اُس کی بشریت کی جہت سے۔ کیونکہ وہ جہت بشریت سے عبد مربوب اور اپنے رب کی طرف محتاج ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی خبر اپنے قول میں دی ہے۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں مانند تمہارے۔ وحی کی جاتی ہے طرف میرے اور پہلی جہت یعنی حقیقت کی خبر اس قول میں دی ہے کہ نہیں پھینکا آپ نے لیکن اللہ نے پھینکا۔ پس آپ کی رمی کو اللہ کی جانب منسوب فرمایا۔ انتہٰی + پس حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ربوبیت اور بشریت ہر دو ثابت اور متحقق ہیں۔ اسلئے کہ آپ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہیں۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل — خواص اُس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

پس آپ ظاہر میں خلق اور باطن میں عینِ حق ہیں۔ جیسا کہ صاحب کتاب انسان کامل باب ۶۰ میں فرماتے ہیں۔ فَالْاِنْسَانُ الَّذِیْ ھُوَ الْخَلْقُ بِاعْتِبَارِ ظَاھِرِہٖ ھُوَ الْحَقُّ بِاعْتِبَارِ بَاطِنِہٖ۔ یعنی انسان جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے خلق ہے۔ وہ باعتبار باطن کے حق ہے۔ اور چونکہ ربوبیت اور عبودیت ہر دو قوس دائرۃ اللہ کے ہیں۔ جیسا کہ مراۃ العارفین میں حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام

نے ثابت فرمایا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ظاہر و باطن میں عین حق ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔
بَلْ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَ ذَاتُہٗ ذَاتُہٗ۔ یعنی علم انسانِ کامل علم حق اور ذات انسان کامل ذات حق ہے۔
اور شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ اَلْحَقُّ ظَہَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا۔
(اور فرمایا) فَالْحَقُّ مُحَمَّدٌ ظَاہِرًا وَّ بَاطِنًا۔ یعنی حق عین محمد ہے۔ ظاہر اور باطن میں صلی اللہ علیہ وسلم
پس نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عین نورِ خدا ہے۔ چنانچہ مناقب سلیمانیہ میں ہے کہ نورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود نورِ خدا است۔
اور صحائف السلوک میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ نور است و محمد نور است و قرآن نور است وہمہ نور یک نور است۔
اور امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ جَبْہَتِہٖ یعنی فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سجدے کا حکم اس لئے ہوا کہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی پیشانی میں تھا ونعم ماقیل ؎

(مِنَ الْمَوَاہِبِ اللَّدُنِّیَّۃِ) ؎ لَوْ اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ طَلْعَۃَ نُوْرِہٖ
فِیْ وَجْہِ اٰدَمَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَجَدْ

یعنی اگر شیطان آپ کے نور کا دیدار آدمؑ کے چہرہ میں دیکھتا تو وہ سب سے پہلے سجدہ کرتا۔

اَوْ لَوْ رَاَی النَّمْرُوْدُ نُوْرَ جَمَالِہٖ
عَبَدَ الْجَلِیْلَ مَعَ الْخَلِیْلِ وَلَا عَنَدْ

اور اگر نمرود آپ کا نور جمال دیکھ لیتا تو ربِ جلیل کی عبادت خلیل کے ساتھ کرتا اور سرکش نہ ہوتا

لٰکِنْ جَمَالُ اللّٰہِ جَلَّ فَلَا یُرٰی
اِلَّا بِتَخْصِیْصٍ مِّنَ اللّٰہِ الصَّمَدْ

لیکن خدا کا جمال بزرگ ہے اس لئے سوائے تخصیص الٰہی کے نظر نہیں آتا۔
پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ قدیم اور احمد بلا میم ہیں۔ چنانچہ مکتوب کلاں خواجہ معین الدین رحؒ اجمیری میں ہے کہ عمر رضؓ پرسید پس ذات خاص حضرت ؐ چہ باشد پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود اَنَا اَحْمَدٌ بلا میم وَقَالَ الشَّیْخُ الْعَطَّارُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ؎

گفت اَنَا اَحْمَدْ بلا میم ＝ از زبان پاک احمدِ مختار۔

اور جو بعض علمائے ظاہر حدیث شریف اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرُ نَبِیِّکَ ۔ یا جابرؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کا مخلوق ہونا مثل دیگر مخلوقات کے ثابت کرتے ہیں وہ اُن کی نافہمی کا باعث ہے۔ کیونکہ یہاں خلق بمعنے تقدیر ہے۔ نہ کہ ایجاد چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کتاب النفخ والتسویہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْخَلْقِ فِیْمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ التَّقْدِیْرُ لَا الْاِیْجَادُ یعنے ان احادیث سے مراد تقدیر ہے ایجاد نہیں ہے۔

اور شاہ فقیر اللہ علوی قُدِّسَ سِرُّہٗ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَیْ قَدَّرَ عَلٰی اَصْلِ الْوَضْعِ اللُّغَوِیِّ فَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَوَّلُ خَلْقِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی خلق بمعنے قدر اوپر اصل وضع لغوی کے ہے۔ پس حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سے مراد یہ ہے کہ حق سبحانہٗ نے اپنے علم قدیم میں سب سے اوّل نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ فرمایا۔ فَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا تَعَیَّنَ بِہِ الذَّاتُ فِی الْعِلْمِ الْقَدِیْمِ وَاٰخِرُ مَا تَجَلّٰی بِہِ الْحَقُّ سُبْحَانَہٗ بِجَمِیْعِ اَسْمَائِہِ الْحُسْنٰی وَصِفَاتِہِ الْکَرِیْمِ وَھُوَ الظَّاھِرُ بِکَمَالَاتِہِ الْعَظِیْمِ وَبَاطِنٌ بِحَقِیْقَتِہٖ وَذَاتِہِ الْعَظِیْمِ فَھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ط اور چونکہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال حقی کے متعلق فرماتے ہیں کہ واعلا کردہ شان او را بجیرے کہ فوق آں مرتبہ در قرب متصور نیست و فرمود۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ چنانکہ فرمود مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ اگرچہ ایں با صطلاح اہل عربیت از قبیل مجاز است اما اہل حقیقت دانند کہ ایں چہ رمز است واللہ اعلم

لہٰذا اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانِ اقدس میں بعض آیات کے معانی و اسرار اہل حقیقت و علمائے ربانی کی تفاسیر و تصنیفات سے درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اہل دل کا ایمان تازہ و اہل محبت کا ذوق زیادہ ہو۔ قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (سورہ الفتح)

شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا کَانَتْ مُبَایَعَتُہٗ مُبَایَعَۃَ اللّٰہِ لِاَنَّ النَّبِیَّ قَدْ یَفْنٰی عَنْ وُجُوْدِہٖ وَتَحَقَّقَ اللّٰہُ فِیْ ذَاتِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَاَفْعَالِہٖ فَکُلُّ مَا صَدَرَ عَنْہُ وَنُسِبَ اِلَیْہِ فَقَدْ صَدَرَ عَنِ اللّٰہِ وَنُسِبَ اِلَیْہِ فَمُبَایَعَتُہٗ مُبَایَعَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ کیونکہ نبی اپنی ہستی سے فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تحقیق اپنی ذات اور صفات اور افعال میں کرنے والے ہیں۔ پس جو کچھ اُن سے صادر ہوا اور اُن کی طرف نسبت کیا گیا تحقیق وہ اللہ سے صادر ہوا اور اللہ کی جانب منسوب

ہوا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اللہ تعالےٰ سے بیعت کرنا ہے۔ انتہی +

اور صاحب تفسیر عرائس البیان اس آیۂ شریفہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

بَیَّنَ اَمْرَ عَیْنَ الْجَمْعِ وَمَقَامَ الْاِلْتِبَاسِ وَظُهُوْرَ الْعَیْنِ وَظُهُوْرَ جَمْعِ الْجَمْعِ فِیْ عَیْنِ الْجَمْعِ حِیْنَ جَعَلَ نَبِیَّهٗ مِرْاٰةً لِظُهُوْرِ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَهُوَ مَقَامُ الْاِتِّصَافِ وَالْاِتِّحَادِ بَدَاءَ نُوْرُ الذَّاتِ فِیْ نُوْرِ الصِّفَاتِ وَبَدَاءَ نُوْرُ الصِّفَاتِ فِیْ نُوْرِ الْفِعْلِ وَصَارَ هُوَ هُوَ اِذْ غَابَ الْفِعْلُ فِی الصِّفَةِ وَغَابَ الصِّفَةُ فِی الذَّاتِ وَمِنْ هٰهُنَا ادَّعَی الْحَلَّاجُ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ حَیْثُ قَالَ اَنَا الْحَقُّ۔ وَقَالَ الْوَاسِطِیُّ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِقَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ اَنَّ الْبَشَرِیَّةَ فِیْ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَارِیَةٌ وَاِضَافَةٌ دُوْنَ الْحَقِیْقَةِ۔

یعنی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عین الجمع اور مقام التباس اور ظہور العین اور ظہور جمع الجمع فی عین الجمع کو بیان فرمایا ہے۔ جبکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات وصفات کے ظہور کا آئینہ بنایا اور وہ اتصاف اور اتحاد کا مقام ہے کہ نورِ ذات نورِ صفات میں اور نورِ صفات نورِ فعل میں ظاہر ہوا۔ پس وہ وہی ہوگیا جبکہ فعل صفت میں غائب ہوا اور صفت ذات میں غائب ہوگئی اور اسی جگہ حضرت منصورؒ نے انا الحق کا دعوےٰ کیا تھا۔ اور ابوبکر واسطی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ حضور پور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بشریت عارضی طور پر ہے نہ کہ حقیقی۔ انتہیٰ۔

اور کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں حضرت عبد الکریم جیلی رضی اللہ تعالےٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قِیْلَ فِیْ مَعْنٰی اِنَّمَا بِمَنْزِلَةِ مَا اِلَّا وَتَقْدِیْرُهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ مَا یُبَایِعُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُوْیِعَ فَشَهِدَ اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ اِنَّمَا بُوْیِعَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَاَنَّهٗ یَقُوْلُ مَا اَنْتَ عِنْدَ مَا بُوْیِعْتَ مُحَمَّدٌ اِنَّمَا اَنْتَ اللّٰهُ بِالْغَیْبِ لِاَنَّهُمْ مُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ عَلَی الْحَقِیْقَةِ۔ یعنی انما معنے میں بمنزلہ ما الا کے کہا گیا ہے اور اس کی تقدیر یہ ہے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ نہیں بیعت کرتے وہ مگر اللہ تعالےٰ سے۔ اور یہ ہر ایک جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کئے گئے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے بنفسہٖ شہادت دی کہ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ بیعت کیا گیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں تو بوقت بیعت کئے جانے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اس کے نہیں کہ تو باطن میں اللہ ہے۔ اسلئے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالےٰ سے بیعت کرنے والے ہیں۔ انتہیٰ۔

قولہٗ تعالےٰ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (سورۃ انفال)

شیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں - کَمَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَقَامِ الْبَقَاءِ بِالْحَقِّ نُسِبَ الْفِعْلُ اِلَیْہِ بِقَوْلِہٖ اِذْ رَمَیْتَ مَعَ سَلْبِہٖ عَنْہُ بِمَا رَمَیْتَ وَ اِثْبَاتِہٖ لِلّٰہِ بِقَوْلِہٖ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی لِیُفِیْدَ مَعْنَی التَّفْصِیْلِ فِیْ عَیْنِ الْجَمْعِ فَیَکُوْنُ الرَّامِیْ مُحَمَّدًا بِاللّٰہِ تَعَالٰی لَا بِنَفْسِہٖ - یعنی چونکہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بقا باللہ کے مقام میں تھے تو حق تعالےٰ نے آپ سے فعل کو سلب کیا کہ وَمَا رَمَیْتَ یعنی اور نہیں پھینکی تو نے مشتِ خاک اور منسوب کیا اس فعل کو آپ کی طرف کہ اِذْ رَمَیْتَ یعنی جب پھینکی تو نے اور ثابت کیا وہ فعل اپنے واسطے کہ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی اور اللہ نے پھینکی تاکہ عین جمع میں تفصیل کے معنے کا افادہ کرے - پس ہوگا پھینکنے والا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اللہ کے نہ ساتھ نفس اپنے کے - انتہیٰ - اور فتوحاتِ مکیہ باب ۵۰ میں فرمایا وَمَا رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی فَھُوَ الرَّامِیْ بِالصُّوْرَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ یعنی نہیں پھینکی تو نے جس وقت پھینکی تو نے لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکی - پس اللہ تعالیٰ ہی صورتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پھینکنے والا ہے -

اور فتوحات باب ۱۹۸ میں فرمایا وَمَا رَمَیْتَ مِنْ کَوْنِکَ خَلْقًا اِذْ رَمَیْتَ مِنْ کَوْنِکَ حَقًّا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی لِاَنَّہُ الْحَقُّ - یعنی اور نہیں پھینکی تو نے از روئے اپنے خلق ہونے کے جبکہ پھینکی تو نے از روئے اپنے حق ہونے کے لیکن اللہ نے پھینکی اس لئے کہ وہ حق ہے - انتہیٰ -

اور فصوص الحکم فصِ الیاسی میں فرمایا - وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وَالْعَیْنُ مَا اَدْرَکَتْ اِلَّا الصُّوْرَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ الَّتِیْ ثَبَتَ لَھَا الرَّمْیُ فِی الْحِسِّ وَھِیَ الَّتِیْ نَفَی اللّٰہُ الرَّمْیَ عَنْھَا اَوَّلًا ثُمَّ اَثْبَتَہٗ لَھَا وَسَطًا ثُمَّ عَادَ بِالْاِسْتِدْرَاکِ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّامِیْ فِیْ صُوْرَۃٍ مُحَمَّدِیَّۃٍ وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِیْمَانِ بِھٰذَا فَانْظُرْ اِلٰی ھٰذَا الْمُؤَثِّرِ حَتّٰی نَزَلَ الْحَقُّ فِیْ صُوْرَۃٍ مُحَمَّدِیَّۃٍ وَاَخْبَرَ الْحَقُّ نَفْسَہٗ عِبَادَہٗ بِذٰلِکَ فَمَا قَالَ اَحَدٌ مِّنَّا عَنْہُ ذٰلِکَ بَلْ ھُوَ قَالَ عَنْ نَفْسِہٖ وَخَبَرُہٗ صِدْقٌ وَالْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ سَوَاءٌ اَدْرَکْتَ عِلْمَ مَا قَالَ اَوْ لَمْ تُدْرِکْہُ فَاِمَّا عَالِمٌ وَاِمَّا مُسْلِمٌ مُؤْمِنٌ - یعنی اور نہیں پھینکی تو نے کنکریاں جب پھینکی تو نے بلکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں پھینکا - اور آنکھ نے صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا - جس کے لئے حس میں رمی ثابت ہے اور پہلے اللہ نے اس صورت محمدیہ سے رمی کے فعل کی نفی فرمائی پھر اِذْ رَمَیْتَ کے لفظ میں صورت محمدیہ کے لئے اسکو وسط میں ثابت کیا - پھر لٰکِنَّ حرفِ استدراک کے ساتھ عود کیا کہ اللہ ہی صورتِ محمدیہ میں رامی ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے - اب اس مؤثر کو تم دیکھو (کہ فعل کے ظاہر کرنے کو وہ مظاہر میں کیسا نزول فرماتا ہے) حتےٰ کہ حق تعالےٰ صورت محمدیہ میں نازل ہوا اور خود حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی

ذات سے اس کی خبر دی۔ اور اُس کو ہم میں سے کسی نے نہیں کہا ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالےٰ اپنے نفس سے اُسکو فرمایا۔ اور اس کی خبر سچی ہے۔ اور اُس پر ایمان لانا واجب ہے خواہ تم اس کے کہنے کے راز کو سمجھو یا نہ سمجھو۔ پس تم یا عالم متحقق ہو گے یا مسلمان مومن جو تقلید کرتا ہے۔ انتہیٰ۔ وَقَالَ العارف الرومی قدس سرہ فِی المثنوی المعنوی ؎

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گفت حق — کارِ حق با کارہا دارد سبق —

گر بپرانیم تیر آں نے زماست — ما کمان و تیر اندازش خدا است

تا نشد مغلوب کس ایں کہر منیافت — گر تو خواہی آں طرف باید شتافت

قولہٗ تعالےٰ۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورہ النساء)

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔ ظَاہِرُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ تَدُلُّ عَلَی الْوَسِیْلَۃِ وَالْوَسِیْلَۃُ مِنَ اللّٰہِ ھُوَ الرَّسُوْلُ۔ اَیْ مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ بِوَسِیْلَۃِ الرَّسُوْلِ وَھٰذَا مَقَامُ الْاَمْرِ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَاطِنُ الْاٰیَۃِ اِشَارَۃٌ اِلٰی عَیْنِ الْجَمْعِ حَیْثُ یَنْدَرِجُ صِفَاتُہٗ تَحْتَ صِفَاتِ الْقِدَمِ وَیَفْنِیْ خَلْقُہٗ فِیْ خُلُقِ الْاَزَلِ وَیَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْفَنَاءِ بِصِفَۃِ الْبَقَاءِ وَیَکُوْنُ مِرْاٰۃَ الْحَقِّ تَجَلّٰی مِنْہُ لِلْخَلْقِ فَاِذَا کَانَ کَذَالِکَ اَمْرُہٗ وَطَاعَتُہٗ مَعَ اَمْرِ اللّٰہِ وَطَاعَتِہٖ وَاحِدٌ لِمَوْضِعِ اِتِّصَافِہٖ وَاِتِّحَادِہٖ (وَقَالَ) وَقِیْلَ طَاعَۃُ الرَّسُوْلِ طَاعَۃُ الْحَقِّ لِفَنَائِہٖ عَنْ اَوْصَافِہٖ وَقِیَامِہٖ عَلٰی اَوْصَافِ الْحَقِّ وَفَنَائِہٖ عَنْ رُسُوْمِہٖ وَبَقَائِہٖ بِالْحَقِّ ظَاھِرًا وَّبَاطِنًا فَطَاعَتُہٗ طَاعَتُہٗ وَذِکْرُہٗ ذِکْرُہٗ۔ (ترجمہ) ظاہر اس آیت کا وسیلہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور وسیلہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ یعنی جس نے رسولؐ کی اطاعت کی۔ اُس نے رسولؐ کے وسیلہ سے اللہ کی اطاعت کی۔ اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں امر اور عبودیت کا مقام ہے۔ لیکن باطن اس آیت کا عین الجمع کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی صفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفاتِ قدم میں درج ہیں۔ اور خلق آپ کا خلقِ ازل میں فنا ہے۔ اور آپ فنا کے تحت سے صفتِ بقا کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ اور آپ آئینۂ حق ہیں۔ جس سے خُدا نے خلق پر تجلی کیا ہے۔ پس جب معاملہ یہ ہے تو آپ کا امر اور آپ کی اطاعت خدا کے امر اور اُس کی اطاعت کے ساتھ واحد ہے کیونکہ آپ اتصاف اور اتحاد کے مقام میں ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اور فرمایا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت خدا کی طاعت ہے۔ اسلئے کہ آپ صفات سے فانی اور صفاتِ حق کے ساتھ قائم ہیں اور اپنی رسُوم سے فانی اور حق کے ساتھ ظاہر اور باطن میں

باقی ہیں - پس آپ کی طاعت خدا کی طاعت اور آپ کا ذکر خدا کا ذکر ہے - انتہیٰ

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کیا عمدہ فرماتے ہیں ؎

چوں تہی شد از خود و پُر شد ز دوست — بیشکے فرمانِ ایں فرمانِ اوست

اور فتوحات مکیہ باب ۲۸۶ میں حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں -

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ لِاَنَّہٗ لَا یَنْطِقُ اِلَّا عَنِ اللّٰهِ بَلْ لَا یَنْطِقُ اِلَّا بِاللّٰهِ بَلْ لَا یَنْطِقُ اِلَّا اللّٰهِ مِنْہُ فَاِنَّہٗ صُوْرَتُہٗ - یعنی جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طاعت کی تحقیق اُس نے خدا کی طاعت کی - اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں بولتے مگر اللہ سے بلکہ نہیں بولتے مگر اللہ کے ساتھ بلکہ نہیں بولتے مگر اللہ کے لئے اللہ ہی سے - کیونکہ آپؐ اللہ تعالےٰ کی صورت ہیں - انتہیٰ -

اور قولہٗ تعالےٰ - قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ کی تفسیر میں فرمایا وَ مَعْنٰی اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اَطِیْعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یعنی طاعت کرو اللہ اور رسول کی - اس کا یہ معنے ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی طاعت کرو - اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے رسولؐ کی طاعت کی تحقیق اُس نے اللہ کی طاعت کی انتہیٰ - (تفسیر شیخ الاکبرؒ)

قولہٗ تعالےٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (الحجر) - حضرت عبدالکریم جیلی قدس سرہٗ کتاب انسان کامل باب ۳۱ میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں - فَالْقُرْاٰنُ ھٰھُنَا عِبَارَۃٌ عَنِ الْجُمْلَۃِ الذَّاتِیَّۃِ لَا بِاعْتِبَارِ النُّزُوْلِ وَلَا بِاعْتِبَارِ الْمَکَانَۃِ بَلْ مُطْلَقِ الْاَحَدِیَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ مُطْلَقُ الْھُوِیَّۃِ الْجَامِعَۃِ لِجَمِیْعِ الْمَرَاتِبِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّئُوْنِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ وَالْمُعَبَّرُ عَنْھَا بِسَاذِجِ الذَّاتِ مَعَ جُمْلَۃِ الْکَمَالَاتِ وَلِھٰذَا قُرِنَ بِلَفْظِ الْعَظِیْمِ لِھٰذِہِ الْعَظْمَۃِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ عِبَارَۃٌ عَمَّا ظَھَرَ عَلَیْہِ فِیْ وُجُوْدِہِ الْجَسَدِیِّ مِنَ التَّحَقُّقِ بِالسَّبْعِ الصِّفَاتِ - یعنے پس قرآن سے یہاں جُملہ ذاتیہ مراد ہے - نہ نزول کے اعتبار سے اور نہ مکانت کے اعتبار سے - بلکہ مطلق احدیت ذاتیہ مراد ہے - جس کو مطلق ھُویت کہتے ہیں - اور وہ تمام مراتب اور صفات اور شیون اور اعتبارات کی جامع ہے - اور ذاتِ ساذج مع جُملہ کمالات کے ساتھ معبر ہے اور اسی عظمت کی وجہ سے لفظ عظیم کے ساتھ متصل ہے - اور سبع مثانی اس چیز سے مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آپؐ کے وجود جسدی میں سات صفات ذاتیہ کے ثابت ہونے سے ظاہر ہوئی ہے - انتہیٰ -

اور کتاب الکہف والرقیم میں فرمایا فَاَشْھَدَ فِی الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰے اِتِّصَافَ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالسَّبْعَةِ الْاَوْصَافِ النَّفْسِیَّةِ الَّتِیْ هِیَ الْحَیَاةُ وَالْعِلْمُ وَالْاِرَادَةُ وَالْقُدْرَةُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْکَلَامُ وَشَهِدْتُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اتِّصَافِهٖ بِاَوْصَافِهٖ عَیْنَ الذَّاتِ الْغَائِبِ فِیْ هُوِیَّةِ الْغَیْبِیَّاتِ وَهُوَ الْمُشَارُ اِلَیْهِ فِی الْاٰیَةِ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ ط - یعنی اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سات ذاتی صفتوں کے ساتھ متصف ہونے کا مشاہدہ کرایا - اور وہ یہ ہیں - حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام - اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صفات الٰہی کے ساتھ موصوف ہونے کے بعد عین ذات مشاہدہ کیا جو کہ غیبوں کی ھویت میں پوشیدہ ہے - اور اس کی طرف آیت میں قرآن عظیم کے ساتھ اشارہ کیا گیا - انتہیٰ -

اور صاحب عرائس البیان اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں - فِیْهِ بَیَانُ التَّخَلُّقِ وَالْاِتِّصَافِ بِصِفَاتِهِ الْقَدِیْمَةِ وَاَخْلَاقِهِ الْکَرِیْمَةِ اَیْ اَلْبَسْنَاكَ اَنْوَارَ سَبْعِ الصِّفَاتِ مِنْ صِفَاتِنَا لِتَتَّصِفَ بِهَا وَتَتَخَلَّقَ بِخُلُقِهَا فَتَکُوْنَ رَبَّانِیًّا اِلٰهِیًّا جَبَرُوْتِیًّا مَلَکُوْتِیًّا جَلَالِیًّا جَمَالِیًّا نُوْرِیًّا قُدُسِیًّا اَوَّلِیًّا اٰخِرِیًّا رَحْمَانِیًّا رَحِیْمِیًّا ذَاتِیًّا صِفَاتِیًّا وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ سَبْعُ بِحَارِ الصِّفَاتِ الْقَدِیْمَةِ فَغَسَلَهٗ فِیْهِ وَاَلْبَسَهٗ مِنْ اَنْوَارِهَا کِسْوَةَ الرُّبُوْبِیَّةِ حَتّٰی یَکُوْنَ مِرْاٰةَ اللّٰهِ فِیْ بِلَادِ اللّٰهِ وَعِبَادِهٖ فَسَقَاهُ مِنْ بَحْرِ عِلْمِهٖ شَرَابَاتٍ وَمِنْ بَحْرِ قُدْرَتِهٖ وَمِنْ بَحْرِ سَمْعِهٖ وَمِنْ بَحْرِ بَصَرِهٖ وَمِنْ بَحْرِ کَلَامِهٖ وَمِنْ بَحْرِ حَیٰوتِهٖ فَصَارَ عَالِمًا بِعِلْمِهٖ قَادِرًا بِقُدْرَتِهٖ سَمِیْعًا بِسَمْعِهٖ بَصِیْرًا بِبَصَرِهٖ مُتَکَلِّمًا بِکَلَامِهٖ مُرِیْدًا بِاِرَادَتِهٖ حَیًّا بِحَیٰوتِهٖ فَعَلِمَ بِعِلْمِهٖ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ وَیُقَلِّبُ الْاَعْیَانَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِقُدْرَتِهٖ وَیَسْمَعُ حَرَکَاتِ الْخَوَاطِرِ وَبِسَمْعِهٖ وَیَرٰی مَا فِی الضَّمَائِرِ بِبَصَرِهٖ وَیَتَکَلَّمُ بِحَقَائِقِ الرُّبُوْبِیَّةِ وَالْعُبُوْدِیَّةِ بِکَلَامِهٖ وَیَکُوْنُ مَا اَرَادَ بِاِرَادَتِهٖ وَیُحْیِی الْقُلُوْبَ الْمَیِّتَةَ وَالْاَبْدَانَ الْفَانِیَةَ بِحَیٰوتِهٖ +

(ترجمہ) اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی صفات قدیمہ اور اخلاق کریمہ کے ساتھ اتصاف اور تخلق کا بیان ہے - یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اپنی سات ذاتی صفتوں کا لباس پہنایا، تاکہ تو اُن کے ساتھ متصف اور اُن کے خلق کے ساتھ متخلق ہو - اور تو ربانی - الٰہی - جبروتی - ملکوتی - جلالی - جمالی - نوری - قدسی - اوّلی - آخری - رحمانی - رحیمی - ذاتی - صفاتی ہو جائے - اور سبع مثانی سے مراد صفات قدیمہ کے سات سمندر ہیں - پس اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن میں نہلا دیا اور اُن صفات کے انوار سے آپ کو ربوبیت کا لباس پہنایا، تاکہ آپ اللہ کے شہروں اور اُس کے بندوں میں آئینہ خدا ہو گئے - پس حق سبحانہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم اور قدرت اور سمع اور

بصر اور کلام اور ارادہ اور حیات کے سمندروں سے شرابات پلائے۔ پس آپؐ اللہ تعالےٰ کے علم سے عالم اور اس کی قدرت سے قادر اور اُس کی سمع سے سمیع اور اس کی بصر سے بصیر اور اُس کی کلام سے متکلم اور اُس کے ارادہ سے مرید اور اُس کی حیات سے زندہ ہوئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے علم سے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے علم کو جانتے ہیں۔ اور قدرت الٰہی سے آسمانوں اور زمین میں اعیان کو بدلتے ہیں۔ اور خدا کی سمع سے دِلوں کی حرکتوں کو سُنتے ہیں۔ اور خدائی بصر سے مَا فِی الضَّمَائِر کو دیکھتے ہیں۔ اور خدائی کلام سے رُبُوبیّت اور عبُودیت کے حقائق بیان فرماتے ہیں۔ اور خدا کے ارادہ سے جس چیز کو چاہیں موجود کرتے ہیں۔ اور حیاتِ الٰہی سے مُردہ دِلوں اور فانی بدلنوں کو زندہ کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قولہٗ تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ (آل عمران)

صاحب تفسیر عرائس البیان اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرْاٰۃَ الْحَقِّ یَتَجَلّٰی بِجَلَالِہٖ وَجَمَالِہٖ لِلْاُمَنَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ مِنْہُ یَرَوْنَ اللّٰہَ بِرُؤْیَتِہٖ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔

یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کا آئینہ ہیں حق سبحانہٗ اپنے جلال اور جمال کے ساتھ آپ میں امینوں اور صدیقوں کے لئے تجلّی فرماتا ہے۔ اور وہ آپ کو دیکھنے سے اللہ تعالےٰ کو دیکھ لیتے ہیں مطابق فرمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ جس نے مجھ کو دیکھا تحقیق اُس نے خُدا کو دیکھا۔ انتہیٰ

اور تفسیر قادری میں کٓھٰیٰعٓصٓ کے تحت میں ہے کہ مواہب الٰہی جو حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدّس سرّہٗ پر اُترے اِس سے مواہب صوفیاں میں مذکور ہے کہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں۔ ایک صورت بشری جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ دوسری ملکی جیسا خود حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ الخ تیسری حقّی جیسا خود آپ نے فرمایا کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ اور اس سے بھی کھُلی ہوئی یہ حدیث ہے کہ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔ انتہیٰ

پس جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صرف صورت بشری کا قائل ہے اور آپ کی صورت حقی کا منکر ہے وہ قولہ تعالےٰ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے حقیقت میں حق سُبحانہٗ تعالےٰ ہی صورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ نما ہے۔ اور خود وجود قدیم جل جلالہٗ لباسِ محمدی صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وآلہٖ میں رسُولِ کریم بن کر آیا ہے۔

چنانچہ کتاب الکہف والرقیم میں شیخ عبد الکریم جیلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔
مَعْنٰی (یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ) یا سِرَّ الذَّاتِ الْخَبِیْرِ الْمَقْرُوْءِ فِی اللّٰہِ وَعَیْنَ الْقُرْاٰنِ الْمَتْلُوِّ مِنَ اللّٰہِ عَلٰی تَرْکِیْبِ حِکْمَۃِ ذَاتِ الْاَحَدِیَّۃِ (اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ) مِنْ تِلْکَ الْحَضْرَۃِ الْعَالِیَۃِ الْقُدْسِیَّۃِ الْاَحَدِیَّۃِ اِلٰی ھٰذَا الْمَشْھَدِ الْخَلْقِیِّ التَّشْبِیْہِیِّ الْاِنْسَانِیِّ الْعَبْدِیِّ +
یعنی یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ کا معنی یہ ہے کہ اے سرِ ذات جو کہ اللہ میں نہیں پڑھا گیا۔ اور عین قرآن جو اللہ سے اوپر ترتیب حکمت ذات احدیت کے تلاوت کیا گیا ہے۔ البتہ تو رسولوں میں سے ہے۔ یعنی تو اُس حضرت عالیہ قدسیہ احدیہ سے طرف اِس مشہد خلقی تشبیہی انسانی۔ عبدی کے بھیجا گیا ہے۔ انتہیٰ۔
اور چونکہ عرصۂ وجود میں غیرِ حق موجود نہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَیْ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لہٰذا عارفِ کامل نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ **قطعہ**

آمدہ از پئے رسالتِ خویش — غیر مرسل بداں رسول اللہؐ
خود فرستندہ خود فرستادہ — سوئے خود شد رواں رسول اللہؐ

لیکن یہ حقیقت عوام تو کجا خواص کے فہم سے بھی بالاتر ہے۔ مدارج النبوت میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فرماتے ہیں۔ حقیقت آنست کہ ہیچ فہم و ہیچ قیاس تحقیقت مقام آنحضرت ولکنہ حال وے عظیم صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ ہست نرسد و ہیچ کس اُو را چنانکہ اوہست بجز خدا نہ شناختہ (اور فرمایا) کہ آیہ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ الخ میں کلمات سے مراد اہل التحقیق کے نزدیک آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فضائل اور کمالات اور حقائق اور معارف ہیں۔

بیت ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند — بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک۔

اور عرائس البیان میں ہے قَالَ سُبْحَانَہٗ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝ رَفَعَ قَدْرَہٗ عَنْ اِدْرَاکِ کُلِّ دَرَّاکٍ وَاَعْلٰی ذِکْرَہٗ بِذِکْرِہٖ عَنْ اَلْسِنَۃِ کُلِّ وَصَّافٍ لَا یَصِفُہُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ بِکَمَالِ وَصْفِہٖ لِاَنَّہٗ کَانَ مُتَسَلِّیًا بِاَنْوَارِ الرَّبُوْبِیَّۃِ مِنْ اَوْصَافِ الْحُدُوْثِیَّۃِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ہر ادراک کرنے والے کے ادراک سے بلند فرمائی۔ اور آپ کا ذکر اپنے ذکر کے کے ساتھ تمام تعریف کرنے والوں کی زبانوں سے بالاتر فرمایا۔ اوّلین و آخرین آپ کے وصف کماحقہٗ سے عاجز ہیں۔ کیونکہ آپؐ ربوبیت کے انوار کے ساتھ حدوثیت کے اوصاف سے خارج ہیں۔
قال الجامی قدس سرہ السامی :

قدم رنگ حدوث از جان او شست ۔ وجوب آلائش امکان او شست

اور لیکن عاشقان جمال محمدی و مشتاقان کمال احمدی صلی اللہ علیہ وسلم بعد حصول قرب ذات ذوالجلال والافضال اور وصول ببارگاہ خاص ایزد متعال مطابق حدیث قدسی کنت بصرہ الذی یبصر بہ (مندرجہ بخاری) خدا کی آنکھ سے چہرۂ انور حقیقت آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ کرتے ہیں ؎ دیدۂ مجنون باید جمال لیلےٰ را ۔

چنانچہ صاحب تفسیر عرائس البیان قولہٗ تعالےٰ ۔ وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ کے تحت میں فرماتے ہیں ۔ کہ مَنْ نَظَرَ بِنَفْسِهٖ اِلَى الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَ عَنْ اِدْرَاكِ مَعَانِيْهِ حَتّٰى يَنْظُرَ بِبَرَكَةِ الرَّسُوْلِ اِلَى الرَّسُوْلِ بَلْ هُوَ اَيْضًا قَاصِرُ الْبَصَرِ حَتّٰى يَنْظُرَ بِالْحَقِّ اِلَيْهِ وَمِنَ الْحَقِّ اِذْ ذٰلِكَ يَتَبَيَّنُ لَهٗ شَرَفٌ مَا خُصَّ بِهٖ یعنی جس نے اپنے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا وہ آپکے معانی کے ادراک سے محجوب رہا ۔ یہاں تک کہ رسول کی برکت سے رسول کو دیکھے ۔ بلکہ وہ بھی دیکھنے سے قاصر ہے ۔ حتےٰ کہ حق کے ساتھ حق سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے اس وقت خاص شرف محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوگا ۔ اور لسان حقیقت اس طرح مترنم ہوگی ؎

میداں بیقیں کہ در جہاں نیست دگر = حق ست محمد است ظاہر بظہور

حق عین محمد و محمد ہمہ حق ۔ فافہم ھٰذا بیان سِرٍّ مُضمر

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نورہٖ وظہورہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔ اپنی خیریت سے ہمیشہ اطلاع دیتے رہا کریں تاکہ تسلی رہے ۔ از جانب جملہ درویشاں بعد شوق سلام و نیاز ۔ الٰہی زود بمقصود رساناد بحرمۃ النون والصاد ۔ زیادہ دعا ۔ فقط

الراقم ۔ خادم الفقرا غلام محمد بقلم خود ۔

۷۸۶

بگرامی خدمت یار محرم اسرار کاشف الانوار ۔ واقف الاسرار برگزیدۂ کردگار مقبول نبی المختار منظور اولیائے کبار میاں اللہ یار صاحب سلمکم اللہ الغفار ۔

بعد تحفۂ سلام مسنون خیر الانام و دعائے ترقی درجات الی نہایۃ النہایات وکمال ادب چوں نون سرنگوں سجدۂ تعظیم وتکریم بجا آوردہ دست بستہ بصد عجز و نیاز عرض پرداز آنکہ ۔

الحمد للہ رب العٰلمین فی کل حال کہ بفضل ذوالجلال والافضال خانہ دل آباد و یاران جانی کی یاد سے خرم و شاد ہے ۔ غزل ناتمام ازیں غلام

من خستۂ خدنگ چشمان دوستانم — من بستۂ کمند زلفان دوستانم
من کشتۂ نگاہِ یاران ماہ لقائم — من زندۂ ز آب حیوان دوستانم
من من نیم کہ یاراں مارا ز مار بودہ — زیں جان و دلبربائی حیران دوستانم
یاران ما چرا نہ بر ما کرم نمایند — چوں من فدائے یاراں قربان دوستانم
مدح و ثنائے یاراں مارا خوش است واللہ — من عندلیب زار بستان دوستانم
گر گو بیندم کہ جاں دِہ عند جاں فدا سازند — من بندہ بزیر فرمان دوستانم
بیند غلام بیدل چوں روئے یار جانی — خندد چو لعلہائے خندان دوستانم

والحمدللہ کہ پھر دل کا دیوانہ۔ شمع حسن کا پروانہ جرعۂ شوق کا مستانہ مندرجہ ذیل محبت کے ترانہ میں مشغول ہے

اگر شاہم گدائے کوئے یارم — دگر ماہم فدائے روئے یارم۔
نماز زاہداں شد سوئے کعبہ — نماز عاشقاں چو سوئے یارم
معطر گشت از وے طرۂ حور — تعالی اللہ زہے خوشبوئے یارم
خجل گردید سنبل در گلستاں — چوں دیدہ عنبر افشاں موئے یارم
ہمہ دلہائے عالم را گزیدہ — زہے مار سیاہ گیسوئے یارم
دماغم نکہت گل را نخواہد — چوں من مدہوش و مست بوئے یارم
غلام بے نوا خندید چوں گل — ازاں روزیکہ دیدہ روئے یارم

والحمد للہ رب العالمین فی کل حال کہ طوطی شیریں مقال جان بزبان حال باز بترانۂ زندانم آغاز نمودہ

اگر زاہد روی رونے میان کوئے جانانم — بگرد کعبہ کے گردی چو بینی روئے جانانم
مکن سجدہ مکن سجدہ بسوئے کعبہ اے زاہد — بیا ایں جا و کن یک بار سجدہ سوئے جانانم
بگرد کعبہ گر دیدم میان دیر ہم دیدم — سجود خلق را محراب ہست ابروئے جانانم
فروز روز اسلام است از خورشید رخسارش — رموز ظلمت کفر است در گیسوئے جانانم
اگر سوزد و گر سازد بہ عشاقان نگار من — بود مطبوع خاطر عاشقاں را خوئے جانانم
غلام از نکہت گل فارغم و ز مشک انغرہم — دماغم چوں معطر گشت از خوشبوئے جانانم

والحمد اللہ کہ باز شاہباز دل بصحرائے عشق پرواز نمودہ بشکریہ نغمائے مرشد بہ زبان شیریں بیان خود کشودہ

بہ لطف و رحمت پیر مغاں شدم دلشاد — مہروش عالم غیبم دہد مبارک باد
بیمن دولت و اقبال مرشد کامل — ز قید نفس و کمند ہوا شدم آزاد
ہزار شکر کہ ساقی بادۂ وحدت — برائے تشنہ لباں خانہ خمار کشاد

قبول باد الٰہی دُعائے میخواراں — کہ باد ساقی و میخانہ تا ابد آباد
عطائے شیخ بُود ورنہ من چہ ام چہ کسم — کہ تاج عزّت شاہانہ بر سرم بنہاد
سگِ جناب مغانم من از ازل یا رب — سرم ز خاکِ رہش تا بہ حشر دُور مباد
غلام خواجۂ شیر محمّدم واللہ —
کہ ہست کعبۂ ابدال و قبلۂ اوتاد —

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہ حامِداً و مُصلّیاً و مُسلّماً

بگرامی خدمت حضور لامع النور مہبط کرامات الٰہی مَورِد الہامات نامتناہی کاشفِ اسرار۔ واقفِ انوار محبوبِ پروردگار، یارِ وفادار میاں اللہ یار سلّمکم اللہ الغفّار۔

بعد السّلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ وذوقہٗ وشوقہٗ وعرفانہٗ باللہ واضح ضمیر بیضا نظیر باد۔

رُباعیہ

امروز کہ در خلوت جاں برسیدم — احوال تو از حضرتِ دِل پُرسیدم
گفتند کہ محبوبِ خدا ہست بخواب — پائے تو یمین در بَرِ مرشد دیدم

تُرا مبارک باد بارِ دیگر مبارک باد کہ سِرِّ حق مے دانی و لوح محفوظ مے خوانی و بامرِ الٰہی زباں مے رانی و برما یاں مہربانی بدیدۂ دِل لقائے حق مے بینی و بدستِ جاں گلہائے مُطلق مے چینی۔ مرادِ ہر کس مے دِہی و پائے خود بر فلکِ ہفتم مے نہی۔

رباعی

پلئے کہ بر آسمان ہفتم باشد — زودست کہ بر عرش معظم باشد
نے نے کہ ہم از عرش بود بالا تر — زیرا کہ دِل از عرش مقدّم باشد

وعدۂ تو مرا یاد است و برائے ایں دِل شاد است ترا کہ مُلکِ جان آباد ست از ما افتادگاں فریاد ست بر آسماں رسیدہ زعینیاں را در باب۔ در ملکِ جان آمدہ سوئے یا بگلاں بشتاب۔ خدا را دیدی ما را ہم بگو۔ کلامِ حق شنیدی ز ما ہم شنو۔ آنچہ در حق ما مے دانی بگو کہ دِلِ غمگیں تسکین یابد و در قربِ حق تمکین یابد چہ کنم دِلِ مَن پارہ جان مَن آوارہ از یار جُدا گشتہ مثلِ ماہی بے آب خستہ۔ در عینِ آب آب مے جویم خود وصل و دریا و ہویم نہ ما ست نہ ہو نہ ایں ست نہ او نہ من ست نہ تو ملا افنہ دیں من لائق ایں گفتگو نیم مَن ناچیز نزدِ تو کیم۔ — آرے پیرِ من کمال است ما را خام خیال است کہ از پیر خدا مے خواہم نے بلکہ از خُدا پیر باید طلبید۔ مَن پیر یافتم دستگیر یافتم۔ ماہ مراد بر آمد۔ شب فراق سر آمد۔ بازچہ

گویم - چہ نویسم - دِل دَرسینہ مے طپید گہ نور گہ خاک گہ نجس گہ پاک گہ غمگین گہ شاد گہ ویراں گہ آباد
کلام ابتر مے رود معذور دارند حرفِ خطا رفتہ معاف فرمایند دردِ ما را صاف پندارند و دُعاء
فرمایند و در حق ما استدعا نمایند کہ غم غیر نماند و تمیز کعبہ وَ دَیر نماند - چوں بابنجا رسیدم ازطوالت
ترسیدم بار دگر ہوس کردم و بریں رُباعی بَس کردم -

رُباعی -

اے آنکہ تو ہم سِرِ خدائے دانی — وَز لوح و قلم حرفِ سُخن مے رانی
احوالِ مَن خستہ زِ لوح گر خوانی — ہر نامہ نوشتہ سُوئے مَن برسانی

برائے تسکینِ خاطرِ فقیر نامہ فیض شمامہ تحریر فرمودہ دُعائے ازدیادِ توقیر گیرند - ظلّکم ممدود باد -
بالنّبیؐ وَ آلہٖ الامجاد - مندرجہ ذیل تعویز فرمُودہ حضرت علی علیہ السلام بطور ہدیہ ارسالِ خدمتِ عالیہ
گردہ مے شود - منقول است از امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عَنہُ و کرم اللہ وجہہ
کہ فرمُود کہ ہر کہ ایں طلسم را با خود دارد از سحر و بلا و امراض در حفظِ خدائے تعالےٰ باشد باعزت و
آبرو گردد - و فتوحاتِ غیبی و فیوضاتِ لاریبی بَروئے متوجہ گردد - انیست -

ھھھھھ

۶۶۶۶۶۶ وھصہا
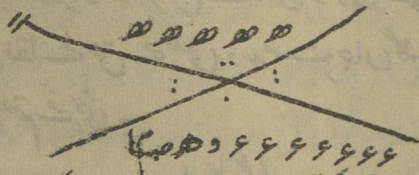
دیگر بخدمتِ جمیع برادران السلام عَلَیکُم وَ رحمت اللہ وَ برکاتہٗ واضح باد -
الراقم - بندہ غلام محمدؐ از چک نورنگ شاہ ڈاکخانہ و تحصیل کبیروالہ ضلع ملتان بقلم خود

فیاضا - ایں نامہ دراندک وقت بلا تکلف نوشتہ شُد - اگر خطا یابند معاف فرمائید - جواب
ضرور ارسال نمُودہ مسرور فرمائید - تاکید مزید ست - انتظار شدید ست - جانم بلب رسیدست
اگر بمیرد شہید ست - کلام طول ست مگر فضول نیست - گفتگوئے شوق ست ہا و ہوئے ذوق
ست - دلم مشتاق ست کمال اشتیاق ست - اگر گویم رواست کہ دِل مَن باشما ست - دلم
بے اختیار ست قلم در رفتار ست - نامہ جامہ سیاہ پوشید حدیثِ دلم بآخر نرسید - حال دلم دیدہ
از نامہ پرسیدہ - زود برخیز دِل بدلم بیامیز - نامہ بنویس سُوئے مَن بفرلیس - اگر نہ نویسی ہمیں خواہم نوشت
اینچہ معنی کہ مَن در دوزخ و تو در بہشت - اللہ غنی مَن گلخنم و تو گلشنی - ترا مبارک باد - بارِ دگر مبارک باد

مُلکِ تو آباد ست - دِلِ من شاد ست - من غلامِ توام - تو مولائے منی - من دامِ توام تو عنقائے منی - آنچہ نوشتم خوب است - غرض خدا مطلوب ست - این چنیں کافی ست - ذاتِ حق شافی ست - اللہ بس باقی ہوس - مرام تو بکام باد بحرمت النُون والصّاد ! فقط -

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ حامداً و مصلیاً -

بگرامی خدمت فیض درجت مکرم معظم اخی الاعظم مخصوص باکرام کرامت موصوف بالنعام خلافت یار وفادار دوست غمخوار خلاصہ کردگار برگزیدہ پروردگار میاں اللہ یار دام ذوقہٗ وشوقہٗ وشہودہٗ وعرفانہٗ باللہ الغفار

شعر - سَلَامٌ عَلَیْکَ سَلَامٌ عَلَیْکَ = رُوْحِیْ فِدَاکُمْ وَقَلْبِیْ لَدَیْکَ

بعد سلام مسنون خیر الانام واضح ضمیر بیضا نظیر باد کہ نوازش نامۂ فیض شمامہ حضور لامع النور شرف صدور آورد فرحت فراواں روئے نمود و خورشید سرور از مشرقِ دل در عرصۂ وجود طلوع فرمود -

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ کَمَالِکُمْ وَتَکْمِیْلِکُمْ -

الحمد للہ والمنۃ کہ بحرمت دعائے اہل کمال توفیقِ ذوالجلال شاملِ حال ایں چنیں است کہ اشتغال بہ نوافل تمام مندرجہ اسرار المعرفت در نصیب کمترین است - آں دوستِ دلشاد رامبارک باد و دعا فرمایند کہ حق سبحانہٗ استقامت بریں و اخلاص بہتریں عطا فرماید - و ترقی و قرب و حضور در رضامندی و توحیدِ خالص مرحمت کند - آمین ثم آمین ثم آمین -

نیز بفضلہٖ تعالےٰ مرض معلومہ مندفع گردیدہ - مگر قدرے شکایت باقی ست - اگر میسر گردد و نسخۂ معلومہ ارسال نمائید تا در نماز و نیاز خللے نیفتد - بعوض دوا دعا گیرند - شکر خدا ست و احسانِ خداوندی بے بہا ست کہ جمعیت نصیب است - زیرا کہ پیر کامل طبیب است - انشاءاللہ المجیب وصلِ یاراں عنقریب است طائر ادراک در فضائے عالم پاک طیران است - عقل فعال در کنہ ذاتِ ذوالجلال حیران است - مرغِ دل از قفس وجود پریدن خواہد - سیمرغ روح در قاف قرب رسیدن خواہد دیدۂ دل منتظر منظر اعلےٰ ست - بلبل جاں شیفتۂ حق تعالیٰ است - بوالعجب بلبلیکہ خود گل خود دوست وطرفہ تر آں گلے کہ عین خوشبو ست - بلبل چیست ؟ حضرتِ انسان است - وآں گل کیست ؟ وحدت سبحان است - وخوشبو مراد باحدیت ذات است - کہ عین مجموعۂ موجودات است - ہیہات ہیہات ہیہات کجا افتادم و چہ مے گویم - من لائق آں سخن نیم کہ در پئے ادیم - معذور دارند و مشکور دارند خامۂ خام است کہ بے لگام است ورنہ من کجا و این سخن کجا - مصرعہ ؎ چہ نسبت خاک را باعالمِ پاک ترا مبارک باد کہ معبودِ خود را دیدی و مراہمِ دلشاد کہ بمقصودِ خود رسیدی -

ابیات

تاجِ خلافت تُرا مبارک باد = طوقِ کرامت تُرا مُبارک باد

شرفِ وزارت ترا مبارک باد = طرزِ امارت تُرا مُبارک باد

دیدۂ حق بین تو شدہ روشن = نُورِ بصارت تُرا مبارک باد

چشمِ بصر و رویت خداوندی = رُوزِ قیامت تُرا مبارک باد

حاملِ جذباتِ ذاتِ حق گشتی = بارِ امانت تُرا مبارک باد

شرفِ قبولیت بود را خوشتر

مدحِ غلامت ترا مبارک باد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .... (بجانب سید عابد حسین شاہ ادرسیر)

اے چراغِ کلبۂ احزانِ ما = آفتابِ آسمانِ جانِ ما

ہست رخسارِ تُو بروجہ کمال = آئینہ دارِ جمالِ ذُوالجلال

ابروانت قابَ قوسین آمدہ = کعبۂ جان قبلۃُ العین آمدہ

ہست وجہُ اللہ جمالِ روئے تو = سجدۂ اہلِ نگاہاں سُوئے تو

چشمِ تو میخانۂ مستانِ عشق = زُلفِ تو زنجیرِ پا بُستانِ عشق

جانِ میخواران شدہ رُوزِ الست = از شرابِ لعلِ میگون تو مست

سیدا۔ محبوبِ جانی خود توئی = گر بدانی ور ندانی خود توئی۔

خود توئی معشوق معنی فی المثل = گوہر یکتائے بحرِ لم یزل

جانِ تو پروردۂ سبُّوحی است = رُوحِ تو میخوردۂ من رُّوحی است

شاہبازِ لامکانی جانِ تو = آمدہ ثُمَّ اسْتَوٰی در شانِ تو۔

حق ترا بر صورتِ خود آفرید = ہم ز تو کون و مکان آمد پدید

مخزنِ اسرارِ سبحانی توئی = مطلعِ انوارِ ربانی توئی

گر ہمی خواہی کہ بینی رُوئے یار = خویشتن بین باش تا بینی نگار

گر خدا خواہی جمالِ خویش بیں = رو وصالش در وصالِ خویش بین

جانِ من غفلت مکن ہوشیار باش = دمبدم اندر خیالِ یار باش

کیں خیالِ یار چوں گیرد کمال = ہست نزدِ کاملاں عین وصال

عارفاں

فکان قابَ قوسین او ادنیٰ ۱۲

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۱۲

اسیر گرفتاران

مراد از لب

و نفخت فیہ من روحی ۱۲

ثم استوا علی العرش ۱۲

ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ

عارفان حق چہ نیکو گفتہ اند = گوہر اسرار معنی سُفتہ اند

"کُن بدینگونہ تصور دمبدم = من نیم یار است از سر تا قدم"

"تو مباش اصلاً کمال اینست و بس = تو درو گم شو وصال اینست و بس"

تا ز سر تا پا خدا بینی تمام = سر زند از تو انا اللہ والسلام

انی انا اللہ

اے عزیز از شام تا صبح و از صبح تا شام لحظہ بلحظہ علی الدوام بہ نسبت وحدت یعنی مراقبۂ وحدت الوجود بہمت تمام مشغول باشند کہ شغلِ عارفان کاملاں ہمین است و اصلِ اصول ہمہ کار دین است یعنی فقط کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کہ لاموجود الا اللہ است ہر وقت ملحوظ دارند۔ بلکہ "من نیم اوست" ہمیشہ لقب العین خود سازند و برقعہ صورت شیخ بپوشند کہ ظہور معنائے محمد رسول اللہ در وست و مظہر حقیقت اسمِ الٰہیہ خود اوست

و در پاس انفاس دمبدم مشغول باشند۔ وقتے کہ اللہ گویند بدل اندیشند کہ در ظاہر من اللہ است و وقتیکہ ھُو گویند بدانند کہ در باطن من ہمانست۔ پس ظاہر و باطن خود را عین حق دانستہ باشند تا معنی ھو الظاہر ھو الباطن کما حقہٗ منکشف گردد۔

و اے عزیز زنہار کہ نومید باشی زیرا کہ شاہد ازلی در گوش ہوش عاشقان لم یزلی بانگ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ در دادہ است۔ و مژدہ و اللہ رؤف بالعباد در دادہ و نوید انا عند ظن عبدی بی در مجمع جان عاشقان خود رسانیدہ است۔ مست بادۂ قیوم حضرت مولانا روم چہ خوب میفرمایند

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا = جود محتاج گدایاں چوں گدا۔

جود مے جوید گدایان وضعاف = ہمچو خوباں کائینہ جوید صاف۔

نیز اے عزیز ہمت بلند دارند کہ مدارج بمقدار ہمت دہند

فراز کنگرہ کبریاش مرغانند = فرشتہ صید و پیمبر شکار و سبحان گیر

باید کہ شاہباز ہمت بجیفۂ دنیا منقاد خود نیالاید بلکہ بکاشانۂ جنت بر سر انہا ہم نیاساید و دمبدم در فضائے لامکان در طلب دیدار حق ببال عشق پرواز نماید۔ زیرا کہ

عشق را با الصمد پیراست و ہر پے = از فراز عرش تا تحت الثرے۔

اے عزیز عشق خود عجیب چیز است۔ من در عشق چہ گویم۔ عشق خود ذات حق است کہ العشق ھو الذات عشق آتشے است کہ جز معشوق ہمہ را سوزد کہ العشق نارٌ یحرق ما سوی اللہ۔ و عشق بادہ ایست کہ مشام جان ہر کسے کہ لوئی او مے رسد او را مست ابدی گردانند و جز دوست ہمہ را فراموش سازد تا

مست بادۂ حق بدیں ترانہ مترنم گردد ؎

مَن مست مئے عشقم ہشیار نخواہم شُد = مَن خُفتہ بمعشوقم بیدار نخواہم شُد

اے عزیز اگر طالب مولائی باید کہ نہ دُنیارا جوئی و نہ آخرت را خواہی کہ یار غیور است و عین حضور است ۔ اے عزیز کرامت مخواہ کہ حجاب راہ است ۔ و خودُ را غیر مبیں کہ عین گناہ است ۔

اے عزیز آنرا کہ مے جوئی تو خود اوئی ۔ عارفے خوش گفتہ و دُرِ سُخن سفتہ ؎

اے موج زآب کے جُدائی داری = دائی اوئی وگرنہ دانی اوُئی

اے عزیز مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ نشنیدہٗ کہ خود را غیر حق دیدہٗ ۔

خویش را دریاب کہ خود شاہد و مشہودی ۔ و سوئے خود بشتاب کہ عین منزل مقصودی ۔ چوں پرکار بگرد خود بگرد کہ تو نقطۂ وجُودی و چُوں حاجیاں طواف خودُ کُن کہ قبلۂ مسجودی ۔

الٰہی زود بمقصود رساناد و بحرمۃ النبیؐ وآلہ الامجاد ۔ والحمد للّٰہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علیٰ رسُولہٖ محمدؐ وآلہٖ اجمعین ۔ الراقم ۔ خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود ۔ از جلوانہ $\frac{12}{4}$ ۱۹۴۰

بجانب سید عابد حسینؒ شاہ :۔

اے رُخِ خُوب تو بر وجہ کمال = آمدہ مرآت وجہ ذُوالجلال

مظہرِ خاص جمال حق توُئی = جلوہ گاہ ہستیِ مُطلق توُئی

گوہر بحرِ حقیقت جان تُست = کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً درشان تُست

شاہد خلوت گہ غیب از بطُون = در لباس شکل تو آمد بروُن

شاہباز لامکانی بالیقین = بر فرازِ عالم اعلےٰ نشین

بُلبلِ باغ الٰہی جان من = بہر حکمت آمدہ در قفس تن

نغمۂ توحید را آغاز کُن = باز سوئے باغ جاں پرواز کُن

باز شاہی آمدہ در صیدگاہ = باز شو باز النشین بردست شاہ

ہست مُلکِ جاں مسلّم مرترا = تو کجا و دار فانی از کجا

از ملائک ہست افزوُں جاہِ تو = قاب قوسین است منزل گاہِ تو

در ھُویت حالِ تو معلوم تُست = فرقِ قوسین از خطِ موہوم تُست

یعنی دائرہ ھویت ہر کہ از دو قوس حقی و خلقی مقوس شدہ است۔
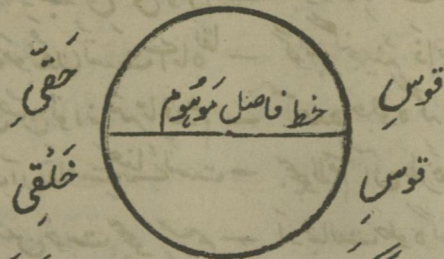
دائرہ ھویت

قوسِ حقی

خط فاصل موہوم

قوسِ خلقی

زیں خطِ موہوم خود گر دار سی — بر مقام خاص اَوْ اَدْنٰی رسی

سیدا نورِ الٰہی خود توئی — مخزن اسرار شاہی خود توئی

این وجودِ تست با عز و شرف — گوہرِ مقصود را ہمچو صدف

در حقیقت خود توئی مقصود ذات — مجمعِ مجموعۂ اسما و صفات

کاتبِ جاں[1] در ازل با ہر دو دست[2] — نقش تو بر صورت[3] اللہ ہست

چونکہ بر صورت تجلّے کردہ — از ظہورِ سخت خود در پردہ

گشت خورشیدِ احد اندر ظہور — محتجب در شدّتِ اشراقِ نور

ورنہ در ہر صورت و نقش مجاز — ہست انوارِ حقیقت جلوہ ساز

جلوہ گر در ہر دو عالم نورِ اوست — نزدِ عارف ذرہ ذرہ طورِ اوست

ہست پیش دیدۂ اہل نظر — نورِ وجہ اللہ ہر سو جلوہ گر

چشم آں باشد کہ بیند روئے دوست — نورِ چشم از جلوۂ دیدارِ اوست

کور بہ چشمے کہ دیدارے نیافت — پرتو حسن رخ یارے نیافت

یا الٰہی چشم بینائیم بدہ — آرزوئے جانِ شیدائیم بدہ

دیدۂ بینا ز ہر موئیم کشا — کز ہزاراں دیدہ ہا بینم ترا

بر کشا از ہر رگم صد صد زباں — تا سرائید نغمۂ توحیدِ جاں

در طفیلم دولتِ دیدار باد — چشم ما و حسن روئے یار باد

جلوۂ نور جمال پاک بخش — از طفیلِ سید لولاک بخش

التماسِ دردِ دل گردد قبول — صدقۂ جانِ غلامانِ رسول

[1] حق تعالیٰ ۱۲

[2] خلقت بیدی

[3] ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

ہر دمے بر سید خیر الانام — صد صلوٰۃ و صد درود و صد سلام

بنام سید عابد حسین شاہ صاحب

اے رخت آئینۂ حسن کمال — روئے تو مرآتِ وجہ ذوالجلال

آئینہ دار جمال حق توئی — جلوہ گاہ شاہد مطلق توئی

صورت موزون تست آماہ لقا — گوہر گنجینۂ ذات خدا

مصحف حسن تو از سر تا قدم — آمدہ جلوہ گہ نور قدم

چوں الف آں قامت رعنائے تست — ہمچو لام آں طرۂ زیبائے تست

غنچۂ نوشین خوبت ہمچو میم — از جمالت جلوہ گر حسن قدیم

ہر دو چشمان تو صاد اندر رقم — ابروئے تو با فترہ نون والقلم

عارض تو چوں قمر یا آفتاب — خال مشکیں نقطۂ ام الکتاب

ہست یسیں یادر دندان تو — کوثر است آں یا لب خندان تو

چہرۂ زیبائے تو اے جان جہاں — ہست محراب نماز عاشقاں

کعبۂ اہل کمال آں کوئے تو — سجدۂ صاحب جمالاں سوئے تو

آرزوئے جان مشتاقاں توئی — و آنکہ دل بر بود و جانم آں توئی

جاں ربودی جسم را بگذاشتی — ایں نہ شد رسم و راہ آشتی

از میان دیدہ رفتی جان من — از دل من چوں بروں خواہی شدن

از سواد دیدہ بیروں تاختی — در سویدائے دلم جا ساختی

جان من در ہجر جانہا سوختی — ایں ستمہا از کجا آموختی

مدتے شد کز تمنائے وصال — روز روزم مینماید سال سال

من نہ دانستم کہ در ہجر و فراق — ہست تکلیفے چنیں مالایطاق

گر خبر بودے ازیں انجام عشق — کس نہ در عالم گرفتے نام عشق

الحذر اے دل کہ حب دوستاں — ہست گلخن نیست باغ و بوستاں

لیک دل دل نیست تا عاشق نہ شد — در مقام عاشقی صادق نہ شد

عشق را آتش محمدؐ پاک گفت — گوہر العشق نار خوب سفت

غیر جاناں عشق مے سوزد تمام — عشق عین ذات باشد والسلام

خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود 5.5.69

مخلصی فی اللہ عزیز از جان برخوردار محمد یار حفظکم اللہ الغفار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد دعائے خیریت طرفین وسعادت دارین وترقی درجات وشوق ملاقات کے واضح ہو کہ درد شانہ کو پہلے کی نسبت بہت آرام ہے۔ شوگر بدستور آتی ہے۔ نیز شیعہ والا شور ابھی تک فرو نہیں ہوا۔ صرف ایک آدمی وریام اور اس کے متعلقین نے فتنہ برپا کیا ہوا ہے۔ دعا کریں ہر طرح سے خیریت رہے۔ احاطہ کے متعلق دعا ہے اللہ تعالے کرم فرماوے اور یہ کام سرانجام ہو۔ کمر درد کیوں کرتی ہے۔ خدائے کریم شفا بخشے۔ آمین۔

تنت بناز طبیباں نیازمند مباد — وجود شخص تو آزردۂ گزند مباد

بہشتی کا ایک مرتباں غلام محمد کی باری میں مقفل ہے۔ دوسرا ارسال ہے۔ جب وہ لائل پور سے واپس آیا تو روانہ کیا جاوے گا۔

نیز کلمہ طیبہ چھتر ہزار بار پڑھ کر آپ کا میرے ملک کرنا اخروی ہمدردی اور کمال اتحاد قلبی اور محبت ومودت جانی اور ایثار حقیقی کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالے آپ کو اس کے صلہ میں دہ در دنیا ستر در آخرت بلکہ مضاعف در مضاعف اجر عطا فرماوے۔ میں نہایت ممنون اور مشکور ہو کر آپ کا یہ ہدیہ مبارک قبول کرتا ہوں۔ اور آپ کا یہ احسان آخرت میں بھی نہ بھولونگا۔ اللہ تعالے آپ کو دین و دنیا میں روز افزوں ترقی عطا فرماوے۔ اور اپنی ذات پاک کا ذوق وشوق اور قرب ومعرفت اور کمال توحید اور عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرماوے۔ آمین یارب العالمین۔

سب خورد وکلاں کو از حد دعا۔ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلوانہ ۲۲/۵/۵۰

ھو الکل

نور العینین عزیز از جان محمد اقبال حسین حفظکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخلاص نامہ مل کر کاشف ما فیہا ہوا۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو سلامت باکرامت رکھے۔ اور فائز المرام بنا کر بعافیت تمام واپس وطن پہنچائے۔ صحت بفضل تعالے اچھی ہے انسولین کا انجکشن کر لیا کرتا ہوں۔ نیز ایک دوائی عزیزم عطا اللہ خاں لایا ہے۔ وہ بھی شروع کی ہوئی ہے دعا کریں شفا حاصل ہو۔ واردات قلبی کے متعلق آپ کی تحقیق رفیق پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ وَاعْلَمْ یَا وَلِیَّ الْحَمِیْمِ الْمُسَمّٰی بِالْاِقْبَالِ وَالْعِلْمِ۔ ھُوَ الْکُلُّ وَالْکُلُّ ھُوَ۔ فَھُوَ ھُوَ لَا مَوْجُوْدَ سِوَاہُ۔ وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ۔ فَلَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ اِلَّا ھُوَ فَلَا تَقُلْ کَیْفَ ھُوَ وَلَا مَا ھُوَ۔ فَھُوَ وَلَا اَنْتَ۔ بَلْ اَنْتَ ھُوَ وَھُوَ اَنْتَ بِاعْتِبَارِ الْجَمْعِ وَالتَّوْحِیْدِ۔

وَاَنْتَ اَنْتَ وَھُوَ ھُوَ بِاعْتِبَارِ التَّفْصِیْلِ وَالتَّقْلِیْدِ - بَلْ اَنْتَ وَھُوَ اسْمَانِ لِذَاتٍ وَاحِدَۃٍ بِاعْتِبَارِ جَمْعِ الْجَمْعِ فِیْ مَقَامِ الْاِسْتِقَامَۃِ وَالتَّمْکِیْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ - وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عَیْنِ ذَاتِہٖ وَمَظْھَرِ اَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ حَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دیتے رہا کریں - تاکہ تسلی رہے - دیگر ہر وجہ خیریت ہے - برخورداران راضی خوشی ہیں - از جانب جملہ درویشاں بصد شوق اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ - زیادہ سلام والدعا - خدا حافظ و ناصر و یار باد بجاہ النبی و آلہ الامجاد - مورخہ ۵.۶.۵۷ - الراقم خادم الفقرا غلام محمد بقلم خود از جلوانہ -

---

بنام محمد اقبال حسین علیمؔ دام اللہ حیاتہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اے کہ توئی نورِ دو چشمانِ من — جانِ من و جلوۂ جانانِ من

راحتِ روحم بہ تمنائے تست — نارِ دل[1] نورِ تجلائے تست

حسنِ تو مرآتِ جمالِ خداست — دیدنِ تو عینِ وصالِ خداست

ناصیہ[2] ات مطلعِ خورشیدِ ذات — چشمۂ چشمانِ تو بحرِ صفات

جلوہ طور است ہم از روئے تو — شاہدِ قوسین[3] دو ابروئے تو

ماہ درخشاں ز رخت تاب[4] یافت — لعلِ بدخشاں ز لبت آب[5] یافت

طرۂ[6] تو غیرتِ[7] مشکِ ختن[8] — بندۂ دندانِ تو دُرِ عدن

کاکلِ مشکینِ تو عنبر فشاں — غنچۂ[9] نوشینِ چو مئے[10] ارغواں

جامِ صراحی ست لب و گردنت — جان و دلم باد فدائے تنت

صدرِ تو گنجینۂ راز آمدہ — حق بدلت جلوہ طراز آمدہ

شاہدِ[11] حسن است سراپائے تو — جانِ جہاں صورتِ زیبائے تو

روشنیٔ دیدۂ جانم توئی — زندگیٔ روح و روانم توئی -

بے تو دلم ہیچ نہ گیرد قرار — پیرہنِ صبر شدم تار تار[12]

عشق بگوید کہ چہ سود از سخن — عزمِ سفر سوئے دلآرام[13] کن

زانکہ تنم ہست بقیدِ زماں — جاں بفرستم بسوئے دلستاں

دل کہ بود آئینہ ذاتِ پاک[14] — نذر[15] کنم پیش تو روحی فداک[16]

[1] نار دل
[2] پیشانی ۱۲
[3] بما گواہ قاب قوسین ۱۲
[4] روشنی ۱۲
[5] خوبی ۱۲
[6] زلف ۱۲
[7] رشک
[8] کستوری ۱۲
[9] لب شیریں ۱۲
[10] شراب سرخ رنگ ۱۲
[11] معشوق سے سر تا قدم
[12] ذرہ ذرہ ۱۲
[13] دلربا ۱۲
[14] حق سبحانہ ۱۲
[15] ہدیہ ۱۲
[16] روحم فدائے تو باد ۱۲

شیشۂ دل ہست چو نازک تریں — خستہ روانش مکن اے نازنیں
بر سر جاں سوختگاں دل بسوز — ساز شب خستہ دلاں را چو روز
باش کرم پیشہ و مسکیں نواز — دست عطا کن بغریباں دراز
سایۂ خود بر ہمہ عالم فگن — زانکہ توئی رشک ہما در زمن
چونکہ توئی بحر سخا در جہاں — ذیل کرم بر سر عالم فشاں
بلکہ وجود تو بود لا کلام —
نقطۂ پرکار دو عالم تمام —

عہ صفی پریشاں ۱۲ — عہ مشتاقاں ۱۲ — عہ خستہ ۱۲ — عہ بے شک ۱۲
عہ عاشقاں ۱۲ — عہ رحم کن ۱۲ — عہ سخی ۱۲ — عہ دائرہ

لہٗ را

نور العینین عزیز از جان محمد اقبال حسین حفظک اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ — اخلاص نامہ رسیدہ بہجت افزا گردید۔ دل مطمئن شد و روح رواں راحت یافت۔ اے عزیز آں را کہ مے جوئی تو خود اوئی۔ و آں را کہ مے خوانی تو خود آنی ہرچہ مے بینی توئی۔ اینجا نہ غیر است نہ دوئی۔ در کسوت خاکی مظہر نور ذاتی۔ و در صورت بشری جامع اسماء و صفاتی۔ تو آں مرغ الٰہی کہ عرش بریں کاشانۂ تست و تو آں سر کماہی کہ روح الامین دیوانۂ تست۔ مسبحان ملاء الاعلیٰ ساجد بارگاہ تو اند و ساکنان عالم بالا منتظر نگاہ تو اند۔ عالم کون و مکان پرتو خیال تست۔ و حسن خوباں جہاں عکس مہ جمال تست۔

نظم

اے کہ توئی جلوہ گہ ذات حق — آئینۂ حسن کمالات حق
گوہر گنجینہ ذاتش توئی — مظہر اسماء و صفاتش توئی
نور تجلائے حق اے نازنیں — در رخ زیبائے دل خویش ہیں
شاہد مقصود در آغوش تست — بلکہ ہمہ چشم و سر و گوش تست
گر طلبی وصل دلآرام فاش — چوں من با خویش بغلگیر باش
چشم تو ساقی است مئے اش نوش کن — مست شو و غیر فراموش کن
باش احد چوں الف مستقیم — نہ سر خود بر قدمت ہمچو میم
ہست نماز آنکہ گذاریش بیش — در خم محراب دو ابروئے خویش
صاد صفت چشم دلت کن فراز — تا نگری حق ز رخت جلوہ ساز
آب لب تست شراب طہور — عکس مئے جام تو اللہ نور

عہ و فی انفسکم افلا تبصرون عہ۲ (باعتبار دائرہ) عہ۳ یعنی اللہ نور السموات والارض مراد از پرتو حقیقت تست

عشق تو بر حسن تو شیدا شدہ — حسن نواز عشق ہویدا شدہ
گر نشدے عشق خریدارِ حسن — دم نہ زدے گرمئ بازارِ حسن
اے کہ توئی عاشق و معشوق ہم — خالق و مخلوق توئی لاجرم
صورت و معنائے تو باہمدگر — ہست چو فانوس و شمع جلوہ گر
ظاہر و باطن ہمہ نور آمدی — پاک ز ہر عیب و قصور آمدی
ملک و ملک زیر نگیں تو اند — ایں ہمہ نہ چرخ زمین تو اند
بلکہ دریں جلوہ گہ خاص و عام
شاہد و مشہود توئی والسلام

تا عرش و کرسی نعت سے آسمان

لرا — 31.1.56

عزیز از جان محمد سردار خاں حفظکم اللہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ خیریت نامہ مل کر مسرت کا باعث ہوا ۔ ذکر و نماز میں حفظِ اوقات کے متعلق بڑی خوشی حاصل ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ یہی توفیق عطا فرمائے رکھے ۔ اور شغلِ الٰہی روز افزوں ترقی نصیب ہو ۔ نماز میں تصورِ شیخ کا آجانا لطفِ خداوندی ہے ۔ اس کے بغیر حضوریٔ قلب و یکسوئی ناممکن ہے ۔ بلکہ حدیث شریف وَاَعْبُدْ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہٗ یعنی خدا کی عبادت ایسی کر گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے ۔ میں اسی تصورِ شیخ کی جانب اشارہ ہے ۔ اور اسہل الوصول طریقہ صورتِ شیخ کا برقعہ پہن لینا ہے ۔ اس سے عارف خود ساجد اور خود مسجود بن جاتا ہے ۔ اُس کی صورتِ ظاہر میں ساجد بھی خدا ہوتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے کان اور زبان اور آنکھیں اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں ۔ اور اُس کی حقیقتِ باطن میں مسجود بھی حق ہوتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ پس وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے ۔ جیسا کہ جب آپ نماز میں سورہ اَلْحَمْدُ پڑھتے اور خدا کی حمد کرتے ہیں ۔ تو آپکی زبان پر حامد بھی وہی ہوتا ہے ۔ اور محمود بھی وہی ہے ۔ کیونکہ اُسی کی ازلی حمد سے آپ حمد کرتے ہیں ۔ پس وہی حامد وہی محمود ہے ۔ اسی طرح شیخ ہی ساجد اور شیخ ہی مسجود ہے ۔ جانِ من نماز میں قیام الف کی طرح ، اور رکوع لام کی طرح اور سجود میم کی طرح ہوتا ہے ۔ پس جسطرح میم کے سر کا دائرہ جہاں سے شروع ہوتا ہے ۔ وہیں آکر ختم ہوتا ہے ۔ اسی طرح عارفِ کامل کا سر اپنے ہی پاؤں پر ہوتا ہے ۔ اعنی وہ خود ساجد اور خود مسجود ہوتا ہے ۔ پس یہی حال طالبِ صادق کا تصورِ شیخ

میں ہے۔ فافہم و باللہ التوفیق۔
نیز واضح ہو کہ کاتب نے کہا ہے کہ میری انگلی خراب ہو گئی ہے۔ وہ کام نہیں کرتی۔ دس بارہ کاپیاں حصہ اول سے رہ گئی ہیں۔ وہ کسی اور کاتب سے لکھائی جاوینگی۔ جس کا انتظام کر رہا ہوں۔ پہلی کاپیوں کی عنقریب تصحیح ہو جاوے گی۔ انہیں چھپوا کر بقایا کاپیاں بھی ساتھ ہی تیار ہو جائینگی۔ کل تین سو صفحہ کی کتاب ہے۔ اس کے واسطے اچھا کاغذ اور ٹائٹل کا عمدہ کاغذ وغیرہ کا آپ ہی حسب منشاء انتظام کرینگے مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے۔ پہلے تیار شدہ کاپیاں چھپوا کر پھر بقایا کاپیاں بھی چھپوا کر باہم ملالی جائینگی + کاتب چونکہ دیوبندی خیال کا ہے۔ وہ تو مسودہ ہی گم کرنے لگا تھا۔ لیکن خدا نے بچا لیا۔ اب باقی مسودہ اس سے واپس لے لیا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جلد کتابت وہ بھی ہو جاویگی۔ زیادہ دعا
الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلوانہ

۱۸۱

محب دلنواز مخلصی فی اللہ عزیز از جان محمد سردار خاں سلمکم اللہ الرحمان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخلاص نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ آگاہی خیریت سے تسکین خاطر ہوئی۔ احوال ظاہری و قلبی پڑھ کر شکر خداوندی ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی بخشے آمین نمازیں حضوری قلب اور تصور شیخ کے قائم ہونے کی آپ کو مبارک ہو۔ اس نعمت الٰہی کا شکریہ ادا کریں۔ تاکہ نعمت زیادہ حاصل ہو۔ اللھم زد فزد۔

کتاب اگر ہزار چھپائی جائے تو خرچ ضرور زیادہ ہوگا۔ لیکن دوبارہ کتابت کے خرچ سے نجات مل جائے گی۔ اسلئے ایک ہزار کتاب چھپوانی انسب ہے۔ کاتب شاہ صاحب کی انگلی خراب ہو گئی ہے۔ مرقومہ کاپیوں کی تصیح بھی نہیں کر سکتا اسلئے آج محمد اسحاق کے ہمراہ ست ۲۵ عدد کاپیاں تحریر شدہ سندیلیانوالی شریف سید ناصرالدین شاہ کے پاس تصیح کے واسطے بھیج رہا ہوں وہ یہ کام جانتا ہے۔ اور بقایا دس بارہ کاپیوں کی کتابت کا انتظام کر رہا ہوں۔ بعد ازاں چھپوا کر ختم کرلی جاوینگی۔ دعا کریں کہ یہ کام جلدی ختم ہو جاوے۔ عزیزم محمد عمر کا خط آیا ہے۔ ان کے اندرون خانہ کے واسطے تعویز برائے اٹھرا ارسال کر دیا گیا ہے۔ خدا رحم کرے۔ اور برخوردار محمد فیض الرحمان کی جدائی کے صدمہ پر صبر جمیل کی ہدایت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر کی توفیق بخشے اور العزیز کا نعم البدل عطا فرماوے۔ آمین۔ آپ اپنی خیریت احوال سے مطلع کرتے رہا کریں۔ تاکہ تسلی ہے۔
الٰہی زود بمقصود رسانا دبحرمتہ النبی وآلہ الامجاد۔ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔ از جلوانہ
11.2.56

ایضاً

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے محمد زکریا دام ذوقہٗ وشوقہٗ وعرفانہٗ باللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دعائے خیریت طرفین وسعادت دارین وترقی درجات الیٰ قاب قوسین واضح ہو کہ خط آپ کا مل کر کاشف حالاتِ مندرجہ ہوا۔ آگاہی خیریت سے تسکین خاطر ہوئی تعلی تھا کہ دن بدن حالتِ قلبی وعشق ومحبت ترقی پذیر ہے۔ الحمد للہ روز افزوں ترقی باد۔

اے عزیز عشق ومحبت ہی دولت سرمدی ونعمت ابدی ہے۔ بلکہ عشق ومحبت ہی خدا کی ذات ہے۔ کہ اَلْعِشْقُ ھُوَ اللہُ۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا کریں کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ شکریہ باعثِ ازدیادِ نعمت ہے۔

نیز اے عزیز مراقبۂ وحدت الوجود میں ہمیشہ ہر وقت ہر لحظہ ہر آن مشغول رہا کریں۔ اور نسبت وحدت کہ "من نہ ام اوست" میں ہر دم حتی المقدور کوشاں رہیں۔ آپ کو یاد رہے۔

کس نہ بدبینگونہ تصور و مبدم —— من نیم یار است از سر تا قدم

یہ اصل یادِ الٰہی ہے۔ اور اقطاب عارفین کا شغل ہے۔ خدا آپ کے نصیب کرے۔ اور ہمارے واسطے بھی دعا کریں۔ طالبانِ صادق کی دعا مقبول ہوا کرتی ہے۔

اے عزیز ذکر مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ یادِ الٰہی بہ از ہزار بادشاہی۔ پاس انفاس کارِ حق شناس۔ نفی اثبات شغلِ اہلِ ذات۔ توکل بر خدا شیوۂ فقراء۔ رضا بالقضاء مقام اولیاء

زیادہ دعا الٰہی زود بمنزلِ مقصود رساناد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد۔ اپنی خیریت سے ہمیشہ اطلاع دیتے رہا کریں۔ تاکہ تسکین خاطر رہے۔ عزیز القدر فلک شیر کو از حد دعا۔ سب خورد وکلاں کو دعا۔ فقط۔ از طرف درویشان بصد شوق السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہٗ۔ از جلوانہ بقلم خود $\frac{7}{40}$ ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

خدا کے مقبول بندے بحکم ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا۔ بزرگانِ دین واولیائے کاملین کے بعض اقوال وافعال واحوال کی جو انہیں بوجہ نافہمی خلافِ شرع معلوم ہوں تاویل کرتے ہیں۔ اور اگر بصورت ناقابلیت تاویل نہ کر سکیں تو ان پر عمل پیرا نہ ہوتے ہوئے بخوف سوئے ادب خاموش رہتے ہیں اور یہ تمام متقدمین ومتاخرین علمائے دین کا ایک نہایت ضروری اور اصولی مسئلہ ہے۔

ہاں ایسا کام جو صاف شریعتِ غرّا کے خلاف اور سرِ بسر گناہ ہو اور عند المحققین اُسکی ہرگز کوئی تاویل نہ ہو سکے۔ وہ واقعی قابلِ اعتراض و نفرین ہے۔ جیسے (۱) سماع میں (باوجود اباحت کے حتیٰ کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں باب السماع تحریر فرمایا ہے اور مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے تو بالتفصیل سماع بالمزامیر خواص کے لئے نہ اہل فساد کے لئے جائز رکھا ہے۔) اتنا منہمک ہونا کہ بغفلت نماز خدا بھی قضا کر دینا۔

یا (۲) غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں مخالطت مبتدیوں کے واسطے مگر منتہی جو واقعی منتہی ہیں نہ کہ نفس پرست و خواہشات کے بندے بلکہ جن کے نفس مردہ اور دل زندہ اور خیالات پاک ہیں۔ اور وہ متخلق باخلاق الٰہی اور متصف باوصاف خداوندی اور فنا فی اللہ و بقا باللہ سے مشرف ہیں۔ جن کے متعلق حق سُبحانہٗ نے فرمایا ہے کہ شیطان اُن پر غالب نہیں ہوتا۔ بے شک اُن سچے متبعین کو بقدرِ اتباع جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے حصہ ملا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں جوازِ خلوت باجنبیہ مدارج النبوۃ کے باب پنجم میں درج ہے۔

یا (۳) خود ثنائی کہ ہم اولیاء اللہ ہیں کیونکہ ؎ خود ثنائی شیوۂ شیطان بود۔

ہاں مگر جو مامور منجانب اللہ ہو جیسے جناب غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللہِ۔ سبحان اللہ جس کا قطرۂ ہستی بحرِ توحیدِ ذاتِ حقِ مطلق میں مستغرق ہو جائے وہ اَنَا اللہُ کہے تو بجا ہے ؎

روا باشد انا اللہ از درختے ــ چرا نبود روا از نیک بختے۔

کیا انسان کامل کا شان شجرۂ موسوئی سے بھی کم ہے۔ کہ وہاں سے انا اللہ کی صدا آئے۔ اور یہ انا الحق نہ فرمائے مگر حال ہو نہ کہ قال

(۴) جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ کا فریضہ حج ادا نہ کرنے کی وجہ بندۂ مسکین کے خیال میں آپ کا اپنی تمام جائیداد اور مال کو راہِ خدا میں وقف کر دینا تھا۔ اور وقف مال پر عند الشرع زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہوتی اور صوفی درحقیقت کسی شئے کا مالک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کتب متصوفہ میں یہ مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔ اور جو اکثر اولیائے کاملین مثل بایزید بسطامی اور ابراہیم ادہم رحمہم اللہ تعالےٰ نے باوجود فقر اختیاری حج کا سفر پا پیادہ اختیار فرمایا۔ وہ عشق و محبت اور ذوق و شوق الٰہی کی وجہ سے تھا۔ نہ صرف فرض ادائی اور حصولِ ثواب کی خاطر۔

(۵) بے شک اکثر اعراس اولیائے کرام کی تواریخ سن ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر مقرر ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن حضور انور محلوی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ حضرت سید چراغ پاک نور اللہ مرقدہٗ کا عرس مبارک سن بکرمی کی اچھی موسم میں بغرض نفع وراحت و آرام مخلوق مقرر فرمایا تھا۔ نہ کہ واسطے نفی سیاست، سلامی کے کہ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ۔ ایسے ہی آپ کا اور آپ کے خلیفۂ اعظم و نائب حاکم مرشدی و مخدومی سیدی وسندی فتحپوری ادام اللہ برکاتہم کا عرس مبارک ہے یہ قابل اعتراض بات نہیں۔ کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

(۶) آپ کا یہ سوال کہ کیا وجہ ہے کہ صاحب علم کم مرید ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ صاحب علم کم ہیں۔ کیونکہ علما وہی ہیں۔ جو باعمل صاحب یقین ہیں۔ اور جو بد اعتقاد ہیں اُن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۷) کشف وکرامت حق ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامت کا منکر گمراہ ہے۔ جن آلات کا ذکر آپ نے کشف کے مقابلہ میں کیا ہے وہ عقلی چیزیں ہیں۔ اولیاء اللہ کی کشف وکرامت قدرت الٰہیہ سے ہے۔ جو بنص قرآن وحدیث شریف ثابت ہے۔ ہاں سالکان طریق علم ومعرفت اور مردان میدان عشق ومحبت کو کشف وکرامات کی طلب منع ہے۔ کہ کرامت مخواہ استقامت خواہ۔ اور اس کا دعویٰ حرام ہے۔ بلکہ حضرت عبداللہ شطاری رحمتہ اللہ نے فرمایا ہے ؎

ہر کہ او از کشف مے گوید سخن — کفش اورا کشف کن بر سر بزن
وانکہ دارد از کرامتہاش لاف — سگ شمارندش کہ گوید عاف عاف

سبحان اللہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ لوائح شریف میں کیا عمدہ فرماتے ہیں۔

رباعی ؎ آنرا کہ فنا شیوہ وفقر آئین است — نے کشف ویقین نہ معرفت نے دین است
رفت او زمیاں ہمیں خدا ماند خدا — اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ ھُوَ اللہ این است

(۸) روح محمدی ونور احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ستارہ قطب میں ہونا اور اُس کے گلے میں ہسی اور کانوں میں دو دُر کا ہونا جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ نے اپنی کتاب مناظرہ ہیرو قاضی میں درج فرمایا ہے۔ میں نے وہاں سے بحسن اعتقاد لیا ہے۔ اور غالباً نزہتہ المجالس میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔ صحاح ستہ اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کی کلام ہو میں نے نہیں دیکھا۔ اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ صرف صحاح ستہ میں منحصر بھی نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کتب معتبرہ میں بھی احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

برادرم عزیز۔ یہ چند سطور بطور خیر خواہی بحسب مراد آپ کے قلمی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اعتراضات

کا جواب آپ اپنے صحیفہ دل سے دریافت کر سکتے ہیں ؎

لوح محفوظ است در معنی دلت ۔ ہر چہ مے خواہی از و شد حاصلت

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَلَوْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ ۔ بشرطیکہ آئینہ دل ذکرِ الٰہی کی صیقل سے صاف ہو جائے کہ لِکُلِّ شَیْئٍ مُّصْقَلَۃٌ وَمُصْقَلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی ۔ طمانیت قلب بحث و تکرار سے نہیں بلکہ ذکرِ پروردگار سے حاصل ہوتی ہے کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ الآیۃ ۔ اے عزیز عوام الناس نکتہ چین اور حق شناس نکتہ دان ہوا کرتے ہیں ۔ نکتہ چین ہزار ہنر کو چھوڑ کر ایک عیب کا متلاشی ہوتا ہے ۔ برے لوگ اچھی باتوں میں بھی برا پہلو تلاش کر لیتے ہیں ۔ جیسا کہ مکھیاں تمام خوبصورت جسم کو چھوڑ کر صرف زخم ہی پر بیٹھتی ہیں ۔ اور نکتہ دان ہزار عیب کو نظر انداز کر کے ایک ہنر پر نگاہ رکھتا ہے ۔ خاصہ جو شخص بحکم آیۂ لَا تَجَسَّسُوْا ؎

عیب خود بیں عیب بیگانہ مبیں ۔ پر عمل پیرا ہوتا ہے ۔ تو وہ اولیاء اللہ تو بجائے خود کسی آدمی آدمی کے عیوب بھی تلاش نہیں کیا کرتا ۔ مستِ بادۂ قیوم حضرت مولانائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔ میلش اندر طعنہ پاکاں برد ۔

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس ۔ کم زند در عیب معیوباں نفس ۔

پس کسی کی نکتہ چینی کی بجائے خود کو مجسمۂ خطا سمجھ کر باب رحمت الٰہی کی جانب متوجہ ہونا چاہئیے ۔ تا کہ عاقبت محمود ہو ۔ الٰہی بمنزل مقصود رسا ناد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمدٍ وآلہٖ اجمعین ۔ الراقم ۔ خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ از جلوانہ بقلم خود ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

محبِ دلنواز محرم راز یار جانی مخلص فی اللہ مولوی غلام مصطفیٰ تائیدات ربانی و تلطفات رحمانی پیوستہ شامل حال باد ۔ مصرعہ ۔ سر تا پایم فدائے سر تا پایت ۔

بعد از ابراز سلام سنتِ سید الانام علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات و دعائے ترقی درجات الیٰ نہایۃ النہایات خلاصۂ مرام اینکہ نامۂ نامی آں محب گرامی کہ نامزد ایں فقیر سرگشتہ بادیہ حیرت و ناکامی ساختہ بودند در اسعد اوقات و اشرف آنات چہرۂ وصول افروختہ مشرف رسا و نزہت افزا گردیدہ بر معارف و معانی کہ در حروف و سطور نورانی بمنزلۂ حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ بودند اطلاع بخشیدہ ۔ کلماتِ شوق انگیز و ابیات درد آمیز خواندہ مرغ جاں در قفس تن طپیدہ در یاد یاراں آہ سرد کشیدہ ۔ لیکن چہ تواں کرد کہ کارکنانِ قضا و قدر لذتِ وصال را بہ تلخیٔ ہجر مالا یطاق

وابستہ اند۔ ازیں سبب عُشاق جان مشتاق از پئے دیدار یار لامحالہ دِل خستہ اند۔
اے عزیز دولت وصال بالطاف ذوالجلال والافضال میسر شود نہ بگریۂ تمنائے عاشقان پر ملال
؎ عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال = صد سال مے تواں بہ تمنا گریستن
لہٰذا ہموارہ بالطف وکرم ایزد متعال نظر دل باید داشت۔ و پیوستہ بہ دست در طلب ایں
رحمت ذوالجلال والافضال باید زد کہ زخم دِل جز مرہم مرحمت شفا نپذیرد و دردِ جگر بے لطفِ یار
آرام نگیرد۔ آرے در طلب دست و پاے زن کہ شرط راہ است (اِنَّ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا۔ الخ
امّا بر عمل تکیہ مکن کہ یار۔ بے پرواہ است (اِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ) بسوئے غیر مبیں کہ
یار غیور است (اَنَا غَیُوْرٌ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ۔ الحدیث) بر درِ او منشیں کہ ارحم و غفور است (فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ٥۔ ذکرِ او کن کہ یار تو ہمنشیں است (اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ) دِل بر او نہ کہ طالب
مُحبین است (یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ) نفی کل کن کہ غیر او لاہست (لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ) عینِ حق بیں کہ جملہ
اللہ ست (لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)
امّا اے عزیز کہ مسئلہ جات کہ نوشتہ اند دلالت بر استعدادِ کاملہ آں صادق الارادہ مے کنند
چہ ایں چنیں سوالات از اہل مقامات صادر مے شوند۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔
مسئلہ اول۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ خطاب ایزدی بسوئے حضور آخر الزمان است و اکنوں کہ
عوام الناس بخوانند کرا خطاب کنند۔ باعتبار شریعت باعتبار خطاب ایزدی بسوئے نبی بخوانند
و بطریقہ منزل ترتیل نمایند؟

جواب

باعتبار ظاہر ہمچنانست کہ نوشتہ اند یعنی بطریقہ منزلہ ترتیل نمایند۔ امّا در حقیقت چنانچہ
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ در تفسیر قُلْ هُوَ اللّٰهُ مے فرمایند کہ "لفظ قُل صیغۂ
امر از عین الجمع بر مظہر تفصیل وارد است" و باید دانست کہ عین الجمع مراد از احدیت ذاتیہ است
و مظہر تفصیل عبارت از صورتہ محمدیہ است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی حق بصورت محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ظہور نمودہ۔ چنانچہ شیخ الاکبرؒ در تفسیر حٰم فرمودہ "ظُهُوْرُ الْحَقِّ بِالصُّوْرَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ"
یعنی ہموں یک ذات باعتبار باطن حق و باعتبار ظاہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم است
پس ذات حق سبحانہ و تعالیٰ باعتبار اسم باطن در مرتبہ جمع مخاطِب (خطاب کنندہ) است
و باعتبار اسم ظاہر در مقام تفصیل مخاطَب (خطاب کردہ شدہ) است یعنی خود بخود مے فرماید
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ و لہٰذا فرمودہ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ۔ فافہم۔

زیراکہ در وجود غیر او چیزے نیست ہمچنیں بداں اَفْنَاکَ اللّٰہُ عَنْکَ وَاَبْقَاکَ اللّٰہُ بہ کہ در مقام فَنَاءِ فِی اللّٰہ حقیقت عارف کامل عین حق است - چنانچہ اَنَا الْحَقُّ از منصورؒ و سُبْحَانِیْ از بایزیدؒ شاہد آنست - و در مرتبہ فنا فی الرسولؐ عین رسول صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ شبلی علیہ الرحمۃ دریں مقام فرمودہ "اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ" و شاگرد او کہ صاحب کشف بود او را شناختہ درجواب او گفت اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ - نیز از خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کلمہ "چشتی رسول اللہؐ" مشہور و معروف پس عارف کامل کہ ذات او ذات حق است و صورت او صورت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از ھُوِیت خود بانانیت خویش کہ مظہر اوست بلسان حقیقت مے فرماید - قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یعنی بگوئے مظہر من کہ ھُو یعنی اَنْتَ اللّٰہُ اَحَدٌ - چنانچہ صاحب کتاب انسان کامل فرمودہ "قُلْ یَا مُحَمَّدُ ھُوَ اَیِ الْاِنْسَانُ اللّٰہُ اَحَدٌ فَھَاءُ الْاِشَارَۃِ فِیْ ھُوَ رَاجِعٌ اِلٰی فَاعِلِ قُلْ وَھُوَ اَنْتَ وَاِلَّا فَلَا یَجُوْزُ اِعَادَۃُ الضَّمِیْرِ اِلٰی غَیْرِ مَذْکُوْرٍ اُقِیْمَ الْمُخَاطَبُ ھُنَا مَقَامَ الْغَائِبِ اِلْتِفَاتًا بَیَانِیًّا اِشَارَۃً اِلٰی اَنَّ الْمُخَاطَبَ بِھٰذَا لَیْسَ نَفْسَ الْحَاضِرِ وَحْدَہٗ بَلِ الْغَائِبُ وَالْحَاضِرُ فِیْ ھٰذَا عَلَی السَّوَاءِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا لَیْسَ الْمُرَادُ بِہٖ مُحَمَّدًا وَحْدَہٗ بَلْ کُلُّ رَاءٍ انتہٰی -

فَلِھٰذَا - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا اَحْمَدُ بلا میم و ایں حدیث شریف در مکتوبات اجمیری علیہ الرحمۃ موجود است - متوصلان مشائخ طریقت ہرگز انکار نمے توانند کرد -

وَقَالَ الشَّیْخُ الْعَطَّارُ = گفت اَنَا اَحْمَدُ بلا میم — از زبان پاک احمدؐ مختار

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ وصف احمد دان — وز میانش ولیک میم برار

ہٰذَا مَا اَلْھَمَنِیْ رَبِّیْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ وَھُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ +

(مسئلہ دوم)

سـ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَرَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْنِ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ از روئے شریعت ایں است کہ جائے مطلق طلوع شدن ست و غروب شدن است و مشرقین و مغربین دو جائے طلوع و غروب شدن است - یک طلوع صیف دوم طلوع شتا - و مشارق و مغارب بسیار جائے طلوع شدن و غروب شدن صیف و شتا؟

(جواب)

جـ بظاہر ہمیں است کہ تحریر نمودی امّا بحقیقت عند العارفین رضوان اللہ علیہم اجمعین بالجملہ مشرق عبارت است از اشراق نور وجود مطلق بر صورت انسان کامل و مغرب مراد است از

احتجاب ذاتِ حق سُبحانہٗ بہ تعیّن او - و مشرقین و مغربیں اشارت بہ مشرق و مغرب - ظاہر و مشرق و مغرب باطن است و مشارق و مغارب مشیر است بظہور ذاتِ حق بصور جمیع موجودات و واحتجاب او سُبحانہٗ بتعیّنات آنہا - چنانچہ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز در تفسیر ایں ہر سہ کلمات مے فرمایند - کلمہ اول (رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ) اَیِ الَّذِیْ ظَہَرَ عَلَیْکَ نُوْرُہٗ فَطَلَعَ مِنْ اُفُقِ وُجُوْدِکَ بِاِیْجَادِکَ وَالْمَغْرِبُ الَّذِیْ اخْتَفٰی بِوُجُوْدِکَ وَغَرَبَ نُوْرُہٗ فِیْکَ وَاحْتَجَبَ بِکَ - (سورہ مزمل)

کلمۂ دوم - (رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ) اَیْ مَشْرِقِ الظَّاہِرِ وَالْبَاطِنِ وَ مَغْرِبَیْہِمَا بِاِشْرَاقِ نُوْرِ الْوُجُوْدِ الْمُطْلَقِ عَلٰی مَاہِیَّاتِ الْاَجْسَادِ الظَّاہِرَۃِ وَغُرُوْبِہٖ فِیْہَا بِاحْتِجَابِہٖ بِمَاہِیَّاتِہَا وَتَعَیُّنِہَا بِہٖ فَلَہٗ فِیْ رُبُوْبِیَّۃِ لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ شُرُوْقٌ بِاِیْجَادِہٖ بِنُوْرِ الْوُجُوْدِ وَظُہُوْرُہٗ بِہٖ وَغُرُوْبٌ بِاخْتِفَائِہٖ فِیْہِ وَتَسَتُّرِہٖ بِہٖ یُرَبِّیْہِمَا (سورہ الرحمٰن) -

کلمۂ سوم (رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ) مِنَ الْمَوْجُوْدَاتِ الَّتِیْ اَوْجَدَہَا بِشُرُوْقِ نُوْرِہٖ عَلَیْہَا وَغُرُوْبِہٖ فِیْہَا بِتَعَیُّنِہٖ بِہَا اَوْ اَعَدَّہَا بِشُرُوْقِ نُوْرِہٖ مِنْہَا وَاَوْجَدَہَا بِغُرُوْبِہٖ فِیْہَا - (سورۃ المعارج) انتہٰی کلامہٗ -

پس اے عزیز چوں معانی مشرق و مغرب و مشرقین و مغربین و مشارق و مغارب از کلام شیخ المشارق والمغارب رضی اللہ عنہ فہمیدی - اکنوں بداں کہ کوہ تعین تو ہم مشرق آفتاب حق است چہ خورشید ذات از افق وجود تو طلوع نمودہ ست و ہم مغرب او زیرا کہ مہر وجود مطلق در تعیّن تو مختفی و محتجب گشتہ - حالا ہمتے کن و در رفع حجب جوانمردی بنما تا شمس احدیت از کوہ تعیّن تو طلوع نماید - و حقیقت مطلقہ بزبان حال تو اِنِّیْ اَنَا اللہُ فرماید - عارفے چہ خوش گفتہ و دُرِّ سخن سفتہ است ؎

روا باشد انا اللہ از درختے — چرا نبود روا از نیک بختے -

ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ - لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ فَاِنَّہٗ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ -

مسئلہ سوم

شیونات ذاتیہ در علم الٰہی اولاً بمرتبۂ وحدت ذاتیہ بالاجمال و ثانیاً بمرتبۂ واحدیت اسمائیہ بالتفصیل ظہور یافتہ اند - پس شیونات مندرجہ وحدت ذاتیہ را در مرتبۂ علم تفصیلی اعیان ثابتہ و صور علمیہ مے نامند و در مرتبۂ عین بتعینات روحی و مثالی و جسدی اعیان خارجیہ میگویند

صاحب تحفۃ المرسلہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مے فرمایند۔ اَنّ العَالَمَ ثَلَاثُ مَوَاطِن
اَحَدُھَا التَّعَیُّنُ الْاُوْلٰی وَ یُسَمّٰی فِیْہِ شُیُوْنًا وَ ثَانِیْھَا التَّعَیُّنُ الثَّانِی وَیُسَمّٰی فِیْہِ
اَعْیَانًا ثَابِتَۃً وَ ثَالِثُھَا فِی الْخَارِجِ وَیُسَمّٰی فِیْہِ اَعْیَانًا خَارِجِیَّۃً وَاِنَّ الْاَعْیَانَ الثَّابِتَۃَ
مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ وَ اِنَّمَا الظَّاھِرُ اَحْکَامُھَا وَ آثَارُھَا۔ اِنْتَھٰی۔
پس چوں اعیان خارجیہ پرتوہٗ اعیان ثابتہ اند و اعیان ثابتہ مادام درعلم الٰہی موجود
و ثابت اند و علم صفتیہ از صفاتِ ذاتیہ است وعند المحققین والموحدین علیہم رضوان
صفات عین ذات اند۔ پس سوائے ذاتِ حق دیگر کجا است وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ ؎

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر — سِوَی اللّٰہِ وَاللّٰہِ مَا فِی الْوُجُوْد

ایں است مذہب عارفاں کامل و مشرب عاشقان واصل۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی عَلِیْمٌ بِالْحَقِّ وَالصَّوَابِ
وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اے عزیز۔ بوجہ شغل خاص کہ دراں مشغولم معذور دارند۔ بالتفصیل نمے
توانم نوشت۔ پس برایں رقم اکتفاء مے نمایم کہ بزرگاں مے فرمایند ؎

اگر درخانہ کس است — یک حرف بس است

نیز اے عزیز درایں چنیں معلومات ہموارہ غور و خوض مے باید کرد تا قوتِ ادراک تیز تر گردد و
در حصول اسرارات الٰہی و معلوماتِ نامتناہیہ ملکہ پیدا شود بمنّہٖ و کرمہٖ۔
از جانب جملہ درویشاں بصد شوق سلام والدعاء۔ عزیزم خدا یار و جملہ احباب را دعا۔ الٰہی زود
بمقصود رسانا د بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔ الراقم خادم الفقراء خاکپائے درویشاں غلام محمد عفی عنہ
مورخہ یکم ذوی الحجہ ۶۲ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

محب دلنواز محرم راز مخلصی فی اللہ مولوی غلام مصطفیٰ دَامَ ذَوْقُہٗ وَشَوْقُہٗ وعرفانہٗ باللہ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ۔ بعد دعائے خیریت طرفین و سعادت دارین و ترقی درجات اِلٰی
قَابَ قَوْسَیْنِ واضح ضمیر منیر باد کہ مکتوب مرغوب آں حبیب لبیب کہ نامزد ایں فقیر حقیر ساختہ
بودند در احسن الاوقات و اکرم الآنات رسیدہ مسرت رسا و نزہت افزا گردید۔ برکوائف
مندرجہ آں اطلاعی رو یداد۔ نگاشتہ بودند کہ دو معمہ فی مسئلہ التوحید در خاطر بطور خلش و سوزش
بیفتند لہٰذا برائے اطمینان قلبی تشریح آں ہر دو مسئلہ جات بوالسی جواب اطلاع نمایند۔

الواحد فی التنزیہ والتشبیہ والثانی آیۃ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار -

الجواب

اعلم نوّر اللہ بصرک بنور جمالہ وروح اللہ روحک بروح وصالہ وافناک اللہ عنک وابقاک اللہ بہ ان الحق سبحانہ وتعالیٰ جامع الاضداد بل ھو عین الاضداد کما سئل ابو سعید الخراز رضی اللہ عنہ بم عرفت اللہ قال بجمعہ بین الضدین ثم تلا قولہ تعالیٰ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وقال صاحب الانسان الکامل لا تظن بانہ مطلق جمعہ للاول والآخر والظاھر والباطن بل الحق والخلق والتفاضل وعدم التفاضل والمستحیل والواجب والمحدوم والموجود والمحدود وما لا یتناھی الی غیر ذالک من النقائض والاضداد فانہ سبحانہ وتعالیٰ یجمعھا بالشان الذاتی وھویتہ عبارۃ عن جمیع ذالک +

وقال الشیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فی الفتوحات المکیۃ بل ھو عین الضدین فان قول الخرازؒ (عرفت اللہ بجمعہ بین الضدین) یوہم ان ثم عیناً لیست ھی عین الضدین لکنھا تقبل الضدین معاً والامر فی نفسہ لیس کذالک بل ھو عین الضدین اذلا عین زائدۃ - انتہی -

فھو سبحانہ وتعالیٰ عین الحق والخلق والوجود والعدم والحدوث والقدم والوجوب والامکان وغیر ذلک من الاضداد والتنزیہ والتشبیہ ایضاً من جملۃ الاضداد فھو عین التنزیہ والتشبیہ باعتبار مرتبۃ الوحدۃ والواحدیۃ لان الاحدیۃ الذاتیۃ منزۃ عن التنزیہ ایضاً قال الجامی قدس سرہ السامی ؎

ہست ز تنزیہ تو تشبیہ تو = نیست جزیں غایت تنزیہ تو -

وقال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر فی الفص النوحیؑ من فصوص الحکم ؎

فان قلت بالتنزیہ کنت مقیداً = وان قلت بالتشبیہ کنت محدداً

وان قلت بالامرین کنت مسدداً = وکنت اماماً فی المعارف وسیداً

فالحق ھو الجمع بین التنزیہ کما قال لیس کمثلہ شیئ والتشبیہ کما ورد وھو الظاھر فھو باعتبار ذاتہ منزۃ عن جمیع الموجودات وباعتبار صفاتہ متصور علیٰ صور المخلوقات فھو من حیث الوجود عین الموجودات - وقال الجامی رضؓ فی شرح فصوص الحکم قال تعالیٰ لیس کمثلہ شیئ فنزہ علیٰ ان یکون الکاف زائدۃ فیفید نفی المثل فیکون تنزیہاً -

وقال وهو السميع البصير - فشبّه باثبات السمع والبصر له كما انهما ثابتان للخلق فيكون تشبيهاً - قال تعالى ليس كمثله شيء فشبّه وثنّى اى حكم بالاثنينية على ان يكون الكاف غير زائدة فتفيد اثبات المثل وتثنية الحق به وقال وهو السميع البصير فنزّه حيث حصر السمع والبصر فيه فلا يتشابه الخلق بهما وافرد اى حكم بتفرده لهما - انتهى -

فالتنزيه عين التشبيه والتشبيه عين التنزيه كما فى الفصوص ان الحق المنزه هو الخلق المشبه وان كان قد تميز الخلق من الخالق فالامر الخالق المخلوق والامر المخلوق الخالق كل ذالك من عين واحدة بل هو العين الواحدة وهو العيون الكثيرة فانظر ماذا ترى - وفى الفتوحات فهو الواحد الكثير كما انه ليس كمثله شيء وهو السميع البصير واين التنزيه من التشبيه والآية واحدة فافهم والله الملهم -

واما قوله تعالى لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار فمعناه لا تدركه الابصار المخلوقات كما فى الانسان الكامل قوله تعالى لا تدركه الابصار يعنى الابصار المخلوقة واما البصر الخفى القديم الذى يراه العبد به فانه غير مخلوق اذ هو حقيقة كنه بصره الذى يبصر به فافهم (وفيه ايضاً) .

اعلم ان ادراك الذات العلية هو ان تعلم بطريق الكشف الالٰهى انك اياه وهو اياك وان لا اتحاد ولا حلول وان العبد عبد والرب رب لا يصير العبد رباً ولا الرب عبداً فاذا عرفت هذا القدر بطريق الذوق والكشف الالٰهى الذى هو فوق العلم والعيان ولا يكون ذلك الا بعد السحق والمحق الذاتى +

وقال الشيخ رضى الله عنه فى الفتوحات المكية - قال تعالى لا تدركه الابصار فكثر وجمع فانها انصاف تكون ولم يقل لا يدركه البصر وان كان جمع قلة ولكن على كل حال هو الكثير من بصر ولما كانت هويته احدية الوصف لم يكن فيها كثرت وهى بصرة فى كل مبصر فهو وان تعددت ذوات المبصرين فالبصر واحد من الجميع اذ كان البصر هوية الحق فيصح ان البصر عند ذلك يدركه لانه ليس غيره فهو الرائى والمرئى به والمرئى -

وَقَالَ اِذَا کَانَ عَیْنُ الْحَقِّ عَیْنَ بَصَرِکَ فَیَصِحُّ اَنْ یُقَالَ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا یُدْرِکُهُ الْبَصَرُ فَیُنْسَبُ الْاِدْرَاکُ اِلَیْهِ مَعَ صِحَّةِ کَوْنِهٖ بَصَرَ الْعَبْدِ فَتَفَطَّنْ لِھٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَاِنَّھَا نَافِعَةٌ جِدًّا وَقَالَ اَیْضًا اِنَّ الْکَامِلَ مَنَالُهٗ نَافِلَةٌ تَزِیْدُ عَلٰی فَرَائِضِهٖ اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ بِهَا اِلٰی رَبِّهٖ اَحَبَّهٗ فَاِذَا اَحَبَّهٗ کَانَ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ فَاِذَا کَانَ الْحَقُّ بَصَرَ مِثْلِ ھٰذَا الْعَبْدِ رَاٰهُ وَاَدْرَکَهٗ بِبَصَرِهٖ لِاَنَّ بَصَرَهُ الْحَقُّ فَمَا اَدْرَکَهٗ اِلَّا بِهٖ لَا بِنَفْسِهٖ فَافْهَمْ۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَبِیَدِهٖ اَزِمَّةُ التَّحْقِیْقِ فَھٰذَا الْقَدْرُ یَکْفِیْکَ فِیْ تَحْقِیْقِ ھٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الشَّرِیْفَةِ وَالْحَقِیْقَةِ الْمُنِیْفَةِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِاَنَّ بَصَرَکَ مُکَحَّلٌ بِکُحْلِ الْعِرْفَانِ وَقَلْبَکَ مُنَوَّرٌ بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ وَاللّٰهُ تَعَالٰی دَائِمُ الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی السِّرِّ الْاَعْظَمِ وَالْمَظْهَرِ الْاَتَمِّ عَیْنِ نُوْرِهٖ وَظُهُوْرِهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ وَآلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ وَفَضْلِهٖ وَکَمَالِهٖ۔ --- دلم مے خواست کہ مفصل تر نویسم اما چہ کنم کہ فرصت نیافتم۔ زیرا کہ در مطالعہ تفسیر شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ و بتصحیحش بمقابلہ نسخۂ صحیحہ مشغولم لہٰذا بریں مقدار اختصار نمودم ہمیں را غنیمت شمارند کہ بزرگان فرمودہ اند۔

اگر در خانہ کس است = یک حرف بس است

نیز اے عزیز نظر در تصنیفات اولیاء اللہ بسیار دارند کہ من در مطالعہ فتوحات مکیہ و فصوص و نقد النصوص و عرائس البیان و امثالِ آں ذوقہا گرفتہ ام و حظہائے وافر یافتہ ام۔

وَالْبَاقِیْ عِنْدَ التَّلَاقِیْ -- عزیزم محمد بخش را از من دعوات رسانند۔ خدائے کریم برکتہائے عظیم بہ بخشد۔ و میاں صدر الدین حکیم را بصد شوق اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ زیادہ دعاء۔

از طرف جملہ درویشاں با محبت تمام سلام والدعا قبول باد۔ الٰہی زود بمقصود رساناد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد۔ 8.11.66۔ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد ﷺ عفے عنہ بقلم خود از جلوآنہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

محب دلنواز محرم راز فی اللہ مولوی غلام مصطفٰے حفظکم اللّٰہ تعالٰی عن جمیع الوغشاء

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ۔ اخلاص نامہ رسیدہ بہجت افزا گردید۔ از یادآوری آں یارانِ جانی ہزاراں ہزار شادمانی روئے نمود۔ حمد للہ کہ در روز ازل از پستان مادر محبت شیر شیفتگی نوشیدہ ام۔ و با اہل حقیقت و معنی عشق بازی ورزیدہ ام۔ شکر للہ کہ با شاہد پرستان نرد محبت باختہ ام و قلادۂ خدمت درویشاں در گلوئے خود انداختہ ام۔ نے نے من چہ چیزم۔ چہ کسم کہ در منصب خدمت ایشاں بر سم

ع۱۔ نام بازی است

چوں حق بہ پیمبر خود فرمود - یَا دَاؤُدُ اِذَا رَأیْتَ لِیْ طَالِبًا کُنْ لَہٗ خَادِمًا - پس محب بلا محبوب چوں تواں زلیست و خادم بلا مخدوم چہ تواند کرد - علاوہ بریں قول شما جاں ہے کاہد و غم مے افزاید کہ "ملاقات اکنوں ارزاں نیست - بسیار گراں شدہ است" لیکن باینہمہ از لطف پروردگارم ملاقات دوستاں توقع دارم آمین - در نامہ نوشتہ بودند کہ مطلب ایں دو شعر بہ ثبوت آیات و احادیث و اقوال صوفیہ فوری تحریر نمایند؟

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال — کہ من از خدا پیش بودم دو سال
دراں وقت کردم خدا را سجود — کہ آدم نہ بود و خدا ہم نہ بود

قربانت شوم و گرد جانت گردم چہ عمدہ سوال کردۂ کہ روح روانم را خوشحال کردۂ -

جان من! باید دانست کہ در شعر اول اسم خدا مشیر است بمرتبہ الوہیت کہ معبر بواحدیت است وَالٰہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ - و از دو سال دو مرتبۂ احدیت و وحدت مراد اند - زیرا کہ در اصطلاح عارفین از ایام و شہور و شئون مراتب مراد اند - چنانچہ در تحت قولہ تعالیٰ - ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ صاحب تفسیر روح البیان مے نویسد فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی مَرَاتِبِ الصِّفَاتِ السِّتِّ وَھِیَ الْحَیٰوۃُ وَالْعِلْمُ وَالْقُدْرَۃُ وَالْاِرَادَۃُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ اَیْ ھُوَ الَّذِیْ تَجَلّٰی بِالْاَشْیَاءِ کُلِّھَا بِذَاتِہِ الْمَوْصُوْفَۃِ بِالصِّفَاتِ السِّتِّ اِذْ تَجَلِّی الْوُجُوْدِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا مَعَ لَوَازِمِہٖ وَلَوَاحِقِہٖ (حدید) وَقَالَ فِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّۃِ فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ اَیْ فِیْ سِتَّۃِ اَنْوَاعٍ مِّنَ الْمَخْلُوْقَاتِ وَھِیَ مَحْصُوْرَۃٌ فِیْمَا ذَکَرْنَا مِنَ الْاَرْوَاحِ وَالْاَشْبَاحِ وَالنُّفُوْسِ وَالْقُلُوْبِ وَالْاَسْرَارِ وَسِرِّ الْاَسْرَارِ فَلَا مَخْلُوْقَ اِلَّا وَھُوَ دَاخِلٌ فِیْ جُمْلَتِھَا فَافْھَمْ جِدًّا - انتہی (ق) و در رسالہ توفیقیہ شریف حضرت خواجہ خدابخش ملتانی ثم الخیرپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ در شرح قول ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ اَنَا اَقَلُّ مِنْ رَّبِّیْ بِسَنَتَیْنِ مے فرمایند کہ "واجب تعالیٰ را دو صفت است کہ در ممکن نیست یکے وجوب ذاتی دوم استغنائی - ذاتی پس آں صوفی صافی ازیں دو صفت تعبیر بہ دو سال کردہ فرمودہ اَنَا اَقَلُّ مِنْ رَّبِّیْ بِسَنَتَیْنِ یعنی ایں دو صفت در ممکن نیست"

پس معنی شعر اول آنست کہ "من از الوہیت کہ مرتبۂ ظہور اسما و صفات است دو مرتبہ وحدت و احدیت پیش در ذات بحت ساذج مختفی بودم" زیرا کہ وحدت ظہور اجمالی است و احدیت اگرچہ مرتبہ لاظہور و ذات صرف است - لیکن چونکہ احدیت نسبتے او منسوب است لہٰذا حکمش از سنداحدیت کم است چنانچہ صاحب کتاب انسان کامل در باب تجلی الذات فرمودہ اِعْلَمْ اَنَّ الذَّاتَ الصِّرْفَ

السذاجۃ اذا نزلت عن سذاجتہا و صرفتہا کان لہا ثلاث مجال ملحقات بالصرافۃ والسذاجۃ
(والتجلی الاول) الاحدیۃ لیس لشئ من الاعتبارات ولا الاضافات ولا الاسماء ولا الصفات
ولا لغیرھا فیہا ظہور فہی ذات صرف ولکن قد نسبت الاحدیۃ الیہا ولہذا نزل حکمہا عن
السذاجۃ الخ فافہم و باللہ التوفیق۔

و در شعر ثانی مراد از سجود فنائے کلی است۔ کہ معبر ست بسحق و محق ذاتی چنانچہ شیخ الاکبر قدس
سرہ العزیز در تفسیر آیۂ ذیل مے فرمایند یاایہا الذین آمنوا = الایمان الیقینی ارکعوا بفناء الصفات
واسجدوا بفناء الذات واعبدوا ربکم فی مقام الاستقامۃ بالوجود الموہوب (حج)
و در تحت آیۂ ذیل فرمودہ ولہ یسجدون بالفناء التام وطمس البقیۃ وآثار الانانیۃ واللہ
الباقی بعد فناء الخلق (اعراف) و در تاویل ایں آیۂ کریمہ فرمود فاسجدوا لہ سجود الفناء بروئیۃ بقاء
نفسک بالحق و فناء البشریۃ بالکلیۃ فتکون موجودا بہ لابہا۔ (الانسان الکامل)
وقال فی تفسیر وکن من الساجدین بسجود الفناء فی ذاتہ (حجر) پس معنی شعر ثانی ایں ست
کہ من در ذات بحت درآں وقت فنا و مستہلک بودم کہ وجود مطلق ہنوز باسم حق و خلق مسمی نبود۔
زیرا کہ اسم خدا معنی لفظ اللہ است و اسم اللہ چنانچہ بر مرتبۂ الوہیت اطلاق کردہ مے شود۔
ہمچنیں بر ذات بحت و وجود مطلق ہم اطلاق کردہ مے شود۔ چنانچہ در شرح فصوص الحکم مولانا جامی
قدس سرہ فرمودہ اند ان الاسم اللہ کما یطلق علی مرتبۃ الالہیۃ کذلک یطلق علی الذات البحت
والوجود المطلق انتہی۔ و وجود مطلق من حیث ہو ہو از جمیع اسماء و صفات و نسب و اضافات
وغیرھا منزہ و مبرا است چنانچہ صاحب کتاب انسان کامل در باب ام الکتاب در تعریف کنہ الذات
فرمود لا یطلق علیہا اسم ولا نعت ولا وصف ولا وجود ولا عدم ولا حق و خلق ------
(وقال) لا یطلق علیہا اسم الوجود ولا اسم العدم لانہا غیر معقولۃ والحکم علی غیر المعقول بامر
محال فلا یقال بانہا حق و لا خلق ولا غیر ولا عین۔ انتہی۔
اما چونکہ الآن وجود مطلق بر ہماں صرافت ذاتی ست کہ بود کہ ھو الآن کما کان قال العارف
الجامی قدس سرہ السامی ؎ آں ذات پاک بود نہ بود از جہاں نشاں

الآن ان عرفت علی ما علیہ کان

فلہذا ما و شما ہمہ در بحر ذات کبریا از ازل تا ابد مستغرقیم و در سطوات تجلیات ذات حق جل و علا
سرتا قدم مستہلکیم کہ کل شئ ھالک الا وجہہ۔ پس ما ہمہ از ازل تا ابد در سجود ذات خدائیم یعنی در
وجود مطلق فنائیم و بر ذات مطلق کہ از قید اطلاق ہم مبرا ست۔ اطلاق اسم حق و خلق مطلقا ناروا است

کما مرّ آنفا - گوئیا ما ہمہ در سجودیم و حق و خلق موجودے نہ و جملہ ذات مطلق است -

و ما و شما را وجودے نہ - پس ما از بہلول ہم در گذشتیم کہ او در زمان سابق خدا را در آلو فنت سجود نمود کہ آدمؑ و خدا ہم نہ بود - و خود را بدیں صفت مختص فرمود - لیکن ما ہر آن در اینچنیں سجودیم و ہر یک را در ہمیں حال دیدہ خوشنودیم - زیرا کہ ہر شئے را در ذات حق فنائے بینیم و محض وجود مطلق را بقائے بینیم و ایں حالت را سجود القلب مے گویند - چنانچہ صاحب فتوحات در باب ۳۶۲ مے فرمایند - مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ رَأْسَہٗ فِیْ سُجُوْدِ قَلْبِہٖ فَھُوَ الَّذِیْ لَا یَزَالُ یَشْھَدُ الْحَقَّ دَائِمًا فِیْ کُلِّ شَیْءٍ (وَ قَالَ) وَلَا تَظُنَّ فِی الْعَالَمِ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ سَاجِدًا ثُمَّ سَجَدَ بَلْ لَمْ یَزَلْ سَاجِدًا فَاِنَّ السُّجُوْدَ لَہٗ ذَاتِیٌّ وَ اِنَّمَا بَعْضُ الْعَالَمِ کُشِفَ لَہٗ عَنْ سُجُوْدِہٖ فَعَلِمَہٗ وَ بَعْضُ الْعَالَمِ لَمْ یُکْشَفْ لَہٗ عَنْ سُجُوْدِہٖ فَجَھِلَہٗ فَتَخَیَّلَ اَنَّہٗ یَرْفَعُ وَ یَسْجُدُ وَ یَتَصَرَّفُ کَیْفَ یَشَاءُ انتہی -

و اگر گوئی کہ چوں ہمہ ذات خدا ست پس نسبت سجدہ بسوئے ما از کجا ست - جواب ایں در کتاب انسان کامل در باب تجلی الذات مے باید دید و ھو ھٰذا اِعْلَمْ اَنَّ الذَّاتَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْوُجُوْدِ الْمُطْلَقِ بِسُقُوْطِ جَمِیْعِ الْاِعْتِبَارَاتِ وَ الْاِضَافَاتِ وَ النِّسَبِ وَ الْوُجُوْھَاتِ لَا عَلٰی اَنَّھَا خَارِجَۃٌ عَنِ الْوُجُوْدِ الْمُطْلَقِ بَلْ عَلٰی اَنَّ جَمِیْعَ تِلْکَ الْاِعْتِبَارَاتِ وَ مَا اِلَیْھَا مِنْ جُمْلَۃِ الْوُجُوْدِ الْمُطْلَقِ فَھِیَ فِی الْوُجُوْدِ الْمُطْلَقِ لَا بِنَفْسِھَا وَ لَا بِاعْتِبَارِھَا بَلْ ھِیَ عَیْنُ مَا ھُوَ عَلَیْہِ الْمَوْجُوْدُ الْمُطْلَقُ وَ ھٰذَا الْوُجُوْدُ الْمُطْلَقُ ھُوَ الذَّاتُ السَّاذَجُ الَّذِیْ لَا ظُھُوْرَ فِیْہِ وَ لَا اِسْمَ وَ لَا نَعْتَ وَ لَا نِسْبَۃَ وَ لَا اِضَافَۃَ وَ لَا لِغَیْرِ ذٰلِکَ فَمَتٰی ظَھَرَ فِیْھَا شَیْءٌ مِمَّا ذُکِرَ نُسِبَ ذٰلِکَ الْمَنْظَرُ اِلٰی مَا ظَھَرَ فِیْھَا لَا اِلَی الذَّاتِ الصِّرْفِ اِذْ حُکْمُ الذَّاتِ فِیْ نَفْسِھَا شُمُوْلُ الْکُلِّیَّاتِ وَ الْجُزْئِیَّاتِ وَ النِّسَبِ وَ الْاِضَافَاتِ بِحُکْمِ بَقَائِھَا بَلْ بِحُکْمِ اِضْمِحْلَالِھَا تَحْتَ سُلْطَانِ اَحَدِیَّۃِ الذَّاتِ فَمَتٰی اُعْتُبِرَ فِیْھَا وَصْفٌ اَوْ اِسْمٌ اَوْ نَعْتٌ کَانَتْ بِحُکْمِ الْمُشَبَّہِ لِذٰلِکَ الْمُعْتَبَرِ لَا لِلذَّاتِ وَ لِھٰذَا قُلْنَا اِنَّ الذَّاتَ ھِیَ الْوُجُوْدُ الْمُطْلَقُ وَ لَمْ نَقُلِ الْوُجُوْدُ الْقَدِیْمُ وَ لَا الْوُجُوْدُ الْوَاجِبُ لِئَلَّا یَلْزَمَ مِنْ ذٰلِکَ التَّقْیِیْدُ وَ الْاَفْھَمُ الْمَعْلُوْمُ اِنَّ الْمُرَادَ بِالذَّاتِ ھُنَا اِنَّمَا ھِیَ ذَاتُ وَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْقَدِیْمِ وَ لَا یَلْزَمُ مِنْ قَوْلِنَا الْوُجُوْدُ الْمُطْلَقُ اَنْ یَکُوْنَ تَقْیِیْدًا بِالْاِطْلَاقِ لِاَنَّ مَفْھُوْمَ الْمُطْلَقِ ھُوَ مَا لَا تَقْیِیْدَ فِیْہِ بِوَجْہٍ مِنَ الْوُجُوْہِ فَافْھَمْ فَاِنَّہٗ لَطِیْفٌ جِدًّا انتہٰی کلامہٗ ــ

پس بجانب ما نسبت سجود در حفظ مراتب و حدود است کہ خاصہ خاصان ارباب الکشف و الوجود است و الا در مرتبۂ جمع الجمع کہ اشرف المقامات است ساجد و مسجود در حقیقت خود ذات جامع الکمالات است چنانچہ در تفسیر قولہ تعالیٰ وَ اعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ حضرت شیخ الاکبر

محی الدین رضی اللہ عنہ اینچنیں گفتہ و در سخن سفتہ حتیٰ یاتیک حق الیقین فتنتہی عبادتک بانقضاء وجودک فیکون ھو العابد والمعبود جمیعاً لا غیرہٗ (حجرا) فافہموا یا اولی الالباب واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل والیہ المرجع والمآب والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نور ذاتہٖ ومظہر اسمائہٖ وصفاتہٖ ومرآۃ جمالہٖ وکمالہٖ سیدنا ومرشدنا محمد ﷺ وآلہٖ واصحابہٖ واحبابہٖ اجمعین۔ جملہ یاران طریقت را سلام والدعا ۔

خدا حافظ و ناصر و یار باد۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد۔

الراقم خادم درویشان و خاکپائے ایشان غلام محمد عفا اللہ عنہ الصمد از جلوانہ بقلم خود ۲۰ ۱۲ ۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ حامداً ومصلیاً ○

محبی مخلصی فی اللہ عزیزی — غلام المصطفیٰ روحی فداکا۔

سلام علیک سلام علیک — روحی فداکم وقلبی لدیک

بعد دعائے خیریت طرفین وترقی درجات الیٰ قاب قوسین واضح باد کہ خیریت نامہ آں نور دیدہ عین در وقت انتظار رسیدہ نزہت رسا و فرحت افزا گردیدہ کلمات محبت آمیز و مضامین درد انگیز خواندہ دل در مجمر سینہ طپیدہ در یاد دوستاں آہ سرد کشیدہ۔

اے عزیز یاد مولیٰ از ہمہ اولیٰ ذکر الٰہی بہ از ہزار بادشاہی۔ توکل بر خدا شیوۂ فقراء۔ رضا بالقضاء مقام اولیاء۔ پاس انفاس کار حق شناس۔ نفی اثبات شغل اہل ذات۔ مراقبۂ توحید مقصود ہر سعید۔ اے عزیز پیوستہ بذکر پاس انفاس ونفی اثبات و مراقبہ وحدۃ الوجود مشغول باشند۔ کہ شغل عارفان ایں است ونعمت ابدی و دولت سرمدی ہمیں است۔

کن بدینگونہ تصور دمبدم = من نیم یار است از سر تا قدم

اے عزیز عارفے چہ خوش گفتہ و در سخن سفتہ است ؎

اے موج ز آب کے جدائی داری = دانی او ئی وگر ندانی اوئی۔

ابیات چند کہ از ذوق دل بشوق جاں بر سر زبان رسیدہ از بہلائے آں نور دیدہ تسطیر نمودہ ہے آید ؎

نیست جز حق دریں تجلی گاہ	آنکہ لا الٰہ الا اللہ
یار خود ظاہر است در ہر سو	ے نگر لا الٰہ الا ھو
جز خدا نیست در جہاں پیدا	گفت حق لا الٰہ الا انا
جان تو جلوہ گاہ جانانست	وھو محکم کلام سبحانست

یار در صورت تو بنموده / نحن اقرب الیه فرموده

خود محمدؐ چو دُر وحدت سفت / من رانی فقد رای الحق گفت

شجرهٔ موسویؑ چو گوید وا / کلمهٔ خاصهٔ انا اللہ را

بر لب احمدیؐ اگر ناگاه / از انا الحق سخن رود چہ گناه

بایزیدؒ از کمال عرفانی / مثل منصورؒ گفت سبحانی

چوں گل گلشن جنید شگفت / لیس فی جبتی سوی اللہ گفت

عارفے کاملے چہ خوش فرمود / لیس فی الدار غیرہ موجود

ہر کہ در عشق ذات حق بوداست / نقد او شاہد و مشہود است

اے شدہ مست جام سبوحی / از نفخت فیہ من روحی

رو قدم بر سریر اعلیٰ نہ / خلق آدم علیٰ احسنہ

از پی آنکہ خفتہ بر فرش است / شان ثم استوی علی العرش است

ہر کہ قرآن بعلم حق خواند / و ہو معکم بذاتہ داند

اے کہ پرسی زما فاین اللہ / انت روحی فذاک عین اللہ

مردم دیدهٔ خداوندی / حیف در حرص و آز پابندی

اے دلت اہل راز عالم قدس / جان تو شاہباز عالم قدس

بہر حکمت اسیر خاک شوی / ہمتے کن کہ باز پاک شوی

باز پرواز کن بہ بال یقین / رو بہ بالا فراز عرش نشین

تو شہنشاہ عالم پاکی / از چہ در قید خانہ خاکی

ہیں بشمشیر لا الٰہ زن / ہر چہ بینی بغیر آں ذوالمنن

تا بنوشی شراب الا اللہ / واصل ذات حق شوی واللہ

اے درِ خاص و گوہر نایاب / خویش را بیں و خویش را دریاب

شاہدے را کہ در جہاں جوئی / یعلم اللہ کہ عین خود اوئی

آں نگاری کہ وصل او خواہی / خود توئی نور ماہ تا ماہی

با محبت کہ نام او خوانی / آں مسمیٰ توئی اگر دانی

پائے ہمت بجاں بنہ اے مرد / ہمچو پرکار گرد خود میگرد

مردمک

معنی لفظ انسان ۱۲

خطاب بعوام ۱۲

شیشۂ جان و دلِ مُصفّا کُن | وندراں ذاتِ حق تماشا کُن
بلکہ سر تا قدم ہمہ دِل شو | فارغ از غیر باش و واصل شو
دمبدم با کمالِ عشق ابدوست | کُن تصوّر کہ من نیم ہمہ اوست
غیرِ حق نیست در دو عالم کس | ہر چہ بینی خدا است واللہ بس

الٰہی زُود بمقصود رسا ناد بحرمتہ النبی و آلہ الامجاد۔ خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ
از جلوآنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

مُحبِ دمساز یار محرم راز عالم باصفا مولوی غلام مصطفےٰ سَلَّمَہٗ رَبُّہٗ عَمَّا لَا یَلِیۡقُ بِشَانِہٖ
بعد از سلام سُنت سیّد الانام افضل الصّلوات و اکمل التحیات من اللہ الملک العلّام بر ضمیر منیر واضح و لائح باد کہ رقیمہ عنبر شمیمہ مشتمل بر اسوۂ عظیمہ کہ بیشتر تسطیر نمودہ ارسال ساختہ بودند۔ در تحریر جوابش بوجہ اشتغال درو ر پیشانہ تاخیر افتاد و چوں ظہور ہر کار بوقت خود معین است کہ اَلۡاُمُوۡرُ مَرۡہُوۡنَۃٌ بِاَوۡقَاتِہَا ہٰذا منتظر ارادت ازلی و مشیت لم یزلی بودم اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہ ہنوز توفیق الٰہی یافتم و در خدمت یاراں شتافتم۔ نوشتہ بودند کہ مندرجہ ذیل سوالات را از جوابات بہ ثبوت حدیث و آیات بیّنات مشرف سازند

مسئلہ اول - اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اَلۡاٰیَۃ - اَنَا مِنۡ نُّوۡرِ اللّٰہِ وَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ نُّوۡرِیۡ۔ الحدیث
ثابت شد کہ تمام کائنات از نورِ ایزدی است۔ اعتراض وارد مے شود کہ اگر از نورِ ایزد و متعال تمام کائنات است در الوہیت نقص لازم مے آید۔ چرا کہ اگر از پنج سیر یک سیر اخراج کردہ شود از وزنِ اولیں ناقص ماند۔ بدیں گونہ نورِ الٰہی بریں قول ایمان آوردن کفر است۔

مسئلہ ثانی - مراتب سبعہ را بالتفصیل تحریر نمایند کہ ایں مراتب کے چنیں است و کہ است۔

مسئلہ سوم - وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ اَلۡاٰیَۃ را بہ تفصیل و تشریح باعتبار شریعت و معرفت تحریر نمایند۔ بَیِّنُوۡا وَ تُوۡجَرُوۡا۔

الجواب

بداں اَرۡشَدَکَ اللّٰہُ تعالیٰ کہ از نورِ ذاتِ حق بروز نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آنچناں نیست کہ فہمیدہ و اکثر عالمیاں گماں بردہ اند کہ از نورِ حق کہ عین کل ست نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بمشابہ

جزو منفک و جدا گشتہ۔ حاشا و کلاّ! ازیں توجیہ در طرفین نقص لازم آید۔ زیرا کہ چوں از کل جزوے جدا گشت در کل نقص پیدا شد و جزو در مقابل کل خود ناقص۔ لہٰذا اصل حقیقت ایں مسئلہ را بتمثیلے مبرہن مے سازم تا اشکالے مذکور رافع گردد و ہیچ محظور لازم نہ آید۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلیٰ۔ باید دانست کہ ذاتِ حق در شان کُنْتُ کَنْزًا بمنزلہ نوات بود از جمیع الاشیاء کَانَتْ مُنْدَرَجَۃً فِیْہِ کَانْدِرَاجِ الشَّجَرَۃِ فِی النَّوَاۃِ (مرات العارفین) چنانکہ در نوات شجرہ بمعہ اغصان و اوراق و ازہار و اثمار بالقوہ مے باشد ہمچنیں عالم اجزاءِ خود در ذاتِ قدیم مندرج و منسلخ بود۔

چوں ذاتِ حق ظہور کمالاتِ خود خواست از نورِ خود نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرمود ہمچنانکہ از تخم شاخ (انگور) نمودار شود۔ از نورِ حق نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا شد و دریں ہیچ شک نیست کہ ہماں تخم بصورتِ شاخ ظاہر شود و بالفاظِ دیگر میتواں گفت کہ ہماں تخم شاخ شد۔ حالانکہ نہ تخم در شاخ حلول نمودہ و نہ صورتِ اتحاد گرفتہ۔ ہمچنیں ذاتِ حق بشکل نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بلا حلول و اتحاد ظہور فرمودہ۔ اینست معنی قولہ تعالیٰ قَدْ جَاءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ و دریں جا خلق بمعنی تقدیر ست نہ ایجاد کَمَا صَرَّحَ بِہِ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی الْفُتُوْحَاتِ وَکَذَا فِی الْمَوَاہِبِ اللَّدُنِّیَّۃِ۔

و چنانکہ ہرگاہ تخم بصورتِ شاخ ظاہر شود ہر کہ خواہد کہ آں تخم را معائنہ کند باید کہ شاخ را بیند۔ ہمچنیں ہر کہ خواہد کہ خدا را بیند او را باید کہ جمال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را مشاہدہ کند۔ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ زیرا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بصورتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ نمودہ است۔ چنانچہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ در تفسیر حم فرمودہ اَیِ الْحَقُّ ظَہَرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَقَالَ) فَالْحَقُّ مُحَمَّدٌ ظَاہِرًا وَّ بَاطِنًا فَافْہَمْ۔

باز چنانکہ از تخم شاخ و از شاخ درخت ظاہر شود ہمچنیں از نورِ حق نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و از نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ خلائق پیدا شد چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّہُمْ مِنْ نُّوْرِیْ۔

نیز چنانکہ بر شجرہ گلہا و خارہا پیدا شوند و حالانکہ درخت یکی ست لیکن گلہا و خارہا احکام جدا جدا دارند۔ نہ خار گل گردد نہ گل خار۔ گل راحت رساند و خار آزار۔ ہمچنیں ہر شجرۂ طیبۂ عالم کہ از نوات احدیت و شاخ وحدت در عرصۂ ظہور و احدیت چناں نشو و نما یافت کہ اَصْلُہَا

۱۔ خستہ خرما ۲۔ جمع غصن بمعنی شاخ درخت ۳۔ بالفتح بمعنی شگوفہا

ثابتٌ وَفرعُهافی السَّماءِ - گلہائے اخیار و خارہائے اشرار ظہور یافتہ ہر یک احکام مختلف دارند قال الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی

و چنانکہ بر شجر بالآخر میوہ نمودار شود - و گر بگوش ہوش بشنوی آں ثمر بزبانِ حال میگوید کہ من ہماں تخم کہ از نگاہ عالمیاں غائب شدہ بودم اکنوں ظاہر گشتہ اَلْآنَ کَمَا کَانَ - ہمچنیں بجلائے آخرِ حضرتِ انسانِ کامل کہ ثمرۂ شجرۂ عالم است گلبانگ سُبحانی و نعرۂ اَنا الحق در زدہ و بترانۂ لَیْسَ فِی جُبَّتِی سِوَی اللّٰہِ مترنم شدہ ؎

چہ خوش گلہا شگفتہ چشم بد دور — جُنیدؒ و بایزیدؒ و شاہ منصورؒ

حقیقت خود بخود گویاست ورنہ — چہ نسبت خاک را با عالم نور

بگفت اِنِّی اَنَا اللّٰہ از درختے — گر از انسان اَنا گوید چہ محظور

اگر رازِ حقیقت را نداند — فقیہ غیر حق بین است معذور

بچشم محرماں یار است ظاہر — شدہ از نامحرماں مخفی و مستور

مرا جام شرابِ عشق باید — نخواہم باغِ خلد و طرۂ حور

غلام آں نگاہ مست یارم

کہ دارد صد ہزاراں جلوۂ طور

و طرفہ تر بیں کہ میوۂ درخت بصورت و صفت آں تخم اولیں پیدا شود چہ در میوہ نیز جملہ درخت بالقوہ موجود است اگر زرعش کُنی بالفعل ظاہر گردد - ہمچنیں حضرتِ انسان کہ میوۂ درختِ عالم و خلاصۂ موجودات است بصورتِ حق تعالیٰ مخلوق است و کمالاتِ الٰہی درو موجود کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اَیْ عَلٰی صِفَاتِہٖ بَلْ عَلٰی حُکْمِ ذَاتِہٖ - پس اگر سعی نماید و بمصقلۂ ذکر آئینۂ دل را منجلی سازد کہ لِکُلِّ شَیْئٍ صَقَالَۃٌ وَّصَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی و بمشعلۂ فکر ملک جاں را منور کند کہ فِکْرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ و بعلمِ عرفان حقیقت خود را شناسد کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ و بکشف و وجدان سرِ حق را دریابد کہ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ در آدم حقیقتِ مطلقہ از عرش معلائے ذاتِ احدیت بر سماءِ دنیائے وجودِ انسانیت تنزل نماید کہ یَنْزِلُ رَبُّنَا اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا کُلَّ لَیْلَۃٍ فِی الثُّلُثِ الْبَاقِیْ مِنَ اللَّیْلِ الحدیث - و عارفِ کامل باذاتِ حق واصل شود تا از جانب عزت خطاب رسد کہ لِمَنِ الْمُلْکُ

اَلْیَوْمَ وَخُود دَرجَوابِ فرماید لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّار +

پس درمثالِ مذکور باید دید وحقیقتِ وحدۃِ وجود را باید فہمید کہ چنانکہ نوات ہم اول شجر است وہم آخرش بصورتِ ثمر۔ وہم باطن وغائب است وہم ظاہر بشکلِ شجر۔

ہمچنیں حق سُبحانہ اول عالم است کہ کَانَ اللّٰہُ وَلَا شَیْئَ مَعَہٗ وَ آخر او کہ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ و باطنش کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَظاہرش کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَیْ عَیْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی وُجُودِ حق بصُورِ جمیع موجودات ظاہر شدہ۔ فَھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ۔ پس دروجُود غیر او موجود نیست۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

العزیز انیست مسئلہ وحدۃُ الوجُود کہ عوام از و لرزہ براندام اند۔ حالانکہ مدلل است بآیات شریفہ واحادیثِ صحیحہ سیّدِ الْاَنَام عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ الصلوٰۃ والسلام ؎

یار خود شاہدست خود مشہود = لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ مَوْجُود

ہست خود بر وجود خویش گواہ = اِنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

جلوہ اش مے نماید از ہر سو = مے نگر لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

غیرِ او ہست در وجود کجا = گفت حق لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا

خود شہنشاہ وخود غلام است آں

خود شراب است وساقی مستاں

مسئلہ ثانی ۔ مراتبِ سبعہ قال اللّٰہ تعالیٰ رفیع الدرجات ذو العرش یعنی حق سُبحانہ صاحبِ درجات بلند ومالکِ عرش است ۔ اگرچہ مراتب ذاتِ الٰہی و درجاتِ او غیر متناہی است لیکن کمل کبرائے عارفین اولیاء اللّٰہ وعلمائے واصلین باللّٰہ علیہم الرضوان کہ اہلِ ذوق ووجدان اند بطریق کشف وجُودِ سبعہ مراتب کلیہ جامع جمیع مراتب جزئیہ الٰہیہ وکونیہ را معلوم ساختہ اند و مے فرمایند کہ حق سُبحانہ وجودِ مطلق است ۔ نیست او را شکل و نہ حد و نہ حصر و باوجود ایں ظاہر شدہ وتجلی کردہ است بر شکل وحد وَلَمْ یَتَغَیَّرْ عَمَّا کَانَ عَلَیْہِ مِنْ عَدَمِ التَّشَکُّلِ وَ عَدَمِ التَّحَدُّدِ بَلِ الْاٰنَ کَمَا کَانَ۔ و بدرستیکہ آں وجُود واحد است ولباسہا مختلف و بسیار است وآں وجودِ حقیقت ہمہ موجود است وجمیع کائنات تا آنکہ یک ذرہ خالی نیست ازاں وجود و مراد از وجود حقیقی است کہ وجودش بذاتِ خود قائم است و وجودِ تمام موجودات بآں و برائے آں وجود مراتب بسیار است ۔

مرتبہ اولٰی لا تعین وذات بحت است۔ یعنی اول کہ ہنوز ما سوی اللہ در وجود مطلق مندرج بود وحکم ظہور وبطون مختفی ونام عینیت وغیریت واسم ورسم ولغت ووصف ووحدت وکثرت ووجوب وامکان منتفی بود آں مرتبہ عزیزہ قاہرہ را احدیت مے نامند وآں وجود دراں مرتبہ پاک ست۔ از ہر قید حتی کہ از قید اطلاق ہم منزہ است وآں کنہ حق سبحانہ و تعالےٰ است کہ کُنتُ کنزاً مخفیاً اشارت بدوست وفوق ہمہ مراتب اوست۔

مرتبہ دوم۔ وحدت است چوں ذات مطلق از مرتبۂ اطلاق وعدم انحصار کہ کنہ حق ست وفوق آں مرتبہ نیست توجہ بعالم ظہور نمود تا خود را داند وآنچہ دروست ہمہ را اجمالاً دریابد۔ آں را تعین اول نیز گویند وآں عبارت از علم ذات است بذاتہ وصفاتہ وہرچہ دروست از موجودات علی الاجمال غیر از امتیاز بعضے از بعضے وایں مرتبہ را حقیقت محمدی نیز میگویند۔ زیرا کہ چوں ذات مطلق خود را اجمالاً دریافتہ وآنچہ دروست ہمہ را اجمالاً مشاہدہ کرد اول محمد صلی اللہ علیہ وسلم را مشاہدہ کرد بلکہ محض شہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم را وحدت گویند۔ چہ در شہود محمد علیہ السلام ذات را ہم وجدان خود وہم شہود کل ماسوی ضمناً حاصل است پس جمیع اعیان ثابتہ در حضرت ایں علم بصورت عقل اجمالاً ہویدا شدند۔

مرتبہ سوم۔ واحدیت است یعنی ذات مطلق خواہاں آں شد کہ چنانکہ در مرتبہ وحدت خود را بر خود جلوہ کرد مجملاً تفصیلاً نیز جلوہ کند۔ پس در مرتبۂ ثالث ظہور کرد وآں را تعین ثانی نیز گویند وآں عبارت از علم ذاتست بذاتہ وصفاتہ وہرچہ دروست از جمیع موجودات بطریق تفصیل وامتیاز بعضے از بعضے۔ یعنی آنچہ در وحدت بطریق اجمال بودند در حضرت واحدیت از یکدیگر متمیز گشتند وتفصیل یافتند کالشجرۃ واغصانہا واوراقہا وازہارہا واثمارہا فی النواۃ تفصل واز برائے ایں وحدت را علم اجمالی وواحدیت را علم تفصیلی مے گویند وایں ہر دو مرتبہ را جمع الجمع وجمع نیز مے نامند وایں ہر سہ مراتب قدیم اند وتقدم وتاخر کہ مے نماید عقلی ست نہ زمانی

مرتبہ چہارم عالم ارواح است۔ چوں حق سبحانہ وتعالیٰ بہ تجلی علمی غیبی کہ فیض اقدس است بصور علمیہ واعیان ثابتہ کہ حقایق اشیاء اند اجمالاً وتفصیلاً در مرتبہ وحدت وواحدیت متجلی شد۔ خواست تا بہ تجلی عینی شہادی کہ فیض مقدس است بصور وجودات اشیاء واعیان خارجیہ آں نیز جلوہ فرماید در مرتبۂ رابع ظہور کرد کہ آں را عالم ارواح گویند وآں عبارت است اشیاء کونیہ مجردہ بسیطہ کہ از صورت ومادہ پاک اند وایں عالم را عالم امر وعالم ملکوت نیز میگویند

مرتبہ پنجم عالم مثال است و آں عبارت است از اشیاء کونیہ مرکبہ لطیفہ کہ قابل تجزی و
و تبعض و خرق والتیام نیست و ایں عالم را برزخ نیز مے گویند۔ زیرا کہ واقع است مابین اجسام
کثیفہ و ارواح مجردہ بسیطہ۔ و دریں عالم مرہر موجودے را از موجودست مجردہ ارواح و معانی و
غیر مجردہ اشباح و اجسام مثالے ہست کہ بحواس باطن ادراک آں تواں کرد۔ کشف ہم دریں عالم
مے باشد۔

مرتبہ ششم عالم اجسام و شہادت است و آں عبارت است از اشیاء کونیہ مرکبہ کثیفہ کہ
قابل تجزی و تبعض و خرق والتیام است۔ از عرش تا مرکز خاک عالم شہادت است۔ بدیں تفصیل
عرش کرسی فلک الزحل فلک المشتری فلک المریخ فلک الشمس فلک الزہرہ۔ فلک العطارد۔
فلک القمر۔ کرۂ نار۔ کرہ ہوا کرۂ آب۔ کرۂ خاک۔ موالید ثلاثہ معدن نبات حیوان ایں انتہاء
عالم است۔ مرتبہ ہفتم۔ مرتبہ جامعہ است۔ ہر جمیع مراتب مذکورہ جسمانیہ و نورانیہ و وحدت
و واحدیت را دریں تجلی آخیر و ظہور اخیر است و نامش انسان است۔

پس ایں ہفت مراتب است۔ اوّل از انہا مرتبہ لاظہور و شش باقیہ از انہا مراتب ظہور
کلیہ اند۔ و مرتبہ اخیرہ یعنی انسان چوں عروج کند و جمیع مراتب مذکورہ درو ظاہر گردند۔ اُو را
انسان کامل گویند۔ و عروج علی وجہ الاکمل خاصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم است۔
ازیں جہت اُو را خاتم النبیین گفتہ اند و کسانیکہ کمال متابعت او را دریافتہ اند نیل ایں درجہ
ایشاں را خواہد بود و آیۂ کریمہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ مؤید
ایں معنی است۔

انیست تحقیق مراتب سبعہ وجود مطلق و تنزلات ستہ ذات حق کہ از برائے آں نور دیدہ
و یار برگزیدہ از کلمات طیبات عارفین کاملین استنباط نمودہ شد۔

اکنوں باید دانست کہ نزد اہل توحید و اصحاب تحقیق کہ بوحدت وجود قائل اند۔ اعیان
خارجیہ یعنی تعینات روحی و مثالی و جسدی احکام و آثار اعیان ثابتہ اند۔ زیرا کہ اعیان ثابتہ
کہ صور علمیۂ حق اند و عبارت از حقایق اشیاء است۔ در ہر مرتبہ از مراتب وجود خواہ علمی باشد
خواہ عینی روحی و مثالی و شہادی از کارخانۂ علم قدم بیروں ننہادہ و بوئے وجود خارجی ہم نشمیدہ
چنانچہ فرمودہ اند۔ اِنَّ الْاَعْیَانَ الثَّابِتَۃَ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ فِی الْخَارِجِ۔ پس ازلاً و
ابداً در علم الٰہی ثابت اند۔ چہ اگر از علم حق خارج شوند جہل حق لازم آید۔ تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرًا۔

سے بروزن سبیل بمعنی یادش

وَصور مَعلومات حضرتِ حق عینِ علم اند و علم ذات عین ذات است ۔ فَلَا مَوجُودَ اِلّا اللّٰہُ و تعددِ اسماء و اعیان کہ موہم غیریت و دوئی است تعدد حقیقی نیست بلکہ اعتباری است ۔ بدیں وجہ کہ ذات وحدہ اولاً در حضرتِ علم بشیون ذاتیہ و صورِ علمیہ خود تجلی نمود و ثانیاً در مرتبۂ عین با حکام و آثار آنہا متلبس شدہ خود جلوہ فرمود ۔ فَسُبحَانَ مَنْ اَظْہَرَ الاَشیَاءَ وَھُوَ عَینُھَا (فتوحات) ۔

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت ــــ لاجرم عین جملہ اشیاء شد ۔

نیز بداں کہ چوں حق سُبحانہ از صرافت و سذاجت ذاتی خود تنزل فرمودہ از عالم پاک تا مرکز خاک بصورِ جمیع اعیان و اکوان متجلی گشت ۔ پس خواست تا مظہر اتم پیدا کند ۔ نے نے بلکہ بر صورتِ اکمل ہویدا شود کہ جامع جمیع مراتب آلٰہیہ و کونیہ و مشتمل بر ہمہ تنزلاتِ حقیہ و خلقیہ بود ۔ حضرتِ انسان را بر صورتِ خویش محتوی بر کمالاتِ ذاتیہ و صفاتیہ خود آفرید کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِہٖ و حُسن و جمال خود در آئینہ وجودش دید کہ اَلاِنسَانُ مِرآۃُ الرَّحمٰنِ ۔ منشورِ خلافتِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَۃً اش فرستاد و تاجِ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی آدَمَ بر سرش بنہاد ۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّھَا بدستش داد تا بحکم اُسجُدُوا لِآدَمَ فوجِ ملک در قدمش سر بسجود افتاد ۔ چونکہ آئینۂ ذات و مرآتِ صفات بود ہر آئینہ ہر کہ اورا دید سرِ حق را فہمید ۔ اَلاِنسَانُ سِرِّی وَاَنَا سِرُّہٗ ۔

زاں محمدؐ چو دُرِّ وحدت سفت ــــ مَنْ رَّاٰنِی فَقَدْ رَاَی الحَقَّ گفت ۔

پس تمام مراتبِ حقی و خلقی تنزیہی و تشبیہی نورانی و ظلماتی در وجودِ انسانی موجود گشتند ۔ اعنی مراتب ستہ آلٰہیہ کہ احدیت وحدت و واحدیت و ارواح و مثال و اجسام اند ۔ جملہ در لطائف ستہ انسانیہ اخفیٰ و خفی و سِر و رُوح و قلب و نفس یافتہ شدند و متحقق شد کہ درمیانِ ذاتِ حق و ذاتِ انسان و علمِ حق و علم انسان و قلم اعلیٰ و روحِ انسان و لوحِ محفوظ و قلبِ انسان و عرش و جسم انسان و کرسی و نفسِ انسان باعتبار اجمال و تفصیل مشابہتے و مناسبتے کامل است ۔ بَلْ عِلمُہٗ عِلمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ وَسِرُّہٗ سِرُّہٗ وَرُوحُہٗ رُوحُہٗ وَنَفسُہٗ نَفسُہٗ کَمَا صَرَّحَ بِہٖ سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ اِمَامُ الکَونَینِ اَبُو عَبدِاللّٰہِ الحُسَینُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلٰی جَدِّہٖ وَاَبِیہِ وَعَلَیہِ فِی مِرآتِ العَارِفِینَ تَفصِیلاً ۔

اے دلت جلوہ گاہِ ذاتِ احد	روئے تو مظہرِ صفاتِ صمد
آفتابِ سپہرِ سبحانی	در نقابِ سحابِ انسانی

ہست تخلیق تو ز عالم پاک — گرچہ جا ساختی نشیمن خاک

صورت خویش بیں وشو دلشاد — عین حقی ترا مبارک باد

طالب صادقی تو اما خوب — خود توئی طالب و توئی مطلوب

گر بشنوی بگوش ہوش سخن — یار گوید کہ من تو ام تو من

ور دریں وسوسہ فرومانی — کہ نہ دارم صفات ربانی

اِعلَم اِن کُنتَ مِن اُولِی الاَبصَارِ — سرِ تحقیق عالم اسرار

جَانَا دُرَاکُ ذَاتِہٖ اِلَّا — لَیسَ الاِدرَاکُ فِی الصِّفَاتِ لَنَا

وَھُوَ مَعَکُم فَذَاتُہٗ مَعَنَا — قَالَ اَیضاً وَاَنتُمُ الفُقَرَاء

گرچہ ہست اے سر حق ماہر — در مظاہر وجود حق ظاہر

در تنزل بحسب ایں نشاءت — حاصلش نیست ہر کمال صفت

ہاں مگر چوں بشر عروج کند — خیمہ در ملک جان پاک زند

دم زند از کمال حق واللہ — اُبرِئُ الاَکمَہَ بِاِذنِ اللہِ

قطرہ گو بحر نیست اما ہست — چوں دراں بحر بیکراں پیوست

کار بحر او ز قطرہ مے ناید — لیک وہم دوئی نمے شاید

نیست در دیدۂ اُولُو الاَلبَاب — بحر و قطرہ حقیقتاً جز آب

نزد ارباب کشف و اہل صفا — عین آب ست قطرہ و دریا

ہمچنیں بندہ و خدا را بیں — اسم بگذار و ذات را بگزیں

غیر حق نیست چوں بعالم کس
ذات را ذات مے شناسد و بس

وَاَمَّا المَسْئَلَۃُ الثَّالِثَۃُ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیرِ اللہِ عِندَ الحَقِیقَۃِ المُنِیفَۃِ اِعلَم اَنَّ المُرَادَ مِن غَیرِ اللہِ ھُوَ زَعمُ الغَیرِیَّۃِ بَینَ شَیئٍ مِّنَ الاَشیَاءِ وَبَینَہٗ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی لِاَنَّ الغَیرَ الحَقِیقِیَّ لَیسَ بِمَوجُودٍ بِحُکمِ قَولِہٖ تَعَالٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَی لَا مَوجُودَ اِلَّا اللہُ وَقَولِہٖ عَزَّ وَجَلَّ فَاَینَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجہُ اللہِ وَھُوَ الاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالبَاطِنُ وَنَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ وَھُوَ مَعَکُم اَینَمَا کُنتُم وَفِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُونَ وَفِی الحَدِیثِ القُدسِیِّ لَا تَسُبُّوا الدَّھرَ فَاِنَّ اللہَ ھُوَ الدَّھرُ وَلَا یَزَالُ عَبدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ

حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی
یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ویا ابن آدم مرضت فلم تعدنی وجعت فلم تطعمنی
الی آخرہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصدق کلمۃ قالتہا العرب کلمۃ
لبید - الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل وقال علیہ الصلوۃ والسلام والذی نفس محمد
بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ تعالی ثم قرأ علیہ السلام
ھو الاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شیئ علیم وامثال ذلک من الآیات
والاحادیث الصحیحۃ فالموجود والمعبود ھو الحق سبحانہ وتعالی غیرہ لیس بموجود و
نعم ما قال بالفارسیہ ؎

کجا غیر کو غیر وکو نقش غیر — سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

نعن زعم الاولیاء غیر اللہ وقع فی الشرک لان زعم الغیریۃ شرک و
الشرک ظلم عظیم فنذرہ للاولیاء الکرام مع ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ ومذبوحہ
فی مالطی لتقتہ حرام وقد اشار الیہ الشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فی تفسیر وما اھل بہ لغیر
اللہ ای رفع الصوت بذبحہ لغیر اللہ یعنی ما قصد بذبحہ واکلہ الشرک لمنافاتہ
التوحید وقال ایضا فی تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ ای وکل ما یفعل لغیر اللہ
فھو شرک والشرک اکبر الکبائر انتہی ملخصاً

فینبغی للطالب الصادق ان یتوب من عقیدۃ الشرک ویعتقد ان اولیاء اللہ تعالی
ھم المستغرقون فی بحر ذاتہ والمتصفون باسمائہ وصفاتہ لیکون عارفا کاملا ومحققا واصلا
بعون اللہ تعالی - ولما ثبت ان الولی ھو اللہ کما قال اللہ تعالی واللہ ھو الولی یعنی الانسان
الکامل فنذر الولی نذر اللہ تعالی ایفاء النذر من خصال الابرار وھھنا سر عزیز
لیس فی اظہارہ مصلحۃ واللہ اعلم بحقائق الاسرار وعند الشرع الشریف فذبح المنذور
للولی علی اسمہ تعالی جائز لان معنی وما اھل بہ لغیر اللہ وما ذکر علیہ اسم غیر اللہ
کما فی روح البیان فی تفسیر ھذہ الآیۃ ای حرم ما رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم
واصل الاہلال رفع الصوت وکانوا اذا ذبحوا لآلہتہم یرفعون اصواتہم بذکرھا و
یقولون باسم اللات والعزی وفی معالم التنزیل وما اھل بہ لغیر اللہ ای ما ذبح
للاصنام والطواغیت واصل الاہلال رفع الصوت وکانوا اذا ذبحوا لآلہتہم یرفعون

اَصْوَاتَهُمْ بِذِكْرِهَا فَجَرٰى ذٰلِكَ مِنْ اَمْرِهِمْ حَتّٰى قِيْلَ لِكُلِّ ذَابِحٍ وَاِنْ لَّمْ يَجْهَرْ بِالتَّسْمِيَةِ مُهِلٌّ - وَهٰكَذَا فِىْ تَفْسِيْرِ الْخَازِنِ وَالْبَيْضَاوِىْ وَ قَالَ صَاحِبُ تَفْسِيْرِ الْاَحْمَدِىْ فَعُلِمَ مِنْ هٰهُنَا اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِىْ اَيَّامِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ اِنْتَهٰى - فَمَنْ قَالَ نَذْرُ الْاَوْلِيَاءِ حَرَامٌ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا -

و دریں مسئلہ حضرت پیر قبلہ عالم صاحب گولڑوی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ المبارک در اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ - چندان تحقیق انیق فرمودہ اند کہ مزیدے براں متصور نیست - برائے زیارت تسکین خاطر آں رسالہ متبرکہ را مطالعہ نمایند کہ دریں فن عجائب روزگار است نیز اے عزیز ترا مبارک باد کہ خداوند کریم بلطف عظیم حضرت مرشدی و مخدومی حضرت صاحبزادہ صاحب فتح پوری ادام اللہ حیاتہ وافاض علینا برکاتہ را دریں ایام نضارت التضام دو فرزند ارجمند اطال اللہ عمرھما عطا فرمودہ است و بعد از مدتے مدید و عرصہ بعید آرزوئے مریدان بالیقین و تمنائے دل ارادتمندان اہل تمکیں حاصل شدہ والحمد للہ علی احسانہ پیوستہ بخیریت خویش و عافیت ہر درویش اطلاع نمودہ باشند تا قلب اطمینان گیرد و روح راحت پذیرد - وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ - من جانب جملہ درویشاں بصد زیادہ سلام والدعا - عاقبت بالخیر باد - بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّآخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محب دلنواز محرم راز برادرم مولوی غلام مصطفٰی سلمکم اللہ تعالیٰ -

دعوات مشفقانہ واصل متواصل باد - آپ کا نامہ بزبان فارسی مشتمل بر چند سوالات موصول ہوا - چونکہ ان جوابات سمجھنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے - لہٰذا حسب طلب بعض احباب ضروری مضمون کا زیادہ حصہ اردو میں تحریر کیا گیا ہے - وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ -

سوال ۱ - یہ تینوں سوالوں کو متضمن ہے - (۱) تمام مراتب سبعہ یکساں ہیں - یا کہ درجہ بدرجہ مثلاً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی مظہر ہے - اور میں اور زید اور بکر اور عمر اور بھی مظہر ہیں - اور دیگر ذوی العقول اور غیر ذی روح بھی مظہر ذاتی ہیں - پھر کیا سبب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار تمام مظہرات سے اعلیٰ ہیں -

جواب - بے شک جملہ اشیاء موجودات مظاہر الٰہیہ ہیں - لیکن بحسب مراتب انکی مظہریت

میں تفاوت ہے۔ چنانچہ جواہر غیبی میں ہے کہ انبیاءؑ مخلوق اند از اسماء ذاتیہ حضرت حق تعالےٰ الخ
پس ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام مظہر اسماء ذاتیہ ہیں۔ اور اولیائے کرامؒ مظہر اسماء صفاتیہ
اور بقیہ کائنات مظہر صفات فعلیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر حق سبحانہٗ و تعالےٰ ہیں۔

سوال ۲۔ مرتبہ حقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے۔ اور دیگر انسانوں کو بھی جیسا
کہ کسی نے فرمایا ہے اَنَا الْحَقُّ اور کسی نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اور کسی نے لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَاللّٰہِ پھر
لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ کس لئے ہے؟

جواب۔ یہ امر متحقق ہے کہ جمیع اولیاء اللہ جرعہ نوشان بادۂ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
اور بحکم حدیث اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ تمام مومنین و محققین حضرت سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم کے نور پاک سے پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر تمام اولیائے کرام
کی حالت حقی میں از بس فرق ہے۔ ہر ولی کامل کا ظرف استعداد و قابلیت جب نور حقیقت سے
لبریز ہو جاتا ہے تو اس کے شجرۂ وجود سے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کی صدا آنے لگتی ہے۔ لیکن زہے وسعت
سینۂ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ باوجود تمام خمخانۂ توحید کے نوش جان فرمانے کے
نعرۂ ہَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کے ساتھ اَنَا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کے مقام استقامت پر قائم رہے۔ کیونکہ
سیر فی اللہ میں نہ ہی تجلیات ذاتی کی حد ہے اور نہ ہی استعداد محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا ہے

کہ تشنہ ہست مستسقی و دریا ہمچنان باقی۔

یہی وجہ ہے کہ بایزیدؒ تو فرماتے ہیں سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ
کا ارشاد ہے۔ سُبْحَانَکَ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اور حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اَنَا عَبْدُہٗ منصورؒ و بایزیدؒ کے اَنَا الْحَقُّ
و سُبْحَانِیْ سے افضل تر ہے مع ھذا یہ فرمودۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہت بشریت سے ہے
لیکن جہت الوہیت سے آپکا فرمان اَنَا اَحْمَدٌ بلا میم جو آپؐ کی احدیت ذاتی پر شاہد ہے۔
بایزیدؒ کے قول سُبْحَانِیْ سے جو صفت پاکی پر دال ہے نہایت ہی بلند اور برتر ہے۔ لہٰذا
خطاب مستطاب جناب رب الارباب لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ بلکہ لَوْلَاکَ لَمَا
اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّتِیْ۔ سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے۔ والسلام +

سوال ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت بشری میں سایہ نہ تھا۔ اور دیگر عارفان

واصلان کا حالتِ حقی میں بھی سایہ تھا کیا وجہ ہے؟ اور اس میں کیا فرق ہے؟ اسلئے کہ باعتبار مراتب کوئی فرق نہیں؟

جواب - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا آپ کے جسدِ اطہر کے نورانی ہونے کی بیّن دلیل ہے جو کہ شرفِ عظیم اور وصفِ جلیل ہے - لیکن یہ سایہ کا نہ ہونا کمالِ حقی کی شرط نہیں ہے اور یہ وصفِ جلیل ہے - اور یہ وصف بعض اولیاءؒ میں بھی پایا گیا ہے - جیسا کہ خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی ثم الخیرپوری رحمۃ اللہ کے متعلق مشہور ہے - کہ آپ کا آخر عمر میں بارہ برس سایہ ناپدید ہوگیا تھا - ملائکہ باوجود نورانی ہونے کے کمالِ حقی سے مشرف نہیں ہیں - اور آدم صفتِ ظلمانی کے باوجود کمالِ حقی سے مشرف ہے ؂

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے = پہنچا اُس جا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ جامع الاضداد ہونے کے سبب نور اور ظلمت کا عین ہے اور اولیاء اللہ اسی حقیقتُ الحقائق کے مظاہر ہیں - لہٰذا اولیائے واصلین کے سایہ حالتِ حقی میں اُن کی نورانیت کو مُخل نہیں ہے - بلکہ اُن کی جامعیت اور مظہریتِ حق کی دلیل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و اولیائے کرام کی حالتِ حقی میں فرق یہ ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی جہتِ بشریت بھی منور ہے - ؂

وجوب آلائش امکان اُوشست = قدم زنگ حدوث از جان اُوشست

اسلئے آپؐ نورٌ علےٰ نور ہیں ؂

اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ قَمَرٌ اَنْتَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْر = اَنْتَ لَاشَکَّ مُحَمَّدٌ اَنْتَ مِصْبَاحُ الصُّدُوْر

تمام اولیائے واصلین رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو حسب استعداداتِ کاملہ حالتِ حقی میں جامعیت کا شرف حاصل ہے اور اِن میں جہتِ ربوبیت اور جہتِ بشریت ہر دو کا ظہور ہے اس لئے کہ دائرۃ اللہ قوسِ ربوبیت اور قوسِ عبودیت کو مشتمل ہے - جیسا کہ امام حسینؑ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلٰی جَدِّہٖ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیْہِ مراۃُ العارفین کے دائرۃُ اللہ میں قاب قوسین کا نقشہ تحریر فرماتے ہیں - وَھُوَ ھٰذَا -

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام اَوْ اَدْنٰی سے مشرف ہیں - جو دائرہ ھویت میں خطِ وسطانی کے ارتفاع کا مقام ہے - یعنی دائرہ ھُویت میں خطِ موہوم کے سبب جو قاب قوسین کا نقشہ تیار تھا - اِس خطِ موہوم کے منفی ہونے سے ایک ہی محیط باقی رہ گیا اور یہ مرتبہ احدیت ذاتیہ ہے

جس میں اضداد یعنی حق و خلق اور نور و ظلمت کی گنجائش نہیں ہے کُلُّ شَیْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ البتہ بعض اکملین بیمنِ اتباع سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی گاہے اس مقام اعلےٰ پر مشرف ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ چونکہ اس مقام پر بعد حصول مرتبہ فناء فی الرسول فائز ہوتے ہیں۔ لہٰذا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی صاحب قابَ قوسَینِ اَوْ اَدْنیٰ ہیں صَلَوٰۃُ اللہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِ دَائِمًا اَبَدًا۔ پس اگرچہ وجود واحد ہے لیکن مراتب وجود میں بڑا فرق ہے

حقیقت ہمہ چیز آمد یکے ـــ تو اندر مراتب بکن فرقہا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی +

سوال ۲ء ساتواں مرتبہ مراتب سبعہ سے انسان کامل ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ اگر یہ مرتبہ ہفتم انسان کو حاصل نہ ہو۔ انسان کامل نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ مجذوبان کا مرتبہ تمام مراتب سے اعلےٰ ہے کہ ہمیشہ مستغرق فی الذات رہتے ہیں۔ اور انسان کامل کا مرتبہ تمام مراتب سے افضل ہے؟

جواب ۔ مجذوب صاحب مقام جمع اور انسان کامل صاحب مقام جمع الجمع ہے۔ جمع شہود حق بلا خلق سے عبارت ہے اور جمع الجمع شہودِ خلق قائما بالحق کا نام ہے۔ اسے فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں۔ پس مجذوب مقام جمع میں ہمیشہ مستغرق فی الوحدت ہے اور انسان کامل کو مقام جمع الجمع میں نہ وحدت کثرت پر حاجب ہے نہ کثرت وحدت پر۔ بلکہ اسے مقام استقامت میں وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں ہر دم شہود حاصل ہے۔

فَلَا یَحْجُبُہٗ الْفَرْقُ عَنِ الْجَمْعِ وَلَا الْجَمْعُ عَنِ الْفَرْقِ ۔ حضرت جامی قدس سرّہٗ شرح فصوص الحکم کی فص نوحی میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْخُرُوْجَ اِلٰی صُوْرَۃِ الطَّبِیْعَۃِ وَالتَّفْرِقَۃِ مَقَامُ الْجَمْعِ الْجَمْعِ وَالْفَنَاءِ فِی اللّٰہِ بلکہ خُرُوْجٌ اِلٰی صُوْرَۃِ الطَّبِیْعَۃِ مَقَامُ الْجَمْعِ وَالْاَوَّلُ اَرْفَعُ مِنَ الثَّانِیْ اِنْتَہٰی۔

اَیْضًا اَلْمَجْذُوْبُ مَنِ اصْطَنَعَہُ الْحَقُّ لِنَفْسِہٖ وَاصْطَفَاہُ لِحَضْرَۃِ اُنْسِہٖ وَاطَّلَعَہٗ بِجَنَابِ قُدْسِہٖ فَفَازَ بِجَمِیْعِ الْمَقَامَاتِ وَالْمَرَاتِبِ بِلَا کُلْفَۃِ الْمَکَاسِبِ وَالْمَتَاعِبِ ـــــــ

وَالْاِنْسَانُ الْکَامِلُ ھُوَ مَظْھَرُ الذَّاتِ مَعَ جَمِیْعِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَھُوَ جَامِعٌ لِجَمِیْعِ الْمَرَاتِبِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَالْکَوْنِیَّۃِ بَلْ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ وَسِرُّہٗ سِرُّہٗ وَرُوْحُہٗ رُوْحُہٗ فَافْہَمْ۔

پس آپ کا یہ قول نادرست ہے کہ "انسان کامل کا مرتبہ تمام مراتب سے اسفل ہے" اگرچہ انسان کامل تجلائے اخیر ہے لیکن دائرہ وجود میں نقطۂ اولیٰن عین نقطۂ آخر ہے فَافْہَمْ وَالسَّلَامُ ۔

سوال ۳ـ ارواح کے متعلق یہ سوال چار سوالوں پر مشتمل ہے (۱) موت کے بعد عذاب اور ثواب کس کو ہے۔ اور موت کس کو آتی ہے اور قبر میں حساب کس سے ہوتا ہے؟

جواب ـ محققان کامل جن کا کشف مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہے ـ فرماتے ہیں ـ کہ روح کے دو بدن ہیں ـ عنصری اور مثالی ـ نشاءت دنیا میں روح بدن عنصری سے تعلق رکھتا ہے ـ اور اس کے خراب ہو جانے کے بعد ـ اس بدن مثالی لطیف سے تعلق رکھتا ہے اور حشر میں پھر بدن عنصری سے تعلق رکھے گا ـ

چنانچہ صاحب تحقیق الحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ـ کہ برائے نقل از دنیا موت را بواسطہ عزرائیلؑ موکل فرمود ـ دریں نقل تبدیل جسم مثالی از جسم عنصری مے شود ـ بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ مخبر است از ہمیں نشاءت برزخیہ (اور فرمایا) اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرَاتِ النِّيْرَانِ دلالت مے کند بر جنت و نار برزخیہ

پس موت کے بعد عالم برزخ میں اس جسم مثالی کو حسب اعمال صالحہ و افعال قبیحہ حساب و ثواب و عذاب ہوتا ہے۔ اہل کشف و وجود کے نزدیک یہ امر متحقق ہے ـ

باقی رہی یہ بات کہ موت کس کو آتی ہے ـ شرح فصوص الحکم فص ہودی میں مولینا جامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں ـ اِنَّ الْحَيَوَانَاتِ نَوْعَيْنِ مِنَ الْحَيٰوةِ اَحَدُهُمَا الْحَيٰوةُ الْخَاصَّةُ لَهَا بِوَاسِطَةِ تَعَلُّقِ الْاَرْوَاحِ لَهَا وَ ثَانِيْهُمَا الْحَيٰوةُ اللَّازِمَةُ لَهَا لِسَرَيَانِ الْوُجُوْدِ الْحَقِّ بِجَمِيْعِ صِفَاتِهٖ كَالْحَيٰوةِ وَ الْعِلْمِ وَ غَيْرِهِمَا فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ فَاِذَا انْقَطَعَتْ عَلَاقَةُ الْاَرْوَاحِ مِنَ الْاَبْدَانِ زَالَتِ الْحَيٰوةُ الْاُوْلٰى وَ بَقِيَتِ الثَّانِيَةُ الْخَاصَّةُ هِيَ الَّتِيْ تَنْطِقُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَ الْاَيْدِيْ وَ الْاَرْجُلُ كَمَا وَقَعَ فِيْ كَلَامِ الْاِلٰهِيِّ ـ

پس ثابت ہوا کہ روح کے بدن عنصری سے قطع تعلق کا نام موت ہے ـ ورنہ باعتبار سریان وجود حق فی کل موجود ہر شئے زندۂ جاوید ہے اور روح کے واسطے خود موت نہیں ہے کیونکہ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں روح مضاف بحضرت حق ہے۔ وَهُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ ـ

اور ثابت ہے کہ روح کا بدن عنصری سے انقطاع کے بعد عالم برزخ میں جسم مثالی کے ساتھ تا حشر تعلق قائم رہتا ہے ـ

اور یہ بھی ثابت ہے کہ عالم برزخ میں بہشت اور دوزخ ہیں ـ سوائے بہشت و

دوزخ کے جو عالم آخرت میں قرارگاہ دائمی ہونگے بخلاف برزخیہ کے کہ اُن کے واسطے انتہا ہے۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اور بعد فنا زمین و آسمان کے تمام ارواح جنت و نار برزخیہ سے عالم آخرت کی طرف نقل کئے جائینگے۔ قولہ تعالےٰ۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ط فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّ شَھِیْقٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ط اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ۝

اس جنت و نار برزخیہ پر شاہد ہے نہ کہ اُخرویہ پر۔ علمائے ظاہر چونکہ علوم کشفیہ سے بے خبر ہیں لہٰذا جس جگہ قرآن مجید میں ذکر جنت و نار کا آتا ہے اُسے جنت و نار آخرویہ پر محمول کرتے ہیں حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رض اور آپ کے تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس معنے میں منفرد نہیں (تحقیق الحق)۔

پس موت صرف رُوح کے بدن عنصری سے انقطاع کا نام ہے۔ کَمَا فِی الْاِنْسَانِ الْکَامِلِ اِنَّ مَوْتَ الْاَرْوَاحِ ھُوَ انْفِکَاکُھَا عَنْ نَفْسِ الْجَسَدِ الْھَیْکَلِیْ ÷

اور قبر میں حساب اور ثواب جسم مثال کو ہوتا ہے۔ کیونکہ روح بدن عنصری سے انقطاع کے بعد تا حشر صورتِ مثال سے متعلق رہتا ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیں۔ کیونکہ یہ بات اکثر عوام سے مخفی ہے

(۲) اگر عذاب ارواح کو ہے تو ارواح لطیف ہیں جو تمام خبث اور معاصی وغیرہ سے منزہ ہیں۔ اور اگر عذاب بدن کو ہے تو وہ خاکی ہے۔ اس کو عذاب اور ثواب سے کیا نقصان اور فائدہ۔ جب اصل چیز خارج ہو گئی تو نقل قابل ثواب و عذاب نہیں ہے؟

جواب۔ واضح ہو کہ رُوح اور بدن کا آپس میں تعشق ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روح ہمیشہ عوالم ثلاثہ میں کسی نہ کسی بدن کے ساتھ متعلق رہتا ہے۔ چنانکہ عالم دُنیا میں بدن عنصری سے تعلق رکھتا ہے۔ اور عالم برزخ میں بدن مثالی سے اور عالم آخرت میں پھر بدن عنصری سے تعلق رکھیگا۔

اور یہ تعشق ذاتی روح اور بدن کو ایک دوسرے کے احکام سے دُنیا و آخرت میں متاثر ہونے کا باعث ہے جیسا کہ صاحب کتاب انسان کامل باب ۶۳ میں فرماتے ہیں۔ اَلَا تَرٰی اِلَی الْجَسَدِ وَالرُّوْحِ لَمَّا کَانَ تَعَشُّقُھُمَا ذَاتِیًا کَیْفَ تَتَاَلَّمُ الرُّوْحُ لِتَاَلُّمِ الْجَسَدِ فِی الدُّنْیَا وَیَتَاَلَّمُ الْجَسَدُ لِتَاَلُّمِ الرُّوْحِ فِی الْاُخْرٰی۔ یعنے چونکہ جسم اور رُوح میں تعشق ذاتی ہے۔ اس لئے دُنیا میں جسم کے

تالم سے رُوح متالم ہوتا ہے اور آخرت میں رُوح کے تالم سے جسم متالم ہوگا۔ فافہم :-
ارواح گو لطیف اور خبث اور معاصی سے پاک ہیں۔ لیکن بوجہ تعشق ذاتی مذکور ان کا متالم ہونا متحقق ہے۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کا باوجود لطیف لطیف لطیف اور منزہ اور مقدس ہونے کے بحکم یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ متالم ہونا ثابت ہے۔
اور بدن گو خاک ہے لیکن خاک کا بحکم اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ زندہ ہونا مسلّم ہے اور زندہ کے لئے عذاب اور ثواب درست ہے۔
نیز جبکہ سُریانِ وجود ہر ذرہ میں ثابت ہے۔ جیسا کہ تحفہ مُرسلہ شریف میں ہے۔ اِنَّ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ حَتَّی الذَّرَّۃَ لَا تَخْلُوْ عَنْ ذٰلِکَ الْوُجُوْدِ پھر ایسے شبہات کی کیا ضرورت ہے۔
اور جو آپ نے لکھا ہے کہ اصل چیز خارج ہوگئی تو نقل قابل ثواب و عذاب نہیں۔ یہ نادرست ہے اسلئے کہ روح بدن میں نہ داخل ہے نہ خارج ہوتا ہے۔ بلکہ انسان کامل میں ہے۔ اِنَّ الشَّمْسَ اِذَا اَشْرَقَتْ مِنْ طَاقَۃِ الْبَیْتِ کَانَ ذٰلِکَ الْبَیْتُ مُضِیْئًا بِضَوْءِ الشَّمْسِ وَلَمْ تَنْزِلْ اِلَیْہِ وَلَا حَلَّتْ فِیْہِ فَکَذٰلِکَ الضِّیَاءُ بِمَثَابَۃِ نَظَرِ الرُّوْحِ فِی الْجِسْمِ الْمَخْصُوْصِ مِنْ اَجْسَامِ الْحَیْوَانَاتِ ثُمَّ زَوَالُ الشَّمْسِ عَنِ الْبَیْتِ ھُوَ بِمَشَابَۃِ ارْتِفَاعِ نَظَرِ الرُّوْحِ مِنَ الْجَسَدِ وَالْمَوْتُ ھُوَ بِمَشَابَۃِ خِفَاءِ تِلْکَ الشُّعْلَۃِ فِیْ نَفْسِ شُعَاعِ الشَّمْسِ۔ فَافْھَمْ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ
(۳) نیند میں مختلف خواب آتے ہیں۔ اور رُوح ایک ہے۔ اس انسان سوئے ہوئے کو کیا کہتے ہیں اور خواب میں سیر کرنے والا کون ہے؟
جواب - یہ تو ہر ایک شخص جانتا ہے کہ بدنِ عنصری خواب میں معطل ہوتا ہے۔ اور وہ بدن دوسرا ہے جو خواب میں دکھائی دیتا ہے اور وہ بدن مثالی ہے۔ اور رُوح ان ہر دو بدن کی تدبیر کرتا ہے۔ ورنہ بدن عنصری خراب ہوجاتا۔ پس رُوح اس بدنِ عنصری کی بھی تدبیر کرتا ہے۔ جو نیند میں ہے اور اُس بدنِ مثالی کا بھی مدبر ہے۔ جو خواب میں سیر کرتا ہے۔ فتامل +
(۴) حساب لینے کے واسطے بہ اعتبار حدیث یُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ رُوح واپس کیا کیا جاتا ہے یا نہیں۔ اگر رُوح واپس ہوتا ہے تو دوبارہ موت نہیں آسکتی۔ کیونکہ وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ کا عقیدہ ایمان کی شرائط سے ہے؟
جواب - رُوح کا واپس ہونا جسد مثالی میں ہے۔ جیسا کہ تحقیق مذکور سے ثابت ہے جب بدنِ عنصری سے واپس اپنے اصل کی جانب مُرتفع ہوجاتی ہے تو پھر تعشق ذاتی کی وجہ سے

حسبِ نشاءتِ ثانی یعنی عالمِ برزخ بدنِ مثالی میں عود کرتی ہے۔ اور تا قیامت اسی میں رہتی ہے اور جیسا کہ انسان نیند میں بدنِ مثالی کے ساتھ سیر کرتا ہے اور راحت و رنج حاصل کرتا ہے ایسے ہی قبر میں صورتِ مثالی سے اپنے اعمال کی جزا یا سزا کو پاتا ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ فرمایا ہے۔ اور قیامت کے دن بحکم وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ رُوح پھر بدنِ عنصری میں ظاہر ہوگی۔ یہ ہے اصل حقیقت جس میں کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔ لیکن بحکم حدیث یُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ قبر میں رُوح کی واپسی جسدِ عنصری میں مان لی جائے تو یہ اُس ذاتِ پاک عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی قدرتِ کاملہ سے کیا بعید ہے۔

نیز وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ میں کہاں ثابت ہے کہ خدا فقط ایک ہی بار مار جلا سکتا ہے وہ قادر ہے چاہے ہزار دفعہ مارے ہزار دفعہ زندہ کرے۔

کیا عیسٰے علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بحسب وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ نے جو مُردے زندہ کئے تھے انہیں دوبارہ موت نہیں آئی تھی۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام جو بحکم فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ....، سو برس مر کر پھر زندہ ہوئے کیا وہ دوبارہ فوت نہیں ہوئے۔ نیز اکثر اولیاء اللہ کی کرامات سے مُردے زندہ ہوئے اور دوبارہ انہیں موت آئی۔

تعجب تو یہ ہے کہ دجال بھی استدراج سے کئی دفعہ مارے اور جلائے گا۔ لیکن فی زمانہ اچھے بھلے عُلما قدرتِ باری میں اسقدر وُسعت کے انکاری ہیں۔ جب تک خدا نے موت کو قائم رکھا ہے۔ وہ مالک ہے جسے جتنی دفعہ چاہے زندہ کرے اور مارے۔ ہاں۔ اہلِ جنت و نار کے اپنے اپنے مقامات میں داخل ہو جانے کے بعد جب خدا چاہیگا بہشت و دوزخ کے درمیان موت بشکلِ دُنبہ ذبح کر دی جائے گی اُس کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی۔

پس وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ کا حکم اُس وقت کے ساتھ مخصوص ہے اور عوام اس سے پہلے ہی نافہمی سے قدرتِ حق کو قاصر سمجھتے ہیں وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

سوال :- ارواح کہتے ہیں۔ حالانکہ روح واحد ہے۔ جمع کیوں کہتے ہیں۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ الآیۃ ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ الآیہ ؟

جواب :- واقعی رُوحِ اعظم ایک ہی ہے۔ لیکن وجودِ ارواح احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ کما قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُیَیْنَۃَ مَرْفُوْعًا اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْاَرْوَاحَ الْعِبَادَ قَبْلَ الْعِبَادِ بِاَلْفَیْ عَامٍ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔
صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب الارواح جنود مجندۃ۔

اور روح الاعظم سے ارواح جزئیہ کا ظہور اسطرح ہے۔ جیسے آفتاب سے شعاعیں مختلف الالوان شیشوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیساکہ صاحب کتاب الانسان کامل باب ۶۱ میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ اَنَّ نِسْبَةَ كَوْنِ الْاَرْوَاحِ الْمُتَعَدِّدَةِ مَخْلُوْقَةٌ مِّنْ نُّوْرِ الْحَقِّ وَهُوَ نِسْبَةُ الشُّعَاعَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ الْمُضِيْئَةِ مِنْ شُعَاعِ الشَّمْسِ وَنِسْبَةُ مَا يَدَّعِيْهِ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ وَّاحِدِيَّةِ الْعَالَمِ نِسْبَةُ وَاحِدِيَّةِ الشَّمْسِ وَلَوْ ظَهَرَتْ فِيْ تِلْكَ الزُّجَاجَاتِ عَلٰى اخْتِلَافِهِنَّ فَهِيَ وَاحِدَةٌ لَمْ تَتَعَدَّدْ وَلَمْ تَتَنَوَّعْ فِيْ نَفْسِهَا وَلَوْ تَنَوَّعَتِ الْمَظَاهِرُ۔ انتہیٰ۔!

پس روح دراصل ایک ہی ہے اگرچہ مختلف مظاہر میں ظاہر ہے۔ نیز اہل حقیقت فرماتے ہیں کہ روح کل جسے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور گاہے عقل اول اور قلم اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس سے ارواح جزئیہ کا صدور اسطرح ہوتا ہے۔ کہ جس وقت جسم انسان تسویہ پاتا ہے۔ تو روح کل کا عکس اس جسم پر پڑتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے آثار حیات بدن میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیساکہ جسم صیقلی آفتاب کے مقابلہ میں روشن ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ تقابل شرط انعکاس ہے اس لئے موت اس تقابل کے رفع سے مراد ہے۔ جیساکہ اوپر ثابت ہو چکا ہے والسلام۔ **سوال ۵** مراتب سبعہ سے مرتبہ پنجم سمجھ میں نہیں آتا۔ مفصل لکھنا چاہیئے؟

جواب۔ مرتبہ پنجم عالم مثال ہے نقد النصوص فی شرح فصوص الحکم میں حضرت جامی قدس سرہ نے عالم مثال کو مفصل بیان فرمایا ہے وَھُوَ ہٰذا ۔۔

(فصل) و بعد از تنزل بمرتبہ ارواح تنزل است بمرتبہ مثال کہ واسطہ است میان عالم ارواح و عالم اجسام و جماعتے از علمائے حکمت آں را عالم مثال خوانند و بلسان شرح برزخ گویند و آں را پیش محققاں تفصیلے است و بعضے ازاں آں است کہ قوائے دماغی در ادراک آں شرط است و آں را خیال متصل مے خوانند و مقامات و عجائب آں درایں عالم است۔ و بعضے را قوائے دماغی در ادراک آں شرط نیست و آں را خیال منفصل مے خوانند۔ و تجسد ارواح و تروح اجساد و تشخص اخلاق و اعمال ظہور و معانی بصور مناسب و مشاہدہ ذوات مجردات در صور اشباح جسمانی ہمہ دریں عالم است و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم جبرائیل علیہ السلام را بر صورت دحیہ کلبیؓ دریں عالم دیدے و ارواح گذشتگاں از انبیاءؑ و اولیاء کہ

مشائخ در صور اشباح مشاہدہ مے کنند ہم دریں عالم وخضر را علیہ السلام دریں عالم مے بینند وصورتیکہ دریہا وچیزہائے صافی مے نمایند ہمہ از صور ایں عالم است - وہر موجود یرا کائنا ما کان صورتے دریں عالم مناسب ایں عالم است وحکم او شامل است جملہ مراتب وافلاک وغیرہا را والنفوس الانسانیۃ الکاملۃ ایضاً یتشکلون فی ھٰذا العالم باشکال غیر اشکالہم المحسوسۃ وھم فی دار الدنیا ویظھرون بہا علی یریدون الظہور علیہ بقوۃ انسلاخہم من ابدانہم بعد انتقالہم الی الآخرۃ ایضاً لازدیاد تلک القوۃ بارتفاع المانع البدنی وھؤلاء ھم المسمون بالابدال +

(وقال) اعلم انہ لما کان الارواح متقدما بالوجود والمرتبۃ علی عالم الاجسام وکان الامداد الربانی الواصل الی الاجسام موقوفاً علی توسط الارواح بینہما وبین الحق سبحانہ وتدبیرہا اعنی تدبیر الاجسام مفوض الی الارواح وتعذر الارتباط بین الارواح والاجسام للمباینۃ الذاتیۃ بین المرکب والبسیط فلا مناسبۃ بینہما فلا ارتباط وما لم یکن ارتباط لا یحصل تاثیر ولا تأثر ولا امداد ولا استمداد فلذلک خلق اللہ سبحانہ عالم المثال برزخا جامعا بین عالم الارواح وعالم الاجسام لیصح ارتباط احد العالمین بالآخر فتاتی حصول التاثر وحصول الامداد والتدبیر - فبعالم المثال وخاصیتہ تجسد الارواح فی مظاہرہا المثالیۃ المشار الیہا بقولہ تعالیٰ فتمثل لہا بشراً سویاً -

(وقال) اعلم ان العالم المثال ھو العالم الروحانی جوھر نورانی شبیہ بالجواھر الجسمانی فی کونہ محسوساً مقداریاً وبالجوھر المجرد العقلی فی کونہ نورانیاً ولیس بجسم مرکب مادی ولا الجوھر مجرد عقلی لانہ برزخ وحد فاصل بینہما وکل ما ھو برزخ بین الشیئین لابد ان یکون غیرھما بل لہ جہتان یشبہ بکل منہما ما یناسب عالم اللہم الا ان یقال انہ جسم نورانی فی غایۃ ما یمکن من اللطافۃ فیکون حدا فاصلا بین الجواھر المجردۃ اللطیفۃ وبین الجواھر الجسمانیۃ المادیۃ الکثیفۃ

(وقال) وانما سمی بالعالم المثال لکونہ مشتملاً علی صور ما فی العالم الجسمانی ولکونہ اول مثال صوری لما فی الحضرۃ العلمیۃ الالٰہیۃ من صور الاعیان والحقائق و یسمی ایضاً بالخیال المنفصل لکونہ شبیہا بالخیال المتصل لکونہ غیر مادی فلیس معنی

من المعانی الممکنة والارواح من الارواح الآلہ صورة مثالية مطابقة بكمالاته -
(وقال) فصل وعليك ان تعلم ان البرزخ الذی یکون الارواح الآلہ صورة مثالية
مطابقة بكمالاته - (وقال) فصل وعليك ان تعلم ان البرزخ الذی یکون الارواح

فيه بعد المفارقة من النشاء الدنياوية هو غير البرزخ الذی بين الارواح المجردة و
الاجسام لان مراتب تنزلات الوجود ومعارجه دورية والمرتبة التی قبل النشاءة الدنياوية
من مراتب التنزلات ولها الاولية والتی بعدها من المراتب المعارج ولها الاخروية وايضا
الصور التی فی البرزخ الاخير انما هی صور الاعمال ونتيجة الافعال السابقة فی النشاءة الدنياوية
بخلاف صور البرزخ الاول فلا یکون کل منهما عين الآخر لكنهما يشتركان فی
كونهما عالما روحانيا وجوهرا نورانيا غير مادی مشتملا على مثال صور العالم وقد صرح
الشيخ رضی الله عنه فی الفتوحات بان هذا البرزخ غير الاول بالغيب الامكانی والثانی
بالغيب المحال لامكان ظهور ما فی الاول فی الشهادة وامتناع رجوع ما فی الثانی
اليها الا فی الآخرة وقليل من يكاشف به بخلاف الاول ولذلك يشاهد كثير من البرزخ
الاول فيعلم ما يقع فی العالم من الحوادث ولا يقدر على مكاشفة احوال الموتی والله هو العليم
الخبير = آخر میں جو آپ نے وسوسہ جات کی نفی کے واسطے نسخہ اکسیر طلب کیا ہے - سو اُس کے متعلق
واضح ہو کہ اقطاب عارفین کا قول ہے ؎

خطرہ گر آید سلام اللہ دان = جملہ عالم را کلام اللہ دان

یعنی جبکہ عرصۂ وجود میں غیرِ حق موجود ہی نہیں تو ہر بات ہر ذات ہے اور ہر سخن راز لدنی اور
ہر کلام عین الہام - قال العارف ابو مدین المغربی ؎

لا تنکر الباطل فی طهوره = فانه من بعض ظهوراته

رباعی خواجہ ابو الوفا خوارزمی رح -

چوں بعض ظہورات حق آمد باطل = پس منکر باطل نشود جز جاہل -
در کل وجود ہر کہ جز حق بیند = باشد ز حقیقت الحقائق غافل -

یاران باصفا خصوصاً میاں صدر الدین صاحب حکیم و عزیزم محمد بخش و برکت علی و جملہ
پرسندگان کو بصد شوق سلام و الدعا - الٰہی زود بمقصود رساناد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

محبِ دلنواز ڈاکٹر محمد جمال الدین ادام اللہ ذوقہٗ و شوقہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - خیریت نامہ مل کر باعثِ مسرت ہوا - آپ نے تحریر کیا ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ اُمی و ابی) کی تین حالتوں۔ اوّل حالتِ بشری دوم حالتِ ملکی۔ سوم حالتِ حقی نیز حیات النبی و علم غیب - نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الحمد للہ کہ میرا ایمان کامل ہے۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی جو کہ دریافت طلب ہے - وہ بھی اس لئے کہ اطمینان قلب حاصل ہو اور جس سے معترضین کو جواب باصواب دیا جاسکے - وَ هُوَ هٰذَا کہ علم غیب جو کہ عطیہ الٰہی ہے۔ اور جملہ انبیاء و مرسلین پر حسب استعداد و مراتب عطا ہوتا رہا - بلکہ اولیاء و صلحاء پر بھی اور ہمارے حضور سیدنا و مولانا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر کل انبیاء سے زیادہ عطا ہوا جس کا فیض آج تک جاری و ساری ہے - مگر کیا یہ علم غیب حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ وقت ہر سہ حالات میں تھا یا حالتِ بشری کے سوا باقی دونوں حالات میں تھا؟

مجھے گمانِ اغلب ہے کہ آپ نے سلسلۂ تقریر میں کہا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ وقت علم غیب تھا۔ مگر بعض امور سے اس امر کی نفی ثابت ہوتی ہے — مثلاً واقعہ افک کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ہے اور سورہ نور میں مذکور ہے اسی طرح اور بھی بعض واقعات ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ اپنی کتاب گلستان میں اُن کی زبان حال سے یوں فرماتے ہیں۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ‌ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

لہٰذا اس معاملہ کو بالتفصیل بیان کریں۔ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِی۔

مسئلہ قضا و قدر و فعل مختاری انسان کے متعلق بھی کچھ روشنی ڈالیں۔

الجواب۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بمقتضائے فیض عظیم و لطف جسیم اپنے حبیب کریم و نورِ قدیم احمدِ بلا میم علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کو تمام کمالات و فیوضات و خزائن علوم و اسرار و حقائق و معارف ہمیشہ کے لئے مرحمت فرمائے ہیں - نہ کہ مقید بوقتٍ دون وقتٍ - حتیٰ کہ وقت لی مع اللہ کے متعلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِی فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ - یعنی میرا

اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے۔ جس میں نہ کوئی فرشتہ مقرب سما سکتا ہے نہ نبی مرسل۔
حضرت عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں هٰذَا الْوَقْتُ مُسْتَمِرٌّ شَامِلٌ لِجَمِيعِ
اَوْقَاتِهٖ یعنی لِی مَعَ اللہ کا وقت دائمی ہے۔ جو کہ آپؐ کے تمام وقتوں کو شامل ہے۔ پس ایسے
ہی یہ ہر سہ حالتیں بشری و ملکی و حقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت معاً حاصل ہیں۔
پس علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہمہ وقت ہر حالت میں متحقق اور ثابت ہے
جیساکہ تفسیر عرائس البیان میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کی تفسیر میں ہے۔ يَرٰى فِي جَمِيعِ الْاَنْفَاسِ
عَالَمَ الْمَلَكُوْتِ وَعَالَمَ الْجَبَرُوْتِ وَهٰذَا صِفَتُ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
یعنی قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت ہے کہ وہ تمام انفاس میں عالم ملکوت اور عالم جبروت
کو دیکھتا ہے۔ بلکہ اے عزیز علم غیب تو کیا خود خدائے پاک لاریب حضرت سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم کے دیدۂ حق بیں سے ایک لمحہ بھر بھی غائب نہیں ہوا۔ جیساکہ اس کی تفسیر عرائس البیان میں
قولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کے تحت میں ہے۔ وَمَا غَابَ قَلْبُهٗ مِنْ تِلْكَ الرُّؤْيَةِ یعنی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رویت حق سے ایک لمحہ بھی غائب نہیں ہوا۔ نہیں نہیں بلکہ جانمن محبوب رب العالمین
صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان عظیم ہے کہ خود جمیل علی الاطلاق آپ کے جمال پاک پر عاشق و
شیدا ہے ؎ تو بدیں جمال خوبی بر طور گر خرامی = اَرِنِیْ بگوید آں کس کہ بگفت لَنْ تَرَانِیْ ۔
نہیں نہیں کجا رائی و مرئی اور کجا عاشقی و معشوقی بلکہ آپ کی ذات مقدس عین ذات حق اور
آپ کا علم محیط عین علم مطلق ہے۔ جیساکہ حضرت امام حسین علیہ السلام مرآت العارفین فی
ملتمس زین العابدین رضؓ میں فرماتے ہیں۔ بَلْ عِلْمُهٗ عِلْمُهٗ وَذَاتُهٗ ذَاتُهٗ بِلَا اتِّحَادٍ مَعَهٗ وَلَا
حُلُوْلٍ فِيْهِ وَلَا صَيْرُوْرَتِهٖ هُوَ لِاَنَّهَا مُحَالٌ لِاَنَّ الْاِتِّحَادَ يَحْصُلُ مِنَ الْوُجُوْدَيْنِ وَكَذَا
الْحُلُوْلُ وَالصَّيْرُوْرَةُ وَمَا ثَمَّ اِلَّا وُجُوْدٌ وَاحِدٌ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم
علم حق اور آپ کی ذات ذات حق ہے سوائے اتحاد کے ساتھ اُس کے اور سوائے حلول کے
اس میں اور سوائے ہونے اُس کے کے وہ اسلئے کہ یہ ہر سہ امر محال ہیں۔ کیونکہ اتحاد دو وجود
سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح حلول اور صیرورت بھی دو وجود میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہاں
سوائے وجود واحد کے کچھ نہیں ہے اور شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ صاحب فتوحات
مکیہ ھُم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَيِ الْحَقُّ ظَهَرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَقَالَ) فَالْحَقُّ
مُحَمَّدٌ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا۔ یعنی خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پر ظاہر ہوا۔ اور فرمایا خدا

عین محمدؐ ہے ظاہر اور باطن ہیں۔

اے عزیز یہ بات عوام تو کجا خواص کے عقل سے بھی بالاتر ہے۔ اسے صرف وہی اہل توحید سمجھتے ہیں۔ جو صاحب کشف و وجدان ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ لیکن واقعہ افک کے متعلق واضح ہو کہ مخالفین کا سرمایۂ نازیہی شبہ ہے۔ کہ جب کافروں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت باندھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت رنج ہوا۔ جب بہت دنوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہؓ پاک ہے تب حضورؐ علیہ السلام کو خبر ہوئی۔ اگر پہلے معلوم ہوتا تو غمگین کیوں ہوتے وغیرہ وغیرہ

جواب اس شبہ کا خود حضرت مخبر صادق عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ صلی اللہ علیہ وسلم الیسا فرما گئے ہیں۔ جس کے بعد کسی کو مجال گفتگو نہیں ہے۔ حدیث افک جو بخاری شریف کی کتاب الشہادت باب تعدیل النساء بعضھن عن بعض میں ہے۔ اس میں ہے وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا یعنی خدا کی قسم مجھے اپنے اہل پر نیکی کا یقین ہے۔ اب بھی اگر کوئی کہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب پر خدا کا غضب ہوگا۔ اور حضور علیہ السلام کا مغموم ہونا کافروں کی جھوٹی تہمت اور اسکی شہرت کے باعث تھا۔ جیسا کہ بدنامی اور خاص کر جھوٹی بدنامی ہر شخص کو غم کا موجب ہوا کرتی ہے۔ پس یہ وجہ غم کی تھی۔ نہ کہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سفہاءِ زمانہ کا خیال ہے

نیز حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاکی خود اظہار نہ فرمانا انتظار وحی کی وجہ سے تھا تاکہ براءت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہو۔ اور تاقیامت ان کی پاکی کا بیان السنۂ[1] مومنین پر جاری رہے۔ والسلام۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق سعدی علیہ الرحمت کا شعر ؎

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم = گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

آنحضرت عالم ماکان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر آن عالم الغیب ہونے کی نفی پر ہرگز دلالت نہیں کرتا۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ عِلْمُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ عِلْمِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَۃِ قَطْرَۃٍ مِّنْ سَبْعَۃِ اَبْحُرٍ یعنی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا علم ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے علم سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے۔ نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء اور

---

[1] جمع لسان بمعنی زبان۔

اُمَمِ سابقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں اور آپ نبیُّ الانبیاء ہیں۔
پس کمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام کے کمالات پر قیاس کرنا بعید از حق ہے۔ وَالنِّعْمَ مَا قِیْلَ ؎

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری = آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علیٰ ھٰذا القیاس دیگر تمام شبہات کے شافی جوابات علمائے ربّانی کی تصنیفات خصوصاً اَلْکَلِمَۃُ الْعُلْیَاء لاعلاءِ علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصنیف لطیف حضرت احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں مدلل موجود ہیں۔
مسئلہ دوم قضا و قدر۔ یہ ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ جس میں فحول[1] علماء کے عقول بھی حیران ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ میں عام کلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔
ہاں جو بات قرآن مجید سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ قضا و قدر میں دو امر ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ ایک اصل واقعہ دوسرا حفظِ ادب۔
اصل واقعہ کے متعلق حق سبحانہٗ کا یہ فرمان ہے قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ یعنی اے میرے حبیب فرما دو کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ اور حفظِ ادب کے واسطے یہ تعلیم الٰہی ہے مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ یعنی جو تجھ کو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے اور جو تجھ کو بُرائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی جانب سے ہے۔ (سورہ نساء)
اس مضمون کو حضرتِ حافظِ شیرازی علیہ الرحمت نے کمال خوبی سے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎
گناہ اگرچہ بتقدیر او ست اے حافظ = تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است
علاوہ بریں جو لوگ اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بارگاہِ عزت میں طرح طرح کی گستاخیوں کے مرتکب بنتے ہیں۔ حق جل عظمتہٗ نے اُن کے دہن پر اپنے اس فرمانِ ہیبت نشان سے مہرِ سکوت لگا دی ہے کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۝ ۔یعنی وہ اپنے کام سے سوال نہیں کیا جا سکتا۔ اور لوگ اپنے اعمال سے سوال کئے جائیں گے۔
لیکن غوّاصانِ بحرِ اسرارِ حقیقت و شناورانِ قلزمِ انوارِ معرفت قضا و قدر کا راز اور اس کے راز کا راز بھی ظاہر فرمانے میں سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ کتاب فصوص الحکم میں جو آپ کے خواب میں جناب سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بمحروسۂ دمشق ۶۲۷ھ میں عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ ھٰذَا کِتَابُ فُصُوْصِ الْحِکَمِ خُذْ وَاخْرُجْ بِہٖ

[1] جمع فحل بمعنی مردان۔

اِلَی النَّاسِ یَنْتَفِعُوْنَ بِہٖ یعنی یہ کتاب فصوص الحکم ہے اس کو لے کر لوگوں کے پاس جاؤ وہ سب اس سے نفع حاصل کریںگے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ کہ پس میں نے نیت کو خالص کر کے اس کتاب کے ظاہر کرنے میں بغیر کم وبیش کے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا اپنی ہمت اور قصد کو یکسو کیا اس میں فرماتے ہیں۔ یَجْرِیْ الْاَمْرُ مِنَ الْعَبْدِ بِحَسْبِ مَا یَقْتَضِیْہٖ اِرَادَۃُ الْحَقِّ وَیَتَعَلَّقُ اِرَادَۃُ الْحَقِّ بِہٖ بِحَسْبِ مَا یَقْتَضِیْ بِہٖ عِلْمُ الْحَقِّ وَیَتَعَلَّقُ عِلْمُ الْحَقِّ بِہٖ عَلٰی حَسْبِ مَا اَعْطَاہُ الْمَعْلُوْمُ مِنْ ذَاتِہٖ فَمَا ظَھَرَ اِلَّا بِصُوْرَتِہٖ (وَقَالَ) فَمَا اَعْطَاہُ الْخَیْرَ سِوَاہُ وَلَا اَعْطَاہُ ضِدَّ الْخَیْرِ غَیْرُہٗ بَلْ ھُوَ مُنْعِمُ ذَاتِہٖ وَمُعَذِّبُھَا فَلَا یَذُمَّنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَحْمَدَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ فِیْ عِلْمِہٖ بِھِمْ اِذَا الْعِلْمُ یَتْبَعُ الْمَعْلُوْمَ ؞ ذٰلِکَ سِرُّ الْقَدْرِ۔ ثُمَّ السِّرُّ الَّذِیْ فَوْقَ ھٰذَا السِّرِّ فِیْ مِثْلِ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ اَنَّ الْمُمْکِنَاتِ عَلٰی اَصْلِھَا مِنَ الْعَدَمِ وَلَیْسَ وُجُوْدٌ اِلَّا وُجُوْدُ الْحَقِّ بِصُوَرِ اَحْوَالِ مَا ھِیَ عَلَیْہِ الْمُمْکِنَاتُ فِیْ اَنْفُسِھَا وَاَعْیَانِھَا فَقَدْ عَلِمْتَ مَنْ یَلْتَذُّ وَمَنْ یَتَاَلَّمُ (فص یعقوبی)

وَقَالَ الْجَامِیُّ قُدِّسَ سِرُّہٗ فَالْمُلْتَذُّ وَالْمُتَاَلِّمُ ھُوَ الْحَقُّ سُبْحَانَہٗ اِذْ لَا اِلْتِذَاذَ وَلَا تَاَلُّمَ لِمَا لَا وُجُوْدَ لَہٗ لٰکِنْ بَعْدَ تَلَبُّسِہٖ بِصُوَرِ اَحْوَالِ الْمُمْکِنَاتِ وَتَجَلِّیْہِ بِھَا +

ترجمہ۔ یعنی بندے سے موافق ارادۂ الٰہی کے کام صادر ہوتا ہے۔ اور ارادۂ الٰہی اُس کے ساتھ موافق علم الٰہی کے ہوتا ہے اور علم الٰہی اُس کے ساتھ موافق دینے معلوم کے اپنی ذات کا اُس کو ہوتا ہے۔ پس معلوم اپنی ہی صورت پر ظاہر ہوا۔ (اور فرمایا) پس اُس نے اپنے کو خیر دی اور اُس نے اپنے کو خیر کا ضد دیا۔ بلکہ وہ خود اپنا منعم اور اپنا معذب ہے۔ پس اپنے ہی نفس کو مذمت کرے اور اپنے ہی نفس کو حمد کرے۔ اللہ تعالےٰ کے لئے ممکنات کے علم میں محبت غالب ہے کیونکہ علم معلوم کے تابع ہوتا ہے۔ یہ قدر کا راز ہے۔ پھر وہ راز جو ایسے مسئلوں میں اس راز سے اعلےٰ ہے یہ ہے کہ ممکنات اپنے اصل عدم پر ہیں۔ اور وجود حق اُن حالات کی صورتوں پر ظاہر ہے جس پر ممکنات فی نفسہٖ اپنے اعیان ثابتہ میں تھے۔ اب تم کو معلوم ہو گیا کہ کون لذت پاتا ہے۔ اور کون رنج والم اُٹھاتا ہے۔ اور مولانا جامی علیہ الرحمت اِس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لذت پانے والا اور الم اُٹھانے والا وہی حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہے۔ کیونکہ عدم کے لئے لذت پانا اور الم اُٹھانا نہیں ہے۔ مگر بعد اس کے کہ حق سبحانہٗ خود ممکنات کے احوال کی صورتوں پر متجلی ہوا ہے

پس اے عزیز یہ مسئلہ قضا و قدر کے راز کا راز ہے۔ جسے عوام تو کجا اکثر خواص بھی نہیں سمجھ سکتے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

اور لیکن انسان کے فعل مختار ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ صوفیائے کرام کے نزدیک جو اہل کشف ہیں۔ وجودِ حق کا ظہور کائنات کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ میں بتمامہ سائقہ کمالات مندمجہ اپنے کے ہے نہ کہ ظہور جزوی۔ کیونکہ حضرتِ وجود بسیط حقیقی ہے۔ جو متجزی نہیں ہوتا۔ اسلئے فرماتے ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ فِیْہِ کُلُّ شَیْءٍ کسی عارف نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔

سب میں پورا ہے کسی میں کم نہیں — بلکہ سرتاپا وہی ہے ہم نہیں۔

اور چونکہ اختیار بھی حضرتِ وجود کے صفات و شیونات سے ہے۔ پس چاہیئے کہ مظاہر میں سے ہر ایک مظہر میں خصوصاً حضرتِ انسان میں جو منصبِ خلافت سے مشرف ہے صفاتِ اختیار سے بھی حصہ متحقق ہو اور تکلیف امرونہی کی بنا اسی پر ہو۔ والسلام۔

نیز اے عزیز تعویذ اسم اعظم فرمودۂ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و تعویذ فرمودہ جناب قطب الاقطاب محلوی قدس سرہ القوی ہر دو بیک جا مرقوم ارسال ہیں۔ چاندی میں مڑھا کر اپنے پاس رکھیں۔ نیز ہر قسم کے وظائف و اوراد باجازت شیخ پڑھنا واقعی درجاتِ کثیر کا باعث ہوتے ہیں۔ اور یہ بزرگانِ دین کا معمول ہے کوئی نئی بات نہیں ہے +

از طرف جملہ درویشاں بصد شوق السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ عاقبت بالخیر باد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد + 26/4/42 ۔ راقم الحروف خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود۔

۱۱۱

محبِ دلنواز عزیز از جان ڈاکٹر محمد جمال الدین حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اخلاص نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ آگاہی خیریت سے تسکین خاطر ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ "شہر صادق آباد میں ایک امام مسجد وخطیب نے قولہٗ تعالیٰ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ کی تفسیر کرتے ہوئے اولیائے کرام کی تعظیم و تکریم و مزارات کی بوسہ دہی یا بالفاظ دیگر سجدۂ تعظیمی کو مطلق حرام اور شرک کہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ضعیف سے ضعیف حدیث یا قول وعمل صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس امر کو جائز ثابت کرے تو میں اعتراف کرونگا۔ نیز آپ لکھتے ہیں کہ میرا مقصد اس مولوی سے بحث و مناظرہ نہیں بلکہ اپنے اطمینان قلب کے لئے ہے"

عزیزا۔ ایسے علمائے رسوم جو اولیائے کرام کی تعظیم و تکریم کو شرک و حرام کہتے ہیں۔ دنیا و آخرت میں رحمتِ الٰہی سے محروم ہیں۔ کیونکہ ان کا اولیائے کرام کی تعظیم کو حرام کہنا ان کی خباثت باطنی اور اولیاء اللہ سے عداوت ذاتی کی وجہ سے ہے۔ اور اولیاء اللہ کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (وَفِی الْحَاشِیَۃِ) اَیْ لِمُحَارَبَتِیْ اِیَّاہُ لِاَجْلِ وَلِیِّیْ اَوْ مُحَارَبَتِہٖ اِیَّایَ فَکَاَنَّہٗ مُحَارِبٌ لِّیْ۔ مرقاۃ۔ پس ایسے شخص سے اولیاء اللہ کی تعظیم کا اعتراف کرانا بصد مشکل ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ۔ البتہ آپ کے اطمینان قلبی کے واسطے ذیل میں اولیائے کرام کی تعظیم و تکریم اور سجدۂ تحیہ و تقبیل مزارات متبرکہ کا ثبوت تحریر کیا جاتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب المصافحہ میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ عَنْ زَارِعٍ وَکَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ (رواہ ابوداؤد) ۔ یعنی زارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اس حدیث کو ابوداؤد رح نے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث شریف کے حاشیہ میں درج ہے۔ قَالَ النَّوَوِیُّ اِذَا اَرَادَ تَقْبِیْلَ یَدِ غَیْرِہٖ اِنْ کَانَ ذٰلِکَ لِزُھْدِہٖ وَصَلَاحِہٖ اَوْ عِلْمِہٖ اَوْ شَرَفِہٖ اَوْ صِیَانَتِہٖ اَوْ نَحْوِ ذٰلِکَ مِنَ الْاُمُوْرِ الدِّیْنِیَّۃِ لَمْ یُکْرَہْ بَلْ یُسْتَحَبُّ وَاِنْ کَانَ لِغِنَاہُ وَدُنْیَاہُ وَثَرْوَتِہٖ وَشَوْکَتِہٖ وَجَاھِہٖ عِنْدَ اَھْلِ الدُّنْیَا وَنَحْوِ ذٰلِکَ فَھُوَ مَکْرُوْہٌ شَدِیْدُ الْکَرَاھَۃِ وَقَالَ الْمُتَوَلِّیْ لَا یَجُوْزُ فَاَشَارَ اِلٰی اَنَّہٗ حَرَامٌ ۱۲۔ طیبی یعنی اس حدیث سے ثابت ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں کو اس کے زہد اور نیکی اور علم اور شرف اور صیانت وغیرہ امور دینی کے باعث بوسہ دیا جائے تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اس کے غنا اور دنیا اور ثروت اور شوکت و جاہِ دنیاوی کی وجہ سے ہو تو سخت مکروہ ہے اور متولی نے کہا کہ ناجائز و حرام ہے انتہی۔

نیز مشکوٰۃ شریف کتاب الرؤیا میں ہے۔ عَنْ اِبْنِ خُزَیْمَۃَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَمِّہٖ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ اَنَّہٗ سَجَدَ عَلٰی جَبْھَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَاضْطَجَعَ لَہٗ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْیَاکَ فَسَجَدَ عَلٰی جَبْھَتِہٖ (رواہ فی شرح السنۃ) یعنی ابن خزیمہ رض بن ثابت نے اپنے عم ابی خزیمہ سے روایت کی کہ اس نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ خواب عرض کیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹ گئے اور فرمایا کہ اپنا خواب پورا کرلے۔ پس اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔

اس حدیث شریف میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صحابی کو اپنی پیشانی مبارک پر سجدہ کرنے کا حکم ثابت ہے ۔ اور چونکہ مطابق قولہ تعالیٰ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنا فرض عین ہے ۔ اور موافق حدیث شریف اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ) ہماری ہدایت صحابہ کرام رض کی پیروی پر منحصر ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ (الدُّرَرُ الْمُنْتَثِرَۃُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُشْتَہِرَۃِ لِلْاِمَامِ جَلَالِ الدِّیْنِ السُّیُوْطِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) لہٰذا اہل اسلام کے لئے اَولیائے کرام و مشائخ عظام کی تکریم اور اُن کی قدمبوسی اعنی سجدۂ تحیۃ و تعظیم خلفائے راشدین کی سُنت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدا میں داخل ہے ۔

اور جو علمائے عوام سجدۂ تعظیمی کو ناجائز قرار دیتے ہیں یہ اُن کی نا فہمی اور محض تعصب کی وجہ سے ہے ورنہ تفاسیر معتبرہ و اقوال آئمہ سے سجدۂ تحیۃ ثابت ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ قولہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کے تحت میں فرماتے ہیں اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سَجْدَۃَ التَّحِیَّۃِ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس رض صفحہ ۷)

اور صاحب تفسیر رُوح البیان آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ تَعْظِیْمًا لِشَانِ خِلَافَتِہٖ وَتَکْرِیْمًا لِفَضِیْلَتِہِ الْمَخْصُوْصَۃِ بِہٖ وَذٰلِکَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَتَجَلّٰی فِیْہِ فَمَنْ سَجَدَ لَہٗ فَقَدْ سَجَدَ لِلّٰہِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔

نیز سورہ طٰہٰ میں قولہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی تفسیر میں فرمایا لَمَّا خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی تَجَلّٰی فِیْہِ بِجَمِیْعِ صِفَاتِہٖ فَاَسْجَدَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَلٰٓئِکَتَہٗ اِیَّاہُ تَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَاِعْزَازًا وَاِجْلَالًا فَاِنَّہٗ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۔ نیز سورۂ اسراء میں آیۂ مذکور کے تحت میں فرمایا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ تَحِیَّۃً وَّتَکْرِیْمًا لَہٗ لِمَا لَہٗ مِنَ الْفَضَائِلِ الْمُسْتَوْجِبَۃِ لِذٰلِکَ ۔

وَقَالَ فِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّۃِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ فَتَجَلّٰی فِیْہِ فَکَانَتِ السَّجْدَۃُ فِی الْحَقِیْقَۃِ لِلْحَقِّ تَعَالٰی وَکَانَ اٰدَمُ بِمَثَابَۃِ الْکَعْبَۃِ قِبْلَۃً لِلسُّجُوْدِ انتہٰی ۔

اور صاحب تفسیر خازن قولہ تعالیٰ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا الخ (اعراف) کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَنَّہٗ کَانَ عَلٰی سَبِیْلِ التَّحِیَّۃِ وَالتَّعْظِیْمِ لِاٰدَمَ لَا حَقِیْقَۃَ السُّجُوْدِ وَقِیْلَ بَلْ کَانَ حَقِیْقَۃَ السُّجُوْدِ وَاِنَّ الْمَسْجُوْدَ لَہٗ ھُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنَّمَا کَانَ اٰدَمُ کَالْقِبْلَۃِ لِلسَّاجِدِیْنَ وَقِیْلَ بَلْ کَانَ الْمَسْجُوْدَ لَہٗ وَکَانَ ذٰلِکَ بِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا تحیت اور تعظیم کے طریقہ پر تھا نہ کہ سجدہ حقیقت ۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ سجدۂ حقیقت تھا ۔۔۔۔۔۔

اور مسجود لہٗ اللہ تعالےٰ تھا۔ ور آدم علیہ السلام ساجدین کے لئے بمنزلہٗ قبلہ تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام ہی مسجود لہٗ تھے اور یہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوا۔

اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ جَبْھَتِہٖ (مواہب اللدنیہ) یعنی فرشتوں کو آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے سجود کا حکم اسلئے ہوا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ۔

اور جو تفسیر جلالین میں سجدہ آدم سے انحناء مراد لیا ہے جیسا کہ اس آیۂ کریمہ کے تحت میں لکھا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سُجُوْدُ تَحِیَّۃٍ بِالْاِنْحِنَاءِ اس کی تردید صاحب تفسیر روح البیان سورہ حجر میں قولہٗ تعالیٰ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ کی تفسیر میں اس طرح فرماتے ہیں۔

فَقَعُوْا لَہٗ اَمْرٌ مِّنْ وَقَعَ یَقَعُ وَفِیْہِ دَلِیْلٌ اَنَّہٗ لَیْسَ الْمَاْمُوْرُ بِہٖ مُجَرَّدُ الْاِنْحِنَاءِ کَمَا قَالَ اَیْ اَسْقِطُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَحِیَّۃً لِاٰدَمَ وَتَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا لَہٗ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ عَلٰی اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمَنْزِلَۃِ الْقِبْلَۃِ حَیْثُ ظَہَرَ فِیْہِ تَعَاجِیْبُ آثَارِ قُدْرَتِہٖ وَحِکْمَتِہٖ۔ اور

اور سورہ ص میں اسی آیۂ کریمہ کے تحت میں فرمایا فَقَعُوْا لَہٗ اَمْرٌ مِّنْ وَقَعَ یَقَعُ اَیْ اَسْقِطُوْا لَہٗ وَبِالْفَارِسِیَّۃِ (پس بروئے در افتید) وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الْمَاْمُوْرَ بِہٖ لَیْسَ مُجَرَّدُ الْاِنْحِنَاءِ کَمَا قِیْلَ اِنْتَہٰی۔ یعنی قولہٗ تعالیٰ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ سے یہ بات ثابت ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو زمین پر سر رکھ کر سجدہ کیا ہے۔ کیونکہ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ کا یہ معنی ہے کہ آدم علیہ السلام کے آگے تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑو۔ لہٰذا سجدہ سے فقط انحناء (سر جھکانا[1]) مراد لینا صریح نص قرآن کے خلاف ہے۔ بلکہ تفسیر روح البیان کی جزو اول میں صفحہ ۱۰۴ پر لکھا ہے۔

قَالُوْا لَمَّا سَجَدَ الْمَلٰئِکَۃُ اِمْتَنَعَ اِبْلِیْسُ وَلَمْ یَتَوَجَّہْ اِلٰی اٰدَمَ بَلْ دَلَاہُ ظَہْرَہٗ وَانْتَصَبَ ھٰکَذَا اِلٰی اَنْ سَجَدُوْا وَبَقُوْا فِی السُّجُوْدِ مِائَۃَ سَنَۃٍ وَقِیْلَ خَمْسَمِائَۃِ سَنَۃٍ ثُمَّ رَفَعُوْا رُءُوْسَہُمْ وَھُوَ قَائِمٌ مُعْرِضٌ لَمْ یَنْدَمْ مِنَ الْاِمْتِنَاعِ وَلَمْ یَعْزِمْ عَلَی الْاِتِّبَاعِ فَلَمَّا رَاٰہُ عَدَلَ وَلَمْ یَسْجُدْ دُھُمْ وَقَعُوْا لِلسُّجُوْدِ سَجَدُوْا لِلّٰہِ تَعَالٰی ثَانِیًا فَصَارَ لَھُمْ سَجْدَتَانِ سَجْدَۃٌ لِاٰدَمَ وَسَجْدَۃٌ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی مفسرین نے کہا ہے کہ جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو شیطان نے اُس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ بلکہ پشت پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ فرشتوں نے سو سال اور بعضوں نے کہا کہ پانچ سو سال سجدے میں پڑے رہنے کے بعد جب سر اٹھائے تو شیطان کو اسی طرح سجدہ

[1] یعنی گردن جھکانا

سے انکار کی حالت میں بغیر پشیمانی کے کھڑے ہوئے پایا۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ شیطان سجدے سے محروم رہا ہے اور انہیں سجدہ کی توفیق مل گئی ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ پس اُن کے دو سجدے ہوئے ایک سجدہ آدمؑ کے لئے اور دوسرا سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ انتہیٰ۔

نیز تقبیل مزارات کے متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ القاری فی شرح البخاری کے جلد چہارم میں صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں۔ اَمَّا تَقْبِیْلُ الْاَمَاکِنِ الشَّرِیْفَۃِ عَلٰی قَصْدِ التَّبَرُّکِ وَکَذٰلِکَ تَقْبِیْلُ اَیْدِی الصَّالِحِیْنَ وَاَرْجُلِہِمْ فَہُوَ حَسَنٌ مَحْمُوْدٌ بِاعْتِبَارِ الْقَصْدِ وَالنِّیَّۃِ وَقَدْ سَاَلَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ الْحَسَنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنْ یَکْشِفَ لَہُ الْمَکَانَ الَّذِیْ قَبَّلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ سُرَّتُہٗ فَقَبَّلَہٗ تَبَرُّکًا بِاٰثَارِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ کَانَ ثَابِتُ الْبُنَانِیُّ لَا یَدَعُ یَدَ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَتّٰی یُقَبِّلَہَا وَیَقُوْلُ یَدٌ مَسَّتْ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ بَعْضَہُمْ کَانَ اِذَا رَاَی الْمَصَاحِفَ قَبَّلَہَا وَاِذَا رَاٰی اَجْزَاءَ الْحَدِیْثِ قَبَّلَہَا وَاِذَا رَاٰی قُبُوْرَ الصَّالِحِیْنَ قَبَّلَہَا قَالَ وَلَا یَبْعُدُ ھٰذَا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ فِیْ کُلِّ مَا فِیْہِ تَعْظِیْمٌ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی مکانات شریفہ کو تبرک کی نیت سے بوسہ دینا اور اسی طرح صالحین کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا باعتبار قصد و نیت کے نیک اور محمود ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو وہ جگہ ظاہر کرنے کیلئے کہا جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا اور وہ آپ کی ناف مبارک تھی۔ پس ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے تبرکاً اسے بوسہ دیا۔ اور ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیئے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو مس کیا ہے۔ اور فرمایا کہ بعض اُن کے جب صحیفوں اور اجزائے حدیث اور صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ یہ امر بعید نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اُس چیز کو جس میں اُس کی تعظیم ہے بہتر جانتا ہے۔ انتہیٰ۔

اور امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری رحمہ اللہ مستدرک کے باب الفتن میں باسناد صحیح فرماتے ہیں۔ عَنْ دَاؤُدَ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْہَہٗ عَلَی الْقَبْرِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِہٖ وَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ اَھْلُہٗ وَلٰکِنْ اَبْکُوْا عَلَیْہِ اِذَا وَلِیَہٗ غَیْرُ اَھْلِہٖ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ ——— (اگلے صفحے پر)

الْاَسْنَادِ (اَلْمُسْتَدْرَکْ لِلْحَاکِمِ اَلْمُجَلَّدُ الرَّابِعُ ص۵۱۵) وَ ہٰکَذَا فِی مُسْنَدِ الْاِمَامِ الْمُجَلَّدِ الْخَامِسِ ص۴۲۲ اَلْمَطْبُوْعُ الْمِصْرِیْ۔

یعنی داؤد ابن ابی صالح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دن مروانؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک شخص کو اپنا منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ تو اس کی گردن کو پکڑ کر کہا کیا تو جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے۔ جب سامنے ہوئے تو وہ حضرت اَبُو اَیُّوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ پس آپ نے فرمایا ہاں میں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مشغول ہوں اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب دین کا والی اُس کا اہل ہو تو دین پر نہیں رونا چاہیئے۔ البتہ جب دین کا والی اس کا نااہل ہو تو دین پر رونا چاہیئے اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ایسے ہی مسند امام احمدؒ بن حنبلؒ مطبوعہ مصری کی جلد پنجم صفحہ ۴۲۲ میں ہے۔

اور حضرت مولانا محمد قمر الدین سیالوی ادام اللہ برکاتہم اپنے رسالہ جدیدہ موسومہ بہ تنویر الْاَبْصَارِ بِتَقْبِیْلِ الْمَزَارِ میں اس حدیث کے نیچے کیا نہایت عمدہ فرماتے ہیں هَلْ رَاَیْتَ وَ دَرَیْتَ کَیْفَ فَرَّقَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ تَعْظِیْمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ بَیْنَ عِبَادَۃِ حَجَرِ الَّذِیْ یَعْبُدُہُ الْمُشْرِکُوْنَ وَکَیْفَ صَرَّحَ بِاَنَّ النَّہْیَ الَّذِیْ وَرَدَ فِیْ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ لَا یُقَاسُ عَلَیْہِ تَعْظِیْمُ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَیْفَ اَظْہَرَ بِاَنَّ مَنْ کَانَ مِنْ مُعْتَقِدِہٖ اَنَّ تَعْظِیْمَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَعِبَادَۃَ الْحَجَرِ مُسَاوِیَیْنِ فِی الْحُکْمِ فَہُوَ لَا یَلِیْقُ بِاَمْرِ الْوِلَایَۃِ الخ (وَقَالَ یَا اَیُّہَا الْعُقَلَاءُ وَیَا اَیُّہَا الْعُلَمَاءُ تَنَبَّہُوْا وَتَفَکَّرُوْا اَهَلْ یَکُوْنُ الرَّجُلُ مُشْرِکًا بِاقْتِدَاءِ الصَّحَابَۃِ وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ اَلْحَدِیْثَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَهَلْ یَکُوْنُ الرَّجُلُ کَافِرًا بِتَوْقِیْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ۔ اَللّٰہُمَّ نَبْکِیْ عَلَی الدِّیْنِ وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّ ہُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

یعنی کیا دیکھا تو نے کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور پتھر کی عبادۃ میں جسے مشرک پوجتے ہیں فرق ٹھہرایا۔ اور کیسی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ بت پرستی کی مناہی پر سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو قیاس نہیں کیا جاتا اور کس طرح ظاہر فرمایا کہ جس شخص کے عقائد میں سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور پتھر کی عبادت دونوں حکم میں برابر ہیں۔ وہ دین کی ولایت کے لائق نہیں ہے (اور فرمایا) اے عقلمندو اور اے عالمو۔ خبردار ہو جاؤ اور سوچو کیا آدمی صحابہ کرامؓ کی اقتداء سے مشرک ہو جاتا ہے؟ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام فرماتے ہیں کہ میرے صحابہؓ مثل ستاروں کے ہیں۔ اُن میں سے جس کسی پیروی کروگے ہدایت پا وگے۔ اور کیا افضل الخلائق رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟ (معاذ اللہ) الٰہی (ایسے عُلمائے زمانہ کی موجودگی میں) ہم دین پر روتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حافظ اور رحم کرنے والا ہے۔ انتہٰی کلامہ۔

پس اے عزیز! ایسے علمائے بدعقیدہ کے پاس ہرگز نہیں بیٹھنا چاہیئے جو سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعظیم و توقیر کو شرک و حرام کہ کر بندگان خدا کو بے ادب بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور خود بدعت اور شرک میں مُبتلا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو موحد خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اور ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اولیائے کرامؒ کے ساتھ حُسن ادب نصیب کرے۔ اٰمین وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ الراقم۔ خادم درویشاں و خاکپائے ایشاں غلام محمدؐ بقلم خود۔ از جلوانہ ضلع لائل پور ۲۶/۱/۶۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ٥

محب دلنواز مُخلصی فی اللہ عزیز از جان سردار محمد حفظکم اللہ الرحمٰن

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعدہٗ علائے خیریت طرفین وسعادت دارین و ترقی درجات و شوق ملاقات کے واضح ہو کہ اخلاص نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ آپ لکھتے ہیں کہ "طبیعت نے شانِ اُلوہیت و مسجودیت کو مرکز مقرر کر لیا ہے اور ہر شان میں وہی محسوس ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ عبادت میں عجز و نیاز پیدا نہیں ہوتا۔ جو کہ عبادت کا مغز ہے اور دوسری طرف ترک نماز پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ احکام شرع سے دِل متاثر ہے ؎

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را۔

عزیزا مرتبہ اُلوہیت جامع الاضداد ہے۔ جیسا کہ فتوحات مکیہ میں ہے سُئِلَ اَبُوْسَعِیْد الخراز رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِمَ عَرَفْتَ اللّٰہَ قَالَ بِجَمْعِہٖ بَیْنَ الضِّدَّیْنِ ثُمَّ تَلَا قَوْلَہٗ تَعَالٰی ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ الخ یعنی کسی نے ابُوسعید خرازؓ سے پوچھا کہ آپ نے اللہ کو کس چیز کے ساتھ پہچانا ہے فرمایا اُس کے جامع الضدین ہونے کے ساتھ پھر یہ آیت پڑھی ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ الخ اور شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بَلْ ھُوَ عَیْنُ الضِّدَّیْنِ یعنی بلکہ وہ ضدوں کا عین ہے۔ پس اللہ فقط مسجود ہی نہیں بلکہ ساجدیت و مسجودیت ہر دو ضدوں کا جامع ہے۔ جیسا کہ

مراۃ العارفین میں سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے دائرۃ اللہ متوس بدو قوس عظیمہ ربوبیت و عبودیت بدینگونہ تحریر فرمایا ہے۔

(دائرۃ اللہ)
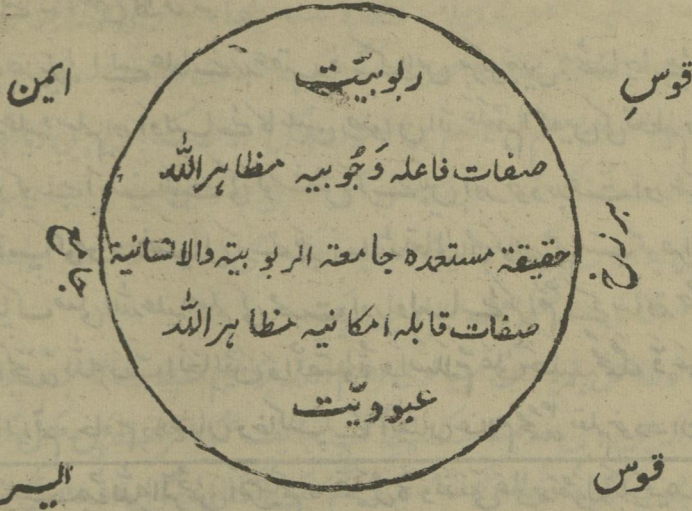
اس دائرہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تمام اسماء صفات فاعلہ اور قابلہ کو شامل ہے۔ یعنی ربوبیت اور عبودیت دونوں اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں۔ شان ربوبیت میں وہی معبود و مسجود ہے اور شانِ عبودیت میں وہی عابد و ساجد ہے۔ اگر دائرۃ اللہ سے قوس عبودیت کو مٹا دیا جائے تو دائرہ ادھورا رہ جائیگا۔ لہٰذا عبودیت کے بغیر کمال حاصل نہیں ہوتا۔

بلکہ رسالہ قشیریہ میں حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا قول منقول ہے کہ لَیْسَ شَیْئٌ اَشْرَفُ مِنَ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَلَا اِسْمٌ اَتَمُّ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْاِسْمِ لَہٗ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ وَلِذٰلِکَ قَالَ سُبْحَانَہٗ فِیْ وَصْفِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ وَکَانَ اَشْرَفُ اَوْقَاتِہٖ فِی الدُّنْیَا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَقَالَ تَعَالٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی فَلَوْ کَانَ اِسْمٌ اَجَلُّ مِنَ الْعُبُوْدِیَّۃِ لَسَمَّاہُ بِہٖ۔ یعنی عبودیت سے اشرف کوئی شئے نہیں ہے اور نہ ہی مومن کے لئے عبودیت سے اعلیٰ کوئی نام ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں معراج کی رات جو دنیا میں آپ کے تمام اوقات سے اشرف ہے فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الخ اور فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پس اگر عبودیت سے کوئی اور اسم اعلیٰ ہوتا تو اللہ آپ کا وہی نام رکھتا۔

اور شیخ الاکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۳۸ میں فرماتے ہیں۔ لَوْ مَلَّکَنِیْ جَمِیْعَ الْعَالَمِ مَا

مَلَکْتُ مِنْہُ اِلَّا عُبُوْدِیَّتَہٗ خَاصَۃً حَتّٰی یَقُوْمُ بِذَاتِیْ جَمِیْعَ عُبُوْدِیَّۃِ الْعَالَمِ یعنی اگر اللہ تعالےٰ مجھے سارا عالم سونپ دے تو میں اُس کی خاص عبودیت کے سوا اور کوئی چیز نہ لونگا۔ تاکہ عالم کی تمام عبودیت میری ذات کے ساتھ قائم ہو۔

الغرض اے عزیز حق سُبحانہ بشان اطلاق ذاتی خود معبود و مسجود اور بشان تقیدِ اسمائی و صفاتی خود عابد و ساجد ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ۔ ہر آن اُسکی ایک نئی شان ہے اور وہ تمام شانوں کا جامع ہے باطن میں وہی معبودِ مطلق اور ظاہر میں وہی عابد برحق ہے ۔

تو درمیانہ ہیچ نئی ہرچہ ہست اُوست = ہم خود اَلَسْتُ گوید وہم خود بلیٰ کند۔

اور اس کی مؤید وہ حدیث شریف ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب خلوتِ خاص میں پہنچے تو بارگاہ عزت سے خطاب مستطاب ہوا قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ یعنی ٹھہرو یا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ آپ کے حمد و ثنا کہنے کا مقام نہیں ہے۔ پس تحقیق تیرا رب نماز میں ہے۔ یعنی اس مقام پر وہ خود ہی حامد و محمود اور عابد و معبود ہے ۔ اور حدیث شریف اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کا بھی درحقیقت یہی معنی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا ھٰذَا الْمُقَامَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۔ اور آپ کا یہ قول پڑھ کر کہ "ہر شان میں وہی محسوس ہوتا ہے" بے حد خوشی حاصل ہوئی اور حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کا فرمودہ یاد آیا جو آپ نے فصوص الحکم میں فرمایا ہے۔ کہ اَلْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ وَالْحَقُّ مَحْسُوْسٌ مَشْھُوْدٌ عِنْدَ اَھْلِ الْکَشْفِ وَالْوُجُوْدِ۔ یعنی اہل کشف و وجود کے نزدیک خلق معقول ہے اور حق محسوس و مشہود ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ آپ کو اس حال کی مبارک ہو اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ۔

اور جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس مشاہدہ میں نتیجہ کے طور پر عبادت میں عجز و نیاز پیدا نہیں ہوتا جو کہ عبادت کا مغز ہے" اے عزیز عبادت میں فقط عجز و نیاز ہی مقصود نہیں ۔ بلکہ اس میں مشاہدۂ ذات کی لذت بھی حاصل ہے ۔ جیسا کہ حدیثِ احسان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں ۔ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ ۔ یعنی اے جبرائیلؑ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے ۔ اور اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میں اشارہ فرمایا ہے ۔ یعنی نماز میں مشاہدہ حق سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ خدا کو دیکھتے ہیں ۔ تو فرمایا لَا اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَہُ ۔ یعنی میں ایسے خدا کی عبادت ہی نہیں کرتا

جیسے نہ دیکھوں اور عارفین کا قول ہے کہ اَلْعُبُوْدِیَّۃُ شُہُوْدُ الرَّبُوْبِیَّۃِ یعنی عبودیت مشاہدۂ ربوبیت ہے اور حضرت شیخ نصرابادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اَلْعُبُوْدِیَّۃُ اِسْقَاطُ رُؤْیَۃِ التَّعَبُّدِ فِیْ مُشَاہَدَۃِ الْمَعْبُوْدِ۔ عبودیت مشاہدۂ معبود میں اپنی عبادت کرنے کی رویت کو مٹا دینا ہے۔ یعنی بندہ مشاہدۂ معبود میں ایسا محو ہو کہ ہستی موہومی فنا ہو جائے اور ہستی مطلق ہی خود عابد و خود معبود باقی رہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ قولہ تعالیٰ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ حَتّٰی یَاْتِیَکَ حَقُّ الْیَقِیْنِ فَتَنْتَہِیْ عِبَادَتُکَ بِاِنْقِضَاءِ وُجُوْدِکَ فَیَکُوْنُ ھُوَ الْعَابِدُ وَ الْمَعْبُوْدُ جَمِیْعًا لَاغَیْرُہٗ یعنی اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے حق الیقین حاصل ہو جائے۔ پس تیرے وجود کے فنا سے تیری عبادت ختم ہو جائے گی اور عابد و معبود سب وہی ہوگا۔ نہ کہ اُس کا غیر انتہیٰ۔ اور حضرت غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فرمان اَلْعِبَادَۃُ بَعْدَ الْوُصُوْلِ شِرْکٌ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ جب سالک فنا ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے تو خدا اپنی حمد آپ کرتا ہے اور خود عابد معبود اور ساجد و مسجود بن جاتا ہے اس مقام پر وہ عبادت جو سالک اپنی ہستی موہومی کے ساتھ غیریت کی حالت میں کرتا تھا شرک ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ عارف نماز نہیں پڑھتا یا نماز کو شرک جانتا ہے۔ بلکہ اُس کی عبادت ذاتی ہوتی ہے یعنی مرتبۂ بقا میں وہ خود عابد و معبود ہوتا ہے۔ فافہم۔

الغرض اے عزیز خدا کی عبادت خصوصاً نماز میں جو مومن کا معراج ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ بندہ اپنی ہستی موہومی سے عروج کر کے ذات مطلق کے مشاہدہ کے ساتھ مشرف اور سرفراز ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر عجز و نیاز کی صورت میں ہے اور بحکم قولہٗ تعالیٰ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ وَ قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلٰی رَبِّہٖ اِذَا سَجَدَ نمازی عین سجدہ میں قرب حق حاصل کرتا ہے جس میں غایت درجہ کی علو مکانت ہے۔ گویا سجدہ میں انکسار عین قرب حق کی رفعت کا افتخار ہے۔ پس نماز میں فقط عجز و نیاز ہی نہیں بلکہ انفصال عن الخلق و اتصال بالحق کا فخر و ناز بھی ہے۔ کیونکہ نماز میں سیر نزولی و عروجی کے تمام مقامات طے ہوتے ہیں۔ اور اس میں رکوع کے بعد قیام خلافت حق کا مقام ہے۔ جیسا کہ فتوحات کے باب ۶۹ میں شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یَقُوْلُ الْعَارِفُ الْجَامِعُ لِاَکْمَلِ الصَّلَوَاتِ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ نِیَابَۃً عَنْ رَبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَمُتَوَجِّہًا عَنْہُ فَاِنَّہٗ مِنْ کَلَامِ رَبِّہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ثُمَّ یَسْکُتُ ثُمَّ یَقُوْلُ یَرُدُّ عَلٰی نَفْسِہٖ بِلِسَانِہٖ اَللّٰہُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَذٰلِکَ اَنَّہٗ وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ

الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد فان اللہ قال علی لسان عبدہ سمع اللہ لمن حمدہ - یعنی عارف جو اکمل صلوات کا جامع ہے - جب نماز میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے تو خدا کی نیابت اور اس سے ترجمانی کی حالت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے اسلئے کہ وہ خدا تبارک وتعالے کا کلام ہے پھر اپنے نفس پر عود کر کے اپنی زبان سے کہتا ہے ربنا لک الحمد اسلئے کہ صحیح حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو کہو ربنا لک الحمد کیونکہ سمع اللہ لمن حمدہ اللہ تعالے نے اپنے بندہ کی زبان پر فرمایا ہے -

اور کتاب انسان کامل کے باب ۶۳ میں حضرت عبدالکریم جیلی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ثم القیام عبارۃ عن مقام البقاء ولھذا یقول فیہ سمع اللہ لمن حمدہ وھذہ کلمۃ لا یستحقھا العبد لانھا اخبار عن حال الٰہی فالعبد فی القیام الذی ھو اشارۃ الی البقاء خلیفۃ الحق تعالیٰ وان شئت قلت عینہ لیرتفع الاشکال یعنی پھر رکوع کے بعد قیام سے مقام بقا مراد ہے لہٰذا اس میں سمع اللہ لمن حمدہ کہا جاتا ہے اور اس کلمہ کا مستحق بندہ نہیں ہے - اسلئے کہ وہ اللہ کے حال سے خبر دینا ہے پس بندہ قیام میں جس سے بقا کی طرف اشارہ ہے خدا کا خلیفہ ہے یا یوں کہو کہ وہ اس کا عین ہے تاکہ اعتراض رفع ہو جائے - انتہیٰ - پس ثابت ہوا کہ عارف کامل کو نماز میں خلافت الٰہیہ کا شرف عظیم حاصل ہوتا ہے - اور خلیفہ کی شرط یہ ہے کہ مستخلف کی صورت پر ہو کہ من شرط الخلیفۃ ان یکون علیٰ صورۃ المستخلف (شرح فصوص الحکم جامی قدس سرہ)

اور اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ جامع الاضداد ہے - یعنی اس کی ذات میں جمیع کمالات حقی و خلقی موجود ہیں لہٰذا انسان کامل بحکم ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہٖ تمام حقائق الٰہیہ وکونیہ کا مجموعہ ہے - اسی لئے نماز میں گاہے بشان الوہیت سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ متکلم اور گاہے بصورت عبدیت ربنا لک الحمد کے ساتھ رطب اللسان ہو کر نعوت حقی وخلقی کا جامع ہے - فافہم وباللہ التوفیق

اور چونکہ برزخ انسانی میں اللہ تعالیٰ صفات بندہ کے ساتھ اور بندہ صفات اللہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے - جیسا کہ مرآۃ العارفین میں سبط رسول رب العالمین حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں -

ان فی ھذا البرزخ یتصف الحق تعالیٰ بصفات العبد من الضحک والبکاء والبشاشۃ والفرح والمکر والاستھزاء والمرض والجوع والعطش وما اشبہ ذلک والعبد یتصف بصفات الحق تعالیٰ من الحیاۃ والعلم والارادۃ والقدرۃ والسمع والبصر والکلام والاحیاء والاماتۃ والانبساط والانقباض والتصرف فی الاکوان وغیر ذلک فھذا البرزخ

ھو مرتبۃ التنزل الربانی لیتصف الرب فیھا بالصفات العبد انیۃ و مرتبہ ارتفاع العبد لیتصف العبد فیھا بالصفات الربانیۃ یعنی اس برزخ انسانی میں حق تعالیٰ صفات بندہ ہنسی اور رونے اور بشاشت اور خوشی اور مکر اور استہزاء اور مرض اور بھوک اور پیاس وغیرہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور بندہ صفات حق تعالیٰ حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام اور زندہ کرنے اور ملنے اور کشادگی اور تنگی اور تصرف فی الاکوان کے ساتھ متصف ہوتا ہے

پس یہ برزخ تنزل ربانی کا مرتبہ ہے تاکہ پروردگار اس میں صفاتِ عبودیت کے ساتھ موصوف ہو اور ارتفاع عبد کا مقام ہے۔ تاکہ بندہ اسمیں صفاتِ ربانی کے ساتھ متصف ہو۔ انتہیٰ۔

لہٰذا جس طرح بندہ عروج کی حالت میں صفات الٰہی سے متصف ہو کر کبریائی حاصل کرتا ہے چنانچہ شیخ الاکبر قدس سرہٗ قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ کے تحت میں متکبرین بالحق کے متعلق فرماتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اتَّصَفُوْا بِصِفَۃِ الْکِبْرِیَاءِ فِیْ مَقَامِ الْمَحْوِ وَالْفَنَاءِ فَقَامَ کِبْرِیَاؤُہٗ تَعَالیٰ مَقَامَ تَکَبُّرِھِمْ کَمَا قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ لَہٗ فِیْکَ کُلُّ فَضِیْلَۃٍ اِلَّا اَنَّکَ مُتَکَبِّرٌ قَالَ لَسْتُ بِمُتَکَبِّرٍ وَلٰکِنْ کِبْرِیَاءُ اللّٰہِ تَعَالیٰ قَامَ فِیْ مَقَامِ التَّکَبُّرِ (اعراف) یعنی جو لوگ مقام محو و فنا میں صفت کبریاء کے ساتھ متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اُن کے تکبر کی جا بجا قائم ہے۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ میں ہر فضیلت ہے لیکن آپ تکبر کرتے ہیں فرمایا میں متکبر نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی کبریائی میرے تکبر کے مقام پر قائم ہوگئی ہے انتہیٰ

اسی طرح اللہ تعالیٰ صورتِ انسان میں نزول فرما کر صفت نیاز کے ساتھ موصوف ہوتا ہے جیسا کہ مست بادۂ قیوم مولائے روم علیہ الرحمت اپنے اس قول میں اشارہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو نیاز اتنا پسند ہے کہ اگر خلق نیاز نہ کرتی تو وہ خود نیاز کرتا (مناقب العارفین)

اور خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمتہ دیوان میں فرماتے ہیں ؎

گرت بناز براند مرد کہ آخر کار = بصد نیاز بخواند ترا و ناز کُنی

بہ بندگی بنشینی بہ تخت سُلطانی = اگر تو خدمتِ محمود چوں ایاز کُنی

پس اے عزیز عرفائے واصلین و اولیائے اکملین نماز میں بلند ترین مقامات و کمالات و مشاہدۂ ذات و تحقق بالاسماء و الصفات کی خلعات سے مشرف ہو کر مرتبۂ استقامت اور جمع الجمع کے مقام پر فائز المرام ہوتے ہیں اور ظاہر و باطن شرع و حقیقت کے احکام و اسرار پر حاوی ہو کر منصب ارشاد و تکمیل کی تحصیل کے بعد خلق خدا کے ہادی و رہنما بن جاتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

اُن سے کم درجہ کے وہ اَولیائے مجاز یب ہیں جو مقام جمع میں دنیا و مافیہا سے فارغ ہو کر لجۂ احدیت میں مستغرق ہیں نہ انہیں اپنی خبر نہ خلق خدا سے رابطہ نہ احکام شرعی سے واسطہ وہ لوگ مرفوع القلم ہیں۔ انہیں شریعت بھی گرفت نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ غلبۂ حال میں مغلوب ہونے کے باعث مجبور و معذور ہیں۔

اُن کے علاوہ ایسے فقرائے زمانہ بھی ہیں جو رمز حقیقت سے آشنا اور سرِ توحید سے واقف تو ہیں۔ لیکن مقام اَنا میں احکام شرعی سے قاصر اور عرفان کی لذت میں نماز و روزہ کے تارک ہیں اور اس حالت میں وہ آپ کو حق بجانب خیال کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ حضرت منصور حلاج علیہ الرحمۃ جو اولیائے اُمّت میں اَنا کہنے والوں کے سرگروہ و سرتاج تھے وہ بھی قید خانہ میں پانچسو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے اس بارہ میں سوال کیا تو فرمایا میں اپنی عزت آپ کرتا ہوں۔ میری قدر میرے سوا کوئی کیا جانے۔ جیسا کہ معراج میں جب قِف یا مُحَمَّدَ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّی کا خطاب ہوا تو حضور عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ متعجب ہوئے کہ پروردگار تو نماز پڑھنے سے بے نیاز ہے تب ارشاد ہُوا کہ میں غیر کی نماز پڑھنے سے بے نیاز ہوں۔ اور میں کہتا ہوں۔ سُبْحَانِی سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِی۔ یعنی یہ میری نماز ہے (معارج النبوۃ باب پنجم)

پس جب اللہ خود نماز پڑھتا ہے جو اللہ والے جو اللہ سے واصل ہیں کیوں نماز نہ پڑھیں۔ ایسے حضرات کو اس بات کی تحقیق ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کی تعریف ایسے لوگوں کے برعکس فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ آیۂ ذیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ بِالتَّوْحِیْدِ وَالْفَنَاءِ فِیْہِ بَاقِیْنَ بِحِذْوِی الْاِسْتِقَامَۃِ لَایَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ بِسَبَبِ احْتِجَابِہِمْ بِالْاَنَانِیَّۃِ بَلْ یُشَاھِدُوْنَ التَّفْصِیْلَ فِیْ عَیْنِ الْجَمْعِ فَیُطِیْعُوْنَ لَہٗ وَ یُسَبِّحُوْنَہٗ یُنَزِّھُوْنَہٗ عَنِ الشِّرْکِ بِنَفْیِ الْاَنَانِیَّۃِ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ بِفَنَاءِ التَّامِ وَطَمْسِ الْبَقِیَّۃِ وَ آثَارُ الْاَنَانِیَّۃِ وَاللّٰہُ الْبَاقِیْ بَعْدَ فَنَاءِ الْخَلْقِ (اعراف)

یعنی جو لوگ توحید کے ساتھ اللہ کے نزدیک ہیں اور اُس میں فنا اور اُس کے ساتھ باقی اور صاحب استقامت ہیں وہ انانیت کے حجاب کے باعث خدا کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ بلکہ عین جمع میں تفصیل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس طاعت بجالاتے ہیں۔ اور انانیت کی نفی کے ساتھ اُسے شرک سے پاک کرتے ہیں۔ اور کامل فنا اور بقیۂ نفس اور آثار انانیت کے مٹ جانے سے اُسکے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فنائے خلق کے بعد اللہ باقی ہے۔ وَالسَّلام۔

اور شرح فصوص الحکم میں حضرت مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ وَفِی ھٰذَا الْعِرْفَانِ وَالْعِلْمِ یَتَفَاضَلُ الْعُلَمَاءُ فَعَالِمٌ یَعْلَمُ بَعْضَ ھٰذِا الْاُمُوْرِ کَمَنْ شَاھَدَ کَثْرَۃَ التَّعَیُّنَاتِ وَالتَّقَیُّدَاتِ فَقَطْ فَھُوَ الْمَحْجُوْبُ عَنِ الْحَقِّ الْمُشَاہِدُ لِلْعَالَمِ وَالْخَلْقِ وَکَمَنْ شَھِدَ الْوُجُوْدَ الْاَحَدِیَّ الْمُتَجَلِّیَ فِی ھٰذِہِ الصُّوَرِ فَھُوَ صَاحِبُ حَالٍ فِی مُقَامِ الْفَنَاءِ وَالْجَمْعِ وَاَعْلَمُ مِنْہُ یَعْلَمُ کُلَّھَا وَھُوَ مَنْ شَھِدَ الْحَقَّ فِی الْخَلْقِ وَالْخَلْقَ فِی الْحَقِّ فَھُوَ کَامِلُ الشُّھُوْدِ فِی مُقَامِ الْبَقَاءِ بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالْفَرْقِ بَعْدَ الْجَمْعِ وَھُوَ مُقَامُ الْاِسْتِقَامَۃِ۔ یعنی اس عرفان و علم میں علماء متفاضل ہیں۔ بعض عالم ہیں جو بعض امور کو جانتے ہیں۔ جیسے وہ شخص جو فقط کثرت تعینات کو دیکھتا ہے۔ پس وہ حق سے محجوب اور عالم خلق کا مشاہد ہے۔ اور جیسے وہ شخص جو وجود ذاتی کو جوان تمام صورتوں میں متجلی ہے مشاہدہ کرتا ہے۔ پس وہ مقام فنا و جمع میں صاحب حال ہے۔ اور اُن سے اعلیٰ وہ ہے جو تمام امُور کو جانتا ہے اور حق کو خلق میں اور خلق کو حق میں مشاہدہ کرتا ہے۔ پس وہ کامل الشہود و بقا بعد الفنا اور فرق بعد الجمع کے مقام میں ہے۔ اور وہ مقام استقامت ہے انتہیٰ۔ پس اے عزیز سعادت کبریٰ اسی میں ہے کہ عارف کامل استغراق فی التوحید کے باوجود احکام شرعی سے غافل نہ ہو۔ بھلا سرور دو جہان محبوب خالق کون و مکان نور قدیم احمدؐ بلا میم علیہ التحیہ والتسلیم سے اعلیٰ کس کی شان ہے وقد تورمت قدماہ اندھیری راتوں میں نماز کے اندر قیام کی حالت میں اُس نورِ خدا کے اقدام مبارک ورم کر جاتے تھے۔

آہ۔ اِدھر ہم ہیں اور ہم جیسے ناکام کہ اپنے خیالِ خام سے ترکِ نماز کو فخرِ مقام سمجھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "دوسری طرف ترک نماز پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ احکام شرع سے دِل متاثر ہے" الحمدللہ کہ دِل میں فرمانِ خداوندی و ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حُرمت کا پاس ہے۔ سو جان آپ کے اس تاثر قلبی پر قربان جائے اور ہزار دِل آپ کے اس اضطراب دِلی پر فدا ہو۔ دراصل یہ داعیۂ قلبی بطریق الہام امر ذوالجلال والاکرام ہے۔ جو آپ کو مقامِ استقامت کی طرف بُلا رہا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فناء کے بعد مرتبۂ بقا میں وجود حقانی کے ساتھ قیام بالامر والنہی حاصل ہو اور مشاہدۂ وحدت در کثرت و کثرت در وحدت اسطرح سے ہو کہ کثرت وحدت کا اور وحدت کثرت کا حجاب نہ ہو اور عین مقام جمع میں حقوق تفاصیل کی رعایت ہو۔ اور یہ محسنین کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاکبر قدس سرہٗ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَلْمُشَاھِدِیْنَ لِلْوَحْدَۃِ فِی عَیْنِ الْکَثْرَۃِ الْمُرَاعِیْنَ لِحُقُوْقِ التَّفَاصِیْلِ فِی عَیْنِ الْجَمْعِ بِالْوُجُوْدِ الْحَقَّانِیِّ (مائدہ) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

لیکن جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ "شاید العلم حجاب الاکبر کے یہی معنی ہوں" یہ ایک ایسا شبہ ہے جس میں آپ معذور معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت جو نماز کو چاہتی ہے اور احکام شرع سے دل متاثر ہے یہ ایک حجاب ہے۔ حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حجاب وہ ہے جو خدا سے باز رکھے اور جو چیز مشاہدۂ حق کا باعث ہو وہ حجاب کیسے ہو سکتی ہے پس العلم حجاب الاکبر کا وہی معنی ہے جو معروف ہے کہ جو علم تکبر پیدا کرے اور خدا سے باز رکھے وہ حجاب ہے نہ کہ علم شرعی و علم لدنی جو کہ نافع اور موصل الی اللہ ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَاکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَاکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی ابْنِ آدَمَ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ۔ یعنی علم دو علم ہیں (۱) علم قلبی اور وہ علم نافع ہے (۲) علم زبانی۔ اور وہ ابن آدم پر خدا کی حجت ہے۔ والسلام۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "بزرگان سلف کا طریق کار زمانہ سے بے نیاز ہونے نہیں دیتا۔ ورنہ کیا ہے۔ کئی راستہ کے چلنے والے ایسے بھی ہیں جو تو ہی تو ہی کا سبق پکاتے رہتے ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے۔ اور اگر ان سے کہا جاتا ہے تو فرما دیتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ اپنا سبق پکا رہے ہیں"۔

محب دلنوازا۔ بزرگان سلف چونکہ علوم ظاہر و باطن کے عالم اور احکام شریعت و طریقت کے حامل اور اسرار حقیقت و معرفت میں کامل اور طریق حق پر گامزن ہو کر ذات حق کے ساتھ واصل ہوئے ہیں۔ اسلئے ان کی اقتداء ہم سب پر واجب ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ فبھداھم اقتدہ۔ یعنی سابقہ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت کی پیروی کر تو ہمیں سلف صالحین کی اقتداء کتنی ضروری ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں بعض فقرائے زمانہ جو صوم و صلوٰۃ کے تارک ہیں وہ یہ باتیں اسی لئے تو کرتے ہیں کہ ابھی سالک راہ ہیں۔ اگر واصل باللہ اور مقام استقامت پر متمکن ہوتے قطعی ضرور احکام شرعی پر عمل کرتے۔ کیونکہ شریعت عین حقیقت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں۔ اَلشَّرِیْعَۃُ ھِیَ الْحَقِیْقَۃُ وَالْحَقِیْقَۃُ عَیْنَ الشَّرِیْعَۃِ۔ بھلا جب سب عین ہے تو کیا شریعت عزا ہی غیر ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ نَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ ٥۔

نیز اگر وہ تو ہی تو ہی کا سبق پکاتے ہیں تو کیا نماز میں میں میں کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی تو اللہ ہی اللہ ہے۔ بلکہ نماز ہر قسم کی عبادات میں سے اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ کیونکہ اس میں دیدار الٰہی اور مشاہدہ ذاتی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور فرمایا اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی نماز مومنوں کا معراج ہے والحمد للہ رب العٰلمین۔

آخر میں آپ کی اور آپ کے ہم مشرب صاحبان کی تفہیم کی خاطر ایک حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہاں دو مقام ایسے ہیں جہاں نماز نہیں ہے۔ ایک مستی عشق کا مقام ہے جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان قولہ تعالیٰ یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلوٰۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی کے تحت میں فرماتے ہیں اَیْ اَیُّھَا الْعَارِفُوْنَ بِذَاتِیْ وَصِفَاتِیْ وَاَسْمَائِیْ وَنُعُوْتِیْ اَلسُّکَارٰی مِنْ شَرَابِ مُحَبَّتِیْ وَسَلْسَبِیْلِ اُنْسِیْ وَتَسْنِیْمِ قِدَمِیْ وَزَنْجَبِیْلِ قُرْبِیْ وَخُمُوْرِ عِشْقِیْ وَعُقَارِ مُشَاہَدَتِیْ اِذَا کَشَفْتُ لَکُمْ جَمَالِیْ وَاَوْقَعْتُکُمْ فِیْ مَقَامِ رُبُوْبِیَّتِیْ فَلَا تُکَلِّفُوْا اَنْفُسَکُمْ اَمْرَ صُوْرَۃِ الظَّاھِرِ لِاَنَّکُمْ فِیْ جِنَانِ مُشَاہَدَتِیْ وَلَیْسَ فِیْ جَنَّۃِ جَلَالِیْ تَعَبُّدٌ حَتّٰی سَکَنْتُمْ مِنْ سُکْرِکُمْ وَصِرْتُمْ صَاحِیْنَ عَلٰی نَعْتِ التَّمْکِیْنِ فَاِنَّ جُنُوْنَ الْعِشْقِ یَرْفَعُ قَلَمَ التَّکْلِیْفِ عَنْ مَجْنُوْنِ مُحَبَّتِیْ (النساء)

یعنی اے میری ذات وصفات واسماء ونعوت کے عارفو اور اے میری شراب محبت و سلسبیل انس وتسنیم قدم وزنجبیل قرب وخمور عشق وشراب مشاہدہ کے مستوجب میں تم پر اپنا جمال ظاہر کروں اور تمہیں اپنی ربوبیت کے مقام میں داخل کر دوں تو اپنے نفسوں کو ظاہری امر کی تکلیف نہ دو۔ کیونکہ تم میرے مشاہدہ کی جنت میں ہو اور میری جنت جلال میں عبادت نہیں ہے۔ یہانتک کہ تم سکر سے آرام پا کر تمکین کی حالت میں صحو حاصل کرو۔ اسلئے کہ مستی عشق میری محبت کے دیوانوں سے تکلیف کی قلم کو رفع کر دیتی ہے۔ انتہی۔

یہ حالت اکثر اوقات شیخ شبلی رحمۃ اللہ پر وارد ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ ایکدن مستی عشق میں آپ کی نماز عصر فوت ہو گئی تو فرمایا ؎

نَسِیْتُ الْیَوْمَ مِنْ عِشْقِیْ صَلَاتِیْ = فَلَا اَدْرِیْ غَدَائِیْ مِنْ عِشَائِیْ

یعنی آج میں عشق کے باعث نماز بھول گیا۔ پس میں صبح اور شام کو نہیں جانتا ہوں۔

پھر آگے صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں وَاِذَا بَقِیَ الْعَقْلُ الْاِلٰہِیُّ فِیْ اِشْرَاقِ اَنْوَارِ سُلْطَانِ الْمُشَاہَدَۃِ ذَرَّۃً فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلِّیْ وَیُؤَدِّیْ حَقَّ الْاَوْقَاتِ فَاِنَّ بَعْضَ مَشَایِخِنَا لَمَّا جَانَ عَلَیْھِمْ وَقْتُ الصَّلوٰۃِ وَھُمْ فِیْ وَجْدٍ وَحَالَۃٍ قَامُوْا اِلَی الصَّلوٰۃِ وَمُرِیْدُوْھُمْ عَدُّوْا رَکَعَاتِھِمْ وَسَجَدَاتِھِمْ وَرُکُوْعَاتِھِمْ فَاِذَا سَاھَوْا عَنْ شَیْئٍ ذَکَرُوْھُمْ ذٰلِکَ وَھٰذَا مِنْ کَمَالِ ظَرَافَتِھِمْ فِی الْمَعْرِفَۃِ۔ یعنی جب تک انوار مشاہدہ

کے استغراق کے غلبہ میں عقل کا ایک ذرہ بھی باقی ہو عارف کو چاہیئے کہ نماز پڑھے اور اوقات کا حق ادا کرے۔ اسلئے کہ ہمارے بعض مشائخ پر وجد اور حالت میں جب نماز کا وقت آیا تو وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور اُن کے مریدوں نے اُن کی رکعتوں اور سجدوں اور رکوعوں کو شمار کیا اور جب وہ نماز میں کسی چیز کو بھول گئے تو مریدوں نے یاد دلایا اور یہ معرفت میں اُن کی کمال ظرافت اور دانائی کی وجہ سے ہوا۔ انتہیٰ۔

پس عرفان الٰہی کا کمال اس میں ہے کہ عارف کامل حتی المقدور جب تک عقل کا ایک ذرہ بھی باقی ہے حدود شرعی سے قدم باہر نہ رکھے۔ ہاں غلبۂ عشق و مستی میں اگر عقل کا ایک ذرہ بھی باقی نہ رہ جائے تو وہ معذور ہے نہ کہ مشکور کہ اَلْعُشَّاقُ مَعْذُوْرُوْنَ ۝

دوسرا مقام فنائے محض کا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ قولہ تعالےٰ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ اَنَّ الصَّلٰوۃَ عَلٰی خَمْسَۃِ اَقْسَامٍ صَلٰوۃُ الْمُوَاصِلَۃِ وَالْمُنَاغَاۃِ فِیْ مَقَامِ الْخِفَاءِ وَصَلٰوۃِ الشُّھُوْدِ فِیْ مَقَامِ الرُّوْحِ وَصَلٰوۃُ الْمُنَاجَاۃِ فِیْ مَقَامِ السِّرِّ وَصَلٰوۃُ الْحُضُوْرِ فِیْ مَقَامِ الْقَلْبِ وَصَلٰوۃُ الْمُطَاوِعَۃِ وَالْاِنْقِیَادِ فِیْ مَقَامِ النَّفْسِ فَدُلُوْکُ الشَّمْسِ ھُوَ عَلَامَۃُ زوال شمس اَلْوَحْدَۃِ عَنِ الْاِسْتِوَاءِ عَلٰی وُجُوْدِ الْعَبْدِ بِالْفَنَاءِ الْمَحْضِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ فِیْ حَالِ الْاِسْتِوَاءِ اِذِ الصَّلٰوۃُ عَمَلٌ یَسْتَدْعِیْ وُجُوْدًا وَفِیْ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ لَا وُجُوْدَ لِلْعَبْدِ حَتّٰی یُصَلِّیْ کَمَا ذُکِرَ فِیْ تَاوِیْلِ قَوْلِہٖ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ اَلَا تَرَی الشَّارِعُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَیْفَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ وَقْتَ الْاِسْتِوَاءِ فَاَمَّا عِنْدَ الزَّوَالِ اِذَا حَدَثَ ظِلُّ وُجُوْدِ الْعَبْدِ سَوَاءٌ عِنْدَ الْاِحْتِجَابِ بِالْخَلْقِ حَالَۃَ الْفَرْقِ قَبْلَ الْجَمْعِ اَوْ عِنْدَ الْبَقَاءِ حَالَۃَ الْفَرْقِ بَعْدَ الْجَمْعِ فَالصَّلٰوۃُ وَاجِبَۃٌ (ابن اسرائیل) یعنی نماز پانچ قسم پر ہے۔ نماز مواصلت و مناغات خفی کے مقام میں اور نماز شہود رُوح کے مقام میں اور نماز مناجات سِرّ کے مقام میں اور نماز حضور قلب کے مقام میں اور نماز مطاوعت و انقیاد نفس کے مقام میں۔ پس سُورج کا ڈھلنا شمس وحدت کے استواء سے جو بندہ کے وجود پر فنائے محض کے ساتھ ہے زوال کی علامت ہے۔ اسلئے کہ حالت استواء میں نماز نہیں ہے۔ کیونکہ نماز کا عمل وجود کا مستدعی ہے اور اس حالت میں بندہ کا وجود نہیں ہے جو نماز پڑھے۔ جیسا کہ قولہ تعالیٰ فَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کی تاویل میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کیا تو شارع علیہ السلام کو نہیں دیکھتا کہ کس طرح استواء کے وقت نماز سے منع فرمایا ہے لیکن جب زوال کے وقت بندہ کے وجود کا سایہ ظاہر ہو خواہ حجاب خلق کے باعث حالتِ فرق

میں مقام جمع سے پہلے یا مرتبۂ لقا کے نزدیک فرق بعد الجمع کی حالت میں ہو اس وقت نماز پڑھنا واجب ہے انتہیٰ۔

پس انسان کی فقط یہ تین حالتیں ہیں یا تو احتجابِ خلق کے باعث مقامِ جمع میں وصول سے قبل فرق اور جدائی میں ہے یا مقامِ جمع کے حصول کے بعد مرتبۂ جمع الجمع میں جسے فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں بقا کی حالت میں وجودِ موہوب حقانی کے ساتھ مقامِ استقامت اور منصب ارشاد پر فائز ہے۔ اِن ہر دو حالتوں میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ اور تیسری حالت جمع یعنی اتحادِ ذاتی و استغراقِ کلی اور فنائے محض کی ہے۔ جس میں بندہ کا وجود باقی نہیں رہتا جو نماز پڑھے لیکن اُس کے سحق و محق ذاتی کے بعد وجودِ حق ظاہر ہو کر خود عابد و معبود اور ساجد و مسجود بن جاتا ہے۔ جیسا کہ شیخ الاکبر قدس سرہ نے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ کی تفسیر میں ثابت کیا ہے۔ کہ بندہ کے فنا ہو جانے کے بعد خدا خود عابد و معبود ہوتا ہے چنانچہ آپ پر سال بھر استغراق کی حالت طاری رہی۔ جب اس حال سے فارغ ہوئے تو ارادتمندوں سے پوچھا کہ میں نے اس عرصہ میں نمازیں ادا کی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ امام بھی حضور ہوتے تھے فرمایا واللہ باللہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ سبحان اللہ یہ ان اللہ یتولی الصالحین کی شان ہے کہ بندہ صالح فنائے وجودِ بشری کی حالت میں تعمیل احکام ظاہری سے قطعاً بے خبر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بذاتِ خود اُس کے وجودِ موہوب حقانی میں عابد و معبود ہو کر اپنی نماز آپ ادا کرے۔

چنانچہ فتوحات مکیہ جلد اول باب ۶۹ میں حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صَاحِبُ الْحَالِ الَّذِیْ اَفْنَاهُ الْجَلَالُ اَوْهيمه الْجَمَالُ فَلَا يَعْقِلُ فَتَكُوْنُ الْحَقُّ مُتَوَلِّيَهٗ فِیْ تِلْكَ الْغِيْبَةِ فِیْ حِسِّهٖ بِمَا شَاءَ اَنْ يَجْرِيَهٗ عَلَيْهِ وَقَدْ اَقَمْتُ اَنَا فِیْ هٰذِهِ الْحَالَةِ مُدَّةً وَلَمْ اُخِلَّ بِشَیْءٍ مِنْ حَرَكَاتِ الصَّلٰوةِ الظَّاهِرِ بِالْجَمَاعَةِ عَلٰی اَتَمِّ مَا يُمْكِنُ اِمَامًا وَلَا عِلْمَ لِیْ بِشَیْءٍ مِنْ هٰذَا كُلِّهٖ فَلَمَّا اَفَقْتُ وَرُدِدْتُ اِلٰی حِسِّیْ فِیْ عَالَمِ الشَّهَادَةِ اَعْلَمَنِی الْحَاضِرُوْنَ اَنَّهٗ مَا فَاتَنِیْ شَیْءٌ مِمَّا تَوَجَّهَ عَلَیَّ مِنَ التَّكْلِيْفِ كَمَا يَتَوَجَّهُ عَلَی الْعَاقِلِ الذَّاكِرِ وَمِنْ اَهْلِ طَرِيْقِنَا مَنْ لَا تَكُوْنُ لَهٗ هٰذِهِ الْحَالَةُ وَهِیَ حَالَةٌ شَرِيْفَةٌ حَيْثُ لَمْ يَجْرِ عَلَيْهِ لِسَانُ ذَنْبٍ (وحکی) عَنِ الشِّبْلِیِّ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهُ الْوَلَهُ وَيَرِدُ فِیْ اَوْقَاتِ الصَّلَوَاتِ فَاِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ اَخَذَهُ الْوَلَهُ فَقَالَ الْجُنَيْدُ حِيْنَ قِيْلَ لَهٗ بِهٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَجْرِ عَلَيْهِ لِسَانُ ذَنْبٍ فَقَدْ يُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ الشِّبْلِیُّ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ يُصَلِّیْ بِهٖ وَهُوَ غَيْرُ عَالِمٍ بِذٰلِكَ وَحُكْمُ النَّاسِ الْحَاضِرُوْنَ عَلَيْهِ بِاَنَّهٗ مَرْدُوْدٌ لِمَا رَاَوْهُ مِنْ اَدَائِهِ الصَّلٰوةَ مِثْلَ مَا يَتَّفِقُ لَنَا فَقَالُوْا بِصُوْرَةِ الظَّاهِرِ مِنْهُ وَهُوَ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ لَا عِلْمَ لَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَرِدُ۔ یعنی صاحب حال جسے جلال فنا و جمال حیران کرے اُس میں عقل نہیں رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ اس غیبت میں اُس کا متولی ہو

جاتا ہے - جو چاہے جس میں اس پر جاری کر دیتا ہے اور مَیں ایک عرصہ اس حالت میں قائم رہا - اور ظاہر نماز باجماعت کامل کی حرکات میں سے امام ہونے کے باوجود میں نے کوئی شیئے بھی کم نہ کی - حالانکہ مجھے اس کا علم تک نہ تھا - جب میں اس حال سے فارغ ہوا اور عالم شہادت میں جس کی طرف لوٹا تو مجھے حاضرین نے بتایا کہ تکلیف شرعی میں سے کوئی شیئی عاقل ذاکر کی طرح مجھ سے فوت نہیں ہوئی اور ہمارے اہل طریق میں سے بعض کی یہ حالت نہیں ہے - اور یہ حال بزرگ ہے کہ اس پر زبانِ عیب جاری نہیں ہوتی -

اور شبلیؒ سے حکایت ہے کہ اُن پر عشق وولہ کی حالت طاری ہوتی اور نماز کے وقتوں میں لوٹ آتے جب نماز سے فارغ ہوتے تو حالِ عشق انہیں پکڑ لیتا - جب جُنید رحمۃ اللہ کی خدمت میں اُن کی حالت بیان کی گئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے - جس نے شبلیؒ پر زبانِ عیب جاری نہیں کی اور ممکن ہے کہ شبلیؒ اس وقت خدا کے ساتھ نماز پڑھتا ہو - اور اُسے اس بات کی خبر بھی نہ ہو - اور لوگوں نے جو اُس وقت حاضر تھے جب اُس کی ادائے نماز کو دیکھا تو اس پر لوٹ آنے کا حکم لگایا - جیسا کہ ہمارے لئے اتفاق ہوا - پس لوگوں نے اُس کی ظاہر صورت کو بیان کیا اور حقیقت میں اُسے کوئی علم نہ تھا اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو واپس کئے جاتے ہیں - انتہیٰ -

اِس سے تین مرتبے ثابت ہوئے (۱) مستئ عشق میں بعض نماز نہیں پڑھتے - اور اسلئے اُن پر زبانِ عیب جاری ہوتی ہے - اور یہ ادنیٰ درجہ ہے (۲) بعض ایسے ہیں جو حالت عشق و ولہ میں نماز کے وقت واپس لوٹائے جاتے ہیں - اور وہ نماز ادا کر لیتے ہیں - یہ اوسط درجہ ہے (۳) وہ صاحبانِ کمال ہیں جو ذات حق میں ایسے فنا ہو جاتے ہیں - کہ اُن کی ہستی کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا - لیکن اجرائے احکام شرعی میں خود اللہ تعالیٰ اُن کا متولی ہوتا ہے - یعنی وجودِ الٰہی کے ساتھ وہ تمام نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں - لیکن انہیں اس بات کی خبر تک نہیں ہوتی - اور یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کہ اس میں حق سبحانہٗ خود عابد اور خود معبود ہوتا ہے - کما مر تحقیقہٗ من کلام الشیخ رضی اللہ عنہ والسلام -

پس اے عزیز حالتِ مستی کے سوا ہر حال میں نماز واجب ہے اور مستی کی شرط یہ ہے کہ عقل کا ایک ذرّہ بھی باقی نہ رہے - اسوقت معذور ہے - اور یہ بڑی کڑی شرط ہے - لاکھوں میں سے کسی ایک میں پائی جاتی ہے -

لیکن واضح ہو کہ اقطاب عارفین مست بھی ہیں ہوشیار بھی ہیں - جیسا کہ حضرت غوث الاعظم

رضی اللہ عنہ کے حضور میں کسی مست نے نعرہ لگایا تو فرمایا ٹھہرو کیا ہوا۔ تم مست ہو ہم مست بھی ہیں ہوشیار بھی ہیں۔ یعنی عشقِ الٰہی میں مست اور شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوشیار ہیں۔ کسی عارف نے کیا عمدہ کہا ہے ؎ باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار۔

مستِ حق و ہوشیارِ نبیؐ حضرت قلندر بوعلیؒ قدس سرہٗ خوب فرماتے ہیں ؎

گاہ مئے مے نوش و گاہے کن نماز — زاہدا خیرست خیر اندر وسط۔

یعنی مقامِ جمع میں مئے وحدت بھی نوش کر اور فرق بعد الجمع میں احکام شرعی پر بھی عمل پیرا ہو۔ کیونکہ بمنطوقِ حدیث خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا تمام امور کا اوسط درجہ افضل ہے۔ ایسے جامع الکمالات اولیاء اللہ باطن میں شہود جمع کے ساتھ خدا کی طاعت بجا لاتے ہیں اور ظاہر میں حکم تفصیل کیساتھ اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ رضی اللہ عنہ آیۂ ذیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ بَاطِنًا بِشُہُوْدِ الْجَمْعِ وَرَسُوْلَہٗ ظَاہِرًا بِحُکْمِ التَّفْصِیْلِ الخ اور آیۂ ذیل کے تحت میں فرمایا قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ۔ بِالظَّوَاہِرِ وَالْبَوَاطِنِ وَالْجَمْعِ وَالتَّفْصِیْلِ کَمَا ھُوَ عَلَیْہِ التَّوْحِیْدُ الْمُحَمَّدِیُّ۔ یعنی نہ کہو اللہ پر مگر حق ساتھ ظاہر و باطن اور جمع و تفصیل کے جیسا کہ اُس پر توحیدِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ انتہیٰ۔

پس اے عزیز آپ کے اور آپ کے ہم مشرب دوستوں کے لئے جو میرے بھی یارانِ طریقت ہیں اسی قدر کافی ہے ؎ اگر در خانہ کس ست یک حرف بس است

مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ اس مختصر مسودہ سے ضرور مستفید ہونگے اور دعائے بالخیر سے یاد کرینگے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

الراقم۔ خادم درویشاں و خاکپائے ایشان غلام محمدؐ بقلم خود از جلوانہ
ڈاکخانہ تاندلیانوالا ضلع لائل پور 21.5.48 ۔ بروز جمعۃ المبارک۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا ٥

محبِ دلنواز مخلصی فی اللہ مقبولِ بارگاہِ صمد عزیزم سردار محمد اسعد کم اللہ الواحد الاحد
وَعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ اخلاص نامہ مل کر بہجت افزا ہوا ۔ نامہ تحقیق الصلوٰۃ
کے متعلق آپ کی قدردانی پڑھ کر بے حد خوشی حاصل ہوئی اللہ تعالےٰ روز افزوں ترقی بخشے آمین ۔
نیز آنعزیز نے دریافت کیا ہے کہ" جب مبتدی راہ سلوک پر قدم رکھے تو وہ کن قرائن سے
یہ سمجھے کہ اب مجھ میں قال کی حد ختم ہو چکی ہے اور حال کی ابتداء ہو چکی ہے اور پھر کیونکر روز بروز
اندازہ لگا سکتا ہے کہ حال رُو بہ ترقی ہے یا مائل بہ تنزل" الخ

محبِ دلنوازا ۔ قال فقط زبانی جمع خرچ ۔ یعنی اہل حال کے کلمات حرف گُوک زبان پر
جاری کرنے کو کہتے ہیں اور حال دل پر کسی کیفیت کے بلا اکتساب بندہ محض موہبتِ الٰہی سے
طاری ہونے کا نام ہے ۔ جیسے قبض وبسط و ذوق وشوق وغیرہ ۔ پس قال کی مثال یہ ہے جیسے
کوئی شکّر کا نام بار بار لیتا رہے ۔ اور حال یہ ہے کہ شکر کے منہ میں پڑنے سے مُنہ میٹھا ہو جائے
ایسے ہی جب سالک پر حال وارد ہوتا ہے تو بلا تامل قال سے حال کی جانب ترقی معلوم
کر لیتا ہے ۔ بھلا جو شخص متموّل نہ ہو اور فقط ذکرِ دولت پر قانع ہو پھر اچانک بلا محنت اُسے
خزانۂ زر حاصل ہو جائے تو کیا وہ اپنی اختتام مسکنت اور افتتاح ثروت سے بے خبر ہوتا ہے ۔
اور اس بات کے سمجھنے کے لئے اُسے کسی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے ؟

نیز قال بلا حال مرض اور حال صحت کی مانند ہے ۔ پس جیسے انسان مرض کے بعد اپنی صحت کی
ترقی و تنزل کو بخوبی جانتا ہے ۔ ایسے ہی سالکِ راہ اپنے حال کو رو بہ ترقی یا مائل بہ تنزل
بلا تکلف جان لیتا ہے ۔ کیونکہ قبض وبسط کی دونوں حالتیں سالک پر وارد ہوتی رہتی ہیں ۔
جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بطریقِ تعلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے گلا ہے ذرّہ
گا ہے پہاڑ گا ہے قطرہ گا ہے دریا بنا دیتا ہے ۔ فتامّل ۔ پھر آپ نے سوال کیا ہے کہ" اگر حال رُو بہ
ترقی ہو تو کن کیفیات سے تدریجاً گذر ہوتا ہے ۔ اور حال کی انتہا کیا ہے "۔

العزیز چونکہ احوال مواہب ہیں اور مواہبِ الٰہیہ غیر متناہی ہیں لہٰذا صاحبِ حال تا ابد الآباد
ترقی حاصل کرتا رہتا ہے ۔ یعنی ارادت سے محبت اور محبت سے معرفت اور معرفت سے توحید
اور توحید سے تفرید اور تفرید سے فنا اور فنا سے بقا اور بقا سے اتصاف اور اتصاف سے اتحادِ
ذاتی کے مراتب کی طرف مترقی ہوتا ہے ۔ یہانتک کہ غلبۂ تجلیات ذات میں اُس کی ہستی کا نام ونشان
باقی نہیں رہتا ۔ وَ لَنِعۡمَ مَا قِیۡلَ ؎

تو مباش اصلا کمال اینست و بس = تو درو گم شو وصال اینست و بس

اور چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نئی نئی شانیں ہیں کہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ لہٰذا حضرتِ انسان کی جو کہ خلیفۃ اللہ اور ذاتِ الٰہی کا مظہر اتم ہے۔ نئی نئی حالتیں ہیں۔ اور وہ دنیا اور آخرت میں تا ابدالآباد ترقی میں ہے۔ قَالَ العَارِفُ الجامی قدس سرہ السامی ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست = ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

وَقَالَ العَارِفُوْنَ بِاللّٰہِ اَلسُّکُوْنُ حَرَامٌ عَلٰی اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ۔

نیز العزیز سیر الی اللہ سیر مستطیل ہے۔ لہٰذا اُسکی ابتداء اور انتہا ہے۔ لیکن سیر فی اللہ سیر مستدیر ہے جس کی ابتدا و انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ شیونات ذاتیہ و کمالات الٰہیہ غیر متناہی ہیں جن کا بالتفصیل جاننا بندہ کے لیے محال ہے۔ ہاں بندہ ذاتِ حق میں فنا ہو کر مرتبہ بقا میں وجود موہوب الٰہی کے ساتھ بحکم کُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ دیدۂ حق سے مشاہدہ ذات حاصل کرتا ہے۔ اور رویتِ حق بحق کی حالت میں خود رائی و خود مرئی ہوتا ہے۔ یہی انتہا ہے۔ اور اسی ادراک ذاتی کے متعلق صاحب کتاب انسان کامل فرماتے ہیں اِعْلَمْ اَنَّ اِدْرَاکَ الذَّاتِ العَلِیَّۃِ ھُوَ اَنْ تَعْلَمَ بِطَرِیْقِ الْکَشْفِ الْاِلٰہِیِّ اَنَّکَ اِیَّاہُ وَھُوَ اِیَّاکَ وَاَنْ لَا اِتِّحَادَ وَلَا حُلُوْلَ وَاَنَّ العَبْدَ عَبْدٌ وَالرَّبَّ رَبٌّ لَا یَصِیْرُ العَبْدُ رَبًّا وَلَا الرَّبُّ عَبْدًا فَاِذَا عَرَفْتَ ھٰذَا القَدْرَ بِطَرِیْقِ الذَّوْقِ وَالْکَشْفِ الْاِلٰہِیِّ الَّذِیْ ھُوَ فَوْقَ العِلْمِ وَالْعِیَانِ وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ اِلَّا بَعْدَ السَّحْقِ وَالْمَحْقِ الذَّاتِیِّ۔ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ کا ادراک یہ ہے کہ تو کشف الٰہی سے جان لے کہ تو وہ ہے۔ اور وہ تو ہے اور اتحاد و حلول نہیں ہے۔ اور تحقیق بندہ بندہ اور خدا خدا ہے۔ بندہ خدا اور خدا بندہ نہیں ہوا ہے۔ پس تو اسقدر طریق ذوق و کشف الٰہی سے جو علم و عیان سے بلند ہے جان لے اور یہ سحق و محق ذاتی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ انتہیٰ یہاں بہت سے اسرار الٰہی ایسے ہیں جو بخوف طوالت قلم انداز کئے گئے ہیں اور نہ ہی وہ حیطۂ تحریر میں آسکتے ہیں۔

آخر میں آپ نے حال کو جلدی پختہ کرنے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ اس کے متعلق دو ہی چیزیں ہیں اول یہ کہ اہل حال کی صحبت اختیار کی جائے کہ اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ (الحدیث) جبکہ نیک کی صحبت نیک اور بد کی صحبت برا بنا دیتی ہے تو صاحب حال و اہل کمال کی صحبت کا کیا کہنا ؎

یک زمانہ صحبتِ دلسوختہ = تجھ کو کردے مثل گل افروختہ

دوم یہ کہ خیال سر لبر اُسی طرف لگا رہے اور توجہ ہمہ تن اُسی جانب مبذول ہو کیونکہ یہی کمال اور عین وصال ہے۔ خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمت فرماتے ہیں ؎

مرا زہر دو جہاں دولتِ وصال تو بس = وصال چیست کہ آمد شد خیالِ تو بس

اور مولانا جامی قدس سرہ لوائح شریف میں فرماتے ہیں - رُباعی ؎

گر در دِل تو گُل گذرد گل باشی = ور بُلبُل بے قرار بُلبُل باشی

تو جزوی و حق کُل است گر روزے چند = اندیشۂ کل پیشہ کُنی کُل باشی

پس العزیز بیوستہ نسبت وحدت میں مشغول رہنا اور "من نیم اوست" کے خیال میں محو ہونا حصولِ حق کا اسہل الوصول طریقہ ہے ؎

کُن بدینگونہ تصور دمبدم = من نیم یار است از سر تا قدم

حقیقی حال کو پختہ کرنے کا اس سے اعلیٰ اور کوئی طریقہ نہیں ہے - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَحْکَمُ وَ صلی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ط یارانِ طریقت کو سلام والدعا -

$9\frac{7}{48}$ - الراقم - خادمِ درویشاں وخاکپائے ایشاں غلام محمد بقلم خود از جلوانہ -

---

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا -

محبِ دلنواز مخلصی فی اللہ عزیز از جان سردار محمد حفظکم اللہ الرحمان

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ - آپ کا کارڈ مرسلہ بنام محمد اقبال حسین موصول ہوا - جس میں آپ کا خلاصۂ عقدہ بدیں الفاظ تحریر ہے کہ "منزل توحید کا شاہسوار صاحب تصرف ہوتا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود = گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کردۂ او کردۂ اللہ بود = گرچہ از دستِ عبید اللہ بود

لیکن دیکھنے میں اس کے خلاف آتا ہے کئی منزلِ توحید کے دعوے دار دیکھنے میں آئے ہیں جو اس معیار پر پورے نہیں اُترتے"

الجواب - عزیزا چونکہ حضرات محققین میں سے حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خاص شرف حاصل ہے - کہ حضور خاتمِ ولایتِ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التحیات ہیں - اور آپ کی تصانیف کا جو قدر اور شان ہے وہ محتاج بیان نہیں چنانچہ حضرت امام شعرانی رضی اللہ عنہ کتاب الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں - کہ اِنِّیْ طَالَعْتُ مِنْ کَلَامِ اَہْلِ الْکَشْفِ مَا لَا یُحْصٰی مِنَ الرَّسَائِلِ وَمَا رَأَیْتُ فِیْ عِبَارَاتِہِمْ اَوْسَعَ مِنْ عِبَارَۃِ الشَّیْخِ الْکَامِلِ الْمُحَقِّقِ مُرَبِّی الْعَارِفِیْنَ الشَّیْخِ مُحْیِ الدِّیْنِ ابْنِ الْعَرَبِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ - یعنی میں نے اہلِ کشف کی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا - اور اُنکی

عبارت میں میں نے حضرت شیخ کامل محقق مربی عارفاں محی الدین بن العربی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے زیادہ وسیع نہیں دیکھی اور خود حضرت شیخ قدس سرہ فتوحات کے باب ۳۶۵ میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ اَنَّ جَمِیْعَ مَا اَتَکَلَّمُ بِہٖ فِیْ مَجَالِسِیْ وَ تَصَانِیْفِیْ اِنَّمَا ھُوَ مِنْ حَضْرَۃِ الْقُرْاٰنِ وَخَزَائِنِہٖ فَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْفَھْمِ مِنْہُ۔ یعنی میں اپنی تمام مجالس اور تصانیف میں جو باتیں پیش کرتا ہوں وہ سب قرآن شریف کے خزانوں سے ہوتی ہیں۔ کیونکہ مجھے اُس کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔

لہٰذا میں آپ کے اس عقدہ کا حل حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ کی کلام کے ساتھ احسن خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ کا ہر قول مدلل بالکتاب والسنت ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ التَّحْقِیْقِ۔

تصرف کاملین کی تحقیق میں حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فصوص الحکم کی فص لوطیؑ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ فَاِنْ قُلْتَ وَمَا یَمْنَعُہٗ مِنَ الْھِمَّۃِ الْمُؤَثِّرَۃِ وَھِیَ مَوْجُوْدَۃٌ فِی السَّالِکِیْنَ مِنَ الْاَتْبَاعِ فَالرُّسُلُ اَوْلٰی بِھَا قُلْنَا صَدَقْتَ وَلٰکِنْ نَقْصُکَ عِلْمٌ اٰخَرُ وَذٰلِکَ اَنَّ الْمَعْرِفَۃَ لَا تَتْرُکُ لِلْھِمَّۃِ تَصَرُّفًا فَکُلَّمَا عَلَتْ مَعْرِفَتُہٗ نَقَصَ تَصَرُّفُہٗ بِالْھِمَّۃِ وَذٰلِکَ بِوَجْھَیْنِ۔ اَلْوَجْہُ الْاَوَّلُ لِتَحَقُّقِہٖ بِمَقَامِ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَنَظْرِہٖ اِلٰی اَصْلِ خَلْقِہٖ وَالْوَجْہُ الْاٰخَرُ اَحَدِیَّۃُ الْمُتَصَرِّفِ وَالْمُتَصَرَّفِ فِیْہِ فَلَا یَرٰی عَلٰی مَنْ یُّرْسِلُ ھِمَّتَہٗ فَیَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ۔ یعنی اگر تم کہو کس ہمت موثرہ یعنی تصرف سے اُن کو کیا چیز مانع ہوئی کیونکہ جب وہ سالکین وتابعین میں بھی موجود ہے تو رُسل علیہم السلام میں وہ بطریق اولیٰ ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں تم سچ کہتے ہو لیکن تم نے ایک اور علم کے نقصان سے یہ اعتراض کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ معرفت الٰہی ہمت کیلئے کوئی تصرف ہی نہیں چھوڑتی۔ جس قدر معرفت بلند ہوگی اسی قدر ہمت کے تصرف میں کمی ہوگی۔ اور اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مقام عبودیت میں متحقق ہوتا ہے اور اُس کی نظر اپنے اصلی خلق یعنی ضعف پر پڑتی ہے (اسلئے بنظر ادب اُسکی ہمت تصرف نہیں کرتی۔ اور اگر تصرف ہو تو وہ امر الٰہی سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے کرامات مثل معجزات انبیاء علیہم السلام کے صادر ہوئے ہیں) دوسری وجہ یہ ہے کہ (بوجہ غلبہ شہود احدیت) یہاں متصرف اور متصرف فیہ دونوں ایک ہو گئے ہیں۔ پس وہ عارف کامل کسی کو دیکھتا ہی نہیں۔ جس پر اپنی ہمت کو ارسال کرے۔ پس غلبۂ شہود ذات ہی اُسکو تصرف سے مانع ہے۔ انتہیٰ

اور اس کی شرح میں حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔ اَلْحَاصِلُ اَنَّ لِلْعَارِفِ التَّامِّ الْمَعْرِفَۃِ حَالَتَیْنِ اِحْدٰاھُمَا حَالَۃُ تَحَقُّقِہٖ بِمَقَامِ الْعُبُوْدِیَّۃِ فَنَظْرُہٗ اِلٰی نَفْسِہٖ وَرُجُوْعُہٗ اِلٰی ضُعْفِہِ الذَّاتِیِّ وَعَجْزِہِ الْاَصْلِیِّ فَفِیْ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ لَا یَتَصَرَّفُ لِرِعَایَۃِ اٰدَابِ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَثَانِیْھُمَا

حَالَۃُ الاِسْتِغْرَاقِ فِیْ شُہُوْدِ الاَحَدِیَّۃِ بِحَیْثُ لَاتَبْقٰی لَہٗ مَلَکَۃُ التَّمِیْزِ بَیْنَ شَیْءٍ وَشَیْءٍ مِنْ مَقَامِ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ فَلَا یَتَمَکَّنُ مِنَ التَّصَرُّفِ فَلَوْ ظَہَرَ مِنْہُ تَصَرُّفٌ لَکَانَ فِیْ حَالَۃِ الاُوْلٰی بِمُقْتَضٰی اَمْرِ سَیِّدِہٖ لَاغَیْرُ۔ ترجمہ۔ سطور مذکورہ بالا کے موافق ہے اور یہ عقدہ کشائی کے لئے کافی ہے۔ پھر آگے حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فَھٰذَا وَ اَمْثَالُہٗ یَمْنَعُ العَارِفَ عَنِ التَّصَرُّفِ فِی العَالَمِ قَالَ الشَّیْخُ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ مُحَمَّدُ بْنُ قَائِدٍ لِلشَّیْخِ اَبِیْ سَعُوْدِ بْنِ الشِّبْلِ لِمَ لَاتَتَصَرَّفُ فَقَالَ اَبُوْسَعُوْدٍ تَرَکْتُ الحَقَّ یَتَصَرَّفُ لِیْ کَمَا یَشَاءُ یُرِیْدُ قَوْلَہٗ تَعَالٰی اٰمِرًا فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (وَقَالَ) فَامْتَثَلَ اَبُوْسَعُوْدٍ اَمْرَ اللّٰہِ فَاتَّخَذَہٗ وَکِیْلًا فَالوَکِیْلُ ھُوَ المُتَصَرِّفُ فَکَیْفَ یَبْقٰی لِمَنْ یَشْہَدُ مِثْلَ ھٰذَا الاَمْرِ ہِمَّۃٌ یَتَصَرَّفُ بِہَا۔ یعنی یہ اور اسکی مثل اور چیزیں عارف کو عالم میں تصرف کرنے سے روکتی ہیں۔ حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن قائد رحمۃ اللہ نے شیخ ابو سعود بن شبل علیہ الرحمۃ سے کہا کہ آپ تصرف کیوں نہیں کرتے؟ حضرت ابو سعودؒ نے فرمایا کہ میں نے حق تعالےٰ پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے مجھ میں تصرف کرے اور اس سے اُن کی مراد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا۔ یعنی تم اُسکو اپنا وکیل بناؤ۔ اسلئے کہ وکیل ہی متصرف ہوتا ہے۔ (اور فرمایا) پس ابو سعود رحمۃ اللہ نے فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا کے حکم کی تعمیل فرمائی۔ پھر ایسے شخص کو جو ایسے امور کا مشاہد ہو کیونکر ہمت رہ سکتی ہے۔ جس سے وہ تصرف کرے نیز فرمایا فَیَظْہَرُ العَارِفُ التَّامُّ المَعْرِفَۃِ بِغَایَۃِ العَجْزِ وَالضُّعْفِ قَالَ بَعْضُ الاَبْدَالِ لِلشَّیْخِ عَبْدِالرَّزَّاقِ رَحِمَہُ اللّٰہُ قُلْ لِلشَّیْخِ اَبِیْ مَدْیَنَ رضؓ بَعْدَ السَّلَامِ عَلَیْہِ یَا اَبَا مَدْیَنَ لِمَ لَایُعَاصُ عَلَیْنَا شَیْءٌ وَاَنْتَ یُعَاصُ عَلَیْکَ الاَشْیَاءُ وَنَحْنُ نَرْغَبُ فِیْ مَقَامِکَ وَاَنْتَ لَاتَرْغَبُ فِیْ مَقَامِنَا وَکَذٰلِکَ کَانَ مَعَ کَوْنِ اَبِیْ مَدْیَنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ عِنْدَہٗ ذٰلِکَ المَقَامُ وَغَیْرُہٗ۔ یعنی وہ عارف جس کو معرفت کامل حاصل ہے خود کو نہایت ہی عاجز اور ضعیف دیکھتا ہے۔ ایک ابدال نے حضرت شیخ عبدالرزاقؒ سے کہا کہ تم ابو مدین رضی اللہ عنہ سے بعد سلام کے کہو کہ اے ابو مدینؒ آپ مشکل حادثوں کو ہم لوگوں کی طرح کیوں نہیں دفع کرتے حالانکہ آپ پر بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں۔ اور ہم آپ کے مقام کی رغبت کرتے ہیں اور آپ ہمارے درجے کی خواہش نہیں کرتے۔ یعنی آپ تصرفات کی خواہش کیوں نہیں فرماتے۔ حالانکہ آپ کو وہ مرتبہ حاصل ہے اور حضرت ابو مدینؒ ایسے ہی تھے اور اُن کو ابدالوں کا مرتبہ حاصل تھا۔ لیکن تصرف کی طرف راغب نہ ہوتے تھے اور فرمایا وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ہٰذَا المَقَامِ عَنْ اَمْرِ اللّٰہِ لَہٗ بِذٰلِکَ مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَابِکُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ فَالرَّسُوْلُ بِحُکْمِ مَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ بِہٖ مَا عِنْدَہٗ غَیْرُ ذٰلِکَ فَاِنْ اُوْحِیَ

اَلَیْہِ بِالتَّصَرُّفِ بِجَزْمٍ تَصَرَّفَ اِمْتِثَالاً لَہٗ وَاِنْ مُنِعَ اِمْتَنَعَ وَاِنْ خُیِّرَ اِخْتَارَ تَرْکَ التَّصَرُّفِ اِلاَّ اَنْ یَکُوْنَ نَاقِصَ الْمَعْرِفَۃِ قَالَ اَبُوْ سَعُوْدٍ رضؓ لِاَصْحَابِہٖ الْمُؤْمِنِیْنَ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ اَعْطَانِیَ التَّصَرُّفَ مُنْذُ خَمْسَ عَشَرَۃَ سَنَۃً فَتَرَکْنَاہُ تَظَرُّفاً وَھٰذَا لِسَانُ الْاِدْلَالِ وَاَمَّا نَحْنُ فَمَا تَرَکْنَاہُ تَظَرُّفاً وَھُوَ تَرْکُہٗ اِیْثَاراً وَاِنَّمَا تَرَکْنَاہُ لِکَمَالِ الْمَعْرِفَۃِ فَاِنَّ الْمَعْرِفَۃَ لَاتَقْتَضِیْہِ بِحُکْمِ الْاِخْتِیَارِ فَمَتٰی تَصَرَّفَ الْعَارِفُ بِالْھِمَّۃِ فِی الْعَالَمِ فَعَنْ اَمْرٍ اِلٰہِیٍّ وَجَبْرٍ لَا بِاخْتِیَارٍ (وَقَالَ) وَلَاشَکَّ اَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَۃِ یَطْلُبُ التَّصَرُّفَ لِقُبُوْلِ الرِّسَالَۃِ الَّتِیْ جَآءَ بِھَا فَیَظْھَرُ عَلَیْہِ مَا یُصَدِّقُہٗ عِنْدَ اُمَّتِہٖ وَقَوْمِہٖ لِیَظْھَرَ دِیْنُ اللّٰہِ وَالْوَلِیُّ لَیْسَ کَذٰلِکَ وَمَعَ ھٰذَا فَلَا یَطْلُبُہُ الرَّسُوْلُ فِی الظَّاھِرِ لِاَنَّ لِلرَّسُوْلِ شَفْقَۃً عَلٰی قَوْمِہٖ فَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُّبَالِغَ فِیْ ظُھُوْرِ الْحُجَّۃِ عَلَیْھِمْ فَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ھَلَاکَھُمْ فَیُبْقِیْ عَلَیْھِمْ - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا - میں صرف اسی وحی کا تابع ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے - پس ہر رسول اُسی وحی سے حکم فرماتا ہے جو اُس کے پاس آتی ہے - اس کے سوا اُس کے پاس کچھ نہیں ہے - اگر اس کی طرف تصرف کے لئے وحی یقینی آگئی ہے تو وہ امر الٰہی بجالانے کیلئے تصرف کرتا ہے اور اگر ممانعت آگئی ہے تو تصرّف سے باز رہتا ہے اور اگر مختار کیا گیا ہو تو ازراہ ادب تصرّف کے ترک کرنے کو اختیار کرتا ہے - مگر جو معرفت میں خام ہے وہ تصرّف کو اختیار کرتا ہے - حضرت ابو سعود رحؒ نے اپنے معتقدین سے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پندرہ برس سے تصرّف بخشا ہے لیکن میں نے اُس کو تظرفاً یعنی تکرماً وایثاراً چھوڑ دیا ہے - اور یہ زبان فخریہ ہے - لیکن ہم نے اسکو تظرف کی راہ سے نہیں چھوڑا ہے - کیونکہ تظرف بطریق ایثار یعنی حق کو اپنے نفس پر اختیار کرنے کے لیئے تصرف چھوڑنے کو کہتے ہیں - بلکہ ہم نے تصرف کو کمال معرفت کی وجہ سے چھوڑا ہے کیونکہ معرفتِ الٰہی بطور اختیار تصرّف کو مقتضی نہیں ہے - پس جب کوئی عارف ہمت سے عالم میں تصرف کرتا ہے تو وہ یا امر الٰہی سے ہو گا یا محض مجبوری کے وقت میں ہو گا اور بالاختیار کبھی نہ ہو گا (اور فرمایا) اسمیں شک نہیں کہ مقام رسالت تصرّف کا طالب ہے تاکہ رسالت کو لوگ قبول کریں جسے وہ نبی لایا ہے - اور اُس سے معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہونے چاہیئے جس سے اُس کی اُمت اور قوم کے نزدیک اُس کی تصدیق ہو - تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب رہے - اور ولایت میں اس طرح نہیں ہے - اور باوجود اس کے بھی کوئی رسول ظاہر میں خرق عادت کا طالب نہیں ہوتا - اسلیئے کہ رسول کو اپنی قوم پر شفقت ہوتی ہے - بدیں وجہ وہ نہیں چاہتا کہ اُن پر حجت کے ظاہر کرنے

میں مبالغہ کرے۔ کیونکہ یہ اُونکی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔ پس اُن کا حال اُن پر باقی رکھتا ہے ساتھی اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھی حتی المقدور تصرف نہیں کرتے۔

نیز فرمایا قَالَ تَعَالیٰ فِی حَقِّ اَکْمَلِ الرُّسُلِ وَاَعْلَمِ الْخَلْقِ وَاَصْدَقِہِمْ فِی حَالٍ اِنَّکَ لَا تَہْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَوْ کَانَ لِلْہِمَّۃِ اَثَرٌ وَلَا بُدَّ لَہَا لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَکْمَلُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا اَعْلٰی وَلَا اَقْوٰی ہِمَّۃً مِنْہُ وَمَا اَثَّرَتْ فِی اِسْلَامِ اَبِیْ طَالِبٍ عَمِّہٖ وَفِیْہِ تَنَزَّلَتِ الْاٰیَۃُ الَّتِیْ ذَکَرْنَاھَا وَلِذٰلِکَ قَالَ فِی الرَّسُوْلِ اِنَّہٗ مَا عَلَیْہِ اِلَّا الْبَلَاغُ وَقَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ ہُدٰہُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔

یعنی اللہ تعالٰے نے خود اکمل مرسلین و اعلم خلائق و اصدق الحال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا کہ آپ ہدایت نہیں کرتے جسے چاہیں۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اگر ہمت کو مستقل اثر ہوتا توضرور اثر کرتی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمت میں اکمل اور اعلےٰ اور اقوی نہیں ہے۔ اور اس کے باوجود آپ کے چچا کے اسلام میں ہمت نے اثر نہ کیا اور انہیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے خود رسول کی شان میں فرمایا کہ ان کا کام صرف تبلیغ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ پر اُن کی ہدایت نہیں ہے لیکن اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ انتہٰی کلامہ۔

نیز اے عزیز! جبکہ خود سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔ یعنی کاش ربِّ محمدؐ کا محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ بھلا کیوں؟ محض اسلئے کہ جب ہادیٔ کل ختم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خدائے قدوس کی توحید بیان فرمائی تو کفار نے انکار کر دیا۔ اور حق تعالیٰ کی بے ادبی کی۔ جس کا حضورؐ کو اتنا رنج پہنچا کہ اپنے نہ ہونے کی تمنا کی۔ نیز جب حضورؐ سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ باعث ایجاد عالم اور موجب تخلیق خلائق میری ہی ذات مقدس ہے۔ جملہ ابرار و مقربین میرے ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں اور تمام کفار و مشرکین میرے ہی ذریعہ سے عرصۂ وجود میں آئے ہیں اور توحید مابہ تجانی کے اقرار و انکار ہر دو قیود کا باعث میرا ہی وجود ہے تو آزردہ خاطر ہو کر فرمایا۔ کاش محمدؐ کا خدا محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اب بتائیے کہ اس شاہباز لامکان ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی شہسوار میدان فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے بڑھ کر بھی کوئی منزل توحید کا مالک اور صاحب تصرف فی الکائنات ہے۔ جبکہ بمطابق کلام خدا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ کا فرمان فرمان الٰہی ہے

بلکہ موافق قولہٗ تعالیٰ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی آپ کی ذات عینِ ذاتِ حق ہے۔ تو کیا کسی کو یہ کہنے کی مجال ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منزل توحید کے شاہسوار صاحب تصرف ہوتے تو تمام کفار و مشرکین کو مومن و موحد بنا دیتے۔ یا یہ کہ آں سرور مختار صلی اللہ علیہ وسلم اس معیار پر پورے نہیں اترے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

بلکہ ایسا تو خدائے تعالیٰ نے بھی نہیں کیا۔ جیسا کہ شیخ الاکبر قدس سرہ فص ابراہیمی ؑ میں قولہٗ تعالیٰ فَلَوْ شَآءَ لَہَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ (اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا) کے تحت میں فرماتے ہیں۔ قُلْنَا لَوْ حَرْفُ اِمْتِنَاعٍ لِاِمْتِنَاعٍ فَمَا شَآءَ اِلَّا مَا ھُوَ الْاَمْرُ عَلَیْہِ یعنی ہم کہتے ہیں کہ لَو حرفِ امتناعی ہے۔ اسلئے یہ مشیت ممتنع ہے پس خدا نے اُسی چیز کو چاہا۔ جس پر اصل امر ہے۔ اور فرمایا فَمَا شَآءَ فَمَا ھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ وَلَا یَشَآءُ۔ یعنی پس خدا نے یہ نہیں چاہا اور سب کو ہدایت نہیں دی اور نہ ہی یہ چاہے گا۔ انتہیٰ۔

اور مولانا جامی قدس سرہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عِلْمُہٗ سُبْحَانَہٗ تَابِعٌ لِلْاَعْیَانِ لَا یَتَعَلَّقُ بِہَا اِلَّا عَلٰی مَا ھِیَ عَلَیْہِ فِیْ اَنْفُسِہَا وَمَشِیَّتُہٗ تَابِعَۃٌ لِلْعِلْمِ فَمَا شَآءَ اِلَّا مَا ھُوَ الْاَمْرُ عَلَیْہِ فَکُلُّ عَیْنٍ اِقْتَضَتِ الْھِدَایَۃَ لَمْ یَتَحَقَّقْ مَشِیَّۃٌ بِھِدَایَتِہَا وَکُلُّ عَیْنٍ مَا اقْتَضَتْھَا لَمْ یَتَعَلَّقْ مَشِیَّۃٌ بِھِدَایَتِہَا وَلَا یُمْکِنُ خِلَافُ ذٰلِکَ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَاِنْ جَوَّزَہُ الْعَقْلُ۔

یعنی علم الٰہی اعیان کا تابع ہے۔ علم اعیان کو اُسی چیز کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ جس پر وہ اپنے نفسوں میں ہیں اور مشیت تابع علم ہے۔ پس خدا نے اُسی چیز کو چاہا جس پر اصل امر ہے۔ پس جو عین ہدایت کا مقتضی ہے۔ مشیت الٰہی اس کی ہدایت کے ساتھ کوئی تعلق رکھتی ہے اور جس عین نے ہدایت کا تقاضا نہیں کیا مشیت کو اُسکی ہدایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نفس الامر میں اسلئے خلاف ناممکن ہے گو عقل اُسے جائز قرار دیتا ہے۔ انتہیٰ۔

اور حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ نے اس رازِ قضا و قدر کو فص عزیریہ ؑ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ اِعْلَمْ اَنَّ الْقَضَآءَ حُکْمُ اللّٰہِ فِی الْاَشْیَآءِ وَحُکْمُ اللّٰہِ فِی الْاَشْیَآءِ عَلٰی حَدِّ عِلْمِہٖ بِھَا وَفِیْھَا وَعِلْمُ اللّٰہِ فِی الْاَشْیَآءِ عَلٰی مَا اَعْطَتْہُ الْمَعْلُوْمَاتُ بِمَا ھِیَ عَلَیْہِ فِیْ نَفْسِہَا وَالْقَدَرُ تَوْقِیْتُ مَا ھِیَ عَلَیْہِ الْاَشْیَآءُ فِیْ عَیْنِہَا مِنْ غَیْرِ مَزِیْدٍ فَمَا حَکَمَ الْقَضَآءُ عَلَی الْاَشْیَآءِ اِلَّا بِہَا وَھٰذَا ھُوَ عَیْنُ سِرِّ الْقَدَرِ لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ

یعنی جاننا چاہیئے کہ قضا اشیاء میں اللہ تعالیٰ کے حکم کرنے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم اشیاء

میں اُس کے حدِ علم پر ہوتا ہے جو اُن کی ذات اور حالات سے متعلق ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم اشیاء میں اُسی حد پر ہوتا ہے جس کو معلومات نے دیا ہے کہ وہ بنفسہٖ کس حد پر ہیں ۔ اور قدر اُن حالات کے وقت مقرر کرنے کو کہتے ہیں جن پر اشیاء اپنے اعیان ثابتہ میں تھے اور اُس میں کچھ بھی کمی بیشی نہیں ہوتی پس قضائے اشیاء پر انہیں کے اعیان ثابتہ سے حکم کیا ہے اور یہ بعینہٖ سرِّ قدر ہے اور یہ اس کے لئے ہے جو صاحبِ دل ہے اور کان لگا کر وہ شہادت دیتا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر حجت غالب ہے ۔

اور فص لوطی ؑ میں فرمایا وَزَادَ فِی سُوْرَۃِ الْقَصَصِ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ اَیْ بِالَّذِیْنَ اَعْطَوْہُ الْعِلْمَ بِھِدَایَتِھِمْ فِیْ حَالِ عَدَمِھِمْ بِاَعْیَانِھِمُ الثَّابِتَۃِ فَاَثْبَتَ اَنَّ الْعِلْمَ تَابِعٌ لِلْمَعْلُوْمِ فَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا فِیْ ثُبُوْتِ عَیْنِہٖ وَحَالِ عَدَمِہٖ ظَھَرَ بِتِلْکَ الصُّوْرَۃِ فِیْ حَالِ وُجُوْدِہٖ وَقَدْ عَلِمَ اللّٰہُ ذٰلِکَ مِنْہُ اَنَّہٗ ھٰکَذَا یَکُوْنُ فَلِذٰلِکَ قَالَ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ فَلَمَّا قَالَ مِثْلَ ھٰذَا قَالَ اَیْضًا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ لِاَنَّ قَوْلِیْ عَلٰی حَدِّ عِلْمِیْ فِیْ خَلْقِیْ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اَیْ مَا قَدَّرْتُ عَلَیْھِمُ الْکُفْرَ الَّذِیْ یُشْقِیْھِمْ ثُمَّ طَلَبْتُھُمْ بِمَا لَیْسَ فِیْ وُسْعِھِمْ اَنْ یَّاْتُوْا بِہٖ بَلْ مَا عَامَلْنَاھُمْ اِلَّا بِحَسْبِ مَا عَلِمْنَا وَمَا عَلِمْنَا اِلَّا بِمَا اَعْطَوْنَا مِنْ نُفُوْسِھِمْ مِمَّا ھُمْ عَلَیْہِ فَاِنْ کَانَ ظُلْمًا فَھُمُ الظَّالِمُوْنَ وَلِذٰلِکَ قَالَ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ مِمَّا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ ۔

یعنی اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے یہ بڑھایا ہے کہ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ (ہدایت پانے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے) ۔ یعنی اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنی ہدایت کا علم اللہ تعالیٰ کو اپنے عدم کے وقت اعیان ثابتہ میں دیا ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم معلوم کے تابع ہے پس جو کوئی کہ اعیان ثابتہ اور عدم اضافی کے وقت مومن ہے تو اُسی صورت سے وجود میں بھی ظاہر ہوگا ۔ اور اللہ تعالےٰ اُسے پہلے ہی جان چکا ہے کہ وہ ایسا ہوگا ۔ اِسی واسطے فرمایا کہ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ اور جب ایسا فرمایا تو یہ بھی کہا کہ میرے نزدیک قول نہیں بدلتا ۔ کیونکہ میرا قول میری مخلوق میں میرے حدِ علم پر ہوتا ہے اور فرمایا وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں) یعنی میں نے اُن پر کفر کو مقدر نہیں کیا جو اُن کو شقی کرتا ہے ۔ حتیٰ کہ میں ظالم بنوں ۔ پھر اُن سے اُس چیز کا مطالبہ کروں جو اُن کی وسعت میں نہیں ہے (حتیٰ کہ ظلم پر ظلم کر کے ظلام بن جاؤں) ۔ بلکہ میں نے اُن سے وہی معاملہ کیا ہے ۔ جس کے لائق میں نے اُن کو جانا ہے ۔ اور اُن کو اُس کے لائق جب ہی جانا جب اونہوں نے خود اپنے نفسوں سے مجھ کو علم دیا کہ میں اس کا لائق ہوں ۔ پس اگر یہ ظلم ہے تو وہ خود

ظالم ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ یعنی وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انتہٰی کلامہ۔

پس جبکہ خداوند قادر بھی ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جس کا اُس کے عین ثابتہ نے عدمِ اضافی کی حالت میں خدا کو علم دیا۔ یعنی اپنی زبانِ استعداد کے ساتھ اُس چیز کا مطالبہ کیا ہے۔ اور معلومات نے حق سبحانہٗ کو جس چیز کا علم دیا ہے۔ خدا نے انہیں وہی وجود عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ نقد النصوص میں حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی بھی فص عزیری کی شرح میں فرماتے ہیں۔ کہ فَمَا قَدَّرَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلَی الْخَلْقِ الْکُفْرَ وَالْعِصْیَانَ مِنْ نَفْسِہٖ بَلْ بِاقْتِضَاءِ اَعْیَانِہِمْ وَطَلَبِہِمْ بِلِسَانِ اِسْتِعْدَادَاتِہِمْ اَنْ یَّجْعَلَہُمْ کَافِرًا اَوْ عَاصِیًا کَمَا یَطْلُبُ عَیْنُ الْکَلْبِ صُوْرَۃَ الْکَلْبِیَّۃِ وَالْحُکْمَ عَلَیْہِ بِالنَّجَاسَۃِ الْعَیْنِیَّۃِ وَ ھٰذَا ھُوَعَیْنُ سِرِّ الْقَدْرِ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے خلق پر کفر اور عصیان کو مقدر نہیں فرمایا بلکہ اُن کے اعیان نے خواہش کی اور اُن کی زبانِ استعداد نے مطالبہ کیا کہ انہیں کافر یا عاصی بنایا جائے جیسے کتے کے عین نے صورۃ کلبی اور اُس پر نجاست عینی کے حکم کا مطالبہ کیا۔ اور یہ عین سرِ قدر ہے انتہٰی۔

تو اب بتائیے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو امورِ نظامِ عالم کے تغیر و تبدل میں اپنی طرف سے مستقل طور پر کب تصرف حاصل ہے۔ پس جو انبیاء و اولیاء علیہم السلام سے تصرفات صادر ہوتے رہتے ہیں اُن کا تقاضہ بھی اعیانِ ثابتہ ہی نے کیا ہے۔ ورنہ ابوجہل وغیرہ کفار جن کے اعیان ثابتہ کفر اور شقاوت کے مقتضی تھے انہیں متصرف فی الاکوان مالک کون و مکان مظہر اتم ذات جامع جمیع اسما و صفات محبوبِ خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی راہ راست پر نہ لا سکے۔ اور جب عمر بن الخطاب رض اور ابوجہل میں سے ایک کے ایمان لانے کی دُعا مانگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا قبول ہوگئی۔ کیونکہ اُن کا عین ثابت سابقہ علم الٰہی میں ہدایت کا متمنی تھا اور اور لوح قضا و قدر میں آپ کا نام امیر المومنین ثبت تھا۔ اسلئے اصطفائیۂ ازلیہ اُن کی عداوتِ اسلامیہ اور اعمال کفریہ پر غالب آگئی اور آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے بلکہ تختِ خلافتِ مصطفوی پر رونق افروز ہوگئے۔ اور ابوجہل چونکہ شقاوتِ ازلی کا شکار ہو چکا تھا اسلئے ناراض نہ ہونا خدا بھی اُس سے اعراض کر گیا۔

لہٰذا آپ کا یہ عقدہ کہ "منزلِ توحید کا شاہسوار صاحبِ تصرف ہوتا ہے۔ لیکن اکثر منزلِ توحید کے دعویدار دیکھنے میں آئے ہیں جو اس معیار پر پورے نہیں اُترتے" محض رازِ قضا و قدر سے ناقہمی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ جہاں کمالِ توحید اور استغراق فی الاحدیۃ اور شہودِ ذاتی ہے اور غیر حق کا نام تک

نہیں وہاں تصرف کا کیا کام - لیکن یہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو سرِ قدر اور سرِّ سرِ قدر سے کما حقہٗ واقف ہو۔
مخفی نہ رہے کہ سرِ قدر علومِ عالیہ میں سے ہے - جیسا کہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
سِرُّ الْقَدَرِ مِنْ اَجَلِّ الْعُلُوْمِ وَمَا یُفْهِمُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِلَّا لِمَنِ اخْتَصَّهٗ بِالْمَعْرِفَةِ التَّامَّةِ (فص عزیری)
یعنی سرِ قدر بڑے علوم میں سے ہے - اس کا علم اللہ تعالیٰ اسی کو دیتا ہے جسے معرفتِ تامہ کیساتھ
مختص فرماتا ہے - سرِ قدر کا ذکر تو اوپر بیان ہو چکا ہے اب سرِ سرِ قدر کو بھی بغور مطالعہ کیجئے - تاکہ یہ
حقیقت کما حقہٗ واضح ہو جائے - شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فص یعقوبی میں ارشاد فرماتے ہیں - کہ ثُمَّ
السِّرُّ الَّذِیْ فَوْقَ هٰذَا السِّرِّ فِیْ مِثْلِ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اَنَّ الْمُمْکِنَاتِ عَلٰی اَصْلِهَا مِنَ الْعَدَمِ وَ
لَیْسَ وُجُوْدٌ اِلَّا وُجُوْدُ الْحَقِّ بِصُوَرِ اَحْوَالِ مَاهِیَ عَلَیْهِ الْمُمْکِنَاتُ فِیْ اَنْفُسِهَا وَاَعْیَانِهَا فَقَدْ
عَلِمْتَ مَنْ یَّلْتَذُّ وَمَنْ یَّتَاَلَّمُ - یعنی پھر وہ راز جو اس مسئلہ میں اس راز سے اعلیٰ ہے یہ ہے - کہ
ممکنات اپنے اصل عدم پر ہیں - اور وجودِ حق تعالیٰ ہی اُن حالات کی صورتوں پر ظاہر ہے - جس پر
ممکنات فی نفسہٖ اپنے اعیانِ ثابتہ میں تھے - اب تم کو معلوم ہو گیا کہ کون لذت پاتا ہے اور کون
تکلیف اٹھاتا ہے - انتہیٰ -

اور اس کی شرح میں حضرت جامی قدس سرہ فرماتے ہیں - فَالْمُلْتَذُّ وَالْمُتَاَلِّمُ هُوَ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ اِذْ لَا
الْتِذَاذَ وَلَا تَاَلُّمَ لِمَا لَا وُجُوْدَ لَهٗ لٰکِنْ بَعْدَ تَلَبُّسِهٖ بِصُوَرِ اَحْوَالِ الْمُمْکِنَاتِ وَتَجَلِّیْهِ بِهَا - یعنی لذت
پانے والا اور رنج و الم اٹھانے والا وہی حق تعالیٰ ہے کیونکہ جس کا وجود نہ ہو اسے لذت اور الم نہیں ہوتا - مگر
بعد اسکے کہ حق سبحانہٗ ممکنات کے احوال کی صورتوں پر متلبس اور ان کے ساتھ متجلی ہو - انتہیٰ -

اس سے ثابت ہوا کہ عرصۂ وجود میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے ہر صورت
میں وہی جلوہ نما ہے - کسی عارف نے کیا عمدہ فرمایا ہے ؎

این جہاں صورت ست و معنیٰ دوست - در بمعنیٰ نظر کنی ہمہ اوست

پس جو عارف کامل واصل باللہ اس مقام السنیٰ پر فائز اور اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہوتا ہے
وہ جملہ تصرفات اور اظہارِ کشف و کرامات سے فارغ البال ہو کر محض شہودِ ذات میں خوشحال رہتا ہے -
کیونکہ جب ہمت عالی ہو جاتی ہے تو اشیاء فانی میں اس کا تصرف باقی نہیں رہتا - جیسا کہ حضرت شیخ
رضی اللہ عنہ فتوحاتِ مکیہ کے باب ۵۵۹ میں فرماتے ہیں - اِذَا کَانَتِ الْهِمَّةُ عَالِیَةً لَا یَظْهَرُ لَهَا اَثَرٌ فِی
الْکَائِنَةِ - فَافْهَمْ - نیز حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر اپنی تفسیر شریف میں قولہٗ تعالیٰ مَا کَانَ
لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا الخ (توبہ) کے تحت میں فرماتے ہیں - اَیْ لَمَّا اَطْلَعُوْا عَلٰی سِرِّ الْقَدَرِ

وَوَقَفُوْا عَلٰی مَاقَضَی اللّٰہُ وَقَدَّرَ وَعَلِمُوْا بِمَا یَنْتَہِیْ اِلَیْہِ عَوَاقِبُ الْاُمُوْرِ لَمْ یَکُنْ لَہُمْ اَنْ یَّطْلُبُوْا اِخْتِلَافَ ذٰلِکَ وَرَضُوْا بِمَا دَبَّرَ اللّٰہُ مِنْ اَمْرِہٖ وَاِنْ کَانَ فِیْ طَبْعِہِمْ مَا یَقْتَضِیْ خِلَافَہٗ۔ (وَقَالَ) لَاتُؤَثِّرُ ہِمَّۃُ الْعَارِفِ بَعْدَ کَمَالِ عِرْفَانِہٖ اَیْ اِذَا تَیَقَّنَ وُقُوْعَ کُلِّ شَیْءٍ بِقَدْرِہٖ وَاِمْتِنَاعَ وُقُوْعِ خِلَافِ مَا قَدَّرَ اللّٰہُ فِی الْاَزَلِ عَلِمَ اَنَّ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَآءْ لَمْ یَکُنْ وَلَاتُؤَثِّرُ ہِمَّتُہٗ وَلَاغَیْرُہَا فِیْ شَیْءٍ فَلَایُسَلِّطُ ہِمَّتَہٗ عَلٰی اَمْرٍ بِخِلَافِ الْمَحْجُوْبِ الَّذِیْ یَنْسُبُ التَّاثِیْرَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ وَلَا یَعْلَمُ سِرَّ الْقَدْرِ۔ یعنی جب وہ سرِ قدر پر مطلع ہوتے ہیں اور قضائے آلہٰی و تقدیر خداوندی سے واقف ہوجاتے ہیں۔ اور منتہائے عواقب اُمور کو جان لیتے تو اُس کے خِلاف طلب نہیں کرتے۔ اور تدبیر آلہٰی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اُن کی طبیعت میں اِس کے خلاف خواہش ہوتی ہے۔ (اور فرمایا) عارف کی ہمت کمالِ عرفانی کے بعد اثر نہیں کرتی۔ کیونکہ جب اسے یقین ہے کہ ہر شئے اندازہ آلہٰی سے واقع ہوتی ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے ازل سے مقدر کیا ہے اُس کے خلاف ناممکن ہے۔ اُس نے جان لیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوگا اور جو نہیں چاہا وہ ہرگز نہ ہوگا۔ اور اس کی ہمت وغیرہ کسی شئے میں اثر نہیں کرتی۔ اسلئے اپنی ہمت کو کسی امر پر مسلط نہیں کرتا بخلاف اس محجوب کے جو تاثیر کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور سرِ قدر سے جاہل ہے انتہیٰ۔

پس اے عزیز یہ امر متحقق ہے کہ کمالِ عرفانی کے وقت تصرّف باقی نہیں رہتا۔ اور اُس کی دو۲ ہی وجہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ اوّل یہ کہ عارفِ کامل مقامِ عبودیت میں متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی نظر اپنے ضعفِ ذاتی اور عجزِ اصلی پر رہتی ہے۔ پس اس حالت میں حفظ ادب کی رعایت سے تصرّف نہیں کرتا۔ حالانکہ صاحبِ تصرّف ہوتا ہے۔ دوم استغراق فی التوحید اور غلبۂ شہودِ احدیت کی حالت میں کسی اور کو دیکھتا ہی نہیں۔ جس پر تصرّف کرے۔ اور اگر عارفِ کامل سے تصرف ظاہر ہو تو وہ حالتِ اوّل یعنی عبودیت میں بمقتضائے امرِ آلہٰی ہوتا ہے۔ اِس کے سِوا نہیں ہوتا کیونکہ مقامِ عبودیت میں عارفِ کامل کو حفظِ ادب تصرّف سے مانع ہے والسلام 19.9.49

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مخلصی فی اللہ عزیزی محمد فیاض حفظک اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت نامہ مل کر باعثِ مسرت ہوا۔ آپ نے لکھا ہے۔

سوال ۔ جب سالک امکانی مراتب طے کر کے وجوب کے مرتبہ کو پہنچتا ہے تو اُس وقت سُبحانی کہنا بہتر ہے (جیسا کہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا) یا سُبحانہٗ۔ جب صوفی فنا کی امداد سے عروجی سیر

میں امکانی خلعت جسم سے اُتار کر الٰہی لباس میں آگیا اُس وقت سُبحانی کی آواز نکلے تو برمحل ہو گی۔ لیکن حفظ مراتب اس میں ہے کہ بایزیدی مرتبہ کو پہنچ کر سُبحانی نہ کہے بلکہ سُبحانہٗ کہے۔ جیسے نزولی سیر میں جب ذاتِ مطلق انسانی مظہر سے ظہور کرتی ہے تو سُبحانہٗ کہتی ہے۔ نہ سُبحانی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ بایزیدیؒ مرتبہ میں اِن دونوں صیغوں میں کونسے صیغے کا کہنا بہتر ہے۔ ظاہر میں تو سُبحانی کہنا مناسب ہے نہ سُبحانہٗ۔ لیکن مراد یہ ہے کہ مقام سُبحانی سُبحانہٗ سے بہتر ہے یا سُبحانی کہنے والا سُبحانہٗ کہنے والا سے افضل ہے یا اس کے خلاف ہے مفصل بیان کریں۔

جواب۔ سالک مرتبۂ وجوب کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وجوب صفتِ خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ اور سالک ممکنات سے ہے اور ممکن ہرگز واجب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت ابُوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کے قول اَنَا اَقَلُّ مِنْ رَبِّی بِسَنَتَیْنِ (میں اپنے رب سے دو سال کم ہوں) میں دو سال سے دو مرتبہ وجوب اور غنا مراد ہیں۔ یعنی میں تمام صفاتِ الٰہی سے متصف ہوں سوائے وجوب اور غنا کے یہ ہر دو صفت خاصۂ ذاتِ واجب الوجود ہیں۔ سالک کتنا ہی مراتب علیا پر پہنچ جائے لیکن وہ خدا نہیں بن سکتا۔ قَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلَ۔ یعنی بندہ بندہ ہی ہے گو کتنی ترقی کر جائے اور خدا خدا ہی ہے خواہ کتنا تنزل فرمائے۔

ہاں جب سالک امکانی مراتب طے کر کے قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے تو تجلیاتِ ذاتی سالک کے وجود کو نیست و نابود بنا دیتی ہیں۔ اور اُس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ امام الطائفہ حضرت جُنید بغدادی عَلَیْہِ الرَّحْمت فرماتے ہیں۔ کہ اَلْحَادِثُ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ۔ یعنی جب حادث قدیم کے نزدیک پہنچتا ہے تو اُسکا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ پس جب سالک ذاتِ حق میں فنا ہو جاتا ہے تو مقام بقا میں لسانِ حق سے اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِیْ کی ندا آتی ہے۔ کسی نے کیا عُمدہ کہا ہے ؎

منصُور کجا بُود خدا بُود خدا۔ جیسے شجرۂ موسویؑ سے اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ کی صدا آئی تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ اُس درخت کو اُسوقت اَنَا اللّٰہُ کی بجائے ھُوَ اللّٰہُ کہنا افضل تھا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ مُطلق باعتبار اپنی صرافت ذاتی کے اِن تمام نسبتوں اور اضافتوں سے منزہ اور مُعرّا ہے۔ مرتبہ لاتعیّن یعنی احدیتِ مُطلقہ میں نہ سُبحانہٗ کی ستائش ہے اور نہ سُبحانی کی گنجائش۔ اسلئے کہ ذات محض میں حق اور خلق کا ظہور نہیں ہے۔ چنانچہ صاحب کتاب انسان کامل باب عماء میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ اَنَّ الْعَمَاءَ عِبَارَۃٌ عَنْ حَقِیْقَۃِ الْحَقَائِقِ الَّتِیْ لَا تَتَّصِفُ بِالْحَقِیَّۃِ وَلَا بِالْخَلْقِیَّۃِ فَہِیَ ذَاتٌ مَحْضٌ لِاَنَّہَا لَا تُضَافُ اِلٰی مَرْتَبَۃٍ لَا حَقِّیَّۃٍ وَلَا خَلْقِیَّۃٍ فَلَا تَقْتَضِیْ

لِعَدَمِ الْاِضَافَۃِ وَصْفًا وَلَا اِسْمًا وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْعَمَاءَ مَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ وَلَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ یَعْنِیْ لَا حَقَّ وَلَا خَلْقَ - یعنی عماء حقیقۃ الحقائق سے عبارت ہے کہ جو حقیت اور خلقیت کے ساتھ موصوف نہیں ہے - پس وہ ذات محض ہے - اسلئے کہ وہ کسی مرتبہ حقیہ و خلقیہ کی طرف منسوب نہیں ہے - پس عدم اضافت کی وجہ سے کسی اسم اور وصف کی مقتضی نہیں ہے - اور یہی معنی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ عماء ایک ایسی چیز ہے کہ نہ اسکے اوپر ہوا ہے اور نہ اس کے نیچے ہوا ہے - یعنی نہ حق ہے اور نہ خلق ہے - انتہیٰ - کسی عارف نے خوب فرمایا ہے ؎

بندہ ہوں تو اک خدا بناؤں اپنا = خالق ہوں تو اک جہاں دکھاؤں اپنا
ہے بندگی و ہم خدائی پندار = میں وہ ہوں کہ پتہ نہ پاؤں اپنا

لیکن وجود مطلق باعتبار اپنے ظہور کے مراتب حقی اور خلقی میں خود جلوہ فرما ہے - پس اللہ تعالیٰ بصورت انسان کامل جو کہ جمیع کمالات حقی اور خلقی کو شامل اور تمام مراتب ظہور اور بطون کا برزخ جامع ہے - سیر عروجی میں خود اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِیْ فرماتا ہے - اور سیر نزولی میں سُبْحَانَہٗ کا حکم بجالاتا ہے اور یہ ایک عالی حفظ مراتب ہے - جیسا کہ مظہر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بشان حقیقت خود فرمایا اَنَا اَحْمَدُ بِلَا مِیْم - کَمَا قَالَ الشَّیْخُ الْعَطَّارؒ ؎

گفت اَنَا اَحْمَد بِلَا مِیْم = از زبان پاک احمدؐ مختار

اور بحالت بشریت خود اپنی رسالت کی شہادت دی کہ اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ - قَالَ الْعَارِفُ الْکَامِلُ ؎

آمدہ از پئے رسالت خویش = غیر مرسل بداں رسول اللہ -
خود فرستندہ خود فرستادہ = سوئے خود شد رواں رسول اللہ -

چونکہ در حقیقت عرصہ وجود میں غیر حق ہرگز موجود نہیں ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَیْ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ - یعنی زمانہ کو برا مت کہو کہ یہی زمانہ خدا ہے - اور شیخ الاکبر قدس سرہٗ فتوحات میں فرماتے ہیں - سُبْحَانَ مَنْ اَظْھَرَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اشیاء کو ظاہر فرمایا اور وہ ان سب کا عین ہے ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت = لاجرم عین جملہ اشیاء شد +

اسلئے دراصل خود اللہ تعالیٰ ہی مرتبہ حق میں سُبْحَانِیْ اور مقام خلقی میں سُبْحَانَہٗ فرماتا ہے ؎

تو درمیانہ ہیچ نہ ہرچہ ہست اوست = ہم خود اَلَسْت گوید و ہم خود بلیٰ کند

ایعزیز تحقیق مذکورہ سے یہ تو آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ربوبیت اور عبودیت دونوں اللہ تعالیٰ ہی

کی دو شانیں ہیں۔ جیساکہ مرآۃ العارفین میں سید الشہدا حضرت امام حسین ابن علی علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دائرۃ اللہ بنا کر اس حقیقت کو سلجھایا ہے اور وہ یہ ہے۔

دائرۃ اللہ

قوس ایمن

ربوبیۃ

صفات فاعلہ وجوبیۃ مظاہر اللہ

حقیقت مستورہ جامعۃ الربوبیۃ والانسانیۃ

برزخ

صفات قابلہ امکانیۃ مظاہر اللہ

عبودیۃ

قوس ایسر
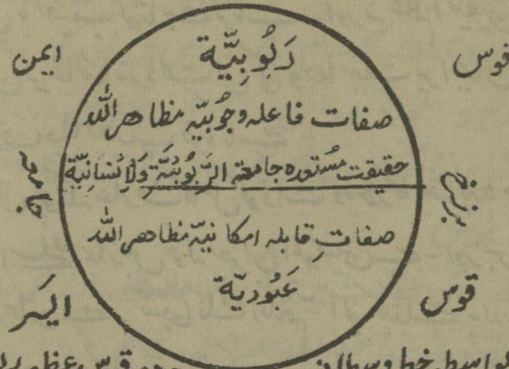
دیکھو یہ دائرۃ اللہ بواسطہ خط وسطانی دو قوس عظیمہ ربوبیت اور عبودیت پر منقسم ہے جس میں سمجھایا گیا ہے کہ ربوبیت اور عبودیت اللہ تعالیٰ ہی کی دو شانیں ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ اپنی ایک شان ربوبیت میں سبحانی اور دوسری شان عبودیت میں سبحانہ فرماتا ہے۔ اور چونکہ شان عبودیت سے شان ربوبیت اعلیٰ ہے اسلئے مقام سبحانی مقام سبحانہ سے برتر ہے۔ پس سبحانہ کے ذکر سے سبحانی کہنا افضل ہے اور سبحانہ کہنے والے سے سبحانی کہنے والا اکمل ہے نہ بالعکس۔ فتامل۔ پھر آپ رقمطراز ہیں۔

سوال ۔ کیا سبحانہ کہنا وحدت شہود کو ظاہر نہیں کرتا؟ اور سبحانہ کا مقام سبحانی سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ سبحانہ کہنے والا الوہیت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد امکان کے ساتھ متصف ہے۔ جیسے کہ حق بعد اس کے کہ واجب تھا۔ اب امکان کے ساتھ متصف ہوگیا۔ اور کلمہ سبحانی کہنے والا وجوب کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ جس کے اندر امکان کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار کو دخل نہیں۔ پس سبحانہ کہنے والا محقق ثابت ہوتا ہے۔ اور سبحانی کہنے والا مجذوب۔ مقام تحقیق مقام جذبہ سے روشن ہوتا ہے۔

جواب ۔ جان من نہ سبحانہ کہنا وحدت شہود کو ظاہر کرتا ہے۔ اور نہ سبحانی کہنا وحدت وجود کی شرط ہے۔ کیونکہ سبحانہ میں ضمیر غائب ہے جو شہود حق کے منافی ہے اور سبحانی میں حصر ہے۔ جو وجود مطلق کے خلاف ہے۔ وحدۃ شہود کا معنیٰ شدت ظہور کے باعث ہر طرف نور حق نظر آنا اور باوجود غیریت حقیقی غلبۂ شہود کے سبب غیر دکھائی نہ دینا ہے۔ لیکن وحدۃ وجود کا مفہوم ایک

حقیقت نفس الامری ہے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ کوئی اس حقیقت کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی کو تحقیق حاصل ہو یا نہ ہو وجودِ حقیقی ایک ہی ہے۔ جو ہر رنگ میں جلوہ نما ہے وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ ؎

اے موج ز آب کے جدائی داری ۔۔ دانی او ئی وگرنہ دانی او ئی

ہاں کلمہ سُبْحَانَہٗ ایمان بالغیب کو ثابت کرتا ہے۔ اور یہ علم الیقین کا مرتبہ اور مقام شُنید ہے کہ جس میں مومنین فقط سُن کر غائبانہ ذاتِ حق کی وحدانیت پر ایمان لے آتے ہیں۔ جن کے حق میں اللہ تعالےٰ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ فرماتا ہے۔

اور وحدت شہود میں چونکہ عارف کامل کو ذات واحد کا مشاہدہ حاصل اور حضوری میں ضمیر مخاطب درکار ہے۔ اسلئے نماز میں جو کہ معراج المؤمنین ہے۔ اور جس میں اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ کہتا ہے۔ اور یہ مقام قاب قوسین ہے جس میں خدا اور بندہ آپس میں ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور یہ عین الیقین کا مرتبہ اور مقام دید ہے۔ کہ جس میں بندہ رویت الٰہی کے ساتھ مشرف ہوتا ہے۔

اور وحدتِ وجود میں محقق واصل باللہ۔ بحرِ توحید کا شناور بن کر لجۂ احدیت ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اور پھر کبھی ساحل طبیعت بشریت کی طرف نہیں آتا۔ چنانچہ شرح فصوص الحکم کے صفحہ ۱۱۱ پر حضرت جامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ اِنَّ عَادَۃَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ لَیْسَتْ جَارِیَۃً عَلٰی اَنْ یُخْرِجَ الْمُسْتَغْرِقَ فِیْ لُجَّۃِ الْفَنَاءِ وَبَحْرِ الْجَمْعِ اِلٰی سَاحِلِ الطَّبِیْعَۃِ وَالتَّفْرِقَۃِ وَذَالِکَ مُرَادُھُمْ بِمَا قَالُوْا اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت جاری نہیں ہے کہ مستغرق بحر جمع کو ساحل طبیعت اور تفرقہ کی طرف نکالے اور یہی مراد ہے اُس قول کی جو عارفین نے فرمایا ہے کہ فانی واپس نہیں کیا جاتا۔ اور یہ اَوْ اَدْنٰی کا مقام ہے۔ کہ دائرہ وجود میں سے خطِ موہوم مرتفع ہو کر فقط محیط باقی رہ جاتا ہے۔ یعنی ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ اُسوقت خود ساجد اور مسجود ہوتا ہے۔

جیسا کہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ قولہٗ تعالیٰ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ حَتّٰی یَاْتِیَکَ حَقُّ الْیَقِیْنِ فَتَنْتَھِیْ عِبَادَتُکَ بِالْقَضَاءِ وُجُوْدِکَ فَیَکُوْنُ ھُوَ الْعَابِدُ وَالْمَعْبُوْدُ جَمِیْعًا لَا غَیْرُہٗ۔ یعنی اپنے رب کی عبادت کر حتّٰی کہ تجھے حق الیقین حاصل ہو۔ پس تیرے وجود کے مٹ جانے سے تیری عبادت ختم ہو جائے گی۔ پس وہی عابد اور معبود ہوگا نہ کہ اس کا غیر

چنانچہ معراج کی شب سرا پردہ عزت سے خطاب مستطاب ہوا۔ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ یعنی ٹھہر و یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نماز پڑھ رہا ہے۔

پس یہ حق الیقین کا مرتبہ ہے۔ جس میں عارف محقق کشفِ الٰہی سے ادراک کرتا ہے۔ کہ ہر شیئے کی حقیقت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ ہے اور اس ترانۂ توحید کے ساتھ مترنم ہوتا ہے۔ قال الجامی قدس سرہٗ

مجموعۂ کون را بقانونِ سبق — کردیم تفحص ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو — جز ذاتِ حق و شیون ذاتیۂ حق

اور یہی مرتبہ یافت اور بقا باللہ کا مقام ہے۔ کہ جس میں کمل کبرائے عارفین اور واصلین باللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وجود موہوب الٰہی کے ساتھ زبانِ حق سے کلماتِ عالیہ مثل سُبحانی ما اعظم شانی و انا الحق و لیس فی جبتی سوی اللہ و ھل فی الدارین غیری ولا الٰہ الا انا وغیر ذلک کے ساتھ متکلم ہوئے ہیں۔

مجھے تعجب آتا ہے۔ اُن حضرات پر جو ان کلماتِ طیبات کو سُکر اور کم ظرفی کی وجہ سے خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ کلمۂ انا تو نورِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ انا احمدٌ بلا میم اور اللہ تعالیٰ اپنی کلامِ قدیم میں فرماتا ہے لا الٰہ الا انا تو کیا اللہ جلّ شانہٗ اور رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ معظم میں بھی کم ظرفی کا گمان کریں گے ؟

اے عزیز یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سُبحانہٗ سے مقام سُبحانی افضل ہے۔ کیونکہ سُبحانہٗ کا ذکر عبودیت میں ہے اور سُبحانی کا دعویٰ رُبوبیت میں ہے۔ اور اگرچہ یہ ہر دو مقامات دائرۃ اللہ ہی کے دو قوس ہیں لیکن عبودیت سے رُبوبیت اعلیٰ ہے۔ اور جو بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ مقام جمع سے فرق بعد الجمع کا مقام جس کو جمع الجمع بھی کہتے ہیں۔ افضل ہے۔ یعنی شہودِ حق بلا خلق سے شہودِ حق در خلق اعلیٰ ہے

اس کے متعلق شرح فصوص الحکم فص نوحی میں شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی شرح میں جو آپ نے اہلِ کمال کے حق میں فرمایا کہ فھلکوا فیہ (ای فی اللہ سُبحانہٗ) الی الابد فلو اخرجھم اللہ الی السیف سیف الطبیعۃ (ای الطبیعۃ البشریۃ) لنزل بھم عن ھذہ الدرجۃ الرفیعۃ۔ یعنی اہلِ کمال اللہ تعالیٰ میں ابد تک فنا ہوئے اور اگر اللہ اُن کو ساحلِ طبیعت پر نکالتا تو اُن کو اس درجہ بلند اور منزلِ رفیع سے نیچے گرا دیتا۔ حضرت جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ انّ صاحب الجمع اشرف حالاً وان کان صاحب جمع الجمع علی فضیلۃ و کمال یعنی صاحب جمع جسے شہودِ حق بلا خلق حاصل ہے از رُوئے حال کے اشرف ہے۔ گو صاحب جمع الجمع جو حق کا مشاہدہ کثرت میں کرتا ہے فضیلت اور کمال پر ہے۔

اور انفاس العارفین میں شیخ ابو رضا محمد قدس سرہٗ کے اس قول کے تحت میں کہ "سالک چوں بوحدت

محضہ واصل شود کثرت از نظرش منتفی گردد - بعد ازاں تنزل مے کند و وحدت در کثرت مطالعہ مینماید و ایں تنزل است نتواں گفت فوق توحید است" حضرت شاہ ولی اللہ محدث علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ وقتیکہ صاحب جمع الجمع وحدت وکثرت ہر دو را مے بیند - منشاء رویۃ وحدت محضہ لطیفہ انا است و منشاء رویۂ کثرت لطائف سافلہ اند - پس بحقیقت اعلیٰ مقامات ہما نست کہ مدرک الطف لطائف است انتہیٰ -

پس چونکہ سیرِ عروجی میں مشاہدہ حق بلا خلق اعلیٰ لطائف اعنی لطیفۂ انا کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور سیرِ نزولی میں مشاہدۂ حق در کثرت لطائف سافلہ کے ساتھ میسر ہے - اسلئے مقام سُبحانی جو الطف لطائف یعنی لطیفۂ انا سے حاصل ہے لا محالہ افضل اور اعلےٰ ہے -

نیز اے عزیز چونکہ برزخ انسانیۃ میں خدا بندہ اور بندہ خدا کی صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے - جیساکہ مرآت العارفین میں ہے کہ هٰذَا الْبَرْزَخُ هُوَ مَرْتَبَةُ التَّنَزُّلِ الرَّبَّانِيِّ لِيَتَّصِفَ الرَّبُّ فِيهَا بِالصِّفَاتِ الْعَبْدَانِيَّةِ وَمَرْتَبَةُ ارْتِفَاعِ الْعَبْدِ لِيَتَّصِفَ الْعَبْدُ فِيهَا بِالصِّفَاتِ الرَّبَّانِيَّةِ - یعنی یہ برزخ مرتبہ تنزل ربانی ہے تاکہ اس مرتبہ میں رب صفاتِ عبدانیہ سے متصف ہو اور مرتبۂ ارتفاع عبد ہے تاکہ عبد اس مرتبہ میں صفاتِ ربانی سے متصف ہو - انتہیٰ - اس سے ثابت ہوا کہ انسان کامل ہی جملہ کمالات حقی اور خلقی کا جامع ہے - جیسا کہ عارفیں کا قول ہے - کہ اَلْاِنْسَانُ الْکَامِلُ هُوَ الْجَامِعُ لِجَمِیْعِ الْعَوَالِمِ الْاِلٰهِیَّةِ وَالْکَوْنِیَّةِ - یعنی انسان کامل جامع واسطے تمام کمالاتِ آلہیہ اور کونیہ کے ہے اور اسی کا نام کمال مطلق ہے کہ حضرتِ انسان کاملؒ تمام صفات ربوبیت اور جمیع اوصافِ عبودیت کے ساتھ فی آنٍ واحدٍ متصف ہو - اسی لئے شیخ الاکبرؓ فصوص الحکم میں انسان کاملؒ کی شان میں فرماتے ہیں - فَهُوَ الْحَقُّ وَالْخَلْقُ -

پس کلمہ سُبحانی حضرت انسان کامل کی جہتِ حقیقت سے ہے - جو اُس کی جہت خلقیت سے اعلےٰ ہے - فَافْهَمْ - اور چونکہ اللہ اپنے جمیع اسما اور صفات کے ساتھ صورتِ انسان کامل میں جلوہ نما ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ وَمَا ظَهَرْتُ فِیْ شَیْءٍ کَظُهُوْرِیْ فِی الْاِنْسَانِ - پس اللہ تعالےٰ ہی بصورتِ انسان کامل مرتبۂ حقی میں سُبحانی اور مرتبہ خلق میں سُبحانہٗ فرمانے والا ہے - پس اگرچہ مقام سُبحانہٗ کو فضیلت ہے لیکن مقام سُبحانی افضل اور اشرف اور اعلیٰ ہے - فَتَفَکَّرْ -

اور آپ کا یہ قول کہ "سُبحانہٗ" کہنے والا محقق ثابت ہوتا ہے اور سُبحانی کہنے والا مجذوب غلط ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی ثنا کلمہ سُبحانیؔ کے ساتھ فرماتا ہے۔ چنانچہ مدارج النبوت باب پنجم ذکر معراج میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ناگاہ ندائے شنیدم بلغتی کہ مشابہ بلغتِ ابی بکرؓ است کہ می گوید قِف فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ۔ پس تعجب کردم ازینکہ ابی بکرؓ اینجا از کجا آمدہ و پروردگار بے نیاز است از نماز گذاردن۔ حکم شد کہ من بے نیازم از نماز گذاردن برائے دیگرو من میگویم سُبحَانِیْ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ انتہیٰ۔

پس جو ذات پاک سراپردہ عزت میں کلمہ سُبحانیؔ کے ساتھ اپنی ثنا گو ہے اُسی نے مرتبہ ظہور میں لصورتِ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ سُبحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ فرمایا ہے۔ اسلئے نہ ذات حق پر لفظ مجذوب کا اطلاق جائز ہے اور نہ بلا تحقیق فقط مجذوب سُلطان العارفین ہو سکتا ہے۔ فَافْہَمْ وَبِاللہِ التَّوْفِیْقُ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ التَّحْقِیْقِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ سب کو دُعا۔ آپس میں اتحادِ قلبی کے ساتھ یہ چند روزہ زندگی بسر کریں۔ عاقبت بالخیر باد بحرمۃ النبیؐ و آلہ الامجاد

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود از جلوآنہ۔ مورخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ — 1/46 ق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حامداً و مصلیاً

محبی و مخلصی فی اللہ و عزیزی فیاض حسینؒ حفظک اللہ تعالٰے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خیریت نامہ مل کر باعثِ مسرت ہوا۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ یہاں ایک نقشبند بزرگ کے روبرو میں نے پیرِ کامل کی تعریف کی تو وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ پڑھ کر کہنے لگے کہ اس زمانہ میں مردمان نے مولانا رومؒ علیہ الرحمۃ کے ان اشعار کا معنیٰ غلط سمجھا ہے ؎

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول — ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

دو مداں و دو مبین و دو مخواں — خواجہ را در خواجۂ خود محو داں

گر جدا بینی ز حق این خواجہ را — گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

اور کہا کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ پیرِ کامل کا دامن پکڑنے سے اللہ اور رسول اکرمؐ کے احکام کو پھولوں کی طرح قبول کرے۔ اور کتاب و سنت کو محکم پکڑے۔ پیرِ کامل تو صرف حق کا وسیلہ ہے جس کے ذریعہ سے اللہ کریم اپنی نعمت عطا فرماتا ہے۔ ورنہ انسان کہاں اور خداوندِ کریم کی شان کہاں ؎ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ نورِ خداوندی کہاں نورِ رسالت کہاں اور نورِ ولایت کہاں۔ ان سب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیر کی ذات میں اللہ اور رسول اکرمؐ

کی ذات آجاتی ہے اور جو کچھ ہے پیر ہی پیر ہے - نہیں بلکہ یہ فضل الٰہی ہے - اس میں پیر کا کچھ دخل نہیں الخ -

العزیز واضح ہو کہ آجکل کے اکثر فقرائے نقشبندا ور علمائے دیوبند کا ایک ہی عقیدہ ہے - یہ لوگ فقط تنزیہہ کے قائل ہیں - حالانکہ کتاب وسنت سے تنزیہہ اور تشبیہ دونوں ثابت ہیں - جیسا کہ قولہ تعالیٰ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر اور حدیث تحوّل فی الصّور مندرجہ صحیح بخاری تنزیہہ اور تشبیہ ہر دو پر شاہد ہے - چنانچہ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فصوص الحکم میں فص نوحی میں فرماتے ہیں - اِعْلَمْ اَنَّ التَّنْزِیْہَ عِنْدَ اَھْلِ الْحَقَائِقِ فِی الْجَنَابِ الْاِلٰھِیِّ عَیْنُ التَّحْدِیْدِ وَالتَّقْیِیْدِ فَالْمُنَزِّہُ اِمَّا جَاھِلٌ وَاِمَّا صَاحِبُ سُوْءِ اَدَبٍ وَلٰکِنْ اِذَا اَطْلَقَاہُ وَقَالَا بِہٖ فَالْقَائِلُ بِالشَّرَائِعِ الْمُؤْمِنُ اِذَا نَزَّہَ وَوَقَفَ عِنْدَ التَّنْزِیْہِ وَلَمْ یَرَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَقَدْ اَسَاءَ الْاَدَبَ وَاَکْذَبَ الْحَقَّ وَالرُّسُلَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ وَھُوَ لَا یَشْعُرُ وَیَتَخَیَّلُ اَنَّہٗ فِی الْحَاصِلِ وَھُوَ فِی الْفَائِتِ وَھُوَ کَمَنْ آمَنَ بِبَعْضٍ وَکَفَرَ بِبَعْضٍ وَکَذٰلِکَ مَنْ شَبَّہَ وَمَا نَزَّہَ فَقَدْ قَیَّدَہٗ وَحَدَّدَہٗ وَمَا عَرَفَہٗ وَمَنْ جَمَعَ فِیْ مَعْرِفَتِہٖ بَیْنَ التَّنْزِیْہِ وَالتَّشْبِیْہِ وَوَصَفَ بِالْوَصْفَیْنِ فَقَدْ عَرَفَہٗ

شعر - فَاِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِیْہِ کُنْتَ مُقَیِّدًا ۔ وَاِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِیْہِ کُنْتَ مُحَدِّدًا

وَاِنْ قُلْتَ بِالْاَمْرَیْنِ کُنْتَ مُسَدِّدًا ۔ وَکُنْتَ اِمَامًا فِی الْمَعَارِفِ وَسَیِّدًا

قَالَ تَعَالٰی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ فَنَزَّہَ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ فَشَبَّہَ - لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ فَشَبَّہَ وَثَنّٰی وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ فَنَزَّہَ وَاَفْرَدَ فَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ یَجْمَعُ الْاَمْرَیْنِ فِیْ اَمْرٍ وَاحِدٍ (ملخصًا)

ترجمہ - جاننا چاہیئے کہ اہل حقائق کے نزدیک جناب الٰہی میں تنزیہ عین تحدید اور تقیید ہے پس تنزیہ کرنے والا یا جاہل ہے یا بے ادب اور جب ان دونوں نے مطلقاً تنزیہ کی اور اس کے قائل ہوئے تو اس کا قائل اگر شریعتوں پر ایمان لایا ہے اور تنزیہ کر کے تنزیہ پر ہی ٹھہر گیا اور سوائے تنزیہ کے اور کچھ نہیں دیکھتا تو اُس نے بے ادبی کی اور حق تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور وہ اس بات سے بے خبر ہے اور خیال کرتا ہے کہ میں علم حقائق حاصل کر رہا ہوں حالانکہ وہ علم حقائق کو فوت کر رہا ہے - اور وہ اس کی مانند ہے - جو بعض پر ایمان لاتا ہے اور بعض کے ساتھ کفر کرتا ہے - اور اسی طرح جس نے اُسکی تشبیہ کی اور تنزیہ نہ کی اُس نے بھی حق سبحانہ کو مقید اور محدود کر دیا - اور حق سبحانہ کو نہیں پہچانا - اور جس نے اپنی معرفت میں تنزیہ اور تشبیہ دونوں کو جمع کیا اور دونوں وصفوں سے اُس کو موصوف کیا تو اُس نے حق سبحانہ وتعالیٰ کو پہچان لیا -

پس اگر تو صرف تنزیہ کا قائل ہے تو اُس کو مقید کرنے والا ہے اور اگر تو فقط تشبیہ کا قائل ہے تو اُسے محدود کرنے والا ہے اور اگر تو تشبیہ اور تنزیہ دونوں کا قائل ہے تو تُو مضبوطی والا اور معارف کا امام اور سردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیس کمثلہ شیٔ یعنی اُس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔ اس میں بصورت کاف زائدہ تنزیہ فرمائی اور فرمایا وھو السمیع البصیر یعنی وہی سُننے والا اور دیکھنے والا ہے اس میں تشبیہ بیان کی کیونکہ خلق کے لئے بھی سمع اور بصر ثابت ہے۔ اور لیس کمثلہ شیٔ یعنی اُس کی مثل کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اس میں بصورت کاف غیر زائدہ تشبیہ کو ثابت فرمایا۔ اور مثل کو ثابت کرکے دو قرار دیا۔ اور وھو السمیع البصیر میں سمع اور بصر کو اپنی ذات میں حصر کرکے تنزیہ اور تفرید کو ثابت کیا۔

پس لیس کمثلہ شیٔ جو ایک ہی کلام ہے اس میں تنزیہ اور تشبیہ دونوں جمع ہیں۔

نیز فص الیاسیؑ میں فرمایا ان العقل اذا تجرد لنفسہ من حیث اخذہ العلوم عن نظرہ کانت معرفتہ باللہ علی التنزیہ لا علی التشبیہ واذا اعطاہ اللہ المعرفۃ بالتجلی کملت معرفتہ باللہ فنزہہ فی موضع وشبہہ فی موضع ورای سریان الحق فی الصور الطبیعیۃ والعنصریۃ وما بقیت صورۃ الا ویری الحق عینہا وھذہ المعرفۃ التامۃ التی جاءت بہا الشرائع المنزلۃ من عند اللہ (وقال) فلا یمکن ان یخلو تنزیہ عن تشبیہ ولا تشبیہ عن تنزیہ قال اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ فنزہ وشبہ وھو السمیع البصیر فشبہ ونزہ وھی اعظم آیۃ نزلت فی التنزیہ ومع ذلک لم تخل عن تشبیہ بالکاف فھو اعلم العلماء بنفسہ وما عبر عن نفسہ الا بما ذکرناہ ثم قال سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وما یصفونہ الا بما تعطیہ عقولھم فنزہ نفسہ عن تنزیہم اذ حددوہ بذلک التنزیہ وذلک لقصور العقول عن ادراک مثل ھذا

ترجمہ۔ عقل جب اپنے نفس کے لئے مجرد ہو جاتی ہے اور علوم کو نظر فکری کی جہت سے لیتی ہے تو اُن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف تنزیہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تشبیہ سے حاصل نہیں ہوتی اور جب اللہ تعالیٰ اسکو تجلی سے معرفت عطا کرتا ہے۔ تو اس کو معرفت الٰہی پوری حاصل ہوتی ہے۔ پس وہ ایک مقام میں اُس کی تنزیہ کرتا ہے اور دوسرے مقام میں تشبیہ کرتا ہے اور وہ حق تعالیٰ کے سریان کو تمام طبیعی اور عنصری صورتوں میں دیکھتا ہے اور

کوئی ایسی صورت باقی نہیں رہتی کہ حق کو اس کا عین نہ دیکھتا ہو اور یہی وہ معرفت تامہ ہے۔ جس کے لئے شریعتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں پر اتری ہیں۔

اور فرمایا پس ممکن نہیں کہ تنزیہ تشبیہ سے خالی ہو اور تشبیہ بغیر تنزیہ کے ہو۔ قال اللہ تعالیٰ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اس میں بصورت کاف زائدہ تنزیہ کو ثابت کیا اور بصورت کاف مثلیہ تشبیہ بیان فرمائی وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اس میں خلق کی سمع و بصر کے ساتھ اپنی تشبیہ فرمائی اور تقدم ضمیر سمع و بصر کو اپنے میں حصر کر کے تنزیہ کو ثابت فرمایا اور تنزیہ کے بارے میں نہایت ہی عظمت والی آیت ہے اور باوجود اس کے کاف تشبیہ سے خالی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس نے اپنے نفس کی انہی چیزوں سے تعبیر فرمائی۔ جس کو میں ذکر کر چکا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ یعنی تمہارا رب جو رب العزت ہے۔ اس شیئے سے پاک ہے جس سے وہ لوگ اس کی توصیف کرتے ہیں اور وہ اس کا وصف تنزیہ کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کو عقل بتاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تنزیہ سے اپنے نفس کی تنزیہ فرمائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس تنزیہ سے محدود کر دیا تھا اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی عقلیں ایسی باتوں کے ادراک سے قاصر ہیں۔ انتہیٰ

اور نقد النصوص شرح فصوص الحکم حضرت عبد الرحمٰن جامی نقشبندی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ منزہ از انجہت کہ مقید حق مطلق است ناقص المعرفۃ است زیرا کہ محدود حق غیر محدود است پس بمقدار آں امور کہ حق را ازاں تنزیہ کردہ است از معرفت تعینات نور و تنوعات ظہور او سبحانہ محروم و مہجور است وہمچنیں مشبہ من غیر تنزیہ ناقص است۔ ہمچو مجسمہ کہ در تشبیہ حدے پیدا کردہ اند و مطلق را مقید دانست اما کسیکہ میان تنزیہ و تشبیہ جمع کرد و ہر یک را در مقام او ثابت داشت و حق سبحانہ و تعالیٰ را بوصف التنزیہ والتشبیہ نعت کرد فھو العارف المحقق والکامل المدقق (وقال) انہ تعالیٰ نزہ وشبہ وجمع بینھما فی آیۃ واحدۃ فقال لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ فنزہ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ فشبہ وھو جمع بینھما بل فی نصف ھذہ الآیۃ وھو قولہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ جمع بین التنزیہ والتشبیہ علیٰ قول من یقول ان الکاف غیر زائدۃ فان فیہ نفی مماثلۃ الاشیاء لمثلہ فمثلہ منزہ وھو اثبات المثل المنزہ وھو عین التشبیہ فی نفس التنزیہ بمعنی ان المثل منزہ فبالاولیٰ ان یقول الحق منزھا عن کل ما ینزہ عنہ مثلہ لان تنزیہ المثل المثبت فی ھذہ الآیۃ موجب التنزیہ

بالاحریٰ والاحق وکذلک النصف الثانی فانہ صریح فی التشبیہ ولکنہ فی التحقیق والتدقیق والنظر الدقیق عین التنزیہ الحقیقی فی صورۃ التشبیہ لان قولہ ھو السمیع البصیر یفید تخصیصہ باثبات السمعیۃ والبصریۃ بمعنی انہ لا سمیع ولا بصیر فی الحقیقۃ الا ھو فھو السمیع بعین سمع کل سمیع والبصیر بعین بصر کل بصیر فھو تنزیہہ تعالیٰ عن ان یشارکہ غیرہ فی السمع والبصر وھو حقیقۃ تنزیہ المحققین فلا یتعداہ ای یتجاوز ماجاءت السنۃ الشرائع فی وصفہ تعالیٰ عقل منور وفہم کامل بل یؤمن بہ علی الوجہ الذی ارادہ اللہ من غیر تاویل بفکرہ۔ (وقال) قد علم مما ذکران معرفۃ الحق سبحانہ بعد ورود الشرائع وارسال الرسل انما ھی بالجمع بین التنزیہ والتشبیہ علی وجہ تطابق ماجاءت بہ الشرائع +

ترجمہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں تنزیہ اور تشبیہ کو جمع فرمایا ہے۔ قال لیس کمثلہ شیٔ۔ پس یہ تنزیہ ہے وھو السمیع البصیر۔ اور یہ تشبیہ ہے اور دونوں اسمیں جمع ہیں بلکہ نصف آیت لیس کمثلہ شیٔ میں تنزیہ اور تشبیہ دونوں جمع ہیں۔ اگر کاف زائدہ کہا جائے تو یہ معنی ہے کہ اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور یہ تنزیہ ہے۔ اور اگر کاف غیر زائدہ لیا جائے تو یہ معنی ہے کہ مثل کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور یہ تشبیہ ہے کیونکہ اسمیں اللہ تعالیٰ کی مثل کا اثبات ہے جو کہ مثل سے منزہ ہے۔ پس وہ نفس تنزیہ میں عین تشبیہ ہے۔ بدیں معنی کہ جب اللہ تعالیٰ کی مثل منزہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بطریق اولیٰ منزہ ہے۔ کیونکہ اس آیت میں مثل مُثبت کی تنزیہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے لئے زیادہ لائق اور احق ہے اور اسی طرح نصف آیت دوسری وھو السمیع البصیر ہے کہ اس میں تشبیہ ظاہر ہے کیونکہ جس طرح اللہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ خلق بھی سُنتی اور دیکھتی ہے۔ لیکن ازروئے تحقیق باریک نظر سے دیکھا جائے تو صورت تشبیہ میں عین تنزیہ حقیقی موجود ہے۔ کیونکہ السمیع البصیر کا قول اللہ تعالیٰ کے لئے سمعیت اور بصیرت کے اثبات کی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے بایں معنی کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سمیع اور بصیر نہیں ہے۔ ہر سُننے والے کے کان سے وہی سمیع ہے۔ اور ہر دیکھنے والے کی آنکھ سے وُہی بصیر ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی سمع اور بصر میں غیر کی شرکت سے تنزیہ ہے اور وہ محققین کی تنزیہ کی حقیقت ہے۔ پس عقل منور اور فہم کامل اس بات سے تجاوز نہیں کرتا جس کو شریعتوں نے وصف الٰہی میں بیان کیا ہے بلکہ اُس پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے بغیر تاویل فکری کے ایمان لے آتا ہے اور فرمایا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت شریعتوں کے وارد ہونے اور رسولوں کے ارسال کے بعد مطابق شرائع تنزیہ اور تشبیہ میں جمع ہے انتہیٰ

اور سلسلۃ الذہب میں فرمایا ہے

گر تو ز ارباب ذوق و ادراکی — وز تقید بیک طرف پاکی
لیکن کہ ایناں گہ کردمت تنبیہ — جمع تنزیہ را مع التشبیہ
ہر یکے را بجائے او میدار — چشم بر مقتضائے او میدار

اور حال زمانہ کے بزرگ کامل علوم شریعت و حقیقت کے ماہر حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب ادام اللہ برکاتہم بھی اپنے مکتوبات طیبات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بغیر اس کے ایمان بجمیع ما فی القرآن وجاء بہ النبی علیہ السلام متصور نہیں ہو سکتا۔ اسی پاک گروہ ہی کو ایمان لیس کمثلہ شیءٌ کے ساتھ من حیث الذات اور وھو الظاھر کے ساتھ من حیث ظہور و تجلی حاصل ہے۔ بغیر اس کے تحول فی الصور والی حدیث مندرجہ صحیح بخاری وغیرہ کا کوئی مضمون مفصل متصور نہیں ہو سکتا مشبہ کو (لیس کمثلہ شیءٌ) سے بہرہ نہیں۔ منزہ محض کو آیۃ (ھو الظاھر) اور حدیث تحویل وغیرہ سے حظ نہیں۔ سچ ہے ہے

چشم مشبہ ز جمال تو کور — عقل منزہ از کمال تو دور
حادئ تشبیہ چو محمل براند — رفت بمعورہ و در گل بماند
ناقۂ تنزیہ چو تنہا فتاد — پائے ز معمورہ بصحرا نہاد

والحق ھو الجمع بین التنزیہ کما ورد لیس کمثلہ شیءٌ والتشبیہ کما نص علیہ فی وھو الظاھر وفی حدیث البخاری ھو یتجلّٰی ھو سبحانہ یوم القیمۃ فی صورۃ انکروھا الخ بمضمونہ اہل بصیرت پر اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ ایمان بجمیع ما جاء بہ الرسل علیہم السلام کے ساتھ اس پاک گروہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو حاصل ہے جس کو محجوبین بزعم خود ملحد و مشرک و کافر و اکفر سمجھتے ہیں۔ (اور فرمایا) دونوں کا مشاہدہ کمال ہے۔ اور صرف بے مثال لیس کمثلہ شیءٌ کا مشاہدہ نقصان۔ کیونکہ قرآن کریم میں ھو الظاھر والباطن وارد ہوا ہے نہ فقط ھو الباطن — مشاہدہ بے مثال تنزیہ ہے۔ اور مشاہدہ کونی یعنی آفاقی و انفسی تشبیہ ہے اور کمال دونوں کے جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ہکذا قال الشیخ الاکبر قدس سرہ فی الفص النوحی من فصوص الحکم۔ انتہی

پس اے عزیز تمام متقدمین و متاخرین اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مشرب اور عقیدہ ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ لیکن یہ علمائے ظاہر پرست اور فقرائے خالی دست ان متقدمین اولیاء اللہ و اقطاب عارفین باللہ کے کلمات مدلل بالآیات

والاحادیث پر معترض ہو کر محض اپنی رائے پر مستغنی ہیں۔ بلکہ اہل توحید کے اذواق مواجید پر بوجہ فہم ناقص لاحول پڑھتے اور ان پاکبازان عشق و محبت پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ اسی لئے تو حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ نے ایسے علمائے زبانی کو غدار فرمایا ہے ؎

چوں قلم در دست غدارے بود — لاجرم منصورؒ بردارے بود

بھلا کہاں مست بادۂ قیوم حضرت مولائے روم قدس سرہٗ کے اشعار پُر اسرار ؎

چونکہ ذات پیر را کردی قبول — ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

الی آخرہ اور کہاں ان ابیات کے یہ معنی کہ "پیر کامل کا دامن پکڑنے سے اللہ و رسولؐ کے احکام بھولوں کی طرح قبول کرے"۔ ان اشعار کے آگے مثنوی شریف کے دفتر سوم میں یہ شعر ہے ؎

پیر و حق را زا حولی ہر کہ دو دید — او مرید است فی الحقیقت نے مرید

یعنی جو مرید پیر اور خدا کو اپنے بھینگے پنے سے دو دیکھے وہ مردود ہے۔ ہرگز مرید نہیں ہے۔
اب ان سے دریافت کریں کہ اس کی تاویل کیا کریں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ علمائے ظواہر اہل اللہ کے حالات اور ان کے حقی کمالات سے بے خبر ہیں اور کلمات اولیاء اللہ کے سمجھنے کی انہیں اہلیت نہیں ہے۔ لہٰذا معذور ہیں۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِیْ یعنی میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا انہیں کوئی نہیں پہچان سکتا۔
تفسیر عرائس البیان میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ یَزِیْدؒ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ عَرَائِسُ اللّٰہِ وَلَا یَرَی الْعَرَائِسَ اِلَّا مَنْ یَکُوْنُ مَحْرَمًا لَّہُمْ وَہُمْ مُخَدَّرُوْنَ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ حِجَالِ الْاُنْسِ لَا یَرَاہُمْ اَحَدٌ یعنی ابو یزید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ خدا کی عروسیں ہیں۔ اور عروس کو محرم کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک انس کے چھپر کھٹوں میں پردہ نشین ہیں۔ انہیں کوئی نہیں دیکھتا۔ اور فتوحات مکیہ باب ۱۲۶ میں ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ وَہُمُ الْعَارِفُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حوریں خیموں میں بٹھائی ہوئی ہیں۔ اور وہ اولیاء اللہ ہیں۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے۔ لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ۔ یعنی ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔
اور اگر ولی کی شرط صرف احکام ظاہری کو قبول کر لینا ہوتا تو ہر ایک اسے پہچان لیتا۔ نہیں بلکہ اس کے ساتھ کمالات باطنی اعنی فنا فی الافعال اور فنا فی الصفات اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کے مراتب علیا کا حصول بھی لازمی ہے جسے اہل حال کے سوا ہر شخص نہیں جان سکتا۔
اے عزیز۔ جب حضرت انسان کاملؒ فنا فی اللہ ہو کر مرتبۂ بقا باللہ کے ساتھ مشرف ہوتا ہے

توصفاتِ بشریت کا لباس اُتار کر اوصافِ ربوبیت کا خلعت پہنایا جاتا ہے۔ جسے وجود موہوب کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ اُسوقت ہستی موہومی منفی ہوکر باقی اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سِرّ الاسرار میں فرماتے ہیں۔ نَتِیجَۃُ الوِلَایَۃِ اَنْ تَتَخَلَّقَ بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ وَیَتَلَبَّسَ خَلَعَ صِفَاتِ اللّٰہِ تَعَالیٰ بَعْدَ خَلْعِ الصِّفَاتِ الْبَشَرِیَّۃِ کَمَا قَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ اِذَا اَحْبَبْتُ عَبْدًا کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَبَصَرًا وَلِسَانًا وَیَدًا وَرِجْلًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ (وَقَالَ) اِذَا تَجَلّٰی اَنْوَارُ الذَّاتِ ذَابَتِ الْبَشَرِیَّۃُ بِہٖ وَفَنِیَتْ بِالْکُلِّیَّۃِ فَھٰذَا مَقَامُ الْاِسْتِھْلَاکِ وَفَنَاءِ الْفَنَاءِ۔ ترجمہ۔ ولایت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ دلی اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلق ہو جائے جیساکہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ صفاتِ الٰہی کے ساتھ موصوف ہو جاؤ، اور یہ کہ صفاتِ بشری سے خالی ہونے کے بعد صفاتِ الٰہی کا لباس پہن لے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں کسی بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کا کان اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں پس وہ مجھ سے سنتا ہے۔ اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے بولتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے (اور فرمایا) جب ذاتِ الٰہی کے انوارات ظاہر ہوتے ہیں تو بشریت پگھل جاتی ہے۔ اور بالکلیہ فنا ہو جاتی ہے اور یہ استہلاک اور فناء الفنا کا مقام ہے۔ انتہیٰ۔

پس فنا فی الذات اور بقا باللہ اور تخلق باخلاقِ الٰہی کے مرتبہ میں اولیاء اللہ سے وسیلہ کا اطلاق ساقط ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر عرائس البیان قَوْلُہٗ تَعَالیٰ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں فَاَسْقَطَ عَنْہُ اِسْمَ الْوَاسِطَۃِ لِاَنَّہٗ مُتَّصِفٌ بِاَوْصَافِ الْحَقِّ مُتَخَلِّقٌ بِاَخْلَاقِہٖ اَلَا تَرٰی کَیْفَ قَالَ حَسَّانُ ؎ فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قسم پروردگار تیرے کی نہیں ایمان لاویں گے یہاں تک کہ حاکم بناویں تجھ کو بیچ اُس چیز کے کہ جھگڑا ہے درمیان اُن کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسم واسطہ کا ساقط فرمایا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ الٰہی اور اخلاقِ خداوندی کے ساتھ موصوف اور متخلق ہیں۔ جیساکہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صاحب عرش محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اسی مقام اتحاد اور جمع الجمع کے باعث حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔
اِنِّیْ وَصَلْتُ اِلَی اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ وَسِیْلَۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میں اللہ تعالیٰ سے محمد علیہ السلام

کے وسیلہ کے بغیر واصل ہوا (من الجواہر المضیہ فی شرح العقیدۃ الغوثیہ) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ نہیں ہیں۔ بلکہ عین حق ہیں۔ جیسا کہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ حٰم۔ عسق کی تفسیر میں فرماتے ہیں فالحق محمدٌ ظاہراً و باطناً۔ یعنی ظاہر اور باطن میں حق عین محمدؐ ہے۔ علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات۔

پس حضرت انسان کامل جو ذاتِ الٰہی سے واصل اور مرتبہ بقا باللہ کے ساتھ مشرف ہے وہ وسیلہ نہیں بلکہ عین مقصود ہے۔ مقام جمع اور اتحاد میں پیر کامل کو وسیلہ سمجھنا فسادِ اعتقاد ہے چنانچہ شیخ رضی اللہ عنہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ لا ثنینیۃ الا باعتبار تفاصیل صفاتہ و اما باعتبار الجمع فلا احدٌ موجودٌ الا ھو لا النبی ولا غیرہٗ۔ یعنی دوئیگی صفات کی تفاصیل کے اعتبار سے ہے۔ لیکن جمع کے اعتبار سے حق کے سوا کوئی موجود نہیں نہ نبی نہ اُس کا غیر فافہم۔

سوال۔ پس اُن کا قول "انسان کہاں اور خداوند کریم کی شان کہاں سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک"۔ **جواب** = تفاصیل مراتب کے لحاظ سے ہر انسان کے بارے میں صحیح ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کی شان نرالی ہے۔ کیونکہ اُن کی شان خدا تعالیٰ کی شان ہے۔ چنانچہ کتاب انسان کامل میں ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ یعنی الانسان الکامل الذی قال فیہ الا ان اولیاء اللّٰه لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون لانہ لا یستحیل الخوف والحزن وامثال ذٰلک علی اللّٰه یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ وہی ولی ہے یعنی انسان کامل کہ جن کی شان میں فرمایا تحقیق اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ کیونکہ خوف اور غم اور اس قسم کی اور باتیں خدا پر محال ہیں۔ سچ فرمایا ؎

اولیاء اللہ واللہ اولیاء۔ ہیچ فرقے درمیاں بنود روا

انبیاء و اولیاء راحق بدال = ہر نہانی بتو گفتم عیاں

اے عزیز اب اولیاء اللہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاحظہ کریں کہ کتنی اعلیٰ نسبت ہے صاحب عرائس البیان قولہ تعالیٰ والربانیون والاحبار کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ الربانی الذی نسب الی الرب بالمعرفۃ والمحبۃ والتوحید فاذا وصل الی الحق بھٰذہ المراتب واستقام فی شھودہ جلالہ صار متصفا بصفات اللّٰه حاملاً انوار ذاتہ فاذا فنی عن نفسہ وبقی بربہ صار ربانیاً و مثلہ مثل الحدید فی النار اذا لم یکن فی النار کان مستعداً لقبول النار ولم یکن ناراً فاذا دخل الی النار واحمر صار ناریاً ھٰکذا شان العارف فاذا کان منوراً بتجلی الرب صار ربانیاً

رُوحَانِیاً نُورَانِیاً مَلَکُوتِیاً جَبَرُوتِیاً کَلَامُہٗ مِنَ الرَّبِّ اِلَی الرَّبِّ مَعَ الرَّبِّ - یعنی ربانی وہ ہے جو خدا کی طرف معرفت اور محبت اور توحید کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے۔ پس جب وہ خدا سے واصل ہوا اور اُس کے جلال و جمال کے شہود میں قائم ہوا تو صفات اللہ کے ساتھ متصف اور ذاتِ الٰہی کے انوارات کا حامل بن گیا۔ پس جب اپنے نفس سے فانی اور اپنے رب کے ساتھ باقی ہوا تو ربانی ہو گیا۔ اُس کی مثال ایسی ہے جیسے لوہا آگ میں ہو۔ جب تک لوہا آگ میں داخل نہ ہوا تھا۔ آگ کے قابل تھا اور آگ نہیں تھا۔ لیکن جب آگ سے مل گیا اور سرخ ہو گیا تو آگ بن گیا۔ یہی عارف کی شان ہے۔ کہ جب تجلی الٰہی سے منور ہو گیا تو ربانی و روحانی و نورانی و ملکوتی و جبروتی بن گیا۔ اس کا کلام رب سے رب کی طرف رب کے ساتھ ہوگا۔ قَالَ الْعَارِفُ الرُّوْمِی قُدِّسَ سِرُّہٗ مثنوی ؎

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش است — ز آتش میلافد و خامش وش است
چوں بسُرخی گشت ہمچو زرکان — پس انا نار ست لافش بے زبان
شد ز رنگ و طبع آتش محتشم — گوید او من آتشم من آتشم
آتشم من گر ترا شک است و ظن — آزموں کن دست را بر من بزن
آتشم من بر تو گر شد مشتبہ — روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
آدمی چو نور گیرد از خدا — ہست مسجود ملائک ز اجتبا
نیز مسجود کسی کو چوں ملک — رستہ باشد جانش از طغیان و شک

کسی عارف نے کیا عمدہ کہا ہے ؎

خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں = عجب نسبت ہے بندہ اور خدا کی

سوال — اور جو اُس نقشبندی فقیر نے کہا ہے کہ "اِن اشعار کا یہ مطلب نہیں کہ پیر کی ذات میں اللہ اور رسولِ اکرمؐ کی ذات آجاتی ہے اور جو کچھ ہے پیر ہی پیر ہے نہیں بلکہ یہ فضلِ الٰہی ہے اس میں پیر کا کچھ دخل نہیں"۔

جواب — بھلا یہ کون کہتا ہے کہ پیر کی ذات میں اللہ اور رسول کی ذات حلول کر جاتی ہے تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا ۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ پیر کامل کو فنا فی الرسول و فنا فی اللہ کا درجہ حاصل ہے ۔ اس لئے اس میں حقیقتِ محمدیہؐ کا بروز اور تجلیاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ کتاب انسان کامل کے باب انسان کامل میں ہے ۔ اَلَا تَرَاہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَہَرَ فِی صُوْرَۃِ الشِّبْلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ الشِّبْلِیُّ لِتِلْمِیْذِہٖ اَشْہَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَانَ التِّلْمِیْذُ

صَاحِبُ الْكَشْفِ فَعَرَفَهُ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهٰذَا اَمْرٌ غَيْرُ مُنْكُوْرٍ۔ یعنی کیا تو نہیں دیکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شبلی کی صورت میں ظاہر ہوئے تو شبلی نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور شاگرد بھی صاحب کشف تھا پس اُس نے اُن کو پہچان لیا اور کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو بے شک اللہ کا رسول ہے۔ اور یہ امر غیر منکور ہے۔ انتہیٰ۔ اور خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کا چشتی رسول اللہ فرمانا مشہور و معروف ہے۔ ایسے ہی مقام فنافی اللہ میں بایزید بسطامیؒ کا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ فرمانا اور جنید بغدادیؒ کا لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللّٰهِ کہنا اور منصور حسینؒ کا اَنَا الْحَقُّ پکارنا متحقق اور ثابت ہے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سر الاسرار میں فرماتے ہیں۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اَدْنٰى رُتْبَةً مِّنَ الشَّجَرِ فَلَا عَجَبَ اِذَا تَجَلّٰى بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ حَقِيْقَةِ الْاِنْسَانِيَّةِ بَعْدَ التَّصْفِيَةِ وَهِيَ مِنَ الصِّفَاتِ الْحَيْوَانِيَّةِ اِلَى الْاِنْسَانِيَّةِ كَمَا تَجَلّٰى عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ قَالَ اَبُوْ يَزِيْدَ الْبُسْطَامِيُّ حِيْنَ التَّجَلِّيْ سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمُ شَانِيْ ۔۔۔۔ وَقَالَ الْجُنَيْدُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَفِيْ هٰذَا الْمَقَامِ لَطَائِفُ عَجِيْبَةٌ لِاَهْلِ التَّصَوُّفِ يَطُوْلُ شَرْحُهَا۔ یعنی انسان کا رتبہ شجرۂ موسویؑ سے کم نہیں۔ جس سے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کی صدا آئی پس تعجب نہیں کہ صفات الٰہی سے حقیقت انسانی میں بعد تصفیہ صفات حیوانی کے متجلی ہو جیسا کہ اکثر اولیاء اللہ پر تجلی ہوا ہے۔ اور تجلی الٰہی کے وقت ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ اور جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎ نیست اندر جبہ ام الا خدا۔ یعنی میرے جبہ میں سوائے اللہ کے نہیں ہے۔ اسی طرح اور بھی اکثر اولیاء اللہ کے اقوال ہیں۔ اور اسی مقام میں اہل تصوف کے لئے عجیب لطائف ہیں۔ جنکی شرح بہت لمبی ہے۔ انتہیٰ۔ کسی عارف نے کیا عمدہ فرمایا ہے ؎

روا باشد انا اللہ از درختے ۔۔۔ چرا نبود روا از نیک بختے۔

لیکن جو عوام الناس کو اہل حقیقت کی کلام میں حلول کا شبہ ہوتا ہے یہ بالکل غلط ہے اُن کی یہ ہرگز مراد نہیں ہے۔ دیکھو صاحب تفسیر عرائس البیان قَوْلُهٗ تَعَالٰى نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں فَمِنْ حَيْثُ عَيْنِ الْجَمْعِ مَا هُمْ اِلَّا هُوَ وَلَا تَظُنَّ الْحُلُوْلَ فَاِنَّهٗ بِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ مُنَزَّهٌ عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مَحَلٌّ فِي الْحَوَادِثِ هٰذَا رَمْزُ الْعَاشِقِيْنَ۔ یعنی عین الجمع کی حیثیت سے وہ عین حق ہیں۔ لیکن تو حلول کا خیال مت کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات

کے ساتھ موجودات میں حلول کرنے سے پاک ہے اور یہ عشاقِ الٰہی کا راز ہے۔

اور سیّدُ الشہدا حضرت امام حسین ابن علی المرتضیٰ صلواتُ اللہ و سلام علیہم مراٰت العارفین میں انسان کامل کی شان میں فرماتے ہیں۔ بَلْ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ بِلَا اتِّحَادٍ مَعَہٗ وَلَا حُلُوْلٍ فِیْہِ وَلَا صَیْرُوْرَتِہٖ ھُوَ لِاَنَّہَا مُحَالٌ لِاَنَّ الْاِتِّحَادَ یَحْصُلُ مِنَ الْوُجُوْدَیْنِ وَکَذَا الْحُلُوْلُ وَالصَّیْرُوْرَۃُ وَمَا ثَمَّۃَ اِلَّا وُجُوْدٌ وَّاحِدٌ یعنی انسان کامل کا علم اللہ کا علم اور اسکی ذات اللہ کی ذات ہے بغیر اتحاد اور حلول اور صیرورت کے کیونکہ یہ تینوں محال ہیں۔ اسلئے کہ اتحاد اور حلول اور صیرورت دو وجودوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہاں ایک ہی وجود ہے والسلام

سوال ۔ پس یہ قول کہ اسمیں پیر کا کچھ دخل نہیں ہے" سراسر بد اعتقادی ہے ۔ اگر ایسا ہے

جواب ۔ تو پھر بیعت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ قال الجامی قدس سرہ السامی ؎

رُستن ازیں پردہ کہ بر جان تست = بے مدد پیر نہ امکان تست

صاحب تحفہ رسولیہ حضرت غلام محی الدین قصوری علیہ الرحمت کیا خوب فرماتے ہیں۔

پیر بود مخزن اسرار ھو — پیر بُود مطلع انوار ھو

صیقل مراٰت ضمیرِ اے سمیر — پیر بُود پیر بُود پیر پیر

بلکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ مکتوبات جلد سوم مکتوب بستم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

دولت از ہر جا برسد از پیر خود باید دانست کہ او جامع است بہر صورت فقط

سوال اور جو انہوں نے کہا ہے کہ اولیائے کرام ہمیشہ سائل ہی رہتے ہیں خداوند کریم چاہے تو ایک چشم زدن میں ساری عمر کی حاصل کردہ نعمت چھین لے"۔

جواب ۔ اے عزیز واضح ہو کہ اولیاء اللہ کے مراتب متفاضل ہیں۔ ان میں سے بعض سائلین بالقول ہیں۔ اور بعض سائلین بالحال اور بعض سائلین بالاستعداد اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنکو ان کا علم جو قضائے سابق کے متعلق ہے سوال کرنے سے منع کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فص شیثی ؑ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا یَمْنَعُ ھٰؤُلَاءِ مِنَ السُّؤَالِ عِلْمُھُمْ بِاَنَّ اللّٰہِ فِیْہِمْ سَابِقَۃَ قَضَاءٍ فَہُمْ قَدْ ہَیَّؤُا مَحَلَّہُمْ لِقَبُوْلِ مَا یَرِدُ مِنْہُ وَقَدْ غَابُوْا عَنْ نُفُوْسِہِمْ وَاَغْرَاضِہِمْ ۔ یعنی ان کو سوال سے یہ علم مانع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا ان میں سابق ہے ۔ پس انہوں نے اپنے محل کو واردات کے قبول کے لئے تیار کر لیا ہے ۔ اور اپنے نفسوں اور غرضوں سے غائب ہو گئے ہیں۔ انتہیٰ ۔

اور حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح الربانی میں فرماتے ہیں۔ کہ قرب کی حالت

میں مقرب کے پاس زبان و دعا و ذکر کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ ذکر و دعا و کلام بُعد کی حالت میں ہوتا ہے قُرب میں سکوت خاموشی صرف نظر اور اُس سے متمتع ہونے پر قناعت ہوتی ہے (اور فرمایا) کہ عارف واصل نہ اَرِنی کہتا ہے اور نہ لَا تَرَانِیْ کہ اُس کا یہ قول ہے کہ مجھے دے اور نہ یہ کہ نہ دے وہ تو فانی اور مُستغرق ہو جاتا ہے (فیض سُبحانی ترجمہ فتح الربانی صفحہ ۱۷۸ و ۲۰۶۔

نیز جب حضرت ابراہیم خلیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام پچھ میں ڈالے گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا هَلْ لَکَ اِلَیَّ مِنْ حَاجَۃٍ۔ کیا آپ کو میری طرف کوئی حاجت ہے تو فرمایا اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا یعنی تیری طرف نہیں ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ خدا سے سوال کریں۔ فرمایا حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ۔ یعنی میرے سوال سے اللہ تعالیٰ کا علم میرے حال کے متعلق مجھے کافی ہے علاوہ بریں کتاب الانسان کامل باب ۵۲ میں مسطور ہے کہ اگر کل امور بخشش کے نزالوں سے ہیں۔ لیکن تجلیات ذاتیہ کا نام موہبہ یعنی بخشا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ وہ امُور استحقاقیہ آلہیہ ہیں اور اسی معنی کی طرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا ہے ؎

مَا زِلْتُ اَرْتَعُ فِیْ مَیَادِیْنِ الرِّضَا = حَتّٰی بَلَغْتُ مَکَانَۃً لَا تُوْھَبُ

ترجمہ = میں ہمیشہ رضا کے میدانوں میں چرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایسے مرتبہ کو پہنچ گیا جو بخشا ہوا نہ تھا انتہیٰ = پس اے عزیز جبکہ خدا اپنا عطیہ واپس نہیں کرتا تو بھلا اہل ولایت کے کمالات استحقاقیہ کب چھینیگا۔ قَالَ تَعَالٰی وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اور لوگوں کی اِن بدگمانیوں سے منزہ اور پاک ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

سوال۔ اور جو انہوں نے کہا ہے کہ "نُورِ خداوندی اور نُورِ رسالتؐ اور نُورِ ولایت میں زمین و آسمان کا فرق ہے" جواب یہ بلحاظ مراتب تفصیل کے ہے۔ لیکن جمع کے اعتبار سے صرف ایک ہی نُور ہے۔ جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ بِاِعْتِبَارِ الْجَمْعِ فَلَا اَحَدٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا ھُوَ لَا النَّبِیُّ وَلَا غَیْرُہٗ یعنی جمع کے اعتبار سے اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے نہ نبی نہ اُس کا غیر ہے۔ مثلاً سورج اور چاند اور ستاروں کا نُور دراصل ایک ہے۔ جب سورج آسمان پر طلوع کرتا ہے تو تمام چھوٹے بڑے ستاروں کا نُور اسی میں گم ہو جاتا ہے اور ایک ہی نُور نظر آتا ہے۔ ایسے ہی جب نُور الٰہی کا آفتاب دل کے آسمان پر چمکتا ہے تو نبوت اور ولایت کا نُور اس میں سما جاتا ہے اور سوائے نُور وحدت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ صحائف السلوک میں فرماتے ہیں کہ اللہ نُور است و محمدؐ نُور است و قرآن نُور است و ہمہ نُور یک نُور است ؎

حقیقت ہمہ چیز آمد یکے — تو اندر مراتب بکن فرقہا

نظر بر تعین ہمہ غیر ہست — نظر بر حقیقت ہمہ عینہا۔

پس اگرچہ حفظِ مراتب ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کمالِ مُمِی پر ایمان ہی نہ لائے لہٰذا ہر دو جہت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق — ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

سوال:- اور اُن کی یہ حجت کہ "غوث الثقلین رض فرماتے ہیں کہ اگر مجھ جیسے سَو غوث الاعظم رض ہوں تو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ صحابی کے گھوڑے کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔"

جواب۔ نہایت ہی قابلِ نفرین ہے۔ افسوس ایسے لوگوں پر جو انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی کسر نفسی سے اُن کی تنقیص شان پر حجت پکڑتے ہیں۔ اور اُن کے کلمات بلند۔ و کمالاتِ حق سے دانستہ اغماض کرتے ہیں۔ کیا اس نقشبندی نے حضرت غوث الاعظم رض پاک کا یہ فرمان نہیں سُنا۔ کہ ھٰذَا وُجُوْدُ جَدِّیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا وُجُوْدُ عَبْدِ الْقَادِرِ لیعنی یہ وجود میرے جدِ امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ عبدالقادر رض کا وجود نہیں ہے۔ اور کیا آپ کے اس قول کی حقیقت کو نہیں جانا۔ اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا = اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ۔

یعنی پہلوں کے سورج اُتر چکے ہیں۔ اور ہمارا سورج ابدالآباد تک بلندی پر ہے۔ کبھی غروب نہ ہوگا۔ اور قصیدہ غوثیہ رض کا مطالعہ نہیں کیا۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ = لَقَامَ لِقُدْرَۃِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

یعنی اگر میں اپنی طاقت کو مُردہ پر ڈالوں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اُٹھ کھڑا ہو۔

اور کیا حضور رض نے برسرِ منبر نہیں فرمایا۔ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ لیکن تنقیص پسندوں کی توجہ اُس جانب کب مبذول ہو سکتی ہے۔ نیز وہ بیچارے معذور ہیں۔ کہ لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ۔ ولی را ولی مے شناسد۔ فقط۔

اور جو مطلع الانوار میں حضرت امیر خسرو علیہ الرحمت کا شعر ہے۔

چوں مددِ پیر مرا گشت یار = نیست مرا حاجتِ آمرزگار

یہ غلبۂ عشق و محبت کی وجہ سے ہے۔ وَالْعُشَّاقُ مَعْذُوْرُوْنَ اور عشاق معذور ہیں۔ اور یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے ابوبکر رض تجھے خدا کے ساتھ محبت زیادہ ہے یا میرے ساتھ۔ عرض کیا یا رسول اللہ فِدَاکَ اُمِّیْ وَاَبِیْ

آپؐ کے ساتھ خدا سے زیادہ محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کس طرح۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ خدا اس وقت بھی تھا جب ہم بُتوں کی پوجا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ ملے تو خدا مل گیا۔

جاتمن یہ اہل محبت کی باتیں ہیں۔ فسردہ دِل رموز عشق و محبت کو کیا جانیں ؎

رموز عاشقاں عاشق بداند۔ لہٰذا اُن کے انکار پر تعجب نہیں ہے۔

اور خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمت نے جو فرمایا ہے ؎

صفات ذات جو از ہم جُدا نمے بینم = بہر چہ مے نگرم جز خدا نمے بینم

اس شعر کا پہلا مصرعہ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے قول کَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَہٗ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْہُ کا معنیٰ ہے۔ یعنی صفاتِ حق زائد بر ذات نہیں ہیں۔ بلکہ عین ذات ہیں۔ اور دوسرا مصرعہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے اور وہ یہ ہے مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ۔ یعنی میں نے کوئی شئے نہیں دیکھی مگر اُس میں خُدا کو دیکھا۔

سوال۔ اور جو اس فقیر نقشبندی نے کہا ہے کہ" یہ امام ربّانی مجدد الف ثانی رحؒ کی تعلیم کے خلاف ہے۔

جواب = یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ خود حضرت مجدد علیہ الرحمت مکتوب نود ویکم میں فرماتے ہیں۔ کہ چوں انسان کامل بعد از تمامی سیر الی اللہ بسیر فی اللہ متحقق شود و متخلق باخلاق اللہ گردد و باجمال ایں سیر نیز تمام کند دائرہ ظہور عکوس اسماء و صفات را کہ مربوط بسیر فی اللہ بود بانجام رساند۔ شایان آں مے گردد کہ معشوق باصالہ بے شائبہ ظلیت و بے توہم حالیت و محلیت دروی ظہور فرماید۔ و چوں صفات ذاتیہ معشوق را از ذات او تعالیٰ انفکاک نیست ناچار ظہور ذات مع الصفات در عین عاشق خواہد بود و دو قوس بحصول خواہد پیوست۔ کہ قوس صفات و قوس ذات بود و ایں مقام اعلا و مقام قاب قوسین است کہ متعلق بظہور اصلی است بے شائبہ ظلی و اگر بعنایت وقت بفضا خداوندی جل سلطانہ اسم و صفات بتمام از نظر او مے خیزد و جز ذات ہیچ چیز ملحوظ و مشہود او نمے ماند ہر چند صفات موجود باشند اما مشہود او نبود۔ دریں حال سِرّ اَوْ اَدْنٰی بظہور مے آید و ا قوسین اثرے نماند ازیں مقام اعلیٰ چوں ہبوط واقع شود قدم اول در عالم خلق خواہد افتاد انتہیٰ کلامہ

اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو حضرت غریب نواز اجمیری رحؒ اور مجدد علیہ الرحمت کی کلام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قال العارف الرومی قدس سرہ العزیز ؎

جانِ گرگاں و سگاں از ہم جداست = متحد جانہائے شیران خداست۔

سوال۔ اور جو انہوں نے کہا ہے کہ "وحدتِ وجود سے وحدت شہود افضل ہے۔ کیونکہ وحدتِ وجود ولایتِ صغرا میں ہے اور وحدت شہود ولایت کبریٰ میں ہے"۔

جواب۔ یہ اُن کا اپنا خیال ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ ہر گروہ اپنی حالت پر خوش ہے۔ واضح ہو کہ اہل توحید کے دو گروہ ہیں۔ پہلا گروہ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رض اور آپ کے تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سب وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ خارج میں سوائے حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کے اور کوئی موجود نہیں ہے۔ تمام اشیاء کا وجود اعتباری ہے۔ اور موجود بوجود حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور کلمہ طیب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا یہی معنیٰ ہے۔ اور قرآن و احادیث سے وحدت وجود کو مدلل بیان فرماتے ہیں۔ اور دوسرا گروہ قائلانِ وحدتِ شہود حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمت اور اُن کے پیروان ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حق سُبحانہٗ عالم سے وراء الورا ہے اور اشیاء کو خارج میں موجود بوجود استقلالی مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا غیر ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہی عقیدہ کتاب اور سُنت کے مطابق ہے۔

میں ان سب حضرات کا ادنیٰ سے ادنیٰ غلام ہوں۔ لیکن اہل حق کی تحقیق بیان کئے دیتا ہوں۔ صاحب تفسیر الرموز فرماتے ہیں کہ در مشرب اہل تصوف توحید بر دو نوع است۔ یکی توحیدِ شہودی کہ سالک غیر از ذاتِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ چیزے دیگر مشہود نمیگرداند۔ اگر چیزے مشہود او شود آں وقت از و سُبحانہ وتعالیٰ جلت عظمہ محجوب مے ماند و از توحید شہودی دُور افتد پس دراں وقت خلق حجاب از حق و حق حجاب از خلق پیدا گردد چنانچہ در شب کہ آفتاب منظور نیست ستارہا مشہود مے گردند۔ ہرگاہ آفتاب طلوع نماید ستارہا مستور شوند۔

دوم توحید وجودی ست کہ سالک باوجود رویت اشیاء نمیداند مگر مقصود واحد را کہ ذاتِ واجب الوجود وہستی مطلق است و اشیاء ہمہ ظہورِ حق سُبحانہ وتعالیٰ ہستند۔ بلکہ اشیاء را مظاہر حق سُبحانہٗ وتعالیٰ و مرایائے او سُبحانہ وتعالیٰ داند و او تعالیٰ جلت جلالہ را نیز مظہر و مرآت خلق فہمد۔ پس اُورا شہود وحدت در کثرت و شہودِ کثرت در وحدت است۔ دریں صورت حق حجاب از خلق و خلق حجاب از حق نمے شود۔ بلکہ ہر یک آئینہ دیگرے مے گردد و دراینوقت ہمہ اوست بتحقیق میرسد و حقائق و معارفِ ایں مقام بسیار دقیق و مشکل۔ وصول ایں مقام بطریق ذوق و وجدان است سوا ایں مقام حقیقت ہمہ اوست چہ صورت ہمہ از وست عوام را ہم حاصل است۔

(اور فرمایا) باید دانست صاحب توحید شہودی اشیاء را در خارج موجود الوجود و استقلالی مے انگارد و آنہارا غیر ذی سُبحانہ و تعالےٰ بغیریت حقیقی مے شمارد و قائل توحید وجودی۔

اشیاء را مستقل بتغائر حقیقی باو تعالےٰ شانہٗ نداند۔ بل متغائر بتغائر اعتباری پندارد۔ چہ نزد او موجود
در خارج جز ذات حضرت تبارک و تقدس نیست و اشیاء اعتبار محض اند۔ پس نزد قائل توحید وجودی
بعد حصول آگاہی چہ در مرتبۂ روح و چہ غیر آں ہمہ جا پرستش حضرت حق تبارک و تعالےٰ است کہ غیر او
در خارج وجودے نہ دارد و معنی لا الٰہ الا اللّٰہ ہمیں است نزد عارف آگاہ پس ازیں بیان صراحۃً
معلوم شد و صریحاً ہویدا گشت کہ توحید وجودی در مرتبہ حضور ذاتی محض است کہ آنجا از شان
و صفت و فعل و اثر نشانے پیدا نیست۔ و تا ازیں ہا چیزے در نظر سالک باقی ماند ارتفاع اعتبارات
بالکلیہ حاصل نشدہ پس توحید وجودی اعلےٰ و ارفع مراتب توحید آید کہ ہمیں است نہایۃ مقام انبیاء
علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات وہذا است انتہا مقام اولیاء قدس اللّٰہ تعالےٰ اسرارہم و
توحید شہودی نسبت ایں توحید در غایت پستی است۔ چہ آں نزد قائل وے عبارت از رویت حق تبارک
و تعالیٰ است مع عدم رویت شئے از اشیاء باوجود موجودیت شان در خارج بوجود علحدہ اگرچہ
ظلی باشد و غیریت حقیقی آنہا باو تعالےٰ شانہٗ پس اشیاء نزد قائل توحید شہودی در واقع موجود
اند لیکن بحکم غلبۂ شہود و شدۃ ظہور انوار ذات از نظر سالک مخفی شدہ اند مثل اخفاء انوار کواکب
عند ظہور الشمس و صاحب ایں توحید اگرچہ از مرتبہ رویت حق در پردہ اشیاء حسیہ والبیہ
شہادیہ در وجہ ترقی کردہ وراء اینہا حق را مشاہدہ نمودہ لیکن ہنوز در دیدۂ وے وسائط البیہ و
حجب صفات زائدہ حق سبحانہٗ کہ صاحب توحید مذکور بزیادت آنہا قائل است باقی است۔ و از
بازار تشبیہ نرستہ و بصحرائے تنزیہ صرف نہ پیوستہ و علم وے از مرتبہ حصول تجاوز نکردہ و بحضور جلال
نشدہ و چوں نزد صاحب توحید وجودی موجود در خارج ذات حق است تعالیٰ شانہٗ و اشیاء اعتبارات
محض اند و وجودے در خارج جز نمود موہوم ندارند بمجرد ارتفاع ایں اعتبارات از نظر وے حضور ذاتی
میسر شں مے آید۔ انتہیٰ۔

نیز حضرت شاہ ولی اللّٰہ محدث علیہ الرحمت انفاس العارفین میں فرماتے ہیں کہ کسے از شیخ
ابو رضا محمد رضی اللّٰہ عنہ سوال کرد کہ نہایت سالکین چیست فرمودند رفع اثنینیت و شہود وحدت
و ایں اعلےٰ درجہ است کہ فوق آں چیزے نیست۔ شیخ عبداللّٰہ کھاتی رح کہ از مشائخ آں عصر بود۔
گفت توحید مقامے است کہ در وسط طریق مے آید۔ حضرت ایشاں فرمودند خبر دہ مرا از فوق او
گفت چیزے است بس غامض فرمودند۔ سالک چوں بوحدت محضہ واصل شود کثرت از نظرش
منتفی گردد بعد ازاں تنزل مے کند و وحدت در کثرت مطالعہ مے نماید و ایں تنزل است نتواں گفت

فوق توحید است۔ لَیسَ وَرَاءَ عَبَّادَانَ قَریَۃٌ ۔ وَاِلیٰ رَبِّکَ المُنتَہیٰ ۔

پس جو لوگ وحدت شہود کو وحدتِ وجود سے فوق سمجھتے ہیں وہ دراصل نیچے اترتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اوپر جا رہے ہیں ۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

بالجملہ اے عزیز وحدت شہود ایک دیکھنا اور وحدتِ وجود ایک ہونا ہے۔ پس ایک دیکھنا کہاں اور ایک ہونا کہاں ۔ بادشاہ کا دیکھنا اور ہے اور خود بادشاہ ہو جانا اور ہے

ببیں تفاوتِ رَہ از کجاست تا بہ کجا ۔

تحقیق قلندرؒ مطالب رشیدی میں حضرت تراب علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ہمہ اولیائے پیشیں اہل وحدتِ وجود بودند الّا سہ کس شیخ ابو الحسن خرقانیؒ و شیخ علاؤالدین سمنانیؒ و شیخ احمد سرہندی مشتہر بمجدد الف ثانیؒ ۔ حالانکہ پیر شیخ مجدد کہ خواجہ باقی باللہؒ بودند وجودی بودند و فرزند ایشاں حضرت خواجہ خوردؒ در رسالہ نور وحدت چہاچہا سخنہائے بلند در توحید وجودی بر زبان آوردہ اند و مولوی جامیؒ کہ از علماء و اعیان سلسلۂ نقشبندیہ بودند کلام اوشاں باید شنید کہ چہ فرمودہ اند ہے

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست = در دلق گدا و اطلس شاہ ہمہ اوست
در انجمنِ فرق و نہانخانۂ جمع = باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

لیکن میری تحقیق میں حضرت ابو الحسن خرقانی علیہ الرحمت بھی وحدت وجود کے قائل ہیں۔ چنانچہ تذکرۃ اولیاء میں حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ گفت خطاب اَلَستُ بِرَبِّکُم بعض چناں شنیدند کہ نہ ہمہ منم یعنی بعضوں نے اَلَستُ بِرَبِّکُم کا خطاب اسطرح سُنا کہ سب کچھ میں نہیں ہوں تو سب نے بلیٰ کہا۔ یعنی ہاں سب کچھ توہی ہے اور یہ وحدتِ وجود ہے۔ اور شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ نے بھی نزع کے وقت وحدت وجود کے انکار سے توبہ کرلی تھی۔ اور اپنے خاص شاگرد کو عینیت کی تلقین فرمائی۔ جیسا کہ کلمۃ الحق میں حضرت عبد الرحمٰن لکھنوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ لَا یَخفیٰ اِنَّ ھٰذَا الشَّیخَ السِّمنَانِی قَد تَابَ عِندَ نَزعِہٖ اِلیٰ مَا ھُوَ الحَقُّ عِندَ اللّٰہِ سُبحَانَہٗ وَ اَرشَدَ تِلمِیذَہُ الخَاصَّ اِلیٰ العَینِیَّۃِ کَمَا نَقَلَ الشَّیخُ مُحِبُّ اللّٰہِ الاِلٰہ آبَادِی فَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ ۔

باقی رہے حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمت سو آپ نے وحدت وجود کا انکار مثل علمائے ظاہر کے نہیں کیا ہے ۔ بلکہ وحدت وجود تو تسلیم فرمایا ہے۔ صرف اتنا کہا ہے کہ اصلی مقصود اس سے فوق ہے۔

۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ انکار حضرت مجددؒ بر توحید وجودی نہ مثل انکار علماء ظاہر است بلکہ از مقامے کہ وجودیہ تکلم مے کنند تصدیق وتسلیم آں مے نمایند۔ اینقدر ہست کہ مقصود اصلی را فوق این مقام مے فرمایند وغیریتے کہ فی الجملہ بین الحق والخلق بہ نحیکہ مخل وحدت وجود حقیقی کہ متحقق در خارج حقیقی است نگردد میکنند۔ انتہٰی۔

پس ثابت ہوا کہ تمام اولیاء اللہ کا یہی مشرب ہے۔ اور وحدت وجود کے بغیر ہرگز چارہ نہیں ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

سوال۔ اور جو نقشبندی نے کہا ہے کہ وحدت شہود کتاب وسنت کے مطابق ہے اور وحدت وجود آدمی کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

جواب۔ واضح ہو کہ دراصل وحدت وجود و وحدت شہود دونوں کتاب وسنت کے عین مطابق ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وحدت شہود ظاہر اور شریعت میں ہے۔ اور وحدت وجود باطن اور حقیقت میں ہے اور ظاہر و باطن ہر دو قرآن میں ثابت ہیں۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ آیَۃٌ اِلَّا وَلَہَا ظَہْرٌ وَبَطْنٌ الخ (مشکوٰۃ شریف) پس وحدت شہود فرقان حمید کے ظاہر کے مطابق ہے اور وحدت وجود قرآن مجید کے باطن کے موافق ہے۔ بلکہ وحدت وجود قرآن پاک کے ظاہر و باطن سے ہر طرح ثابت ہے کیونکہ شریعت ہی نے تو ہم کو توحید الٰہی کا راستہ بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ غیر حق کو مت ثابت کرو کہ یہ شرک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

نیز غلط فہمی کا امکان تو ظاہر احکام شرعیہ میں بھی ہے۔ اسی لئے تو حضرت مجدد علیہ الرحمت مکتوب سی و ششم میں فرماتے ہیں۔ چوں ادراک عقل را در بعض امور قصور ثابت شدہ۔ پس جمیع احکام شرعیہ را بمیزان عقل سنجیدن مستحسن نباشد۔ انتہٰی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ یعنی جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دے اُسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اُس سے باز رہو۔ پس جبکہ احکام شرعیہ میں بھی عقل کو دخل دینے کا حکم نہیں ہے۔ تو اسرار طریقت و حقیقت میں عقل کو دخل دینا کب جائز ہے۔ لہٰذا مجدد علیہ الرحمت مبدا و معاد میں فرماتے ہیں کہ مرید ہر کمال را کہ مے یابد از تقلید پیر خود مے یابد۔ خطائے پیر بہتر از صواب مرید ست ے

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ حَسْبِیَ اللّٰهُ گو کہ اللہ ام کفٰی

سوال:- اور جو اس فقیر نقشبندی نے کہا کہ "میں ۳۸ سال صوفیائے کرام کی صحبت میں رہا۔ لیکن یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ فنا فی الشیخ ہونے کا نام ہی دراصل فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہے"
جواب:- اس کے متعلق واضح ہو کہ کوئی ہزار سال بھی کیوں نہ صحبت صوفیاء میں رہے۔ لیکن جب تک اپنے شیخ کے تصرف میں کالمیت بید الغسال نہ بنے اور اپنے علم و عقل کو شیخ کے قدموں پر نثار نہ کرے سِرّ حقیقت سے ہرگز آگاہ نہیں ہو سکتا۔ نیز انکشاف حقیقت افضال خداوندی پر منحصر ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ - چاہے تو بستر استراحت پر دولت ابدی بخش دے نہ چاہے تو عمر بھر خاک چھاننے سے بھی گوہر مقصود نہیں ملتا۔ اور عنایت الٰہی شامل حال ہو تو شیخ کامل کی ایک ہی نظر کافی ہوتی ہے۔ اور قلیل عرصہ میں ایسے اسرار جلیل منکشف ہوتے ہیں۔ جن کا شکریہ ابدآباد تک ادا نہیں ہو سکتا۔
اب دیکھو کنز القدیم فی آثار الکریم کے صفحہ ۱۴۷ پر حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب نقشبندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ مرید کا رابطہ اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر قوی ہوگا۔ اسی قدر اس پر فیوض و برکات کا فیضان ہوگا۔ اور معرفت زیادہ ہوگی۔ ذکر و عبادت میں سستی نہ آئے گی۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی فنا فی الرسول و فنا فی اللہ ہے۔ مگر یہ نعمت کسی قسمت والے کو ملتی ہے۔ انتہٰی۔
پس جو کچھ ہے پیر ہے۔ فنا فی الرسول و فنا فی اللہ کے درجات سب پیر کی ذات میں حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ پیر کامل جمیع مراتب اور کمالات کا جامع ہے۔ لہٰذا مولوی معنوی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

چونکہ ذات پیر را کردی قبول == ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

پھر اس اجمال کی تفصیل ابیات ذیل میں فرمائی ؎

دو مدان و دو مبین و دو مخوان - خواجہ را در خواجۂ خود محو دان

یعنی چونکہ پیر کامل کی ذات حقیقۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واصل ہے اور حقیقۃ احمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کا بروز پیر کامل میں متحقق ہے لہٰذا فرمایا کہ دو مت جان اور دو مت دیکھ اور دو مت کہہ۔ کیونکہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی صور اکملین میں متجلی ہیں۔ چنانچہ کتاب انسان کامل کے باب انسان کامل میں ہے۔ قَدْ جَرَتْ سُنَّتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَا يَزَالُ يَتَصَوَّرُ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ بِصُوْرَةِ اَكْمَلِهِمْ لِيُعْلِيَ شَانَهُمْ وَيُقِيْمَ مَيْلَانَهُمْ فَهُمْ خُلَفَاۤءُهٗ فِي الظَّاهِرِ وَهُوَ فِي الْبَاطِنِ حَقِيْقَتُهُمْ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہمیشہ سے

یہ جاری ہے کہ ہر زمانہ میں اکملین کی صورت میں متصور ہوتے ہیں۔ تاکہ اُن کی شان بلند ہو جائے۔ اور اُن کی خواہش قائم ہو جائے۔ پس وہ لوگ ظاہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفا ہیں۔ اور باطن میں آپ اُن کی حقیقت ہیں۔ جیساکہ خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ کا چشتی رسول اللہ فرمانا اور شیخ شبلی رحمۃ اللہ کا اَشْہَدُ اَنِّی رَسُوْلُ اللہ کہنا مشہور و معروف ہے۔ پھر آگے فرمایا ؎

گر جُدا بینی زحق ایں خواجہ را — گم کُنی ہم متن و ہم دیباچہ را

یعنی جیساکہ پیر کامل کو فنافی الرسولؐ کا مرتبہ حاصل ہے اسی طرح بقا باللہ کے مقام سے بھی مشرف ہے۔ چنانچہ اکثر اولیاء اللہ نے اس مقام پر اَنَا فرمایا ہے۔ جیساکہ حضرت امام المتقین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اَنَا اللہُ الَّذِیْ تَکَلَّمَ بِمُوْسٰیؑ فِیْ طُوْرِہٖ۔ یعنی میں وہی خدا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پر کلام کیا۔ اور بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا۔ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ اور جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللہِ۔ اور منصور علیہ الرحمۃ نے فرمایا اَنَا الْحَقُّ وَقَالَ الشَّیْخُ الْعَطَّارُ قُدِّسَ سِرُّہٗ ؎

مَن خدایم من خدایم مَن خدا = فارغم از کبر و کینہ و ز ہوا

اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں ؎

مَن ہمیگویم انا الحق یار میگوید بگو — چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو

اور حضرت احمدؒ جام قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

ما ذاتِ ذو الجلال خداوندِ اکبریم — قدوس ذات از ہمہ الواث برتریم

ایسے ہی تمام اولیاء اللہ واصلین باللہ کا حال ہے۔ آخر میں حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ منکرانِ طریقت کے ارتداد کا فتویٰ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

پیر و حق را ز احولی ہر کہ دُو دید — اُو مرید ست در حقیقت بے خبر ید۔

پس جو مرید اپنے پیر اور خدا کو بھینگے پنے سے دُو دیکھے وہ مردود ہے۔ ہرگز مرید نہیں ہے نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ خدائے کریم ہر طالب صادق کو حقیقتِ شیخ کا عرفان بخشے۔ امین۔

آخر میں آپ نے تین سوال کئے ہیں۔ سوال اولؔ۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف۔ سوال دومؔ انسان کامل کی تعریف۔ سوال سومؔ نورِ نبوت اور نورِ ولایت کا فرق۔

(۱) **اللہ تعالیٰ کی تعریف**:۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کما حقہٗ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔ وہی اُس کے شایانِ شان ہے۔ جب مشرکین مکہ نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کیا کہ صِفْ لَنَا رَبَّكَ ہمارے لئے اپنے رب کی صفت بیان کر۔
تو اللہ تعالےٰ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ط نازل فرمایا۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سورۂ اخلاص کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ قُلْ امر کا صیغہ ہے ۔ جو عین جمع سے مظہر
تفصیل پر وارد ہے اور ھُوَ حقیقت احدیت صرفہ سے عبارت ہے ۔ یعنی ذات بلا اعتبار
صفات جسے اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ ھو سے بدل ہے ۔ اور وہ اسم ذات مع جمیع صفات
ہے اور یہ ابدال (بدل لانا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صفات زائد بر ذات نہیں ہیں۔ بلکہ وہ
عین ذات ہیں فرق صرف عقلی ہے اور اسی لئے اس کا نام سُوْرَةُ الْاِخْلَاص ہے۔ کیونکہ اخلاص کا
معنی حقیقت احدیہ کا شائبہ کثرت سے خالص کرنا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے
فرمایا کہ اخلاص کا کمال اُس سے صفات کی نفی میں ہے۔ کیونکہ ہر صفت غیر موصوف ہونے پر اور ہر
موصوف غیر صفت ہونے پر شاہد ہے ۔ اور خبردار کہ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اس کا عین
ہیں نہ غیر ۔ اس کا یہ معنی ہے کہ باعتبار عقل عین نہیں ہیں ۔ اور باعتبار حقیقت غیر نہیں ہیں
اور احد اور واحد میں یہ فرق ہے کہ احد ذات صرف بلا اعتبار کثرت ہے۔ یعنی حقیقۃ محضہ
جو منبع عین الکافوری بلکہ بنفسہ عین الکافوری ہے۔ (ذات محض کو عین الکافور اس لئے کہتے
ہیں کہ کافور کی خوشبو سب پر غالب ہے ۔ نیز اُس کے غایت مزہ کو کوئی نہیں پہنچتا۔ ایسے ہی ذات
بحت مجہول الکیفیت ہے اور ہر شے اسمیں ہلاک ہے) اور وہ وجود من حیث ھو وجود ہے۔ جس میں
عموم اور خصوص کی قید اور عروض ولا عروض کی شرط نہیں ہے۔ اور واحد ذات مع اعتبار کثرت صفات
کا نام ہے ۔ اور یہ حضرت اسمائیہ ہے ۔ کیونکہ اسم ذات مع الصفت کو کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے
حقیقۃ محضہ غیر معلومہ کو ھُوَ کے ساتھ تعبیر فرمایا اور اس حقیقۃ محضہ سے ذات مع جمیع الصفات
کو بدل کیا تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ صفات درحقیقت عین ذات ہیں۔ پھر حقیقت محضہ
کی خبر احدیت کے ساتھ دی تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ کثرت اعتباریہ دراصل کوئی شئے نہیں
اور اس نے احدیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ۔ اور نہ وحدت میں کوئی اثر کیا ہے ۔ بلکہ بحسب حقیقت
حضرت واحدیت عین حضرت احدیت ہے۔ مثلاً جیسے سمندر میں قطرات کا توہم ہے ۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ یعنی ذات حضرت واحدیت میں اسماء کے اعتبار سے تمام اشیاء کیلئے
سند مطلق ہے ۔ کیونکہ ہر ممکن اُس کی طرف محتاج اور اُس کے ساتھ موجود ہے۔ پس وہ غنی مطلق ہے

جس کی طرف ہر شئے محتاج ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔
اور جب ہر شئے اسی کے وجود سے موجود ہے اور بذاتِ خود کوئی شئے نہیں۔ کیونکہ امکان لازم ماہیت کے لئے وجود کا مقتضی نہیں ہے پس وجود میں کوئی شئے اُس کی مجانس اور مماثل نہیں ہے لَمْ یَلِدْ اس لئے کہ اُسکے معلومات بذاتِ خود موجود نہیں بلکہ اسی کے ساتھ ہیں۔ اور بنفسہا لاشئے وَلَمْ یُوْلَدْ واسطے صمدیت مطلقہ کے ہے۔ پس وہ وجود میں کسی شئے کا محتاج نہیں ہے۔ اور چونکہ ھویت احدیۃ کثرت وانقسام کو قبول نہیں کرتی۔ اور وحدت ذاتیہ کی مقارنت اس کے غیر سے ناممکن ہے۔ کیونکہ وجود کے سوا عدم محض ہے۔ پس کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے
وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اس لئے کہ عدم صرف وجود محض کی برابری نہیں کرسکتا۔ اور اسی واسطے اس کا نام سُوْرَۃُ الْاَسَاس ہے۔ کیونکہ دین کی بنیاد توحید پر ہے۔ انتہیٰ۔
نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں فرمایا ہے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ یعنی تمہارا ایک ہی معبود ہے اس کی تفسیر میں شیخ الاکبر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ وَمَعْبُوْدُکُمُ الَّذِیْ خَصَصْتُمُوْہُ بِالْعِبَادَۃِ اَیُّھَا الْمُوَحِّدُوْنَ مَعْبُوْدٌ وَّاحِدٌ بِالذَّاتِ وَاحِدٌ مُطْلَقٌ لَاشَیْءَ فِی الْوُجُوْدِ غَیْرُہٗ وَلَا مَوْجُوْدَ سِوَاہُ فَیُعْبَدُ فَکَیْفَ یُمْکِنُکُمُ الشِّرْکُ بِہٖ وَغَیْرُہُ الْعَدَمُ الْبَحْتُ فَلَا شِرْکَ اِلَّا الْجَھْلُ بِہٖ۔ یعنی تمہارا معبود جس کو تم نے اپنی عبادت کے لئے خاص کرلیا ہے اے مُوحّدو معبود واحد بالذات ہے واحد مطلق ہے وجود میں اُس کا غیر کوئی شئے نہیں ہے۔ اور نہ اُس کے سوا کوئی موجود ہے کہ جس کی عبادت کی جائے پس خدا کے ساتھ تمہارا شرک کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اس کا غیر عدم محض ہے پس اس سے جاہل ہونا ہی شرک ہے۔
اور قولہ تعالیٰ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا کی تفسیر میں فرمایا اَیْ اِنَّنِیْ الْوَاحِدُ الْمَوْصُوْفُ بِجَمِیْعِ الصِّفَاتِ لَمْ اَتَکَثَّرْ وَلَمْ یَتَعَدَّدْ اَنَانِیَّتِیْ وَاَحَدِیَّتِیْ بِکَثْرَۃِ الْمَظَاھِرِ وَتَعَدُّدِ الصِّفَاتِ۔ یعنی البتہ میں واحد موصوف تمام صفات کے ساتھ ہوں۔ میری انانیت اور احدیت مظاہر کی کثرت اور صفات کے تعدد سے متکثر اور متعدد نہیں ہوتی۔
اور قولہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ کی تفسیر میں فرمایا۔ لَا یَخْرُجُ عَنْ اِحَاطَتِہٖ شَیْءٌ وَاِلَّا لَمْ یُوْجَدْ اِذْ حَقِیْقَۃُ کُلِّ شَیْءٍ عَیْنُ عِلْمِہٖ تَعَالٰی وَجُوْدُہٗ بِہٖ وَعِلْمُہٗ عَیْنُ ذَاتِہٖ وَذَاتُہٗ عَیْنُ وُجُوْدِہٖ فَلَا یَخْرُجُ شَیْءٌ عَنْ اِحَاطَتِہٖ اِذْ لَا وُجُوْدَ لِغَیْرِہٖ وَلَا عَیْنَ فَلَا ذَاتَ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔
یعنی اُس کے احاطہ سے کوئی شئے خارج نہیں ہے۔ ورنہ وہ شئے پائی ہی نہ جائے۔ کیونکہ ہر شئے کی

حقیقت عین علم الٰہی ہے اور اس کا وجود اُسی سے ہے اور علم اُس کا عین اُسکی ذات ہے۔ اور ذات اُس کی عین اُس کا وجود ہے۔ پس کوئی شئے اُس کے احاطہ سے باہر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اُس کے غیر کا وجود ہے۔ نہ عین نہ ذات۔ ہر شئے اُسکی ذات کے سوا الآن ہلاک ہے۔

اور لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ کی تفسیر میں فرمایا اَیْ کُلُّ الْاَشْیَاءِ فَانِیَۃٌ فِیْهِ ھَالِکَۃٌ فَلَاشَیْءَ یُمَاثِلُهٗ فِی الشَّیْئِیَّۃِ وَالْوُجُوْدِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ کُلُّ مَنْ یَّسْمَعُ الْبَصِیْرُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ کُلُّ مَنْ یُّبْصِرُ جَمْعًا وَّتَفْصِیْلًا۔ اُس کی مثل کوئی شئے نہیں ہے۔ یعنی کُل اشیاء اُس میں فانی اور ھالک ہیں۔ پس وجود اور شیئت میں کوئی چیز اُس کی مثل نہیں ہے اور وہ سُننے والا ہے جس کے ساتھ سُنتا ہے جو کوئی سُنتا ہے اور دیکھنے والا ہے۔ جس کے ساتھ دیکھتا ہے جو کوئی دیکھتا ہے از رُوئے جمع اور تفصیل کے

اور فرمایا نَحْنُ خَلَقْنَاکُمْ بِاِظْھَارِکُمْ بِوُجُوْدِنَا وَظُھُوْرِنَا فِیْ صُوَرِکُمْ۔ یعنی ہم نے تم کو پیدا کیا۔ کہ ہمارے وُجود کے ساتھ تم ظاہر ہوئے اور تمہاری صُورتوں میں میرا ظہور ہُوا۔

اور فرمایا لَا اِلٰهَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا ھُوَ ط اَیْ لَا شَیْءَ فِی الْوُجُوْدِ یُعْبَدُ غَیْرُهٗ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ط یعنی وجود میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ کے سوا عبادت کی جائے اوّل اور آخر اور ظاہر اور باطن سب وہی ہے۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

پس بزرگ ہے وہ ذاتِ برحق کہ جس نے اپنے وجود سے جملہ موجودات کو ایجاد فرمایا۔ اور پاک ہے وہ وجودِ مطلق جو اشیائے عالم کی صُورتوں میں جلوہ فرما ہُوا۔ اور باوجود اس کے وہ اپنی صرافتِ ذاتی پر تا ابدالآباد باقی ہے کہ ھُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ۔ وہ اب بھی ویسا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اور اس بات پر کتاب وسُنت کی شہادت کے علاوہ اقطاب عارفین کا ذوق شاہد ہے

حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات کے شروع میں فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْجَدَ الْاَشْیَاءَ عَنْ عَدَمٍ وَّعَدَمِهٖ۔ یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے۔ جس نے اشیاء کو عدم کے عدم یعنی وجود سے پیدا کیا۔ کیونکہ عدم کا عدم وجود ہے۔ جیسا کہ نفی کی نفی اثبات ہے۔ اور اسی طرح فتوحات باب ۳۶۰ میں فرمایا فَاَوْجَدَ الْعَالَمَ مِنْ وُّجُوْدِهٖ وَکَرَمِهٖ وَھٰذَا لَایَشُکُّ فِیْهِ عَاقِلٌ وَّمُؤْمِنٌ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم کو اپنے وجود اور اپنے کرم سے وجود بخشا اور اس میں کسی عقلمند اور مومن کو شک نہیں ہے۔ بلکہ فتوحات باب ۱۹۸ میں ارشاد فرمایا فَسُبْحَانَ مَنْ اَظْھَرَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اشیاء کو ظاہر کیا اور وہ اُن سب کا عین ہے۔ اور کتاب انسان کامل باب ۲۶ میں ہے اِنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَیْنُ الْاَشْیَاءِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا عین ہے۔ پس حقیقت اللہ تعالیٰ ہی موجود ہے

اور خلق عدم ہے جیسا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فتوحات باب ۶۹ میں فرمایا ہے۔ اَلْحَقُّ هُوَ الْوُجُوْدُ وَالْخَلْقُ هُوَ الْعَدَمُ۔ یعنی حق وجود اور خلق عدم ہے۔ اور فتوحات باب ۹۴ میں ہے قَدْ ثَبَتَ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّہٗ مَا فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ وَنَحْنُ وَاِنْ کُنَّا مَوْجُوْدِیْنَ فَاِنَّمَا کَانَ وُجُوْدُنَا بِہٖ وَمَنْ کَانَ وُجُوْدُہٗ بِغَیْرِہٖ فَھُوَ فِیْ حُکْمِ الْعَدَمِ۔ یعنی محققین کے نزدیک یہ ثابت ہوچکا ہے کہ وجود میں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہم اگرچہ موجود ہیں لیکن ہمارا وجود اُسی کے ساتھ ہے اور جس کا وجود غیر کے ساتھ ہو وہ حکم عدم میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئے عدم ہے۔ عرصۂ وجود میں فقط اللہ تعالیٰ ہی موجود اور مشہود ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فصوص الحکم فص ہودی میں فرماتے ہیں۔ فَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ وَالْحَقُّ مَحْسُوْسٌ مَشْھُوْدٌ عِنْدَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَھْلِ الْکَشْفِ وَالْوُجُوْدِ یعنی مومنین اور اہل کشف و وجود کے نزدیک خلق معقول ہے اور حق تعالیٰ محسوس اور مشہود ہے

نیز اللہ تعالیٰ کے ظہور پر نظر ڈالی جائے تو وہ خلق ہے اور اگر بطون کا اعتبار کیا جائے تو وہ حق ہے۔ پس وہی حق ہے اور وہی خلق ہے۔ کیونکہ وہ جامع الاضداد ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ ابوسعید خراز قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا کہ بِمَ عَرَفْتَ اللّٰہَ آپ نے خدا کو کس چیز سے پہچانا فرمایا عَرَفْتُ اللّٰہَ بِجَمْعِہٖ بَیْنَ الضِّدَّیْنِ۔ یعنی میں نے اللہ کو اس میں دو ضدیں جمع ہونے کی وجہ سے پہچانا۔ پس وہی حق اور خلق اور وجود اور عدم اور حدوث اور قدم اور واجب اور ممکن اور محدود اور غیر متناہی ہے اور تمام نقائص اور اضداد کا جمع کرنے والا ہے۔ فَھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

اگرچہ اس تعریف حقیقی پر اہل ظواہر بوجہ نافہمی کے اعتراضات کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے جوابات بثبوت آیات و احادیث صحیحہ کتب متصوفہ میں باتمام موجود ہیں۔ اور معترضین کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ علوم کشفیہ اور معارف لدنیہ کو میزان عقل پر جانچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ظاہری احکام شرعیہ میں عقل کو دخل دینا ناروا ہے۔ تو اسرار الٰہیہ میں کب جائز ہے۔ یہاں تسلیم کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علوم اور شرائع انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے ہیں۔ اُن کو بلاچون وچرا مان لینا ہی شرط ایمان کامل ہے۔

اے عزیز جہاں خود افصح العرب والعجم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ط کا دم بھریں اور وہ عارف کل ختم رسل علیہ الصلوات والتسلیمات سُبْحَانَکَ مَا عَرَفْنٰکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ ط فرماویں۔ وہاں کسی اور کی کیا مجال ہے۔ لیکن حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ یعنی میں نے اپنے رب کو رب کے ساتھ پہچانا ہے۔ کیونکہ

اللہ کو اللہ ہی جان سکتا ہے کہ لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اور چونکہ عرصۂ وجود میں اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَیْ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ پس درحقیقت مرتبہ تفصیل میں بھی عالمیان کی زبانوں پر وہ اپنی حمد آپ کرتا ہے فَھُوَ الْحَامِدُ وَالْمَحْمُوْدُ جَمْعًا وَّ تَفْصِیْلًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(۲) **انسان کامل کی تعریف۔** انسان کامل اصالتاً جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ انسانیت کا کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اس لئے آپ خاتم النبیین کے خطاب سے مشرف ہیں۔ اور دیگر تمام انبیاء و اولیائے کاملین صلوات اللہ علیہم اجمعین آپ کے خلفاء ہیں۔ اور آپ کے ساتھ ایسی نسبت رکھتے ہیں جیسے کامل اکمل کے ساتھ نسبت رکھتا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالاتفاق انسان کامل ہیں۔ اور دیگر تمام کاملین نے آپ ہی سے کمال حاصل کیا ہے۔ پس بادہ نوشان بحر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آپ کی حقیقت کو خوب جانتے ہیں

چنانچہ مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اور آیہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ط۔ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگرچہ ایں باصطلاح اہل عربیت از قبیل مجاز است اما اہل حقیقت دانند کہ ایں چہ رمز است وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ لہٰذا حضرت انسان کامل کی شان میں اہل حقیقت کبرائے عارفین باللہ علیہم الرضوان کے چند کلمات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اصل حقیقت کا انکشاف ہو۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے باب ۲۶ میں فرماتے ہیں۔ اَلْاِنْسَانُ الْکَامِلُ الظَّاھِرُ بِالصُّوْرَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ لَمْ یُعْطِہِ اللّٰہُ ھٰذَا الْکَمَالَ اِلَّا لِیَکُوْنَ بَدَلًا مِنَ الْحَقِّ وَ لِھٰذَا سَمَّاہُ خَلِیْفَۃً فَمَا بَعْدَہٗ مِنْ اَمْثَالِہٖ خُلَفَاءُ لَہٗ۔ ترجمہ انسان کامل جو اللہ تعالیٰ کی صورت پر ظاہر ہے خدا نے اُسے یہ کمال اسلیئے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بدل ہو اور اسی لئے اس کا نام خلیفہ رکھا۔ اور جو اس کے بعد اسکی مثل ہیں وہ اس کے خلفاء ہیں۔"

(وَقَالَ) خَلَقَ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ وَ خُلَفَاءَہٗ مِنَ الْاَنَاسِیِّ عَلٰی اَکْمَلِ صُوْرَۃٍ وَمَا تَمَّ کَمَالُ الْاَصُوْرَتُہٗ تَعَالٰی فَاَخْبَرَ اَنَّ اٰدَمَ خَلَقَہٗ عَلٰی صُوْرَتِہٖ لِیَشْھَدَ فَیَعْرِفَ مِنْ طَرِیْقِ الشُّھُوْدِ فَاَبْطَنَ فِیْ صُوْرَتِہِ الظَّاھِرَۃِ اَسْمَاءَہٗ فَسُبْحَانَہُ الَّتِیْ خَلَعَ عَلَیْہِ حَقَائِقَھَا وَ وَصَفَہٗ بِجَمِیْعِ مَا وَصَفَ بِہٖ نَفْسَہٗ وَنَفٰی عَنْہُ الْمِثْلِیَّۃَ فَلَا یُمَاثِلُ وَھُوَ قَوْلُہٗ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ مِنَ الْعَالَمِ اَیْ لَیْسَ مِثْلُ مِثْلِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْعَالَمِ وَلَمْ یَکُنْ مِثْلًا اِلَّا بِالصُّوْرَۃِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کامل اور اس کے خلفاء کو آدمیوں سے اکمل صورت پر پیدا فرمایا۔ اور کمال اللہ تعالیٰ ہی کی صورت ہے پس خبر دی کہ آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا تاکہ طریق شہود سے مشاہدہ

کیا جائے اور پہچانا جائے۔ پس اسکی صورت ظاہر میں اپنے اسماء کو پوشیدہ کیا اور اس بر ان اسماء کے حقائق کا خلعت پہنایا۔ اور اس کا وصف اپنے تمام اوصاف ذاتی کے ساتھ کیا۔ اور اس سے مثلیت کی نفی کی۔ پس اس کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ۔ یعنی عالم میں اس کی مثل کی مثل کوئی شئے نہیں ہے۔ اور وہ مثل صورت ہی کے ساتھ ہے۔

نوٹ۔ علمائے ظاہر کے نزدیک لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ کا کاف زائدہ ہے۔ لیکن شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فتوحات کے اس باب میں فرماتے ہیں۔ قَالَ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ فَاتٰی بِکَافِ الصِّفَۃِ مَا ھِیَ الْکَافُ زَائِدَۃٌ کَمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ بَعْضُ النَّاسِ مِمَّنْ لَا مَعْرِفَۃَ لَہٗ بِالْحَقَائِقِ حَذَرًا مِنَ التَّشْبِیْہِ یعنی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ میں کاف صفت کا ہے جو اس کاف کو تشبیہ کے خوف سے زائدہ کہتا ہے۔ اس نے حقائق کی خوشبو بھی نہیں سونگھی۔ لہٰذا فرمایا لَیْسَ مِثْلَ مِثْلِہٖ شَیْئٌ مِّنَ الْعَالَمِ یعنی انسان کامل جو اللہ تعالیٰ کی صورت پر مخلوق ہے۔ اُسکی مثل عالم میں کوئی چیز نہیں ہے۔

نیز فتوحات مکیہ کے باب ۱۹۸ میں فرمایا اَلْاِنْسَانُ الْکَامِلُ اَقَامَہُ الْحَقُّ بَرْزَخًا بَیْنَ الْحَقِّ وَالْعَالَمِ فَیَظْہَرُ بِاَسْمَاءِ الْاِلٰہِیَّۃِ فَیَکُوْنُ حَقًّا وَیَظْہَرُ بِحَقِیْقَۃِ الْاِمْکَانِ فَیَکُوْنُ خَلْقًا۔ ترجمہ۔ انسان کامل کو اللہ تعالیٰ نے حق اور عالم میں برزخ قائم کیا ہے۔ پس اسمائے الٰہی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو حق ہے اور حقیقت امکانی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو خلق ہے

(وَقَالَ) کُلُّ مَا سِوَی الْاِنْسَانِ خَلْقٌ اِلَّا الْاِنْسَانَ فَاِنَّہٗ خَلْقٌ وَحَقٌّ فَالْاِنْسَانُ الْکَامِلُ ھُوَ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ الْحَقُّ الْمَخْلُوْقُ بِہٖ اَیِ الْمَخْلُوْقُ بِسَبَبِہِ الْعَالَمُ۔ ترجمہ۔ انسان کے سوا ہر شئے مخلوق ہے مگر انسان کہ وہ خلق اور حق ہے۔ پس انسان کامل در حقیقت حق مخلوق بہ ہے۔ یعنی اسکے سبب سے عالم مخلوق ہے۔ نیز حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کتاب الفکوک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلْاِنْسَانُ الْکَامِلُ الْحَقِیْقِیُّ ھُوَ الْبَرْزَخُ بَیْنَ الْوُجُوْبِ وَالْاِمْکَانِ وَالْمِرْاٰۃُ الْجَامِعَۃُ بَیْنَ صِفَاتِ الْقِدَمِ وَاَحْکَامِہٖ وَبَیْنَ صِفَاتِ الْحَدَثَانِ وَھُوَ الْوَاسِطَۃُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْخَلْقِ۔ ترجمہ = انسان کامل حقیقی وجوب اور امکان میں برزخ ہے اور صفات قدم اور اس کے احکام اور صفات حدثان کا آئینہ جامع ہے۔ اور وہ حق اور خلق میں واسطہ ہے۔

اور انشاء الدوائر میں فرمایا۔ اَلْاِنْسَانُ نُسْخَتَانِ نُسْخَۃٌ ظَاھِرَۃٌ وَنُسْخَۃٌ بَاطِنَۃٌ فَنُسْخَۃُ الظَّاھِرَۃِ مُضَاھِیَۃٌ لِلْعَالَمِ بِاَسْرِہٖ وَنُسْخَۃُ الْبَاطِنِ مُضَاھِیَۃٌ لِلْحَضْرَۃِ الْاِلٰہِیَّۃِ فَالْاِنْسَانُ ھُوَ الْکُلُّ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَالْحَقِیْقَۃِ اِذْ ھُوَ الْقَابِلُ لِجَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ قَدِیْمِھَا وَحَدِیْثِھَا وَمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَوْجُوْدَاتِ لَا یَقْبَلُ ذٰلِکَ فَاِنَّ کُلَّ جُزْءٍ مِّنْ اَجْزَاءِ الْعَالَمِ لَا یَقْبَلُ الْاُلُوْھِیَّۃَ وَالْاِلٰہُ لَا یَقْبَلُ الْعُبُوْدِیَّۃَ.....

بَلِ الْعَالَمُ كُلُّهٗ عَبْدٌ وَالْحَقُّ سُبْحَانَهٗ وَحْدَهٗ اِلٰهٌ وَاحِدٌ صَمَدٌ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ الْاِتِّصَافُ بِمَا يُنَاقِضُ الْاَوْصَافَ الْاِلٰهِيَّةَ كَمَا لَا يَجُوْزُ عَلَى الْعَالَمِ الْاِتِّصَافُ بِمَا يُنَاقِضُ الْاَوْصَافَ الْحَادِثَةَ وَالْعُبُوْدِيَّةَ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ ذُوْ نِسْبَتَيْنِ كَامِلَتَيْنِ نِسْبَةٌ يَدْخُلُ بِهَا اِلَى الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَنِسْبَةٌ يَدْخُلُ بِهَا اِلَى الْحَضْرَةِ الْكِيَانِيَّةِ فَيُقَالُ فِيْهِ عَبْدٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُكَلَّفٌ وَيُقَالُ فِيْهِ رَبٌّ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ خَلِيْفَةٌ -

ترجمہ - انسان دو نسخہ ہے نسخہ ظاہر اور نسخہ باطن۔ نسخہ ظاہر تمام عالم کے مشابہ ہے۔ اور نسخہ باطن مرتبہ الٰہیہ کے مشابہ ہے۔ پس انسان باعتبار اطلاق اور حقیقت کل ہے۔ اور تمام موجودات قدیمہ اور حدیثہ کو قبول کرنے والا اور جو موجودات انسان کے سوا ہیں۔ وہ اس امر کو قبول نہیں کرتے کیونکہ عالم کی کوئی ــ جز الوہیت کو قبول نہیں کرتی اور الٰہ عبودیت کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ عالم سارا عبد ہے اور حق سبحانہٗ الٰہ واحد اور صمد ہے۔ حق تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف کرنا ناجائز ہے جو اوصاف حادثہ عبودیت کے مخالف ہیں۔ پس انسان کے واسطے دو نسبتین کاملہ ہیں۔ ایک نسبت سے وہ حضرت الٰہیہ میں داخل ہوتا ہے اور ایک نسبت سے مرتبہ کیانیہ میں داخل ہوتا ہے۔ پس مرتبہ کیانیہ میں اُس کو عبد کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مکلف ہے اور حضرت الٰہیہ میں اُس کو رب کہتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ خلیفہ ہے۔

(وَقَالَ) كَانَ الْاِنْسَانُ بَرْزَخًا بَيْنَ الْعَالَمِ وَالْحَقِّ تَعَالٰى وَجَامِعُ الْحَقِّ وَالْخَلْقِ وَهُوَ الْخَطُّ الْفَاصِلُ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ فَلَهُ الْكَمَالُ الْمُطْلَقُ فِي الْحُدُوْثِ وَالْقِدَمِ وَالْحَقُّ لَهُ الْكَمَالُ الْمُطْلَقُ فِي الْقِدَمِ وَلَيْسَ لَهٗ مَدْخَلٌ فِي الْحُدُوْثِ تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ وَالْعَالَمُ لَهُ الْكَمَالُ الْمُطْلَقُ فِي الْحُدُوْثِ وَلَيْسَ لَهٗ فِي الْقِدَمِ مَدْخَلٌ فَصَارَ الْاِنْسَانُ جَامِعًا الخ - ترجمہ = انسان عالم اور حق میں برزخ ہے اور حق اور خلق کا جامع ہے اور وہ ظل اور شمس میں خطِ فاصل ہے۔ پس اس کے واسطے حدوث اور قدم میں کمال مطلق ہے - اور حق کے لئے صرف قدم میں کمال مطلق ہے اور حدوث میں اسکو دخل نہیں ہے تعالیٰ عن ذٰلک اور عالم کے لئے حدوث میں کمالِ مطلق ہے اور اسکو قدم میں دخل نہیں ہے - پس انسان جامع ہے -

اور نقد النصوص میں حضرت جامی قدس سرہ اس قولِ شیخ رضی اللہ عنہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ يُفْهَمُ مِنْهُ كَوْنُ الْاِنْسَانِ رَبًّا مِنْ حَيْثُ بَاطِنِهٖ عَبْدًا مِنْ حَيْثُ ظَاهِرِهٖ یعنی اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے باطن کی حیثیت سے رب ہے - اور ظاہر کی حیثیت سے بندہ ہے -

نیز حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فصوص الحکم فص موسوئی میں فرماتے ہیں - قَالَ فِيْ حَقِّ اٰدَمَ الَّذِيْ

هُوَ الْبَرْنَامَجُ الْجَامِعُ لِنُعُوتِ الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِیَّۃِ الَّتِیْ هِیَ الذَّاتُ وَالصِّفَاتُ وَالْاَفْعَالُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ وَلَیْسَتْ صُوْرَتُہٗ سِوَی الْحَضْرَۃِ الْاِلٰهِیَّۃِ فَاَوْجَدَ فِیْ ھٰذَا الْمُخْتَصَرِ الشَّرِیْفِ الَّذِیْ ھُوَ الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ جَمِیْعَ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰهِیَّۃِ وَحَقَائِقَ مَا خَرَجَ عَنْہُ فِی الْعَالَمِ الْکَبِیْرِ الْمُفَصَّلِ وَجَعَلَہٗ رُوْحًا لِّلْعَالَمِ فَسَخَّرَ لَہُ الْعُلُوَّ وَالسُّفْلَ لِکَمَالِ الصُّوْرَۃِ ۔

ترجمہ = اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے حق میں فرمایا جو عالم کے سرنامہ اور عنوان ہیں ۔ اور حضرت آلٰہیہ کے کل صفات کے جامع ہیں اور اُسکی ذات اور صفات اور افعال کے مظہر ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ۔ یعنی اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر بنایا اور اللہ تعالیٰ کی صورت سوائے حضرت الٰهیہ کے نہیں ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِس مختصر شریف حضرت انسان کاملؑ میں کل اسماء الٰہیہ اور اُن حقائق کو موجود کیا ۔ جو عالم کبیر اور مفصل میں ظاہر ہیں اور اُس کو عالم کے لئے رُوح بنایا ۔ اور اعلیٰ اور اسفل کو کمال صُورت کے سبب سے اُس کا مسخر کیا ۔ انتہیٰ ۔

اور نقد النصوص میں حضرت عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مرتبہ انسان کامل عبارت است از جمع جمیع مراتب الٰہیہ و کونیہ از عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ و مراتب طبیعہ تا آخر تنزلات وجود و هُوَ الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ فَاِنَّہٗ الْجَامِعُ بَیْنَ مَظْهَرِیَّۃِ الذَّاتِ الْمُطْلَقِ وَبَیْنَ مَظْهَرِیَّۃِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالْاَفْعَالِ فِی النَّشَاءَۃِ الْکُلِّیَّۃِ مِنَ الْجَمْعِیَّۃِ وَالْاِعْتِدَالِ وَبِمَا بَدَاءَ فِیْ مَظْهَرِیَّتِہٖ مِنَ السَّعَۃِ وَالْکَمَالِ وَھُوَ الْجَامِعُ اَیْضًا بَیْنَ الْحَقَائِقِ الْوُجُوْبِیَّۃِ وَنِسَبِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰهِیَّۃِ وَبَیْنَ الْحَقَائِقِ الْاِمْکَانِیَّۃِ وَالصِّفَاتِ الْخَلْقِیَّۃِ فَھُوَ جَامِعٌ بَیْنَ مَرْتَبَتَیِ الْجَمْعِ وَالتَّفْصِیْلِ مُحِیْطٌ بِجَمِیْعِ مَا فِیْ سِلْسِلَۃِ الْوُجُوْدِ یعنی انسان کامل کا مرتبہ تمام مراتب الٰہیہ اور کونیہ عقول اور نفوس کلیہ اور جزئیہ اور مراتب طبعیہ تا آخر تنزلات وجود کا جامع ہے پس انسان کامل پیدائش کلی میں جامعیت اور اعتدال کے باعث اور اپنی مظہریت میں سعت اور کمال کے سبب مظہریت ذات مطلق اور مظہریت اسماء اور صفات اور افعال کا جامع ہے ۔ نیز وہ حقائق وجوبیہ اور اسماء الٰہیہ اور حقائق امکانیہ اور صفات خلقیہ کا بھی جامع ہے ۔ پس وہ ہر دو مرتبہ جمع اور تفصیل کا جامع ہے ۔ اور جو کچھ سلسلۂ وجود میں ہے سب پر محیط ہے ۔

اور خلقت بیدیّ کی تفسیر میں فرمایا وَخَلْقُہٗ سُبْحَانَہُ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ بِیَدِہٖ عِبَارَۃٌ عَنِ اسْتِتَارِہٖ بِالصُّوْرَۃِ الْاِنْسَانِیَّۃِ یعنی اللہ تعالیٰ کا انسان کاملؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کرنا

حق سُبحانہ کے صورتِ انسانی میں چھپ جانے سے مراد ہے ؂

آں بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم = پوشیدہ دلق آدم ناگاہ بردر آمد

اور کتاب انسان کامل کے باب فاتحۃ الکتاب میں حضرت شیخ عبدالکریم جیلی قدس سرہ فرماتے ہیں فالانسان الذی ھو الخلق باعتبار ظاھرہ ھو الحق باعتبار باطنہ فکما انہ حاو لاوصاف العبودیۃ کذلک ھو حاو لاوصاف الربوبیۃ لان اللہ حقیقتہ، وھو المراد بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا ثم غیرہ فھو المعتبر فی المرتبتین وھو الموجود فی الممکنتین فھو الحق و الخلق - ترجمہ = انسان جو باعتبار اپنے ظاہر کے خلق ہے وہ باعتبار باطن کے حق ہے - پس جیسے کہ وہ تمام اوصاف عبودیت کے واسطے حاوی ہے - ایسے ہی تمام اوصاف ربوبیت کے واسطے حاوی ہے - کیونکہ اسکی حقیقت اللہ ہے اور اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں - اور یہاں سوائے اُن کے کوئی نہیں ہے دونوں مرتبوں میں وہی معتبر ہیں اور دونوں ممکنتوں میں وہی موجود ہیں - پس وہی حق ہیں اور وہی خلق ہیں - انتہیٰ کلامہ -

پس انسان کامل درحقیقت عین ذات حق ہے اور اس کی صفات عین اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں - جیساکہ مرات العارفین فی ملتمس زین العابدینؓ میں سبط رسول الثقلینؐ حضرت امام حسین صلوات اللہ وسلام علی جدہ وابیہ وامہ وعلیہ فرماتے ہیں - فالانسان الکامل مرآۃ تامۃ للذات بسبب ھذہ المضاھاۃ والذات متجلیۃ علیہ علی الوجہ الکلی والجملی وعلم الانسان الکامل مرآۃ تعلم الحق وعلم الحق متجل علیہ وظاھرہ بہ فما فی الذات مندرج علی الوجہ الکلی والاجمالی فھو فی الانسان الکامل مندرج علی ذلک الوجہ وما فی علم الحق ظاھر علی الوجہ الجزئی والتفصیلی فھو فی علم الانسان الکامل ظاھر علی الوجہ الجزئی والتفصیلی بل علمہ علمہ وذاتہ ذاتہ بلا اتحاد معہ ولا حلول فیہ ولا صیرورتہ ھو لانھا محال لان الاتحاد یحصل من الوجودین وکذا الحلول والصیرورۃ وما ثم الا وجود واحد - یعنی انسان کامل ذات الٰہی کا آئینہ تامہ ہے بہ سبب اس مشابہت کے اور ذات اس پر بروجہ کُلی جُملی متجلی ہے اور انسان کامل کا علم علم الٰہی کا آئینہ ہے اور علم الٰہی اُس پر متجلی ہے - اور اُسی کے ساتھ ظاہر ہے - پس جو کچھ ذات میں بروجہ کلی اور اجمالی مندرج ہے وہ انسان کامل میں بروجہ کُلی اور اجمالی مندرج ہے - اور جو کچھ علم حق میں بروجہ جُزئی اور تفصیلی ظاہر ہے وہی علم انسان کامل میں بروجہ جُزئی اور تفصیلی ظاہر ہے بلکہ علم انسان علم حق ہے اور ذات انسان ذات حق ہے بغیر اتحاد کے ساتھ اُس کے اور سوائے حلول کے اُس میں اور سوائے

اس کے کہ وہ وہ ہو جائے کیونکہ یہ ہر سہ عمل محال ہیں - اسلئے کہ اتحاد دو وجود سے حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح حلول اور صیرورۃ دو وجود میں پائی جاتی ہے - اور یہاں سوائے وجود واحد کے کچھ نہیں ہے - پس انسان کامل کی حقیقت سوائے انسان کامل کے اور کوئی نہیں جان سکتا کہ لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ یعنی ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے - فرشتے اور انسان حیوانی اُس کی معرفت سے بیخبر ہیں - چنانچہ فتوحات کے باب ۳۶ میں حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں - فَلَا الْمَلَکُ عَرَفَ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ لِاَنَّہٗ مَا شَاہَدَہٗ مِنْ جَمِیْعِ وُجُوْہِہٖ وَالْاِنْسَانُ الْحَیَوَانِیُّ عَرَفَہٗ بِعَقْلِہٖ مِنْ جَمِیْعِ وُجُوْہِہٖ - (وَقَالَ) فَلَا یَعْرِفُہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ - یعنی فرشتہ نے انسان کامل کو نہیں جانا - کیونکہ اُس نے اسے کل وجوہ سے مشاہدہ نہیں کیا - اور نہ انسان حیوانی نے اپنے عقل کے ساتھ اُس کو ہر وجہ پہچانا ہے -

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند = بقدرِ دانش خود ہر کسے کند ادراک

(اور فرمایا) کہ انسان کامل کو کوئی نہیں جانتا - مگر اللہ اور اللہ کو کوئی نہیں جانتا مگر انسان کامل سے

جز خدا نشناخت کس قدرِ تو زانکہ = کس خدا را ہمچو تو نشناختہ -

اور اس مضمون کی مؤید یہ حدیث قدسی ہے کہ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِیْ - یعنی میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں - میرے سوا اُن کو کوئی نہیں جانتا - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عِلْمُہٗ اَحْکَمُ

(۳) **نورِ نبوت اور نورِ ولایت کا فرق** - امام المحققین شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ قولہ تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط کی تفسیر میں فرماتے ہیں - اَلْفَرْقُ بَیْنَ الرَّسُوْلِ وَالنَّبِیِّ ھُوَ اَنَّ الرِّسَالَۃَ بِاعْتِبَارِ تَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ یٰاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ وَالنُّبُوَّۃَ بِاعْتِبَارِ الْاِخْبَارِ عَنِ الْمَعَارِفِ وَالْحَقَائِقِ الَّتِیْ تَتَعَلَّقُ بِتَفَاصِیْلِ الصِّفَاتِ وَالْاَفْعَالِ فَاِنَّ النُّبُوَّۃَ ظَاہِرُہَا الْوِلَایَۃُ الَّتِیْ ہِیَ الْاِسْتِغْرَاقُ فِیْ عَیْنِ الْجَمْعِ وَالْفَنَاءُ فِی الذَّاتِ فَعِلْمُہَا عِلْمُ تَوْحِیْدِ الذَّاتِ وَمَحْوُ الْاَفْعَالِ وَالصِّفَاتِ وَکُلُّ رَسُوْلٍ نَبِیٌّ وَکُلُّ نَبِیٍّ وَلِیٌّ وَلَیْسَ کُلُّ وَلِیٍّ نَبِیًّا وَلَا کُلُّ نَبِیٍّ مُرْسَلًا وَاِنْ کَانَتْ رُتْبَۃُ الْوِلَایَۃِ اَشْرَفَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالنُّبُوَّۃُ مِنَ الرِّسَالَۃِ کَمَا قِیْلَ ے

مَقَامُ النُّبُوَّۃِ فِیْ بَرْزَخٍ = دُوَیْنَ الْوَلِیِّ وَفَوْقَ الرَّسُوْلِ

ترجمہ رسول اور نبی میں یہ فرق ہے کہ رسالت تبلیغ احکام کے اعتبار سے ہے کہ یٰاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ - یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کر اور نبوت ان معارف اور حقائق سے خبر دینے کے اعتبار سے ہے - جو صفات اور افعال کی تفاصیل کے متعلق ہیں - کیونکہ نبوت ولایت کا

ظاہر ہے اور ولایت عین جمع میں استغراق اور فناء فی الذات کا نام ہے۔ پس ولایت کا علم توحید ذات اور محوِ افعال اور صفات کا علم ہے۔ پس ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی ولی ہے۔ لیکن ہر ولی نبی اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔ اگرچہ ولایت کا رتبہ نبوت سے اور نبوت کا رتبہ رسالت سے افضل ہے۔ جیسا کہ عرفاء نے کہا ہے کہ نبوت کا مقام برزخ میں ولی سے نیچے اور رسول کے اوپر ہے۔ انتہی۔

اور قولہ تعالیٰ اِنَّہٗ کَانَ مُخْلَصًا وَّکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا کے تحت میں فرمایا مَقَامُ الرِّسَالَۃِ دُوْنَ مَقَامِ النُّبُوَّۃِ لِکَوْنِہَا مُبَیِّنَۃً لِلْاَحْکَامِ کَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُنَبِّھَۃً عَلَی الْاَوْضَاعِ کَالصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ فَھِیَ مُتَعَلِّقَۃٌ بِبَیَانِ اَحْکَامِ الْمُکَلَّفِیْنَ وَاَمَّا النُّبُوَّۃُ فَھِیَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْاِنْبَاءِ عَنِ الْمَعَانِی الْغَیْبِیَّۃِ کَاَحْوَالِ الْمَعَادِ وَالْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَالْمَعَارِفِ الْاِلٰھِیَّۃِ کَتَعْرِیْفِ الصِّفَاتِ وَالْاَسْمَاءِ وَمَا یَلِیْقُ بِاللّٰہِ مِنَ التَّحْمِیْدَاتِ وَالتَّمْجِیْدَاتِ وَالْوِلَایَۃُ فَوْقَھُمَا جَمِیْعًا لِکَوْنِہَا عِبَارَۃٌ عَنِ الْفَنَاءِ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ اِعْتِبَارِ الْخَلْقِ فَھِیَ اَشْرَفُ الْمَقَامَاتِ لِکَوْنِہَا تَتَقَدَّمُ عَلَیْہِمَا لِاَنَّہَا مَالَمْ تَحْصُلْ اَوَّلًا لَمْ تُمْکِنِ النُّبُوَّۃُ وَلَا الرِّسَالَۃُ لِکَوْنِہَا مُقَوِّمَۃً اِیَّاھُمَا۔

ترجمہ۔ یعنی مقام رسالت مقام نبوت کے نیچے ہے۔ کیونکہ رسالت حلال و حرام کے احکام ظاہر کرنے والی اور نماز روزہ کے طریقے بتانیوالی ہے پس وہ مکلفین کے احکام کے بیان کے متعلق ہے اور نبوت معانی غیبیہ مثل احوال معاد اور بعث اور نشور اور معارف الٰہیہ جیسے صفات اور اسماء کی تعریف اور تحمیدات اور تمجیدات جو اللہ کے لائق ہیں ان کی خبر دینے سے مراد ہے۔ اور ولایت ان دونو (رسالت و نبوت) سے اوپر ہے۔ کیونکہ ولایت اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونے سے مراد ہے۔ جس میں خلق کا اعتبار نہیں ہے۔ پس ولایت تمام مقامات سے اشرف ہے۔ کیونکہ وہ رسالت اور نبوت پر مقدم ہے۔ جب تک پہلے ولایت حاصل نہ ہو نبوت اور رسالت ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت ہی رسالت اور نبوت کو قائم کرنے والی ہے۔ انتہی۔

پس ثابت ہوا کہ ولایت تمام مقامات کی اصل اصول ہے۔ اور اس مقام میں مکمل اولیاء اللہ کے واسطے کلمات عجیبہ ہیں۔ چنانچہ انسان کامل کے باب الزبور میں ہے۔ فِیْ ھٰذَا الْمَقَامِ قَالَ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ مَا قَالُوْا فَقَالَ شَیْخُنَا الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اُوْتِیْتُمُ اللَّقَبَ وَاُوْتِیْنَا مَا لَمْ تُؤْتَوْہُ ھٰکَذَا رَوٰی عَنْہُ الْاِمَامُ مُحْیُ الدِّیْنِ بْنُ الْعَرَبِیِّ رض فِی الْفُتُوْحَاتِ الْمَکِّیَّۃِ بِاَسْنَادِہٖ وَقَالَ الشَّیْخُ الْوَلِیُّ اَبُو الْغَیْثِ بْنُ جَمِیْلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خُضْنَا

نحن اوقف الانبیاء بساحله وھذا الکلام وان کان لہ وجہ من التاویل فمن ھبنا ان مطلق النبی افضل من مطلق الولی ۔ یعنی اس مقام میں اولیائے محمدیین نے کہا ہے کہ جو انہوں نے کہا ہے ۔ چنانچہ ہمارے شیخ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ تم معاشر الانبیاء کا لقب دیئے گئے ہو اور ہم وہ لقب دیئے گئے ہیں ۔ جو تم کو نہیں دیا گیا ہے ۔ اسی طرح امام محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز فتوحات مکیہ میں انہیں کی اسناد سے روایت کرتے ہیں ۔ اور شیخ ولی ابو الغیث بن جمیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے دریا میں غوطہ مارا ہے کہ جس کے کنارے پر انبیاء کھڑے ہوئے ہیں ۔ اور اس کلام کی اگرچہ ایک وجہ سے تاویل ہو سکتی ہے ۔ لیکن ہمارا مذہب یہ ہے کہ نبی مطلق ولی مطلق سے افضل ہے ۔

پس ولایت نبوت سے افضل ہے لیکن ولی نبی سے افضل نہیں ہے ۔ کیونکہ نبی کو شرف کلی حاصل ہے ۔ جیساکہ جواہر غیبی میں ہے کہ آنچہ در کلام اکابر آمدہ کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْوِلَایَۃُ اَعْلٰی مِنَ النُّبُوَّۃِ آں معنی دارد کہ ولایت نبی کہ جہت قربت اوست بحضرت خداوند تعالیٰ افضل و اعلیٰ است از جہت نبوت او کہ انباء و اخبار خلق است زیرا کہ ولایت جہت حقانی ابدیست و ہرگز منقطع نشود و نبوت جہتے است نسبت با خلق و منقطع است و آنچہ منقول است کہ اَلْوَلِیُّ فَوْقَ النَّبِیِّ وَالرَّسُوْلِ ۔ نیز ہمیں معنی دارد کہ جہت ولایت شخص واحد کہ نبی و رسول است بلند تر از جہت نبوت و رسالت خود است نہ آنکہ ولی کہ تابع نبی و رسول است اعلیٰ از نبی و رسول است زیراکہ تابع دراں چیز کہ تابع است بمتبوع نمے رسد چہ اگر رسد تابع نباشد انتہی ۔ وَھٰکَذَا قَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ قُدِّسَ سِرُّہٗ فِی الْفَصِّ الْعُزَیْرِیِّ مِنْ فُصُوْصِ الْحِکَمِ ۔

حاصل کلام ولایت ولا سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ قرب اور دوستی ہے اور وہ دو قسم ہے (۱) ولایت عامہ جو تمام مومنین کو حسب مراتب شامل ہے (۲) ولایت خاصہ واصلین کو حاصل ہے ۔ اور اس سے بندہ کا خدا کی ذات میں فنا ہونا مراد ہے ۔ فَالْوَلِیُّ ھُوَ الْفَانِیْ فِی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالْبَاقِیْ بِہٖ وَالظَّاھِرُ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ ۔ یعنی ولی وہ ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ میں فانی اور اس کے ساتھ باقی اور اس کے اسما اور صفات کے ساتھ ظاہر ہے ۔ اور نبوت انباء سے مشتق ہے ۔ جس کا معنیٰ حقائق الٰہی اور احکام خداوندی سے خبر دینا ہے ۔ اور یہ اخبار دو قسم پر ہے ۔ (۱) ذات اور صفات اور اسماء کی معرفت سے خبر دینا اور یہ ولایت مطلق کے ساتھ مخصوص ہے ۔ خواہ نبی سے ظاہر خواہ ولی سے (۲) ان اخبارات کے ساتھ تبلیغ احکام شرعیہ اور تادیب اخلاق اور تعلیم حکمت اور

قیام بسیاست بھی ہو اور یہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اُس کو نبوت تشریعی کہتے ہیں۔ جو ہمارے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اور پہلی نبوت تعریفی ہے۔ جو خاتمۂ ولایت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک باقی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَآءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ اور ایک روایت میں اَنْبِیَاءُ بَنِی اِسْرَائِیْلَ بلا کافِ تشبیہ ہے اور یہ دونوں روائتیں صحیح ہیں۔ جیسا کہ حضرتِ جامی قدس سرہٗ نے نقد النصوص میں بیان فرمایا ہے۔

پس ولایت نبوت اور رسالت سے اعم ہے۔ اور نبوت رسالت سے اعم اور ولایت سے اخص ہے۔ اسلئے کہ ہر رسول البتہ نبی ہے اور ہر نبی ولی ہے اور یہ لازم نہیں ہے کہ ہر ولی نبی ہو۔ اور ہر نبی رسول بھی ہو۔ پس ولایت نبوت سے اعلیٰ ہے اور نبی ولی تابع سے افضل ہے۔

الغرض ولایت نبوت اور رسالت کی بنیاد ہے۔ کیونکہ نبوت تشریعی اور رسالت منقطع ہے۔ اور ولایت ہرگز منقطع نہیں ہوتی ہے۔ اسلئے کہ وہ ذاتِ الٰہی کی صفت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۔ اور صفاتِ الٰہی ازلی اور ابدی ہیں۔ پس ولایت ہمیشہ رہے گی اور سوائے ولایت کے کسی کو خواہ نبی ہو یا غیر نبی وصول بجناب الٰہی ممکن نہیں ہے۔ پس درحقیقت نورِ ولایت ہی نورِ نبوت اور نورِ رسالت میں جلوہ گر ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلو آنہ۔ مورخہ ۳۰ ماہِ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

سوالات

(سوال اول) معرفت باری تعالیٰ عند الصوفیہ کیا چیز ہے اور وہ مروجہ تصوف کے بغیر شریعت کے احکام پر خلوص قلبی کے ساتھ عمل کرنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے یا نہ۔ یعنی ایک عالم باعمل بغیر داخل ہونے مروجہ سلسلوں کے اور بغیر اوراد مروجہ صوفیا صرف اوراد مسنونہ علیہ السلام پر کاربند ہو کر عارف ربانی ہو سکتا ہے یا نہ۔ اور قرآن و احادیث میں جو باری تعالیٰ کے اوصاف ہیں۔ اُن پر یقین رکھ کر شریعت کے احکام پر عمل کرنا معرفت کے لئے کافی ہے یا نہ؟

(۲) وحدتِ وجود کا مسئلہ عوام الناس کے لئے ناقابل فہم ہے۔ اسلئے اس مسئلہ کو اُن کے آگے پیش کرنا اُنہیں بے دین بنانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ فرقِ مراتب اُن کی ادنیٰ ذہنیت

کے سمجھنے سے بالاتر ہے۔ اور کسی بزرگ کا مقولہ ہے ؎ چوں فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔
تو کیا مرشد پر ایسے مریدوں کو اس مسئلہ کی تلقین بھی ضروری ہے؟۔
(۳) بغیر درس و تدریس جو طریقہ علماء ظواہر ہے۔ صوفیاء کرام کے طریقہ پر کہ وہ باطنی صفائی سے علوم ظاہری بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ یعنی خود بخود اُن کے اذہان میں یہ علوم بھی جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ آج تک کسی کو بغیر انبیاء کرام علم شریعت حاصل ہوا ہے اور آج کل کوئی ایسا آدمی دُنیا میں موجود ہے؟
(۴) حروف مقطعات کی شرح جو آپ نے لکھی ہے۔ اُس کی بنیاد کسی یقینی اصول پر ہے یا نہ۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ مہربانی فرما کر ہر مسئلہ کا جواب مدلّل اور مفصّل عنایت فرما دیں۔

۷۸۶

بخدمت مولانا المجد قاضی فضیل احمدؐ صاحب سلمہ اللہ الصمد۔

السّلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ آپ کا نامۂ گرامی مشتمل بر سوالاتِ اربعہ بغرض استفسار جواب بدست میاں نظام الدین موصول ہوا۔ امتثالاً للامر السامی چند کلمات مرقومہ بامید قبول خاطرِ عزیز بزرگان باتمیز خدمت میں روانہ کئے جاتے ہیں۔ دُعا ہے کہ ربُّ العزت یہ رقیمہ اخلاص باعث تصدیعہ نہ کرے بلکہ ہمارے لئے ہدایت و محبت کا موجب بناوے آمین۔

جواب: معرفت علم باللہ ہے۔ و در اصطلاحاتِ صوفیہ عارف عبارت از واقف سرّ رَأَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِ رَبِّیْ باشد۔ وقیل عارف عبارت از مشاہدہ کنندۂ ذات و صفات و اسماء الٰہی بود وَقَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ رضی اللہ عنہ اَلْعِلْمُ بِاللّٰہِ الْمُعَبَّرُ عَنْہُ بِالْمَعْرِفَۃِ وَقَالَ اِنَّ الْمَعْرِفَۃَ فِیْ طَرِیْقِنَا عِنْدَنَا لَمَّا نَظَرْنَا فِیْ ذَالِکَ فَوَجَدْنَاہُ مُنْحَصِرَۃً فِی الْعِلْمِ بِسَبْعَۃِ اَشْیَاءٍ وَھُوَ الطَّرِیْقُ الَّتِیْ سَلَکَتْ عَلَیْہِ الْخَاصَّۃُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ اَلْوَاحِدُ عِلْمُ الْحَقَائِقِ وَھُوَ الْعِلْمُ بِالْاَسْمَاءِ الْاِلٰہِیَّۃِ۔
اَلثَّانِیْ اَلْعِلْمُ بِتَجَلِّی الْحَقِّ فِی الْاَشْیَاءِ اَلثَّالِثُ اَلْعِلْمُ بِخِطَابِ الْحَقِّ عِبَادَہُ الْمُکَلَّفِیْنَ بِالسُّنَّۃِ الشَّرَائِعِ اَلرَّابِعُ عِلْمُ الْکَمَالِ وَالنَّقْصِ فِی الْوُجُوْدِ اَلْخَامِسُ عِلْمُ الْاِنْسَانِ نَفْسَہٗ مِنْ جِہَۃِ حَقَائِقِہٖ الخ
(فتوحات مکیہ باب ۱۷۷)

بالجملہ معرفت علم باطن اور شریعت علم ظاہر ہے۔ جیسا کہ حضرت غوثُ الاعظم رضی اللہ عنہ سرّ الاسرار میں فرماتے ہیں۔ اَلْعِلْمُ الْمُنَزَّلُ عَلَیْنَا عِلْمَانِ ظَاھِرٌ وَّبَاطِنٌ یَعْنِی الشَّرِیْعَۃَ وَالْمَعْرِفَۃَ فَاَمَرَ بِالشَّرِیْعَۃِ عَلٰی ظَاھِرِنَا وَبِالْمَعْرِفَۃِ عَلٰی بَاطِنِنَا وَالْمَعْرِفَۃُ عَلٰی نَوْعَیْنِ مَعْرِفَۃُ صِفَاتِ اللّٰہِ

وَمَعْرِفَةِ ذَاتِہٖ وَھَاتَانِ الْمَعْرِفَتَانِ لَا یَحْصُلَانِ اِلَّا بِعِلْمَیْنِ عِلْمُ الظَّاھِرِ وَعِلْمُ الْبَاطِنِ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ بِاللِّسَانِ وَذَالِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ وَعِلْمٌ بِالْجَنَانِ وَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ - فَالْعِلْمُ الظَّاھِرُ کَمَاءِ الْمَطَرِ الْعَارِضِیْ وَالْعِلْمُ الْبَاطِنُ کَمَاءِ الْعَیْنِ الْاَصْلِیْ وَھِیَ الْاَنْفَعُ مِنَ الْاَوَّلِ -

فَمَنْ لَّمْ یَصِلْ بِھٰذَا الْعِلْمِ لَمْ یَکُنْ عَالِمًا فِی الْحَقِیْقَۃِ وَلَوْ قَرَاءَ اَلْفَ اَلْفٍ مِّنَ الْکُتُبِ بِحَیْثُ لَا یَبْلُغُ اِلَی الرُّوْحَانِیَّۃِ فَعَمَلُ الْجِسْمَانِیَّۃِ بِظَاھِرِ الْعُلُوْمِ جَزَاؤُہُ الْجَنَّۃُ فَقَطْ - فَالْعَالِمُ لَا یَدْخُلُ بِمُجَرَّدِ عِلْمِ الظَّاھِرِ اِلٰی حَرَمِ الْقُدُسِیْ وَالْقُرْبَۃِ - فَمُجَرَّدُ عِلْمِ الظَّاھِرِ لَا یَحْصُلُ الْحَقِیْقَۃَ وَلَا یَصِلُ اِلَی الْمَقْصُوْدِ -

وَقَالَ اَیْضًا وَالْبَصِیْرَۃُ مِنْ عَیْنِ الرُّوْحِ تُفْتَحُ فِیْ مَقَامِ الْفُوَادِ لِلْاَوْلِیَاءِ وَذٰلِکَ لَا تَحْصُلُ بِعِلْمِ الظَّاھِرِ بَلْ بِعِلْمِ اللَّدُنِّ الْبَاطِنِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا فَالْوَاجِبُ عَلَی الْاِنْسَانِ تَحْصِیْلُ تِلْکَ الْعَیْنِ عَلٰی اَھْلِ الْبَصَائِرِ بِاَخْذِ التَّلْقِیْنِ مِنْ وَّلِیٍّ مُّرْشِدٍ مُّنْجَرٍ مِنْ عَالَمِ اللَّاھُوْتِ - فَھٰذِہِ الْمُشَاھَدَۃُ لَا تَحْصُلُ اِلَّا بِتَلْقِیْنِ شَیْخٍ وَّاصِلٍ مَّقْبُوْلٍ مِّنَ السَّالِکِیْنَ ثُمَّ رَدَّہٗ اِلٰی تَکْمِیْلِ النَّاقِصِیْنَ بِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِوَاسِطَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - انتھٰی -

پس کوئی شخص صرف علم ظاہر پر عمل خالص کرنے کے ساتھ ہی عارفِ ربانی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کسی شیخ کامل سے باعتقادِ خالص ارشاد و تلقین باطنی حاصل نہ کرے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تمام اولیائے کرام میں اسوقت تک سینہ بسینہ جاری ہے - بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً رواہ مسلم - البتہ احکام شریعت پر خلوص قلبی کے ساتھ عمل کرنے والا عالم ہو یا نہ رحمتِ حق سے بالضرور بہشتی ہے۔ لیکن معرفت الٰہی یعنی مشاہدہ ذات وصفات حق سبحانہ وتعالیٰ یہ اور بات ہے۔ قَالَ الْعَارِفُ الْجَامِیْ قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِیْ ؎ رستن ازیں پردہ کہ برجان تست = بے مددِ پیر نہ امکان تست

پیر بود مخزنِ اسرار ھُو = پیر بود مطلع انوار ھُو۔

صیقل مرأتِ ضمیر اے سمیر = پیر بود پیر بود پیر پیر

جواب ع۲ - حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جن کو مسئلہ وحدت وجود کے اظہار میں قوت بیانیہ اپنے لطف وکرم سے عطا فرمائی ہے۔ انہیں یہ توفیق بھی بخشی ہے کہ اس سرِ دقیق وراز باریک کو بوجہ

؎ ماخوذ از جر کہ بمعنی کشیدن باشد

احسن بشرطِ خلوص نیت وطلب صادق وشوق تحقیق وسعادتِ ازلی ہر خواص وعوام کے ذہن نشین کراسکتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے متعلق انفاس العارفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میفر مودند اگر خواہم فصوصؔ (فصوص الحکم للشیخ محی الدین ابن العربی) را برسر منبر تقریر کنم وجمیع مسائل آں را بآیات واحادیث مبرہن سازم وبوجہی بیان نمایم کہ ہیچ کس را شبہ نماند۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ ورنہ عوام تو کجا خواص بھی مُوسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جیسے اولوالعزم ان صاحبانِ ولایت کبھی کے احوال باکمال پر معترض ہو کر تعمیلِ فرمان ہٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ لیکن ماموران منجانب اللہ اظہار امور تحقیقی واسرار حقیقی سے بحکم لَا تَكْتُمُوا الْحَقَّ ہرگز باز نہیں آتے اور باوجود اس کے بمطابق لَا يَشْقٰى جَلِيسُهُمْ۔ انکے حضور میں آنے والا بے دین وگمراہ نہیں ہوتا بلکہ ذروۂ[1] کمال تک پہنچ جاتا ہے ؎

ہر کہ آمد بردرت خالی نہ رفت۔ گرچہ خالی بود از روزِ الست

واصلانِ حق کی یہ شان مقدس ہے۔ اور صاحب کلمۃ الحق فتوی عدم جواز اظہارِ وحدتِ وجود عندالعوام کے جواب میں فرماتے ہیں۔ وَبِالْجُمْلَةِ الْاِفْتَاءُ بِعَدَمِ الْجَوَازِ افْتِرَاءٌ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ اَوَّلًا وَسَدٌّ لِبَابِ الْكَمَالِ وَفَتْحٌ لِبَابِ النُّقْصَانِ ثَانِيًا اِذْ فِی الْاِظْهَارِ عِنْدَ الْعَوَامِ فَائِدَةٌ جَلِيلَةٌ لِاَنَّ مِنْهُمْ مَنْ لَهٗ قَلْبٌ سَلِيمٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ فَيَصِيرُ الْعَالِمُ الْمَذْكُورُ بِالْاِظْهَارِ خَاصًّا بَلْ اَخَصَّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَصِلُ الْمُظْهِرُ اِنْ كَانَ مُخْلِصًا فِي نِيَّتِهٖ اِلٰى مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (شتران سُرخ کنایہ از فخروجاہ ۱۲)

پس وحدتِ وجود کا اظہار عندالعوام بھی جائز ہے بشرطیکہ مظہر آیات اور احادیث کے ساتھ مدلل بیان کرسکے ورنہ نہیں۔

نیز جناب من خواص اور عوام کی اعلٰی وادنی ذہنیت پر کچھ موقوف نہیں ہے دارومدار سب حضرتِ ذوالافضال والاکرام کے لطف واحسان پر ہے ؎

دادِ او را قابلیت شرط نیست = بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

اور حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا قول ہے ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

---

[1] بلندی

مریدان صادق بلکہ عارفان کامل کے لئے تعلیم ادب ہے۔ کہ مقام جمع میں حقوق تفاصیل کی رعایت کو ترک نہ کریں کہ یہ محسنین کی شان ہے کما قال الشیخ الاکبرؒ فی تفسیر قولہ تعالیٰ واللّٰہ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اَلْمُشَاھِدِیْنَ لِلْوَحْدَۃِ فِیْ عَیْنِ الْکَثْرَۃِ الْمُرَاعِیْنَ لِحُقُوْقِ التَّفَاصِیْلِ فِیْ عَیْنِ الْجَمْعِ بِالْوُجُوْدِ الْحَقَّانِیْ = فتامل +

جواب ۳ ۔ مست بادۂ قیوم حضرت مولانا روم علیہ الرحمت فرماتے ہیں ؎

بے تعلم حق دہد اورا علوم = برتر از وہم وگمان درک وفہوم

جناب من اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ لیکن اس کی حکمت بالغہ اس امر کی مقتضی ہے کہ علوم ظاہری اوستادان کامل سے اور علوم حقیقت عارفان واصل سے حاصل کئے جائیں۔ فَاسْئَلُوْٓا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ۔ لیکن بمقتضائے قدرت کاملہ کبھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ بعض افراد کاملین کو بلا اسباب ظاہری محض اپنے لطف خاص سے علوم واسرار مرحمت فرمادیتا ہے وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاۤءُ ؎

علم دو علم است اول لکسبی = کہ بیاموزی چو در مکتب صبی

علم دیگر بخشش یزدان بود = چشمۂ او در میان جان بود

چنانچہ علامہ غزالی علیہ الرحمۃ رسالہ اللدنیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا کَانَ عِلْمُہٗ اَکْمَلُ وَاَشْرَفُ وَاَقْوٰی لِاَنَّہٗ حَصَلَ عَنِ التَّعْلِیْمِ الرَّبَّانِیْ وَمَا اشْتَغَلَ قَطُّ بِالتَّعَلُّمِ وَالتَّعْلِیْمِ الْاِنْسَانِیْ ؎

نگار من کہ بمکتب نرفت وخط ننوشت = بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

وَقَالَ اَیْضًا وَالْعِلْمُ اللَّدُنِّیْ یَکُوْنُ لِاَہْلِ النُّبُوَّۃِ وَالْوِلَایَۃِ کَمَا کَانَ لِلْخِضْرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیْثُ اَخْبَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا وَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اِذْ دَخَلَتْ لِسَانِیْ فِیْ فَمِیْ فَانْفَتَحَ فِیْ قَلْبِیْ اَلْفُ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ مَعَ کُلِّ بَابٍ اَلْفُ بَابٍ وَقَالَ لَوْ وُضِعَتْ لِیْ وِسَادَۃٌ وَجَلَسْتُ عَلَیْہَا لَحَکَمْتُ لِاَہْلِ التَّوْرٰۃِ بِتَوْرٰتِہِمْ وَلِاَہْلِ الْاِنْجِیْلِ بِاِنْجِیْلِہِمْ وَلِاَہْلِ الْقُرْاٰنِ بِقُرْاٰنِہِمْ وَھٰذِہٖ مَرْتَبَۃٌ لَا تُنَالُ بِمُجَرَّدِ التَّعَلُّمِ الْاِنْسَانِیْ بَلْ یَتَحَلَّی الْمَرْءُ بِھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃِ بِقُوَّۃِ الْعِلْمِ اللَّدُنِّیْ ۔ انتہی

وَقَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی الْفُتُوْحَاتِ ۔ اِنَّ الْمَذَاھِبَ اِذَا لَزِمَ الْخَلْوَۃَ وَالذِّکْرَ وَفَرَّغَ الْمَحَلَّ مِنَ الْفِکْرِ وَقَعَدَ فَقِیْرًا لَا شَیْءَ لَہٗ عِنْدَ بَابِ رَبِّہٖ حِیْنَئِذٍ یَمْنَحُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیُعْطِیْہِ مِنَ الْعِلْمِ بِہٖ وَالْاَسْرَارِ الْاِلٰہِیَّۃِ وَالْمَعَارِفِ الرَّبَّانِیَّۃِ ۔ وَقَالَ اَبُوْ یَزِیْدَ اَخَذْتُمْ عِلْمَکُمْ مَیِّتًا

عَنْ مَيِّتٍ وَاَخَذْنَا عِلْمَنَا عَنِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ — فَيَحْصُلُ لِصَاحِبِ الْهِمَّةِ فِي الْخَلْوَةِ مَعَ اللّٰهِ وَبِهٖ جَلَّتْ هَيْبَتُهٗ وَعَظُمَتْ صَنْعَتُهٗ مِنَ الْعُلُوْمِ مَا يَغِيْبُ عِنْدَهَا كُلُّ مُتَكَلِّمٍ عَلَى الْبَسِيْطَةِ بَلْ كُلُّ صَاحِبِ نَظَرٍ وَبُرْهَانٍ لَيْسَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْحَالَةُ فَاِنَّهَا وَرَاءُ النَّظَرِ الْعَقْلِيِّ۔ فَلَا عِلْمًا اَشْرَفُ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ الْمُحِيْطِ الْحَاوِيْ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ۔ وَقَالَ اَيْضًا فَشَتَّانَ بَيْنَ مُؤَلِّفٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ فُلَانٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَبَيْنَ مَنْ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ قَلْبِيْ عَنْ رَبِّيْ وَاِنْ كَانَ هٰذَا رَفِيْعَ الْقَدْرِ فَشَتَّانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَنْ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ رَبِّيْ عَنْ رَبِّيْ اَيْ حَدَّثَنِيْ رَبِّيْ عَنْ نَفْسِهٖ وَقَالَ اَيْضًا وَلَيْسَ الْاِطِّلَاعُ عَلٰى غَوَامِضِ الْعُلُوْمِ الْاِلٰهِيَّةِ مِنْ خَصَائِصِ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَلْ هِيَ سَارِيَةٌ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ مِنْ رَسُوْلٍ وَّوَلِيٍّ وَّتَابِعٍ وَمَتْبُوْعٍ۔

پس ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیائے کرام کو بھی بلا درس و تدریس اعلامِ الٰہی سے علوم ظاہری و باطنی حاصل ہو جاتے ہیں۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْزِلَتُهُمْ كَمَنْزِلَتِيْ۔ اور اس حدیث کی تفسیر میں صاحب مثنوی علیہ الرحمت ارشاد فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ ہست از امتم — کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم۔
مر مرا زاں نور بیند جان شاں — کہ من ایشاں را ہمے بینم ازاں
بے صحیحین و احادیث و روات — بلکہ اندر مشرب آب حیات

وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اَمْسَيْتُ كُرْدِيًّا وَّاَصْبَحْتُ عَرَبِيًّا

اور ایسے اقطاب عارفین سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا۔ آجکل بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کی شناخت ان ہی جلیسوں کا کام ہے لَا يَعْرِفُ الْوَلِيَّ اِلَّا الْوَلِيُّ وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ اَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قَبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ لِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۔ پس تا وقتیکہ ولی کی قدموں کی خاک کا سرمہ آنکھوں میں نہ لگائے۔ اور میدان محبت میں "سرتا پایم فدائے سرتا پا بیت" کا مصداق نہ بن جائے اور بحر عشق میں حباب کی طرح اپنی ہستی سے نہ گذرے اور ارشاد نبوی مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَّجَدَّ وَجَدَ۔ پر کامل اعتماد نہ رکھے کوئی صیاد آہوان دشت ہویت کا کھوج نہیں نکال سکتا۔ نہیں نہیں جب تک سرمہ "بِيْ يُبْصِرُ" (حدیث قرب نوافل مندرجہ صحیح بخاری ۱۲) سے دل کی آنکھیں سرمگیں نہ ہوں " اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَوْلِيَاءُ" کی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

جانِ من دردِ محبت کا مریض بن جاتا کہ قربِ حق کا طبیب مداوات کے لئے خود تشریف لائے ؎ ایخواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست +

جواب ۲:- متقدمین علماء باللہ نے جو حروف مقطعات کے حقائق و اسرارات بیان فرمائے ہیں۔ اُن کی بنیاد کشف ذاتی و ذوق الٰہی و وجدان حقیقی پر ہے۔ اور اُن کا کشف اور وجدان عین مطابق قرآن و حدیث ہے ؎

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب — ہرچہ فرماید بود عین صواب

لہٰذا حضرت عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں۔ بالجملہ حروف ہجا را معانی اجمالیہ بودن و نظر بآں معانی مناسبتے با حقائق کلیہ داشتن امریست کہ نزدیک اہل کشف و تحقیق و اہل اشتقاق و تصرف ہر دو مسلم است۔ اگر ظاہر بینان متکلمین و فقہا آنرا انکار کنند در حساب نیست۔ انتہیٰ۔

بلکہ شیخ الاکبرؒ فتوحات کے باب دوم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ وَھٰذِہِ الْحُرُوْفُ ثَمَانِیَۃٌ وَّسَبْعُوْنَ حَرْفًا فَلَا یَکْمُلُ عَبْدٌ اَسْرَارَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَعْلَمَ حَقَائِقَ ھٰذِہِ الْحُرُوْفِ فِیْ سُوَرِھَا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بندہ کے ایمان کے اسرار کامل نہیں ہوتے جبتک حروف مقطعات کے حقائق اُن کی سورتوں میں نہ جان لے۔ پس قرآن مجید کے بحرِ عمیق میں سے ہر غواص با اخلاص اپنی قوت و استعدادِ خداداد کے موافق اسرار و حقائق کے جواہر و لآلی منضود نکال لاتا ہے ؎ فکرِ ہر کس بقدر ہمت اوست +

اور بے شک قرآن علوم ظاہر و باطن کا خزانہ اور انوار و اسرار الٰہی کا گنجینہ ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ لِکُلِّ اٰیَۃٍ مِّنْھَا ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ وَّلِکُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ۔ وَقَالَ الشَّیْخُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ الظَّھْرَ ھُوَ التَّفْسِیْرُ وَالْبَطْنَ ھُوَ التَّاوِیْلُ وَالْحَدُّ مَا یَتَنَاھٰی اِلَیْہِ الْفُھُوْمُ مِنْ مَّعْنَی الْکَلَامِ وَالْمُطَّلَعُ مَا یَصْعَدُ اِلَیْہِ مِنْہُ فَیَطَّلِعُ عَلٰی شُھُوْدِ الْمَلِکِ الْعَلَّامِ۔

حق سبحانہ اپنے علم قدیم کے ساتھ ہمیں خزائن قرآن کے علوم و اسرار سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ بحق محمدٍ المحبوب وآلہ المسعود وصلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مکرمی معظمی جناب قاضی منظور حق صاحب و جملہ صاحبان کی خدمت میں بصد شوق السلام علیکم از طرف میاں نظام الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلوآنہ ڈاکخانہ تاندلیانوالہ ضلع لائل پور۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ بروز جمعہ

؎ جمع لؤلؤ بمعنی مروارید ہا۔ چنے ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ حامداً ومصلیاً۔

بخدمت جناب مولانا قاضی فضیل احمد صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد ابراز سلام مسنونہ سید الانام علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات من الملک العلام خلاصۃ المرام آنکہ آپ کا نامہ میرے خط کے جواب میں مشتمل بر اعتراضات شتیٰ موصول ہوا۔ جس میں اوّل تو آپ زمرۂ محبین میں داخل ہونے کے مدعی بن کر رقم طراز ہیں کہ "میں بھی اسی کا دعویدار ہوں" لیکن پھر اطمینان قلبی کے بہانہ میں مخالفین اولیاء اللہ کی جانب سے ادلہ کے طالب ہیں۔ کما قولکم۔ "مگر اطمینان قلبی حاصل کرنے اور ان مسلمانوں کے قائل کرنے کے لئے جو بجز قرآن و حدیث کسی اور قول کو اپنے پر حجۃ نہیں مانتے دلائل شرعی کی ضرورت ہے"۔

قلنا۔ جناب من اطمینان قلبی کا حاصل ہونا بجز مشاہدۂ عینی مشکل ہے۔ جبتک ذکر الٰہی کے ساتھ تصفیہ قلب سے بفضل ربانی قرآن واحادیث کے حقائق ومعانی دل پر منکشف نہ ہوں۔ اطمینان قلب نہیں ہو سکتا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ الآیہ اور جو کہتے ہیں کہ ہم بجز قرآن وحدیث کسی اور قول کو نہیں مانتے وہ وہی لوگ ہیں جو قرآن کے معانی میں اپنی رائے پر مستغنی ہیں۔ اور متقدمین اولیاء اللہ وعلمائے راسخین کی تفاسیر وتصانیف کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہمیں ان کے ساتھ کچھ بحث سے کام نہیں ہے۔ ہمارا مطمح نظر وہ لوگ ہیں جو بحکم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقوال واحوال اولیاء اللہ وعلماء باللہ پر دل وجان سے ایمان لاتے ہیں۔ اسلئے کہ علمائے زبانی وعلمائے ربانی میں بڑا فرق ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلم علمان فعلم فی القلب فذاک العلم النافع وعلم علی اللسان فذاک حجۃ اللہ عزوجل علی ابن آدم (رواہ الدارمی)

مسئلۂ اوّل یعنی معرفت باریتعالیٰ عند الصوفیہ رح کے جواب میں جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ "شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں جو علم باللہ سات امور کے علم میں منحصر فرمایا ہے۔ کوئی ماہر شریعت ان علوم سے بیخبر نہیں رہ سکتا۔ اگر فرق ہے تو صرف اسقدر کہ علماء کو یہ علوم بذریعہ تعلیم رسمی معلوم ہوتے ہیں اور صوفیاء کو کشف والہام کے ذریعے"

قلنا۔ یہ آپ کا قول محض غلط ہے۔ علوم اسرار کشف الٰہی کے بغیر صرف تعلیم رسمی سے نہ آج تک کسی کو حاصل ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ قال الامام الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ ھذہ المرتبۃ لا تنال بمجرد التعلم الانسانی بل یتحلی المرء بھذہ المرتبۃ بقوۃ العلم اللدنی (فی رسالۃ اللدنیہ)

لطیفہ - مرشدی و مخدومی ادام اللہ برکاتہم نے ایک ایکدن بغداد شریف میں مجلس میں فرمایا کہ بغیر پیر کامل کوئی مرتبۂ ولایت تک نہیں پہنچا - ایک شاہ صاحب بولے کہ ہزاروں پہنچے ہیں - قبلہ ام نے فرمایا کسی کا نام لو - جب کوئی جواب نہ آیا تو کہا کہ ایک تو میں ہوں - حضور ہنس پڑے والسلام

قَوْلُکُمْ - اگران اشیاء کو جاننے ہی کی وجہ سے صاحب کشف والہام کو عارف باللہ کہا جاتا ہے تو علماء کو ان کے جاننے سے کیوں اس لقب کا اہل و مستحق نہیں خیال کیا جاتا"

قُلْنَا - علماء باللہ انبیاء واولیاء ہی کا خطاب ہے - اور علمائے ظواہر کا لقب علماء بالادلہ ہے - دیکھو فتوحات باب ۶۷ اَلْعِلْمُ الْعُلَمَاءُ بِاللّٰہِ بَعْدَ مَلَائِکَۃِ اللّٰہِ رُسُلُ اللّٰہِ وَاَوْلِیَاءِہٖ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ بِالْاَدِلَّۃِ + قَوْلُکُمْ - اولیاء اللہ کا مکاشفہ بھی اسوقت تک یقین کا مرتبہ نہیں حاصل کرسکتا جب تک ظاہر شریعت کی تصدیق سے سرفراز نہ ہو"

قُلْنَا - یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ علم حقیقت ومکاشفہ دراصل شرع شریف کے خلاف نہیں ہے - کَمَا قَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلشَّرِیْعَۃُ ھِیَ الْحَقِیْقَۃُ وَالْحَقِیْقَۃُ عَیْنُ الشَّرِیْعَۃِ (فتوحات) لیکن عوام الناس ظاہر شریعت اور اسرار علم مکاشفہ کی تطبیق سے قاصر ہیں ؎

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ = تَقَاصَرُ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

چنانچہ صاحب کتاب انسان کامل مقدمہ میں فرماتے ہیں اِعْلَمْ اَنَّ کُلَّ عِلْمٍ لَا یُؤَیِّدُہُ الْکِتَابُ وَالسُّنَّۃُ فَھُوَ ضَلَالَۃٌ لَا لِاَجْلِ مَالَا تَجِدُ اَنْتَ لَہٗ مَا یُؤَیِّدُہٗ فَقَدْ یَکُوْنُ الْعِلْمُ فِیْ نَفْسِہٖ مُؤَیَّدًا بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَلٰکِنْ قِلَّۃُ اِسْتِعْدَادِکَ مَنَعَتْکَ مِنْ فَہْمِہٖ فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ اَنْ تَتَنَاوَلَہٗ بِہِمَّتِکَ مِنْ مَحَلِّہٖ فَتَظُنُّ اَنَّہٗ غَیْرُ مُؤَیَّدٍ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ فَالطَّرِیْقُ فِیْ ھٰذَا التَّسْلِیْمُ وَعَدَمُ الْعَمَلِ بِہٖ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ اِلٰی اَنْ یَاخُذَ اللّٰہُ بِیَدِکَ اِلَیْہِ اِنْتَہٰی -

اگر یہ ذوق مطلوب ہو تو فتوحات مکیہ و تفسیر علامہ محی الدین ابن عربی رحؒ کا مطالعہ فرماویں -

اَمَّا قَوْلُکُمْ - قرآن واحادیث صحیحہ سے جو علوم بطریقہ مرسومہ اخذ کئے جائیں وہی یقینی ہیں اور باقی تمام ظنیات"

قُلْنَا قرآن واحادیث میں علوم ظاہری و باطنی کے خزائن موجود ہیں - علوم ظاہری تعلیم انسانی سے اور علوم باطنی تعلیم ربانی سے حاصل ہوتے ہیں - تو کیا علوم کسبیہ ماخوذہ بطریقہ مرسومہ یقینی ہیں - اور علوم کشفیہ موہوبہ الٰہیہ ظنی ؟ ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست -

کیا تمام انبیاء وورثۃ الانبیاء علیہم السلام کے جو علوم غیبیہ و کشفیہ سوائے طریقہ مرسومہ کے ہیں

سب ظنیات سے ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ العقیدۃ الفاسدہ۔

قَالَ الشیخ الاکبر رضی اللہ فی الباب الثالث والسبعین من الفتوحات۔ اعلم انہ ماثم دلیل یرد طریق القوم ولا قادح یقدح فیہ شرعاً ولا عقلاً وانما یردھا من ردھا بالجہل بہا فان طریق القوم لا تنال بالنظر الفکری ولا بضرورات العقول وانما ھی نور فی القلب یجد شافیہ بواسطۃ اتباع الکتاب والسنۃ فیدرک الامور یقیناً لا ظناً وتخمیناً انتہی۔

اور جو آپ نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کلام مندرجہ سرالاسرار پر اعتراض کیا ہے یہ سراسر علم رسمی کا حجاب ہے۔ العلم حجاب الاکبر۔ بھلا جن کا لقب محی الدین ہو وہ دین احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کب ارشاد فرماتے ہیں۔ اسی رسالہ متبرکہ میں حضور کا فرمان داجب الاذعان سنیئے۔ اذا بلغ مثل ھذہ الاخبار الی العلماء ینبغی لہم ان یفہموا من مقامات العلوم ویرغبوا حقایقہا ویتوجھوا الی اعلیٰ علیین ویجتہدوا ان یصلوا الی علم اللدنی ومعرفۃ الذات الاحدیۃ من غیر ان یعترضوا وینکروا الی ھذہ المقالۃ التی ذکرناھا۔

اور امام غزالی رحمۃ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ من لم یکن لہ من ھذا العلم نصیب اخاف علیہ سوء الخاتمۃ وادناہ التفویض والتسلیم الی اھلہ۔

پس حق وہی ہے جو حضرت غوث الاعظم پاک نے فرمایا ہے کہ البصیرۃ من عین الروح تفتح فی مقام الفواد للاولیاء وذلک لا تحصل بعلم الظاہر بل بعلم اللدن الباطن کما قال اللہ تعالیٰ وعلمناہ من لدنا علماً فالواجب علی الانسان تحصیل تلک العین علی اھل البصائر باخذ التلقین من ولی مرشد مخبر من عالم اللاھوت فافہم وباللہ التوفیق +

قولکم۔ "اس علم (علم باطن کا تمام تر دارومدار شریعت پر ہے نہ کہ مکاشفہ اولیاء اللہ پر"

ثُمَّ ذُکِّرنا۔ شریعت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ ظاہر اوامر و نواہی اور باطن اسرارات الٰہی ہیں۔ احکام ظاہری تعلم انسانی یعنی درس وتدریس سے اور اسرار باطنی تعلیم ربانی (مکاشفہ) سے حاصل ہوتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنہدینہم سبلنا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اخلص للہ اربعین صباحاً اظہر اللہ تعالیٰ ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔ پس حصول علم باطنی کا طریقہ یہی تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب مروجہ حضرات صوفیہ صافیہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے رزقنا اللہ وایاکم +

قولکم - بلکہ اولیاء اللہ کے اقوال یہ ثابت کرتے ہیں - کہ صاحب مکاشفہ کو خطرۂ قدس سے بغیر احساس عاجزی کے اور کچھ نہیں حاصل ہو سکتا - اسلئے امۃ محمدیہ کے مقتداء کل کا مقولہ ہے - اَلْعِجْزُ عن درک الادراک ادراک - سعدی علیہ الرحمۃ کا مقولہ بھی اولیاء اللہ کا مسلمہ مسئلہ ہے - مشاہدۃ الابرار بین التجلی والاستتار +

قلنا - یہ آپ نے غلط سمجھا ہے - بلکہ صاحب کتاب الانسان کامل فرماتے ہیں - لَا یَصِحُّ اَنْ یَکُوْنَ العجز عن الادراک من اوصاف العارف والدلیل علیہ ان العارف اذا اعترف بعجزہ عن ادراک شیئ ما انما ھو المعرفۃ لصفات ذلک الشیئ فانھا لا تدرک اما العدم التناھی واما لعدم قابلیۃ الادراک وذلک القدر ھو معرفۃ ذلک الشیئ کما ینبغی فاذا عرفتہ کما ینبغی فقد ادرکتہ کما ینبغی مجاء کلام الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ ادراک العجز عن الادراک ادراک وفی روایۃ اخری العجز عن درک الادراک ادراک فاتصف العبد ھھنا بالعجز انتفی عنہ الحصر والعجز انتہی والحمد للہ رب العالمین +

واما قول السعدی رحمہ اللہ تعالی فی مشاہدۃ الابرار لافی مشاہدۃ المقربین وعند المحققین حسنات الابرار سیئات المقربین فشتان بین مشاہدۃ الابرار وبین مشاہدۃ المقربین ومن الاخیار الواصلین بنور الانوار ھذا ما علمنی ربی -

وقال الشیخ رضی اللہ عنہ والحق ابقی علی الخواص موضع الاستتار رحمۃ منہ لہم ولغیرہم فاما لہم لانہم بہ یرجعون الی مصالح النفوس واما لغیرہم لانہ لولا مواضع الاستتار لم ینتفع بہم لاستغراقہم فی جمع الجمع و بروزہم للہ الواحد القہار فافہم واللہ الملہم +

قولکم " صاحب مکاشفہ کو علم باللہ میں اسقدر دھوکہ کا امکان ہے کہ بغیر امداد شریعت شیطانی مکر سے اس کے ایمان کی حفاظت بھی ناممکن ہے - حضرت غوث الاعظم رض جیسے اولوالعزم بزرگ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے - اسلئے علم باللہ کے لحاظ سے کشفی علوم کو شرعی علوم پر ترجیح دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے - "

قلنا - قولہ تعالی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ - اس بات پر شاہد ہے کہ اولوالعزم اولیاء اللہ پر شیطان ہرگز غالب نہیں ہو سکتا وقال الشیخ الاکبر قدس سرہ فی تفسیرہ لکن الذین خلصہم اللہ لنفسہ من اہل العنایۃ عن شوب الکدورات النفسیۃ وحجب

البشریۃ والانانیۃ وصفی فطرتہم عن خلط ظلمۃ النشاءۃ لایمکنہ اغواءہم البتۃ فی البدایۃ ایضاً فکیف فی النہایۃ (انتہی) - سبحان اللہ - جن کے ابتدائے سلوک میں شیطان مقہور ہو ان کے مقام نہایت میں اُس کا کیا مقدور ہے -

اور جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ کا شیطان پر غالب آنا عنایت ازلی و کشف الٰہی کی وجہ سے تھا نہ کہ بزور علم ظاہر - کیونکہ آجکل ہم اکثر علمائے ظواہر مدعیان شریعت کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار دیکھتے ہیں - جو اپنے تخیلات فاسدہ کو اولیاء اللہ کی تحقیقات کشفیہ پر ترجیح دیتے ہیں تبھی تو مست بادۂ قیوم حضرت مولائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

صد کتاب و صد ورق در نار کن = جان و دل را جانب دلدار کن

نیز جناب من علوم شرعی بھی تو انبیاء علیہم السلام پر بذریعہ وحی و کشف ظاہر ہوئے ہیں - گو بعد میں بطور درس و تدریس جاری ہیں - جس میں باوجود فوائد کثیرہ بعض اخبار آحاد و احادیث صحیحہ میں شبہات اور بعض احکام دینیہ میں غلط احتمالات پیدا ہو گئے ہیں جس کی تحقیق آگے آرہی ہے - پس بہر صورت علوم کشفیہ علوم درسیہ سے افضل و اعلیٰ ہیں -

قولکم - " بندہ کے نزدیک مبنی علی الصحۃ یہ عقیدہ ہے کہ شریعت ایک جامع چیز ہے - جو ظاہر و باطن دونوں پر حکمران ہے - اگر اُس کے احکام پر جوارح کے ساتھ عمل کیا جائے تو وہ ظاہر شریعت پر عمل ہے اور اگر انہیں احکام کو قلبی اصلاح کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ باطن ہے - الخ

قلنا بقول آپ کے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ظاہر شریعت کوئی چیز نہیں - معاذ اللہ - کیونکہ احکام شریعت پر صرف جوارح کے ساتھ عمل کرنا بحکم لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ نامنظور ہے - پس دراصل جسے آپ نے باطن شریعت قرار دیا ہے - یعنی احکام شرع کو قلبی اصلاح کے لئے استعمال کرنا یہی شریعت غرا ہے جس پر عمل کرنے سے علم باطن نصیب ہوتا ہے - کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ - اس حدیث شریف سے ظاہر ہے - کہ احکام شریعت پر بصدق دل ظاہر و باطن کے ساتھ عمل کرنے سے ایک علم باطنی عطا ہوتا ہے - اُسی کا نام علم باللہ ہے - پس شریعت پر بصدق دل سے عمل پیرا ہونے کا نام طریقت ہے - بعدہ اسرار حقیقت کی وراثت - لیکن بعض اقطاب عارفین کو بلا محنت و مشقت محض موہبت الٰہی سے علوم لدنیہ و اسرار الٰہیہ و حقائق و معارف ربانیہ عطا ہو جاتے ہیں کما قال الشیخ الاکبر قدس سرہ فی تفسیر قولہ تعالیٰ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ من المحبوبین الذین اجتباہم اللہ بمحض عنایتہ ومجرد مشیتہ ومن المحبین الذین وفقہم اللہ للانابتہ الیہ بالسلوک والاجتہاد والسیر

فِیہِ بِالشَّوْقِ وَالْاِفْتِقَارِ فَہٰذَا اِہْتِمَامُہُمْ اِلَیْہِ بِنُعُوْتِ وَجْہِہٖ وَجَمَالِ ذَاتِہٖ فَجَذَبَ الْمَحْبُوْبِیْنَ اِلَیْہِ قَبْلَ
السُّلُوْکِ وَالرِّیَاضَۃِ بِسَابِقَۃِ الْاِجْتِبَاءِ وَخَصَّ الْمُحِبِّیْنَ بَعْدَ التَّوْفِیْقِ بِالسُّلُوْکِ فِیْہِ وَالرِّیَاضَۃِ
بِالْاِصْطِفَاءِ ۔ فَافْہَمْ +

قَوْلُکُمْ ۔ صُوفیہ کا طریقۂ کار اور مروجہ اوراد کا سینہ بسینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچنا یقینی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعض طریقے تو یقیناً غیر مسلموں سے ماخوذ ہیں۔
پاس انفاس اور حبس وغیرہ"

قُلْنَا ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ ہزارہا اولیاء اللہ کا سلسلۂ ارادت و صحبت
خاتم فصِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ اور نسبت تلقین ذکر حدیث ذیل سے
ثابت ہے جَاءَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
دُلَّنِیْ اِلٰی اَقْرَبِ الطُّرُقِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَفْضَلِہَا عِنْدَ اللّٰہِ وَاَسْہَلِہَا لِعِبَادِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکَ بِمُلَازَمَۃِ الذِّکْرِ فِی الْخَلْوَۃِ فَقَالَ عَلِیٌّ کَیْفَ اَذْکُرُ اللّٰہَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ
غَمِّضْ عَیْنَیْکَ وَاسْتَمِعْ مِنِّیْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثَ
مَرَّاتٍ وَعَلِیٌّ رض یَسْمَعُ ثُمَّ قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَالنَّبِیُّ یَسْمَعُ ثُمَّ لَقَّنَ
عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ الْحَسَنَ الْبَصْرِیَّ رح وَہٰکَذَا وَصَلَ اِلَیْنَا ۔ اس کے تحت میں حضرت شاہ فقیر اللہ
علوی قدس سرہ فرماتے ہیں، ایں حدیث نزد علماء محدثین بنا بر قوانین ایشاں حدیث غریب است و در غایت
غربت و منقطع شدہ است بہ نہایت انقطاع و حق آنست کہ انتساب صحبت بلا شک و ریب
باجماع آیمہ دین از علماء محدثین و مشائخ راہ یقین بر منصۂ ثبوت آمدہ است و قال المولوی قدس سرہ

دست بر دست است تا دست خدا ۔ تا بہ یزداں کہ الیہ المنتہیٰ ؛

اور ذکر نفی اثبات و پاس   ں احادیث صحیحہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و افضل الذکر الخفی
میں مذکور اور حبس دم مولانا جامی قدس سرہ کے رسالہ سررشتہ میں مسطور ہے۔ ان اذکار
و اشغال کو غیر مسلموں سے ماخوذ کہنا تمام اولیاء اللہ پر افتراء اور ان کے ساتھ معارضہ و
مقاتلہ ہے وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ
عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

قَوْلُکُمْ " تعجب یہ ہے کہ قرب و اتحاد باریتعالیٰ کے ثبوت میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے
کہ اَلْاِنْسَانُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ الخ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبادت الٰہی بطریق

مسنون ہی اس قرب کا باعث ہے اور مدعیان اسے خود ساختہ طریق کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ "ھٰذا بون بعید" قلنا۔ آپ کا یہ خیال کہ طریقۂ صوفیاء سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ علمنا ھٰذا موسس بالکتاب والسنۃ وقال الامام الغزالی رحمہ اللہ انی علمت یقینًا ان الصوفیۃ ھم السالکون لطریق اللہ خاصۃ وان سیرتھم احسن السیر وطریقھم اصوب الطرق واخلاقھم ازکی الاخلاق فان حرکاتھم وسکناتھم فی ظاھرھم وباطنھم مقتبسۃ من مشکوٰۃ النبوۃ +

درحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ازل میں رحمت سے جنکو اپنے قرب و وصال کے لئے خاص کیا ہے انہیں نوافل وعبادات کی توفیق بھی بخش دی ہے۔ پس قربِ حق عنایتِ ازلی کا ثمرہ ہے نہ کہ عبادت وغیرہ کا نتیجہ۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

قولکم "مروجہ بیعت کا زمانہ نبوت وخلافت میں ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس سے امارت شرعی کی بیعت مطلوب ہے جو ضروری ہے" الخ

قلنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے تقویٰ وترکِ معاصی پر بھی بیعت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا۔ تعالوا بایعونی علیٰ ان لا تشرکوا باللہ شیئًا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصونی فی معروف وفی روایۃ البخاری والنسائی وقرا آیۃ النساء فقال فمن وفی منکم فاجرہ علی اللہ الخ۔

نیز انصار کی مستورات سے توجہ نہ کرنے پر اور فقراء مہاجرین سے اس امر پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں بیعت فرمائی۔ دیکھو صحیح بخاری وابن ماجہ۔

پس آپ کا یہ قول کہ "مروجہ بیعت کا زمانہ نبوت وخلافت میں ثبوت نہیں ملتا" صداقت کے منافی ہے۔۔ قولنا۔ احکام شریعت پر خلوص کے ساتھ عمل کرنیوالا عالم ہو یا نہ رحمتِ حق کی اہلیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور بہشت سے اعلیٰ کوئی اور مقام ہے۔ جہاں حضرات صوفیہ مشاہدہ ذات وصفات سے فیضیاب ہونگے۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں قرآن وحدیث کے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے برعکس اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ ہر ایک بہشتی دیدارِ الٰہی سے فیضیاب ہوگا اور یہ مشاہدہ ربانی ایسا ہی یقینی ہوگا جیسے چودھویں رات کا چاند ہمارے پاس قطعی الدلالت حدیثیں موجود ہیں الخ۔

قلنا - آپ بے فائدہ الجھن میں پڑے ہیں - ہماری مراد مشاہدۂ ذات وصفات کی اسی دارِ دنیا میں ہے نہ کہ آخرت میں - شیخ الاکبر قدس سرہ مرتبۂ شہود یعنی رویت حق کے متعلق فرماتے ہیں قد ورد فی الصحیح ان العبد یحصل لہ ھذا المقام فی الحیاۃ الدنیا (وقال) ان للّٰہ عبادا اعجل لھم رویتہ فی الدنیا قبل الآخرۃ (فتوحات باب ۲۲۵) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایت ربی فی احسن صورۃ و قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لم اعبد ربا لم اراہ وقال الشیخ الاکبر قدس سرہ رایت ربی بعین ربی -

اور صاحب تفسیر عرائس البیان فرماتے ہیں - لیس قولہ لن ترانی نفی الرویۃ عن موسیٰ وغیرہ من المومنین لانہ قولہ لن ترانی ای لن ترانی بایاک ولکن ترانی بایای - (وقال) انہ مقام اہل العشق الذی یرون الحق فی کل شیئ کما قال بعض اھل المعانی مانظرت الی شیئ الا ورایت اللّٰہ فیہ - پس اسی کا نام جنت منقودہ ہے - اور کہا گیا ہے کہ عارف زندہ بہشت میں داخل ہے - حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فیض سبحانی میں فرماتے ہیں - عارف خدا کو اس طرح دیکھتا ہے - جس طرح اہل بہشت دیکھینگے - اللھم ارزقنا ھذا المقام بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اکرام -

قولکم " بہشتی ہونے کا تمامتر دار و مدار اعمال شرعیہ پر ہے نہ کسی صوفیانہ روش پر " قلنا یہ قول خلاف حدیث ہے - اسلئے کہ سارا دار و مدار رحمت الٰہی و احسان خداوندی پر ہے نہ کہ اعمال وغیرہ پر - عن جابر رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل احدا منکم عملہ الجنۃ ولا یجیرہ من النار ولا انا الا برحمۃ اللہ رواہ مسلم - لیکن عمل کرنا ضروری ہے - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعملوا فکل میسر لما خلق لہ متفق علیہ +

قولکم " از روئے آیات قرآنی اولیاء اللہ اور مقرب بارگاہ ایزدی وہی لوگ ہیں - جو بموجب حکم شریعت بعد ایمان اعمال صالحہ میں سبقت لے جانے والے ہیں - آیۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم - دیگر الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون " -

قلنا آمنا وصدقنا - اسمیں کیا شک وشبہ ہے - ذرا ان آیات بینات کی تفسیر انہیں اولیاء اللہ کی زبان پاک سے سنیئے - صاحب تفسیر عرائس البیان فرماتے ہیں - والسابقون المقربون اھل العرفان - (وقال) والسابقون اھل المشاھدات

اور شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ وَالسَّابِقُوْنَ الموحدون الَّذِیْنَ سَبَقُوا الفریقین (اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ) وجاوزوا العالمین (دنیا و عقبیٰ) بالفناء فی اللہ السابقون ای الذین لایمکن مدحھم والزیادۃ علی اوصافھم اولئک الْمُقَرَّبُوْنَ حال التحقق بالوجود الحقانی بَعْدَ الفَنَاء فی جنت النعیم مِن جمیع المراتب الجنان (جنت الافعال وجنت الصفات وجنت الذات) +

اور دوسری آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ المستغرقین فی عین الھویۃ الاحدیۃ بفناء الانیۃ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ اذلم یبق منھم بقیۃ خَافُوْا بسببھا من حرمان وَلَاغایۃ وراء مَا بلغوا فیخافوا من حجبہ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ لامتناع فوات شیئ من الکمالات واللذات منھم فیحزنوا علیہ وَعَنْ سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ من ھم فقال ھُمَ الذِیْنَ یذکر اللہ برویتھم وَھذا رمز لطیف منہ علیہ السلام اور اس رمز لطیف کو فتوحات باب ۲۵۵ میں اسطرح بیان فرمایا ہے وَھُمُ الْاَوْلِیَاءُ الذِیْنَ قَالَ فیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا روٗا ذکر اللہ فمن رآھم رأی الحق فھم اذا روٗا ذکر اللہ لتحققھم بصفتہ فافھم و باللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق +

اما قولکم "مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا پیر کی ضرورت کے متعلق ارشاد قرآن وحدیث کے ثبوت کا محتاج ہے"

قلنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ انصاف سے گذر گئے ہیں۔ اگر آپ سے کوئی دریافت کرے کہ علوم ظاہری کیلئے عالم متبحر کی ضرورت قرآن و حدیث سے ثابت کرو تو جو آیات واحادیث آپ پیش کریں وہی علوم باطنی کے حصول کے لئے پیر کامل کی ضرورت پر شواہد سمجھ لیں۔ اسلئے کہ علم ظاہر علمائے کرام کی خدمت سے اور علم باطن مشائخ عظام کی صحبت با برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ تفسیر عرائس البیان میں ہے اَیْ فاسئلوا اھل الشھود الجمال المذکور القدیم منحت صفاء الذکر فی قلوبھم من شرق نور مشاھدتہ وھم الذین مخاطبون من اللہ بکل سر وکل حقیقۃ من علوم الغیبۃ الازلیۃ انتھی۔ وَقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمتہ۔ اسندہ الدیلمی من حدیث ابی رافع (الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرہ للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ)

قولکم - مسئلہ دوم وحدۃ وجود کے متعلق جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ وہ سرِ دقیق اور راز باریک ہے اور ایسے الوالعزم ولایۃ کبریٰ کے اسرار میں سے ہے - جسکی باطنی تعلیم سے موسیٰ علیہ السلام جیسے اعلیٰ درجے والے پیغمبر بھی کماحقہٗ بہرہ ور نہیں ہو سکے اسکی صحت کو مانتے ہوئے جناب کا یہ فرمان تعجب خیز ہے کہ یہ مسئلہ عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر نہیں ہے - اسلئے ان کے سامنے بیان کرنے کی ضرورت ہے - اور یہ فعل ممنوع نہیں بلکہ مستحسن ہے"۔

قلنا - آپ کا یہ تعجب بوجہ عدم شناخت شانِ عارفانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے علوم ذاتیہ و تصرفات کاملہ کے ہے - قَالَ الشیخ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُنتج للمحمدیؐ فرع فرع اصلہ ما ہو اصل للخضرؑ ومثل موسیٰ علیہ السلام یطلب منہ ان یعلمہ مما ہو علیہ من العلم فانظر منزلۃ ھذا العارف المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم (وقال) فی قولہ تعالیٰ ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی وھؤلاء ھم العلماء باللہ العارفون وان لم یکونوا رسلاً لا انبیاء فھم علی بینۃ من ربھم فی علمھم بہ وبما جاء من عندہ (فتوحات باب ۳۱-۳۵)۔ وقال فی تفسیرہ ادعوا الی الذات الاحدیۃ الموصوفۃ بکل الصفات فی عین الجمع انا ومن اتبعنی فی ھذہ السبیل وکل من یدعوا فی ھذہ السبیل فھو من اتباعی اذ الانبیاء قبلی کلھم کانوا داعین الی المبدأ والمعاد والی الذات الواحدۃ الموصوفۃ ببعض الصفات الا ابراھیم علیہ السلام فانہ قطب التوحید + اور حضرت غوث الاعظم پاکؓ کے مقابلہ سے خضر علیہ السلام کا بھاگنا مناقب غوثیہ میں مسطور ہے - اور دعائے موسیٰ علیہ السلام اللھم اجعلنی فی امۃ احمد صلی اللہ علیہ وسلم باوجود شرفِ رسول بر ہر دلی مشہور +

اور واقعی مسئلہ وحدتِ وجود عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے - لیکن اُن کے سامنے مدلل بیان کرنے کی ضرورت اسلئے ہے کہ انہیں بھی اُسکی سمجھ پیدا ہو جائے - ورنہ جنکو سعادتِ ازلی نصیب نہ ہو وہ ظاہر احکام شرعی پر بھی ایمان نہیں لاتے اور جو ازلی بدبخت ہیں وہ انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کلام الٰہی پر بھی یقین نہیں کرتے - حالانکہ قرآن و احادیث کے احکام شرعی ظاہر عقول سلیمہ کے عین مطابق ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم -

نیز افصح العرب والعجم صاحب اوتیت جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات و ارشادات کو ہر ایک سننے اپنی اپنی فہم و استعداد کے مطابق سمجھا ہے - ورنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نے اوامر ونواہی احکام وشرائع علوم و اسرار حقائق و معارف مندرجہ قرآن مجید سے کوئی ایسا دقیقہ باقی نہیں چھوڑا جو وضاحت وصراحت یا اشارت وکنایہ سے بیان نہ فرما دیا ہو۔ اور فرمانِ الٰہی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی تعمیل کما حقہ پوری نہ فرمائی ہو۔ لہٰذا حقیقی وارثانِ علوم انبیاء و مرسلین اعنی اقطاب عارفین کا یہی داب اور طریقہ ہے کہ دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے ساتھ مسئلہ وحدۃ وجود و حقیقت توحید ذاتی کے سمجھانے اور ذہن نشین ومشاہدہ عینی کرا دینے میں خلق خدا پر رحیم وکریم ہونے کی وجہ سے بدرجہ کمال کوشش فرماتے ہیں۔ پس جنکی استعداد کاملہ اور فطرت سلیمہ اور آئینۂ قلب وساوس شیطانیہ و ہواجس نفسانیہ کے سیاہ نقاط سے پاک اور صاف ہوتا ہے وہ تجلیات ذاتیہ وانوارات صفات الٰہیہ سے فوراً مشرف و منور ہو جاتے ہیں۔ اور جنکی استعداد ناقصہ اور فطرت سقیمہ لذاتِ حسیہ وطیبات دنیویہ میں مشغول رہ کر خطرات شیطانیہ وحرکات نفسانیہ کا شکار ہوتی ہے وہ بھی اُن کی صحبت بابرکت میں بحکم لایشقی جلیسہم معارف کشفیہ و معانی ذوقیہ کے مستحق بن جاتے ہیں ؎

ذوق جو مدرسہ کے بگڑے ہوئے ہیں مُلّا = اُن کو میخانہ میں لے آؤ سنور جائینگے

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ +

قَوْلُکُمْ :- شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے والد صاحب کی قوت بیانیہ اور زور تکلم سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ وقتی طور پر ہر خاص و عام کو اس مسئلہ کا معتقد بنانے میں کامیابی حاصل کریں۔ مگر ہمیشہ کیلئے ان حدود کی ذمہ داری جو ذرا سی لغزش سے شرک و زندیقیت کا جامہ پہن لیتی ہے اور عوام الناس کے قلوب کی شبہات و ترددات سے حفاظت چیزے دیگر ہے"

قُلْنَا :- اقطاب عارفین کی صحبت بابرکت میں جو فیوضات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ وہبی ہوتے ہیں نہ کہ کسبی اور عطیۂ الٰہی والیس نہیں ہوتا۔ اور بحکم اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ شیطان اُن کے دلوں میں وسوسہ نہیں ڈال سکتا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

قَوْلُکُمْ :- اگر اس کے بیان کا دار و مدار قوت بیانیہ پر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے زمانے میں یہ مسئلہ پردۂ اخفا میں کیوں رکھا جاتا۔ کیا کسی فرد بشر کو بیان اور اثر باطنی آپؐ پر اور آپؐ کے بعد اصحابہ رضوان اللہ علیہم پر فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں"

قُلْنَا :- ظلمتکدۂ عالم میں جب نور خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مقدس کا

شمس منور جلوہ نما ہوا تو اُس نورِ حق کی بدولت کوئی حقیقت کوئی ذات کوئی ماہیت کوئی چیز ایسی باقی نہ رہی جو مرصدہ وجود میں علماً او عیناً ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اور جس وقت وہ اوستادِ کامل مربی واصل عالم کل ختم رسل ناطق بالحق نورِ مطلق صلی اللہ علیہ وسلم درسگاہِ جہاں میں تشریف فرما ہوئے تو کوئی علم کوئی راز کوئی بھید کوئی مسئلہ ایسا باقی نہ رہا جو طالبانِ شریعت و سالکانِ طریقت و قاصدانِ حقیقت و راغبانِ معرفت و عاشقانِ ذاتِ احدیت پر مخفی رہ گیا ہو۔ خصوصاً مسئلہ وحدۃ الوجود و توحید ذاتی ایسے احسن طریقہ اور خوبترین پیرایہ کے ساتھ افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ سلسلۂ نبوت جو بغرض تکمیل توحید دیر سے چلا آتا تھا آپ کے بعد منقطع ہو گیا۔ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور حضرت عزت و عظمت سے خطاب مستطاب پہنچا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔ الغرض جو معمات و مشکلات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات سے حل نہ ہو سکے شاہسوارِ میدانِ حقیقت و نقطہ پرکار ہائے ہویت علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے چند کلمات و اشارات میں حل فرما دیئے جو فلسفیوں سے حل نہ ہو سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا تو وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ای علی صفاتہ بل علی حکم ذاتہ وَقَالَ عَلَیْہِ الصلوٰۃ وَالسَّلَامُ لاتسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ۔ وَقال علیہ صلوات اللہ وَسلامہ اصدق کلمۃ قالتہا العرب کلمۃ لبید الا کل شیٔ ما خلاء اللہ باطل ای عدم وَقَال صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فقد رای الحق ای رای اللہ وَقَال علیہ سلام اللہ لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب وَلانبی مُرسل وَقَالَ علیہ السَّلامُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ الخ

اور اس قسم کے کلمات اکثر محققین صحابہ اور صوفیہ علیہم الرضوان سے زمانہ نبوت اور اور اُس کے بعد صادر ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ بعض خطبات میں فرمایا انا اللہ الذی تکلم بموسیٰ فی طورہ (مکتوبات شاہ فقیر اللہ علویؒ)۔ نیز برسرِ منبر فرمایا انا القلم وَاَنَا اللّوح وَ اَنَا العرش وَاَنَا الکرسی وَاَنَا السموات وَالارضون (جواہر غیبی) اور فرمایا انا حی لایموت وانا مقیم القیامۃ وانا عاقد نطفۃ فی الارحام وانا باعث من فی القبور (تحفہ اثنا عشریہ للشیخ عبد العزیز محدث دہلویؒ) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لاتبصرون اور فرمایا مازلت اردد الآیۃ حتی سمعتہا من المتکلم بہا (تفسیر محی الدین ابن عربیؒ) اور شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الخلق معقول

والحق محسوس (فصوص الحکم) اور بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا۔ سُبحانی مَا اَعظَم شانی
اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ نے فرمایا لَیْسَ فِی جُبّتِی سوی اللہ اور منصور علیہ الرحمت
نے فرمایا انا الحق ایسے ہی اکثر اولیائے متقدمین و متاخرین کے انفاس طیبات کتب معتبرہ
متصوفہ میں مسطور ہیں۔ پس فرمائیے کہ یہ مسئلہ پردۂ اخفا میں کب مستور رہا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

قولکم "یہ مسئلہ حقیقت میں راز درون پردہ ہے۔ جو خام طبائع کے سمجھنے کے قابل نہیں
کسی شاعر نے کہا ہے۔

"مشکل حکایتیست کہ ہر ذرہ عین اوست — اما نمے تواں کہ اشارت با و کنند"

قلنا جب کہ وہ ہر ذرہ کا عین ہے۔ تو پردہ کیسا اور اشارت کس طرف۔ ان خام طبائع
کی حقیقہ بھی تو حق ہے۔ پس انہیں اُنکی حقیقت پر مطلع کرنا نقص ہے۔ یا کمال خوبی۔

اے موج ز آب کے جدائی داری — دانی اوئی وگرنہ دانی اوئی۔

حجاب مِن شدت ظہور ہی پردہ ہے۔ ورنہ عرصۂ وجود میں اُس کا غیر کہاں موجود ہے۔

لاموجود الا اللہ۔ کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر — سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

فسبحان من لیس لوجہ نقاب الا النور ولا لجمالہ حجاب الا الظہور (جامی رح)

اور غایۃ حکمت ارسال رسُل و تنزیل کتب یہی اظہار حقیقت حق و توحید مطلق ہے
فافہم والزم +

قولکم" اور جامی علیہ الرحمۃ کا فرمودہ چوں فرق مراتب نکنی زندیقی کے مطابق فرق مراتب کا
جاننا اور وحدت کے اندر کثرت اور کثرت کے اندر وحدت کا ملاحظہ کرنا ظاہر طبائع کے لئے
عیسائیوں کی تثلیث سے کم نہیں بلکہ اس سے زیادہ توحید کیلئے الجھن ہے"۔

قلنا۔ جب شیخ کامل کی صحبت کے اثر سے کہ الصحبۃ موثرۃ طبائع حجب ظلمانیہ و غواشی بدنیہ
سے نکل کر بفضلہ تعالیٰ نور ہدایت سے منور ہوتی ہیں۔ تو کثرت میں وحدت کا اور وحدت میں
کثرت کا مشاہدہ کرتے ہوئے عیسائیوں کی تثلیث اور ظاہر بینوں کی دوبائگی سے گذر کر توحید
الٰہی کا دم بھرنے لگتی ہیں۔ بشرطیکہ ازلی بدبختی دامنگیر نہ ہو کہ اس کا علاج انبیاء کے پاس بھی
نہیں۔ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را
لیکن طالبان حق کو ناامید بھی نہ ہونا چاہیئے کہ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہ۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے

سے ہر کہ آمد بر درت خالی نرفت ــ گرچہ خالی بود از روز الست ـ

قولکم ـ صاحب کلمۃ الحق کی عبارت متعلقہ جواز اظہار مسئلہ وحدۃ وجود کی تردید کے لئے شریعت ظاہرہ اور قرون ثلاثہ کا طرز عمل کافی دلیل ہے ـ کیونکہ اس کا اظہار عند العوام اتنا ہی مفید اور ضروری ہوتا تو قرون ثلاثہ میں اس کا عام چرچا ہوتا ـ اور کوئی مسلمان اس ضروری فضیلت سے خالی نہ نظر آتا ـ اور خود شریعت محمدیہ اُس کی موشگافی میں کمی نہ کرتی الخ "

قلنا ـ قرآن پاک جو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے ـ جس کے الفاظ احکام و شرائع کے اصداف اور معانی اسرار و حقائق کے جواہر ہیں (خدائے قدوس نے اُس ذات جامع الکمالات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات پر نازل فرمایا ہے ـ جس کی اُمت مرحومہ میں اِن علوم و اسرار مکنونہ کے سمجھنے کی استعداد ازلاً موجود ہے ـ کیونکہ یہ سُنت الٰہی جاری ہے ـ کہ ہر نبی وہی علوم لاتا ہے ـ جن کے سمجھنے کی اُس کی اُمت میں اہلیت ہو کہ لا یبعث نبیٌ الا بحسب استعداد امتہ (تفسیر شیخ اکبر) اور چونکہ قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ـ اسلئے علمائے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو گروہ ہیں ـ ایک وہ جو احکام ظاہری کے ماہر ہیں ـ دوسرے وہ جو علوم و حقائق باطنی کے عالم ہیں ـ اور ہر طائفہ نے اپنے اپنے علوم میں اسقدر موشگافیاں کی ہیں کہ مزید براں متصور نہیں ـ جس کا ثبوت آگے آئیگا ـ لیکن معلوم ہوتا ہے ـ کہ آپ نے متقدمین اولیائے کاملین کی تصانیف کا مطالعہ ہی نہیں فرمایا ـ ورنہ اظہار توحید سے منع نہ کرتے سے

منعم کنی زعشق وی اے مفتی زمان ــ معذور دارمت کہ تو او را نہ دیدۂ ـ

اور اظہار وحدۃ وجود میں جو وہم آپ کو گذرا ہے اُس کے جواب میں صاحب کلمۃ الحق ارشاد فرماتے ہیں ـ فان قلت ہل یجوز اظہار الوحدۃ عند العوام مع انہم لا یفہمونہا کما ہو حقہا ویتساہلون و یترکون الاحکام من الصلوٰۃ والصوم وغیرہما وفیہ انفتاح باب الالحاد واباحۃ الشرور والفساد والمداہنۃ فی امتثال الشرائع ـ

قلت سبحان اللہ انتما علم ام اللہ فانہ سبحانہ اظہر التوحید علی اہل اللسان وہم ادرکوہ لقولہ تعالیٰ حکایۃ منہم اجعل الالٰہۃ الٰہا واحدا ان ہذا الشیٔ عجاب ولم یبال ہذا الوہم اذ قد بعث جمیع الانبیاء علیہم السلام بکلمۃ التوحید فقد اظہر سبحانہ التوحید وشہرہ باظہار المعجزات و استدل علیہ بالدلائل الخ

قولنا ـ وحدۃ وجود کا اظہار عند العوام بھی جائز ہے ـ بشرطیکہ مظہر آیات و احادیث کے ساتھ

مدلل بیان کرسکے ورنہ نہیں۔

قولکم "اگر بموجب این آنجناب اس مسئلہ کو قرآن و احادیث سے مدلل بیان کرنے کی تکلیف گوارا کریں۔ بایں طور کہ فرمودۂ خدا و رسول میں اپنی رائے کو دخل نہ ہو۔ اور ساتھ ہی مخالف احتمالات کا بھی سدباب ہو جائے تو یہ بحث ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتی ہے۔ اور قابلیت عدم قابلیت اور خواص وعوام کا سوال بھی اُٹھ جاتا ہے۔"

قلنا۔ سے آں ذرہ کہ در شمار ناید مائیم۔ البتہ عرفاء کاملین وعلماء واصلین نے اپنی تصانیف شریفہ میں قرآن واحادیث صحیحہ سے مسئلہ وحدۃ وجود و توحید ذاتیہ پر اسقدر دلائل قاطعہ بیان فرمائے ہیں کہ ہر صاحب قلب سلیم کیلئے یہ خبر معائنہ بن جاتی ہے۔ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

منجملہ اُن کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پیر طریقت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز تحفۃ المرسلۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ان الحق سبحانہ وتعالیٰ ھو الوجود المطلق وان ذٰلک الوجود لیس لہ شکل ولا حد ولا حصر ومع ذٰلک ظھر وتجلی بالشکل والحد ولم یتغیر عما کان علیہ من عدم الشکل وعدم الحد بل الآن کما کان۔ وان الوجود واحد والالباس مختلفۃ ومتعددۃ وان ذٰلک الوجود حقیقۃ جمیع الموجودات و باطنہا وان جمیع الکائنات حتی الذرۃ لا تخلو عن ذٰلک الوجود (وقال) وان ذٰلک الوجود لیس بحال فی الموجودات ولا متحد بہا لان الحلول والاتحاد لابد لہما من الموجودین حتی یحل احدھما فی الآخر ویتحد احدھما بالآخر والوجود واحد لا تعدد لہ اصلا وانما التعدد فی الصفات علی ما یشھد بہ ذوق العارفین ووجدانہم۔ وان العبودیۃ والتکالیف والراحۃ والعذاب والآلام کلہا ترجع الی التعینات (وقال) وان جمیع الموجودات من حیث الوجود عین الحق سبحانہ وتعالیٰ ومن حیث التعین غیر الحق سبحانہ وتعالیٰ والغیریۃ اعتباریۃ واما من حیث الحقیقۃ فالکل ھو الحق سبحانہ وتعالیٰ ومثالہ الحباب والموج والثلج فان کلہن من حیث الحقیقۃ عین الماء ومن حیث التعین غیر الماء وکذا السراب فانہ من حیث الحقیقۃ عین الھواء ومن حیث التعین غیر الھواء لان السراب فی الحقیقۃ ھواء ظھر بصورۃ الماء والدلائل علی وحدۃ الوجود کثیرۃ اما من القرآن قولہ تعالیٰ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق) وھو معکم اینما کنتم (حدید)

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ( ) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (حدید) وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ - (ذاریات) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (البقرہ) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (نساء) الی غیر ذالک الآیات الکریمۃ -

وَاَمَّا من السنۃ فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اصدق کلمۃ قالہا العرب کلمۃ لبید الا کل شیءٍ مَا خلا اللہ باطل وَقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اَحَدُکم اذا قام الی الصلاۃ فانّما یناجی ربہ فان ربہ بینہ وبین القبلۃ وَقولہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَنِ اللہ تعالیٰ وَلَایَزَالُ عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الذی یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیدہ التی یَبْطِشُ بِھَا وَرِجلہ التی یَمْشِیْ بِھَا - وَقَوْلُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یَقُوْلُ مَرِضْتُ فَلَمْ تعدنی وَجُعْتُ فَلَمْ تُطْعِمْنِی الی آخرہ -

وَرَوَی الترمذی فِی حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ محمدٍ بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللہ تعالیٰ ثُمَّ قرأ علیہم الصلوٰۃ والسلام ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظاہر والباطن وَھو بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ الیٰ غَیْرِ ذٰلِکَ من الاحادیث الصحیحۃ -

واما اقوال آئمۃ العارفین باللہ من الدلائل الدالۃ علی وحدۃ الوجود فکثیرۃ بحیث لاتاتی فی العدد والحصر ولذا لم اذکرھا وان شئت فعلیک بالمطالعۃ فی نسخہم تجد انشاء اللہ تعالیٰ :- اگر ان آیات واحادیث کے حقائق ومعانی جو اہل کشف علمائے ربانی کے دلوں پر منکشف ہوئے ہیں دیکھنا منظور ہوں تو ان کی تصانیف شریفہ مثلاً تفسیر علامہ محی الدین رح و عرائس البیان وفصوص وفتوحات وغیرہ کا بخلوص نیت مطالعہ فرمادیں۔ تاکہ آپ کو تحقیق انیق حاصل ہو۔ لیکن اس بحث کا ہمیشہ کے لئے ختم ہوجانا اور خواص وعوام کا سوال اٹھ جانا حکمت الٰہیہ کے خلاف ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون +

پس اگر ان آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ میں اپنی رائے کو دخل نہ دیا جائے تو وحدۃ وجود کی حقیقت صاف منکشف ہوتی ہے - نیز اکثر فحول علماء واہل کشف نے وحدۃ وجود پر دلائل عقلیہ بھی ایسے پیش کئے ہیں جنپر صاحب انصاف اعتراض نہیں کرسکتا -

مثلاً جواہر غیبی میں الفاظ مبارکہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ سے منقول ہے

کہ ایں موجودات ممکنہ یا از عدم پیدا آوردہ ہمچو پیدا آوردن چیزے را از چیزے یا عدم را بایں
صور نمودہ یا از خود صورت کردہ یا خودش بہر یک ازیں صورہ تجلی فرمودہ مع بقائہ علی ما ہو علیہ من الوحدۃ
والاحدیۃ فی حد ذاتہ وحقیقتہ وشک نیست کہ اول وثانی محال است زیرا کہ عدم شئے نیست کہ مادۂ
چیزے تواند بود یا او را بصورتے تواند نمود وثالث نیز بجہت آنکہ موجب تجزی وتبعیض اوست۔
تعالی اللہ عن ذلک علواکبیرا۔ زیرا کہ واحد بوحدت حقیقیہ واحدیت ذاتیہ مطلقہ اگر متجزی ومتبعض
گردد ہر آیئنہ انقلاب وجود بعدم لازم آید بجہت آنکہ موجد عین وجود است کہ غیر او جز عدم نیست و
نیز مقرر است کہ وحدت صفت نفسی اوست کہ زوال او سبب زوال موصوف بود۔ پس نماند
مگر خودش بایں صور متمثل نماید وبایں اشکال متشکل مع بقائہ علی ما ھو علیہ فی حد ذاتہ وحقیقتہ
من الوحدۃ الحقیقۃ والاحدیۃ الذاتیۃ بلا تبدیل وتغیر ولا تعدد ولا تکسر انتہی +
اور انفاس العارفین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ وجود عالم
مستلزم عدم واجب است از آنکہ واجب بر تقدیر وجود عالم یا خارج عالم است پس محدود باشد
ومحدود واجب نبود۔ یا داخل عالم پس حلول لازم آید وحق عزوجل از حلول منزہ است وہمچنیں عدم
ممکنات من جمیع الوجوہ ضروری البطلان است۔ پس معین شد کہ گوئیم عالم عبارت از تعینات اعتباریہ
است مر حقیقت وجود را بعبارت دیگر گوئیم وی معدوم است بذات خود وموجود است بغیر کہ
قیوم وی است ؛۔ اور فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قد ثبت عند المحققین
انہ ما فی الوجود الا اللہ ونحن وان کنا موجودین فانما کان وجودنا بہ ومن کان وجودہ بغیرہ فھو
فی حکم العدم وقال الحق ھو الوجود والخلق ھو العدم الخ
اور فتاوی حدیثیہ میں شیخ شہاب الدین بن حجر المکی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ قال العلامۃ
المحقق زمام المتاخرین فی العلوم الحکمیۃ والنقلیۃ السعد التفتازانی رح ان الواجب ھو الوجود المطلق
وھو واحد لا کثرۃ فیہ اصلا وانما الکثرۃ فی الاضافات والتعینات التی ھی بمنزلۃ الخیال و
السراب اذ الکل فی الحقیقۃ واحد یتکرر علی مظاہر لا بطریق المخالطۃ ویتکثر فی البواطن لا
بطریق الانقسام فلا حلول ھنا ولا اتحاد لعدم الاثنینیۃ والغیریۃ انتہی کلام السعد رحمۃ اللہ تعالی
علی ہذا القیاس ہزاراں ہزار اولیاء اللہ کے کلمات طیبات وحدۃ وجود کے متعلق صفحہ عالم
پر منقوش ومشہور ہیں۔ کیا وہ سب غلط ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور کیا آجکل کے علمائے ظواہر
متقدمین اولیاء اللہ وعلماء باللہ سے زیادہ متبحر اور کتاب وسنت کے زیادہ ماہر ہیں۔ جو ان

کے اقوال واحوال سنیہ پر معترض ہیں ۔ ایں سراسر وسوسہ شیطانی است
دیکھو اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ اپنے والد ماجد علیہ الرحمت کا ذکر فرماتے ہیں کہ میفرمودند کہ مرا در اوائل حال در کیفیت معنی توحید وصحت ایں عقیدہ تردد وخلجان بسیار بود و ہیچ وجہ رہ بتحقیق آں نمے بردم ۔ باخود گفتم کہ چندیں اولیاء خدا ومشائخ کبار بریں رفتہ اند اگر ایشاں غلط کردہ اند وبرضلالت رفتہ معاذ اللہ من چہ چیزم کہ من نیز برضلالت باشم ۔ عاقبت چناں شد اگر بصد ہزار حیلہ خواہم کہ خود را در شبہ اندازم ممکن نباشد +
پس جبتک فخر علم کا حجاب رفع نہ ہو یہ حقیقت دل پر منکشف نہیں ہوتی ۔ اسلئے کہ علم دراصل معرفت الٰہی کا نام ہے ورنہ عربی بولی تو عرب کے بچے بھی جانتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم ہدایت نصیب کرے ۔ آمین یارب العالمین +
مسئلہ سوم یعنی بعض اولیاء اللہ کو بغیر درس وتدریس مروجہ علوم ظاہر وباطن کا اعلام الٰہی اور کشف والہام ربانی سے حاصل ہونا ۔ اس کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلکہ تمام بادہ نوشان بحر محمدی بلا توسط غیرے خارج از بحث ہیں ۔ قلنا ۔ جناب من صرف صحابہ کرام پر منحصر نہیں ہے بلکہ کل اولیاء اللہ بھی بادہ نوشان بحر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہیں ۔ حضرت غوث الاعظم پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ انا مار بانی احد الاجدی اسمیں یہ اشارہ ہے کہ حضرت سراللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلا توسط مشائخ تربیت فرمایا ہے ۔ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ انی وصلت الی اللہ من غیر وسیلۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ دیکھنا کہیں حضرت مجدد علیہ الرحمت جیسی متشرع اور بزرگ ہستی پر بلا سوچے سمجھے اعتراض نہ کر دینا ۔ یہ مرتبۂ فنا فی الرسول کی شان ہے ۔ چنانچہ انسان کامل میں ہے الاتراہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ظہر فی صورۃ الشبلی رضی اللہ عنہ قال الشبلی لتلمیذہ اشہد انی رسول اللہ وکان التلمیذ صاحب کشف فعرفہ فقال اشہد انک رسول اللہ ۔ انتہی اللہ اللہ کجا بود اشہب کجا تاختم ۔ مدعا یہ ہے کہ درحقیقت تمام اولیائے کرام وعلمائے عظام جرعہ نوشان بادۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ والسلام
قولکم " میرا روئے سخن ان بزرگان دین کی طرف تھا ۔ جنہیں اُس چشمۂ نور سے ظاہری طور پر منور ہونیکا موقعہ نہیں نصیب ہوا ۔ اور اُن کی ظاہری آنکھیں اُس آفتاب عالمتاب کے دیدار انور سے منور نہیں ہوئیں ۔ اور باوجود اس کے انہوں نے اولو العزمانہ مجاہدہ اور باطنی صفائی سے

وہ سب کچھ حاصل کرلیا ہے جو علماء ظواہر سے بعید بلکہ ابعد ہے۔ اور بغیر توسل اِن پاکبازان ازلی کے اس حد تک رسائی ناممکن محض ہے۔"

قُلنا۔ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت دو قسم ہے۔ ایک صوری جو صحابہ کرام کو حاصل تھی۔ دوسری معنوی جو اولیاء اللہ کو نصیب ہے۔ جن کے متعلق شیخ عبدالحق محدث رح مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔ کہ ہمیشہ حاضر درگاہ باشند والیشاں رادریں باب مشارکت و مشابہت است بحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کہ مطلع اند براحوال وافعال واقوال آنحضرت و مخصوص اند بمصاحبت و مجالست و مکالمت شریف غیر آنکہ ایشانرا صحبت معنوی ست واز صحبت صوری مہجور اند۔ ہمچناں کہ جائز است کہ در مقام جوہر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصور و متمثل گردد بے شوب تمثل شیطان در یقظہ نیز حاصل گردد چنانکہ کمل اولیاء رامیباشد ولازم نمی آید کہ ایشاں را در اصطلاح صحابہ گویند ولیکن در بعضے وجوہ حکم صحابی داشتہ باشند انتہی۔ پس کمل اولیاء کا بیداری میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہونا متحقق ہے +

اور مجاہدہ وصفائی باطن سے علوم ظاہری باطنی کا حاصل ہونا مکتوب اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن آپ نے التفات نہیں فرمایا یا دانستہ اغماض کیا ہے۔ دیکھو شیخ اکبر قدس سرہ مقدمہ کتاب فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔ ان المتاہب اذ الزم الخلوۃ والذکر و فرغ المحل من الفکر وقعد فقیراً لاشیئ لہ عند باب ربہ حینئذ یمنحہ اللہ تعالیٰ ویعطیہ من العلم بہ والاسرار الآلہیۃ و المعارف الربانیۃ التی اثنی اللہ سبحانہ بہا علی عَبْدِہٖ خضر فقال عبداً من عبادنا آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علماً وقال تعالیٰ و اتقوا اللہ ویعلمکم اللہ وقال ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا وقال ویجعل لکم نوراً تمشون بہ قیل للجنید رح بم نلت ما نلت فقال بجلوسی تحت تلک۔ الدرجۃ ثلاثین سنۃ وقال ابویزید رح اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت فیحصل لصاحب الھمۃ فی الخلوۃ مع اللہ وبہ جلت ھبتہ وعظمت منتہ من العلوم مایغیب عندھا کل متکلم علی البسیطۃ بل کل صاحب نظر برھان لیست لہ ھذہ الحالۃ فانھا وراء النظر العقلی۔ (وقال) فی علوم الاسرار ھو العلم الذی فوق طور العقل وھو علم نفث روح القدس فی الروع یختص بہ النبی والولیّ۔ (وقال) ھو علم الاسرار العالم بہ یعلم العلوم کلھا ویستغرقھا ولیس صاحب تلک العلوم کذٰلک فلا علم اشرف من ھذا العلم المحیط الحاوی علی جمیع المعلومات۔ انتہی۔

اور جو آپ نے حضرت امام غزالی و شیخ اکبر و ابن فارض و مولانا رومی علیہم الرضوان کی شان میں کہا ہے کہ "اُن کی ظاہری قابلیت سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اُن کی بلند خیالی اور وسعت نظری اسی کسبی علم کا ہی نتیجہ ہے جو انہوں نے ظاہری طور پر حاصل کیا ہے"۔

قُلنا یہ نہایت ہی خام عقیدہ اور ناقص گمان ہے۔ حضرت رومی علیہ الرحمت نے سچ فرمایا ہے

قاضیانے کہ بظاہر مے تنند = حکم بر اشکال ظاہر مے کنند

جناب مَن اولیاء اللہ کی بلند پروازی علم الٰہی و عقل کلی و ذکر خداوندی و صحبت حق کی بدولت ہے۔

مثنوی۔ علم آموزی طریقش قولی است = حرف آموزی طریقش فعلی است

فقر خواہی آں بصحبت دائم است = نے زبانت کار مے آید نہ دست

دانش انوار است در جان رجال = نے ز راہ دفتر و نے قیل و قال

گو بفضلش پے ببرد ہر فضول = کے فرستادے خدا چندیں رسول

قولکم "ایسی ہستیوں کا سُراغ مطلوب ہے جن کا علم ظاہری ان کے باطن کا تابع ہو۔ اور اُنہوں نے صرف باطن کی صفائی سے وہ سب کچھ حاصل کر لیا ہو۔ جس کی ظاہر کیلئے بھی ضرورت ہے"۔

قُلنا۔ ایسے بزرگان دین کی شان میں شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات میں فرماتے ہیں۔ بحکم المحمدی الّذی لم یتقدّم لہٗ عِلم بالشریعۃ بوساطۃ النقل وقراءۃ الفقہ والحدیث ومعرفۃ الاحکام الشرعیۃ فینطق صاحب ھذا المقام بعلم الحکم المشروع علی ماھو علیہ فی الشرع المنزل من ھذہ الحضرۃ ولیس من الرسل وانّما ھو تعریف الٰہی وعصمۃ یعطیھا ھذا المقام لیس للرسالۃ فیہ مدخل (باب ۳۱) وقال ومِن اسرارھم ایضًا انّھم یتکلمون فی فصول البلاغۃ فی النطق ویعلمون اعجاز القرآن ولم یعلم منھم ولاحصل لھم من العلم بلسان العرب والتحقق بہ علی الطریقۃ المعھودۃ من قراءۃ کتب الادب مایعلم انھم حصل لھم ذلک من ھذہ الجھۃ بل کان ذلک لھم من الھبات الالٰھیۃ بطریق خاص یعرفونہ من نفوسھم اذا اعطوا العبارۃ عن الذی یرد علیھم فی بواطنھم من الحقائق وھم امیون باب ۳۲) وقال فی حق الفقہاء الصادقین کانوا اعرف الناس بمقدار الرسل ومن اعظمھم تبعا لسنن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ورشدھم محافظۃ علی سننہ عارفین بماینبغی لجلال الحق من التعظیم عالمین بما خص اللہ عبادہ من النبیین واتباعھم من الاولیاء من العلم باللہ من جھۃ الفیض الالٰھی الاختصاصی الخارج عن التعلم المعتاد من الدرس والاجتھاد وما لایقدر العقل من حیث فکرہ ان

يصل اليه ولقد سمعت واحدا من اكابرهم وقد رأى مما فتح الله به علي من العلم به سبحانه من غير نظر ولا قراءة بل من خلوة خلوت بها مع الله ولم اكن من اهل الطلب فقال الحمد لله الذي انا في زمان رايت فيه من آتاه الله رحمة من عنده وعلمه من لدنه علما فالله يختص من يشاء برحمته والله ذو الفضل العظيم + باب ۶۷۔

پس بعض اقطاب عارفین کو احکام شرعیہ و علوم الٰہیہ کا علم بلا درس و تدریس و طریقہ معہودہ و تعلم معتاد بغیر واسطہ نقل و قراءت فقہ و حدیث و معرفۃ احکام شرعیہ کے خلوت مع اللہ و باطنی صفائی کے ساتھ محض موہبت الٰہی و تعلیم ربانی سے حاصل ہونا ثابت ہوا۔ اور یہ قدرت الٰہی و رحمت حق سے کچھ بعید نہیں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین +

اور آپ نے قول عارف (امسیت کردیا واصبحت عربیا) پر اعتراض کیا ہے "کہ وہ کتنی دیر کیلئے عربی بنے تھے اور ان کی عربیت کا قیام کبتک رہا اور اُن کی عربیت کا ثبوت بغیر اس مقولہ کے کوئی اور بھی دُنیا میں موجود ہے الخ"

قلنا اس قسم کے انعامات الٰہیہ کا اولیاء اللہ کو دائمی طور پر حاصل ہونا سابق میں ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کا اعتراض فخر علمیت کے باعث ہے۔ جبتک فخر علم کا تاج سر استکبار سے خاک انکسار پر نہ پھینک دیا جائے۔ اس بات پر ایمان لانا مشکل ہے کہ العلم حجاب الاکبر قولکم تا قیام دنیا علماء ظواہر کے وجود سے قائم ہے۔ اور آخرت میں بھی اُن کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے ؎

"رضینا قسمۃ الجبار فینا — لنا علم وللجہال مال"

قلنا۔ قیام دو عالم انسان کامل کے وجود سے ہے جو کمالات ظاہری و باطنی کا جامع ہے نہ صرف علماء ظواہر کے وجود سے۔ جیسا کہ شیخ الاکبرؒ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں لا یزال العالم محفوظا مادام فیہ ہذا الانسان الکامل الاتراہ اذا زال وفک الختم من خزانۃ الدنیا لم یبق فیہا ما اختزنہ الحق فیہا وخرج فیہا ما کان فیہا والتحق بعضہ ببعض وانتقل الامر الی الآخرۃ فکان ختما علی خزانۃ الآخرۃ ختما ابدیا اور فتوحات باب ۶ میں فرمایا واقام سبحانہ ہذہ الصورۃ الانسانیۃ بالحرکۃ المستقیمۃ صورۃ العمد الذی للخیمۃ فجعلہ لقبۃ ہذہ السموات فہو سبحانہ یمسکہا ان تزول بسببہ فعبرنا عنہ بالعمد اور باب ۳۷ میں اس حقیقت کے سمجھانے کے واسطے کہ تمام عوالم کا قیام حضرت انسان کامل کے وجود سے ہے ایک دائرہ کھینچ کر دکھایا ہے

جو النسب جان کر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ھذہ صورۃ الفلک المکوکب وقباب السمٰوات وما تستقر علیہ وھو الارض والارکانُ الثلاثۃ والعمد الذی یُمسک اللہ بہ القبۃ والمعدن والنبات والحیوان والانسان
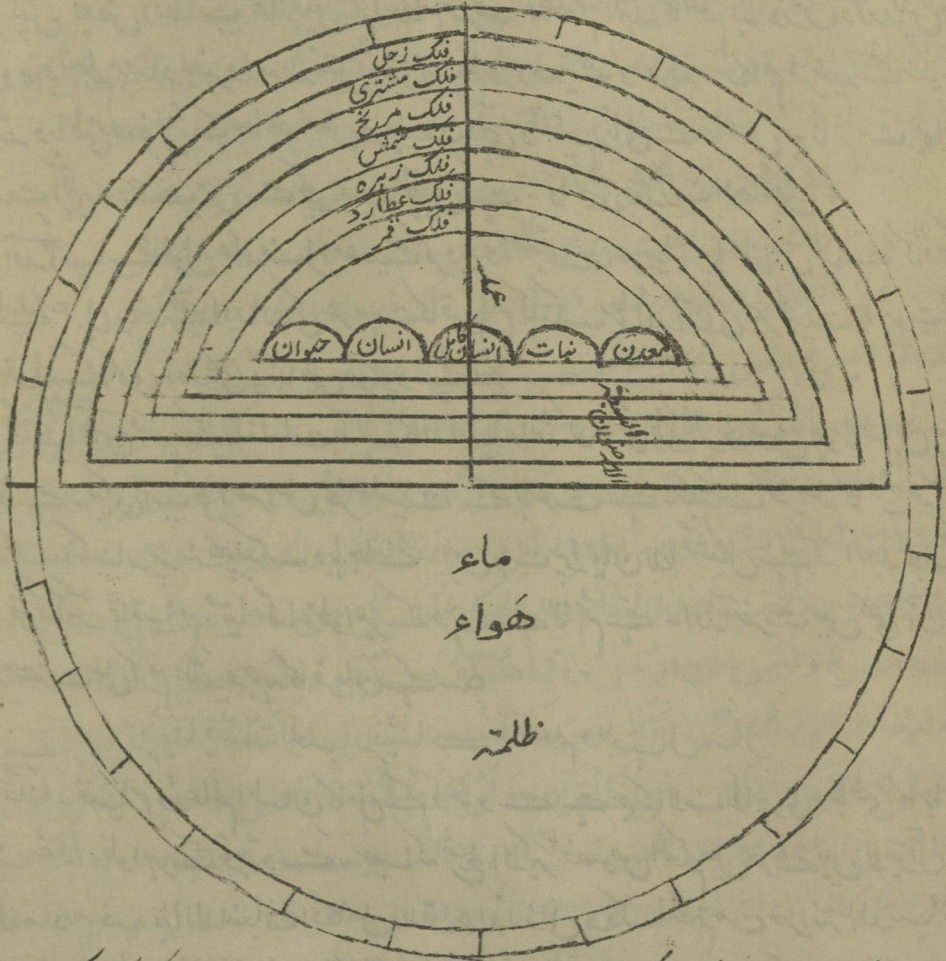
دیکھو اس دائرہ میں انسان کامل کو جس پر قیام عالم ہے ہر انسان سے ممتاز کر کے دکھایا ہے۔
اور انسان کامل کے شان میں صاحب کتاب انسان کامل فرماتے ہیں۔ ان الانسان الکامل ھو القطب الذی تدور علیہ افلاک الوجود من اولہ الی آخرہ (وقال) الانسان الکامل ھو الذی یستحق الاسماء الذاتیۃ والصفات الآلٰہیۃ استحقاق الاصالۃ والملک بحکم المقتضیٰ الذاتی لیکن یہ بات آپ کے فہم و ادراک سے بلند تر ہے۔ آپ توان علمائے رسوم ہی کو انسان کامل سمجھتے

ہیں جو اقطاب عارفین کے اقوال و احوال پر معترض ہیں۔ لیکن یاد رکھو ایسے عُلماء کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتقوا عن العالم الجاھل۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کون ہیں یارسول اللہ فرمایا عالم اللسان وَجَاھِلُ القلب اور حضرت فرید شکر گنج علیہ الرحمت کا قول ہے اَلعُلماء اشر الناس وَالفُقراءُ اَشرف الاشراف (اخبار الاخیار للشیخ عبد الحق محدث رحمہ اللہ)

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمودہ ہے رَضِینَا قسمۃ الجبار فِینَا۔ لَنَا عِلمٌ وَلِلجُھالِ مَال علم ظاہر و باطن ہر دو پر مشتمل ہے نہ فقط علم ظاہر پر کما قال رضی اللہ عنہ یحکی عن عھد موسیٰ علیہ السلام ان شرح کتابہ اَربعُونَ حملا فلو یاذن اللّٰہ لی فی شرح المعانی الفاتحۃ لاشرع فیھا حتیٰ تبلغ مثل ذٰلک یعنی اربعین وقرا۔ وھٰذہ الکثرۃ والسعۃ والانفتاح فی العلم لایکُونَ الالدینا آلھیا سماویا (رسالۃ اللدنیۃ للامام الغزالیؒ) وَقال الشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ این عالم الرسوم مِن قول علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حِین اخبر عَن نَفسِہ انہ لو تکلم فِی الفاتحہ من القرآن لحمل مِنھا سَبعِین وقرا ھل ھٰذا الامن الفھم الذی اعطاہ اللّٰہ فی القرآن فتوحات باب ۵۴

قَولکُم "جو صاحب سجادہ ہیں وہ عملاً ولایت کے مدعی ہیں۔ اور انہوں نے اپنی روش سے عوام الناس کو یہ یقین دلایا ہوا ہے کہ اُن کا باطن علوم باطنی و ظاہری کا خزانہ ہے۔ اسی وہم کی بدولت وہ ان کے دِلوں پر قابض اور جو کچھ اُن کے پاس ہے اس کے حقیقی مالک ہیں۔ اگر یہ دامِ تزویر نہیں اِس میں کچھ بھی حقیقت ہے تو جس چیز کا وہم دِلا کر وہ لوگوں کو مطیع کرتے ہیں۔ اُسکے ظاہر کرنے میں وہ کیوں بخیل ہیں۔ اگر اُن میں سے یا کوئی اور صاحب باطن ہے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی اور اس دُوسرے شخص کو بھی جس میں یہ طاقت واقعی ہے ظاہر کر دے اور یہ ظہور محض ادعا نہیں بلکہ با دلیل ھو الخ"

قُلنا۔ یہ آپ کی سراسر بدگمانی ظن المومنین خیرا کے خلاف حجاب علم رسمی کی وجہ سے ہے۔ کیا فی زمانہ ہر صاحب سجادہ کی بلا امتیاز محق و مبطل کے عَیب جُوئی کرنا اور انہیں خود نمائی و دھوکہ دہی کے ساتھ متہم ٹھہرانا اہل حق کی تلاش کا یہی طریقہ ہے۔ غالباً آجکل کے اکثر عُلماء نے تبلیغ احکام آلٰہی کا رکن اعظم یہی سمجھ رکھا ہے کہ مشائخ اور اُن کے طالبان صادق کی شکایت کر کے اپنے ایمان کا نقصان کیا جائے۔ واقعی ایسے علماء زبان کے عالم اور دل کے جاہل ہیں۔ اور شیخ اکبر قدس سرہ نے ایسے علمائے زباندراز کے حق میں فرمایا ہے ھُم فراعنۃ الاولیاء و دجاجلۃ عباد اللہ الصالحین (فتوحات باب ۳۰) اور امام غزالی علیہ الرحمت احیاء العُلوم جلد اول میں

فرماتے ہیں خبردار تم یہ علم پڑھ کر ایسا نہ کرنا کہ جو چیز تمہاری عقل ناقص کی حد سے باہر ہو اُسکو انکار کرنے لگو کہ اس سے بڑے بڑے ماہر تباہ ہو گئے۔ جن کو دعوی تھا کہ ہم علوم معقول سب جانتے ہیں۔ جو علم عقلی کہ اولیاء اللہ کی ان جیسی باتوں کے انکار کی طرف بلائے اُس سے جہالت بہتر ہے اور جو شخص اِن باتوں کا انکار اولیاء اللہ کے لئے کرتا ہے۔ اُسکو انبیاء عَلَیہِم السلام کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور دین سے بالکل باہر ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا بعض عارفین کا قول ہے کہ ابدال جو اطرافِ زمین میں چلے گئے ہیں۔ اور عوام کی نظروں سے چھپ گئے ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کو اس زمانہ کے عُلماء کے دیکھنے کی تاب نہیں۔ اسلئے کہ عُلماء اُن کے نزدیک خدا تعالیٰ کو نہیں جانتے۔ حالانکہ اپنے گمان اور جاہلوں کے عندیہ میں عالم ہیں۔ انتہیٰ۔

اور جو آپ ایسے ولی کو چاہتے ہیں کہ خزائن علوم لدنی باطنی و علوم شرعی ظاہری بادلائل قطعیہ یکقلم آپ کے آگے ظاہر کر دینے پر مجبور ہو یہ بات آپ کو ہرگز حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسے کمل اولیاء کبریتِ احمر کی طرح کمیاب اور مع ہذا اُمورِ غیبیہ موہوبہ لدنیہ متعلقہ علوم شرعیہ کے اخفا پر مامور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات باب ۱۴ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ھم اعلم الناس بالشرع غیر ان الفقہاء لا یسلمون لہم ذٰلک وھو لا یلزمہم اقامۃ الدلیل علی صدقہم بل یجب علیہم الکتم لمقامہم۔ والسلام

قولکم۔ " یہ فرمان کہ طلبِ صادق کے بغیر اولیاء اللہ کا ملنا ناممکن ہے۔ بسر و چشم منظور۔ لیکن دوسری شق من طلب وجد وجد پر عمل کرتے ہوئے اولیاء اللہ کا پالینا اس صورت میں کیسے ہو سکتا ہے جب اُن کی حقیقتِ ادراک سے بالاتر ہو"

قلنا حق سُبحانہ و تعالیٰ کی ذات مخلوقات کے ادراک سے بلند اور برتر ہے۔ اور باوجود ایں بحکم واسجد واقترب اُس کا قرب ثابت ہے۔ اور اُس کے الطاف و افضال و اکرام کا بندگان خدا کو حاصل ہونا متحقق ایسے ہی حقیقۃ اولیاء ادراک سے بلند اور بالا ہے کہ اَوْلِیَائِی تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِی لیکن ان کی علامت ظاہر ہے۔ کہ جب صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اولیاء اللہ کی علامت طلب کی تو فرمایا۔ اذا رُءوا ذکر اللہ۔ پس جیسا کہ پہلی حدیث میں حقیقۃ اولیاء کے ادراک کی نفی ہے۔ دوسری حدیث میں اُن کی رویت کا اثبات ہے۔ مگر اُن کے دیدار کے لئے دیدۂ بینا چاہیئے۔ جو نورِ ہدایتِ ازلی سے منور اور سُرمہ فطرتِ پاک سے مُکتحل ہو۔

قولکم " جھوٹے مدعیوں کا مکرو فریب صداقت پر غالب آچکا ہے الخ "

قلنا یہ قول بالکل غلط ہے۔ جھوٹ کبھی سچ پر غالب نہیں آسکتا۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ جسے آپ لاعلمی سے جھوٹ سمجھے ہوئے ہیں وہ دراصل سچ ہے۔ اسی لئے غالب ہے۔ نیز پیران کامل وطالبان صادق پر آپ کے تمام اعتراضات فضول ہیں۔ البتہ مدعیان ناقص وطالبان دُنیا کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ لیکن بلا امتیاز محق ومبطل ہر ایک کو متہم ٹھہرانا بعید از انصاف ہے

قولکم " جو کچھ انہیں باریتعالیٰ کی طرف سے اپنی قسمت کے مطابق ملتا ہے وہ اسے اپنے پیر کی نظرِ عنایت کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ "

قلنا اس میں کیا شک ہے کہ بمطابق حدیث شریف اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ (متفق علیہ) ہماری ظاہری و باطنی روزی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تقسیم فرماتے ہیں۔ مدارج النبوت باب پنجم میں ہے کہ مفاتیح خزائن رزق وقسمت آں در دست ایں سید کریم نہادند وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمتہٖ (رواہ الدیلمی من حدیث ابی رافعؓ) وقال العارف الرومیؒ ؎

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول = ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

دو مداں و دو مبیں و دو مخواں = خواجہ را در خواجۂ خود محو داں

چوں جُدا بینی زحق ایں خواجہ را = گم کنی ہم متن وہم دیباجہ را

پیر وحق را زاحولی ہر کہ دو دید = او مُرید ست در حقیقت نہ مُرید

پس اگر طالبِ صادق افضال خداوندی کو اپنے شیخ کی نظرِ عنایت کا نتیجہ سمجھے تو اس میں کیا نقص ہے۔ بلکہ مناقب صلیمانیہ میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمت کا قول منقول ہے کہ حد اعتقاد اہلسنت کہ ہر چہ از خدا طلبید نی باشد اول از پیر خود طلبد بعدہ از خدا تا مطلوب شتاب حاصل شود۔ والسلام

قولکم " اگر معرفت حاصل کرنے کیلئے شیخ کامل کے توسل کی ضرورت ہے مشیخ کامل کی شناخت ولی اللہ ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ ولی را ولی می میشناسد۔ عوام الناس کو یہ طاقت ہی نہیں۔ اور نہ اس کوچہ میں مداخلت۔ باوجود اس کے تمام جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جس مقصد کیلئے خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اس کا حاصل کرنا خود اسی نے ہمارے لئے ناممکن بنا دیا ہے۔ اور یہ تکلیف مالا یطاق نہیں ؟ "

قلنا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سوائے پیر کامل کے معرفت الٰہی کا حاصل ہونا محال ہے اسلئے کہ بلا رفیق (شیخ) یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ الرفیق ثم الطریق۔ باقی رہا لا یعرف الولی الا الولی

کا بہانہ سو اس کا جواب اوپر گذر چکا ہے۔ یعنی باوجود اس کے کہ حقیقت اولیاء ادراک سے بالاتر ہے اور انہیں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ لیکن علامات اولیاء مندرجہ قرآن وحدیث کے مطابق دیکھ کر اُن سے فیوضات کا حاصل کرنا امر مسلم ہے۔ اور خدا جسے چاہے اُن کی شناخت کرا دیتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ٥

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد = ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

اور واقعی بحکم مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ای لیعرفون تمام جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ لیکن معرفت کی دو قسمیں ہیں۔ استدلالی و وجدانی۔ اور حق سبحانہ نے بحسب استعدادات مختلفہ کسی کو معرفت استدلالی عطا فرمائی ہے۔ جیسے علمائے رسوم اور کسی کو معرفت وجدانی جیسے علمائے ربانی۔ اور کسی کو ہر دو جیسے انبیاء و کمل اولیاء علیہم السلام اور کسی کو دونوں سے محروم رکھا جیسے عوام کالانعام۔ اسلئے کہ وہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کذلک یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یفعل اللّٰہُ ما یشاء ویحکم ما یرید اور اُس پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا۔ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ والسلام۔

مسئلہ چہارم کے متعلق جو آپ نے تحریر کیا ہے "کہ حروف مقطعات عربی میں کوئی صحیح وضعی معنے ایسے نہیں رکھتے جن کے مقابل کوئی اور معنے نہ ہو سکتے ہوں۔ اور صاحب وحی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے باوجود ماھو علی الغیب بضنین ان کے اسرار سے آگاہی نہیں بخشی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خدا و رسولؐ کے درمیان راز ہیں۔ جن کی رازداری پر قناعت کرنا تشنگان علم کی آزمائش اور اُن کی تاویل کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کر کے ان پر ایمان لانا رٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کی ستائش ہے۔"

قُلْنَا۔ قرآن مجید میں نہ صرف مقطعات بلکہ تمام حروف ونقاط وکلمات وآیات بینات غیر متناہی اسرارات الٰہیہ کے سمندر ہیں۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للقرآن ظھر وبطن ولبطنہ بطن الی سبعۃ البطن۔ پس ہر آیۃ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اور ہر باطن کے واسطے ایک ظاہر ہے اور ہر ظاہر کے واسطے ایک باطن ہے۔ اور ان میں غیر متناہی معانی موجود ہیں قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی استعداد وقوت خداداد کے موافق اس بحر حقائق ناپیدا کنار سے جرعہ نوش ہے۔ قال الامام المحقق السابق جعفر بن محمدؑ الصادق علیہ السلام کتاب

اللہ علی اربعۃ اشیاء العبارۃ والاشارۃ واللطائف والحقائق فالعبارۃ للعوام والاشارۃ للخواص، واللطائف للاولیاء والحقائق للانبیاء۔

اور صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ غیر متناہی اسرارات الٰہی کا دستر خوان عوام و خواص ہر قسم کے اشخاص کے سامنے رکھ کر بحکم مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کسی کو زبان وحی ترجمان سے اور کسی کو ہمت و توجہ باطنی سے لقمہائے نور عطا فرمائے ہیں۔ اسلئے کہ آپ بندگان خدا کے مراتب تقسیم کرنیوالے اور انبیاء و اولیاء کے افسر اور خزائن الٰہیہ کے مالک ہیں۔

اور اسمیں شک نہیں کہ حروف مقطعات خدا اور رسولؐ کے درمیان راز ہیں۔ لیکن خدا اور رسولؐ کی ذات کریم ہے اور کریم کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا۔ لہٰذا جنکی استعداد کاملہ اور فطرت سلیمہ ان اسرارات کی بھی سائل ہوتی ہے۔ حضرت جواد مطلق نے اپنے حبیب برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان کے دلوں کی جھولیاں جواہر اسرار و حقائق قرآن سے بھر دی ہیں۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ واکثر علماء باللہ نے حروف مقطعات کے معانی بیان فرمائے ہیں۔ اور صاحب تفسیر عرائس البیان فرماتے ہیں۔ ھکذا سنۃ الالٰہیۃ خاطب محبیہ بالرموز والاشارات مثل الحروف المقطعۃ ھی رموز من الحق لسادۃ انبیاء واولیائہ تشریفا لھم وتعظیما علی سائر الخلق (وقال) ھذہ الا حرف رمز اللہ مع حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم بحذوہ بھن ومن کان اہلہ من سر الذات والصفات والافعال (وقال) خواص امتہ ربما یطلع علی سر بعضھا کالصحابۃ والتابعین والمتقدمین من الاولیاء والعلماء کان حروف المقطعات رموز معانی سور القرآن لا یعرف تلک الرموز الا الربانیون والاحبار من الصدیقین۔ انتہی۔

اور راسخون فی العلم کا ان حروف کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا قولہ تعالیٰ والراسخون فی العلم اور قولہ عزوجل الا اللہ کے درمیان فرق کرنے کے اعتبار سے ہے وقد عطف قولہ والراسخون فی العلم علی قولہ عزوجل الا اللہ علی احدی الاقوال وقال صاحب المجمع التفسیر للعوام والتاویل والتاویل للخواص لانھم العلماء الراسخون (سر الاسرار) وفی العرائس والراسخون ھم الذین کشف لھم اسرار العلوم اللدنیۃ وعجائب معلومات الآخرۃ الخارجۃ من ابصار الظاھرۃ وقال الشیخ الاکبر درسرہ فی تفسیرہ والراسخون فی العلم العالمون یعلمون بعلمہ ای انما علمہ اللہ جمیعا وتفصیلا یقولون آمنا بہ لیصدقون علم اللدنیہ فھم یعلمون بالنور الایمانی فتامل +

اما قولکم مفسرین میں سے جن بزرگوں نے اپنے وجدان اور قیاس کے مطابق اُن میں طبع آزمائی

کی ہے وہ اپنے ظن اور قیاس سے زیادہ اپنے معانی کو کچھ بھی وقعت نہیں دیتے"

قلنا۔ محض غلط ہے۔ آپ کا یہ قول تحقیق سابق کے صریح خلاف ہے کجا علم لدنی وکشف ذاتی اور کجا ظن اور قیاس سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بلکہ شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات باب اول میں فرماتے ہیں۔ لو فتحنا الکلام علی سرائر ھذہ الحروف وما تقتضیہ حقائقھا لکلت الیمین وحفی القلم وجف المداد وضاقت القراطیس والالواح ولو کان الرق المنشور فانھا من الکلمات التی قال اللہ تعالیٰ فیھا لو کان البحر مدادا وقال ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ وھھنا سر واشارۃ عجیبۃ لمن تفطن بھا وعثر علی ھذہ الکلمات فلو کانت ھذہ العلوم نتیجۃ عن فکر ونظر لانحصر الانسان فی اقرب مدۃ ولکنھا موارد الحق تعالیٰ تتوالی علی قلب العبد وارواح البررۃ تنزل علیھم من عالم غیبہ برحمۃ التی من عندہ وعلمہ الذی من لدنہ والحق تعالیٰ دائب علی الدوام فیاض علی الاستمرار والمحل قابل علی الدوام اما یقبل الجھل واما یقبل العلم فان استعد وتھیا وصفی مرآۃ قلبہ وجلاھا حصل لہ الوہب علی الدوام ویحصل لہ فی اللحظۃ مالا یقدر علی تقییدہ فی ازمنۃ لاتساع ذلک الفلک المعقول وضیق ھذا الفلک المحسوس فکیف ینقضی مالا یتصور لہ نہایۃ ولا غایۃ یقف عندھا وقد صرح بذلک فی امرہ لرسولہ علیہ السلام قل رب زدنی علما والمراد بھذہ الزیادہ من العلم المتعلق بالالہ۔ انتہی۔

قولکم "انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بغیر اور کسی کا کشفہ اور الہام محفوظ نہیں۔ اسلئے اولیاء اللہ نے شریعت طاہرہ کو اپنے کشف والہام کی صحت کا معیار مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں بجائے اس قول کے کہ ان کا کشف وجدان عین مطابق قرآن وحدیث ہے یہ قول زیادہ موزوں ہے کہ اولیاء اللہ کا کشف مطابق قرآن وحدیث ہو تو صحیح ورنہ غلط الخ"۔

قلنا۔ اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام معصوم کما فی الرسالۃ القشیریۃ من شرط الولی ان یکون محفوظا کما ان من شرط النبی ان یکون محفوظا + نیز یہ قاعدہ مبتدیوں کے لئے مقرر ہے۔ جیسا کہ صاحب کتاب انسان کامل مقدمہ میں فرماتے ہیں۔ واما الالہام الالٰہی فان طریق المبتدی فی العمل بہ ان یعرضہ علی الکتاب والسنۃ فان وجد شواھدہ منھما فھو الہام الٰہی وان لم یجد لہ شاھدا فلیتوقف عن العمل بہ مع عدم الانکار لما سبق وفائدۃ التوقف ان الشیطان قد یلقی فی قلب المبتدی شیئا یفھمہ انہ الہام الٰہی فیخشی ان یکون

ذٰلِکَ مِن ھذا القبیل وَلیلزم صحۃ التوجہ الی اللہ والتعلق بہ مع التمسک بالاصول الی ان یفتح اللہ بمعرفۃ ذلک الخاطر۔ انتہی۔

لیکن منتہی کی شان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان رجال فِی امتی منذ لتہم کمنزلتی جسکی تفسیر مثنوی مولوی معنوی میں بدیں الفاظ موجود ہے ؎

گفت پیغمبر کہ ہست از اُمتم = کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم

مر مرا زاں نور بیند جان شاں = کہ من ایشاں را ہمے بینم ازاں

بے صحیحین و احادیث و روات = بلکہ اندر مشرب آب حیات

وَقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل فی روایۃ انبیاء بنی اسرائیل بلاکاف التشبیہ والروایتان صحیحتان (نقد النصوص جامی قدس سرہ)

پس انبیاء علیہم السلام کی طرح اولیاء اللہ کے مکاشفات والہامات بھی سہو و خطاء سے محفوظ و مامون ہیں ؎ ہر کہ از حق یابد او وحی و خطاب = ہر چہ فرماید بود عین صواب

اور شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات باب ۳۱ میں فرماتے ہیں۔ التشریع من خصائص النبوۃ وَلَیس الاطلاع علی غوامض العلوم الالٰہیۃ من خصائص نبوۃ التشریع بل ھی ساریۃ فی عباد اللہ من رسول و ولی وَتابع ومتبوع اور فتوحات باب ۴۳ میں فرمایا وَقال صلی اللہ علیہ وسلم استفت قلبک وَاِن افتاک المفتون فاحالہم علی قلوبہم لما علم ما فیھا مِن سِر اللہ الحاویۃ علیہ فِی تحصیل ھذا المقام ففی القلوب عصمۃ الٰہیۃ لا یشعر بھا الا اہل المواقبۃ۔ انتہی۔

پس اولیاء اللہ کے مکاشفات والہامات کو غیر محفوظ اور قرآن وحدیث کے خلاف و غلط خیال کرنا فراعنۃ الاولیاء و وجاجلۃ الاصفیاء کا کام ہے۔ بھلا جو عُلُوم بحکم آتیناہ رحمۃ مِن عِندِنَا وَعلمناہ مِن لدنا علما خاص رحمتِ الٰہی و عِلم لدنی سے حاصل ہوں وہ قرآن وحدیث کے خلاف کیسے ہو سکتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

نیز بحکم نص قرآن اِنَّ عِبادِی لَیسَ لَکَ عَلَیہِم سُلطَانَ و اصلان حق و مقربان بارگاہ عزت کے پاک دلوں میں شیطان وسوسہ نہیں ڈال سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ اِن پاکبازان ازلی و رازداران لم یزلی کے کلمات و انفاس طیبات عین مطابق کتاب وسُنّت علی صاحبہا الصلوٰت وَالتسلیمات ہیں۔ لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ہمچنانکہ تعظیم قرآن وحدیث واجب است تعظیم کلام اولیاء اللہ نیز لازم است ؛ (مقالات صوفیہ صفحہ ۱۴۴)

قولکم" اسی اعلیٰ معیار کی بدولت حضرت غوث الاعظم رض جیسے اولوالعزم بزرگ اور شیخ اکبر رح جیسے صاحب مکاشفہ بھی الہامی دہوکہ بازیوں سے محفوظ نہ ہونے کے اقراری ہیں۔ باوجود اس کے قرآن شریف کے معنوں کی بنیاد کشف و وجدان پر رکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور ہر ایک وجدان وقیاس کو مطابق قرآن خیال کرنا کتنا بڑا دہوکہ ہے۔ اس صورت میں قرآن کریم کے معنوں سے امن کا اٹھ جانا اور ہر ایک کو اپنی رائے پر کاربند ہونا لازم آئیگا۔"

قلنا۔ قرآن مجید واحادیث پاک کے معیار برحق ہونے میں کس کو شک ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کے وجدان صحیح وکشف صریح والہام الٰہی کو وہم وقیاس اور اپنی رائے کہنا معاذ اللہ کتنا ہی بُرا عقیدہ اور گندہ خیال ہے جو ناپاک دماغوں میں سمایا ہوا ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ـــ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد۔

جن کو الہامات ربانی سے کچھ بھی حاصل نہیں وہ اُسے دہوکہ بازی خیال کرتے ہیں۔ آئیے ذرا بدیدۂ انصاف اس بارہ میں شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ کی تحقیق انیق ملاحظہ فرمائیے۔ فتوحات باب ۱۴ میں ہے اما حالۃ انبیاء الاولیاء فی ھذہ الامۃ فھو کل شخص اقامۃ الحق فی تجل من تجلیاتہ و اقام لہ مظہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم و مظہر جبریل علیہ السلام فاسمعہ ذلک المظہر الروحانی خطاب الاحکام المشروعۃ لمظہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا فرغ من خطابہ وفزع عن قلب ھذا الولی عقل صاحب ھذا المشہد جمیع ما تضمنہ ذلک الخطاب من الاحکام المشروعۃ الظاہرۃ فی ھذہ الامۃ المحمدیۃ فیاخذھا ھذا الولی کما اخذھا المظہر المحمدی للحضور الذی حصل لہ فی ھذہ الحضرۃ مما امر بہ ذلک المظہر المحمدی من التبلیغ لھذا الامۃ فیرد الی نفسہ وقد وعی ما خاطب الروح بہ مظہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلم صحتہ علم یقین بل عین یقین فاخذ حکم ھذا النبی وعمل بہ علی بینۃ من ربہ۔ فرب حدیث ضعیف قد ترک العمل بہ لضعف طریقہ من اجل وضاع کان فی روایۃ یکون صحیحا فی نفس الامر۔ وھذا ولی قد سمعہ من الروح یلقیہ علی حقیقۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما سمع الصحابۃ فی حدیث جبریل علیہ السلام مع محمد صلی اللہ فی الاسلام والایمان والاحسان فی تصدیقہ ایاہ واذ سمعہ من الروح الملقی فھو فیہ مثل الصحابی الذی سمعہ من فم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علما لاشک فیہ بخلاف التابع لانہ یقبلہ علی طریق غلبۃ الظن لارتفاع التہمۃ الموثرۃ فی الصدق۔ ورب حدیث یکون صحیحا من طریق رواتہ یحصل لھذا المکاشف الذی قد عاین ھذا المظہر فسال النبی صلی اللہ

علیہ وسلم عن ھذا الحدیث الصحیح فانکرہ وقال لہ لم اقلہ ولا حکمت بہ فیعلم ضعفہ فیترک العمل بہ عن بینۃ من ربہ وان کان قد عمل بہ اھل النقل الصحۃ طریقہ وھو فی نفس الامر لیس کذلک فھولاء ھم انبیاء الاولیاء ولا ینفردون قط بشریعۃ ولا یکون لہم خطاب بھا الا بتعریف ان ھذا ھو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وقد اثبت ھذا المقام للاولیاء اھل طریقنا وایتان ھذا وھو الفعل بالہمۃ والعلم من غیر معلم من المخلوقین غیر اللہ و ھو علم الخضر فان آتاہ اللہ العلم بہذہ الشریعۃ التی تعبدہ بھا علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارتفاع الوسائط اعنی الفقہاء وعلماء الرسوم کان من العلم اللدنی ولم یکن من انبیاء ھذہ الامۃ۔ فلا یکون من یکون من الاولیاء وارث نبی الا علی ھذہ الحالۃ الخاصۃ من مشاھدۃ الملک عند الالقاء علی حقیقۃ الرسول فافہم۔ فہم فی ھذہ الامۃ مثل الانبیاء فی بنی اسرائیل۔ فمثل ھولاء یحفظون الشریعۃ الصحیحۃ التی لا شک فیھا علی انفسہم وعلی ھذہ الامۃ ممن اتبعہم فہم اعلم الناس بالشرع غیر ان الفقہا لا یسلمون لہم ذلک۔ ملخصاً۔

سبحان اللہ حضرت شیخ علیہ الرحمت کی اس کلام مبارک سے اہل کشف اولیاء اللہ کا مشہد خاص میں خود مظہر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و مظہر جبرئیل علیہ السلام سے احکام مشروعہ کا بلا تعلم بشری علم لدنی سے علی بصیرۃ حاصل کرنا جس میں وہم و قیاس و دھوکہ بازی کا نام لینا بھی حرام ہے اور ان کے وجود باجود سے شریعۃ صحیحہ کا محفوظ ہونا کیسا عجیب ثابت ہے

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید = دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد۔

مگر فقہا و علمائے رسوم بیچارے جو اس حالت سے محروم ہیں اگر نہ مانیں تو معذور ہیں۔

واللہ اعلم بحقائق الامور۔

ستیں

"چونکہ حضرت عبد العزیز صاحب کے فرمان کے مطابق ہمیں اس بات میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ ان حروف کے معنے ہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی معنی بیان کرے پھر دوسرا اور تیسرا کوئی اور۔ ہر ایک ان میں سے اپنے آپ کو اپنے خیال کے مطابق سچا جانتا ہو۔ ایسی صورت میں محدث دہلوی علیہ الرحمت اور شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے صحت کو پرکھنے کیلئے کونسا معیار مقرر کیا ہے اور متکلمین و فقہا کو ماننے پر مجبور کرنے کیلئے کونسا قاعدہ۔ اگر ان بزرگوں نے کوئی ایسا اصل اور قاعدہ نہیں بتایا جو مخالفوں پر حجۃ باھرہ اور برہان قاھرہ کا کام دے سکے تو وہ ملزم کیونکر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔"

قلنا آپ کا یہ سوال نہایت کم ظرفی اور کثرت معانی قرآنیہ سے بے خبری پر دال ہے۔ کیا آپ کا یہی خیال ہے کہ ہر حرف کلام اللہ کا فقط ایک ہی معنی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر حرف کے اندر غیر متناہی اسرارات و معانی کے سمندر موجزن ہیں۔ اور ہر غواص اخص الخصواص حسب استعداد وہمت خداداد اس بحر ناپیدا کنار سے جواہر اسرار و درر معانی نکالنے میں صادق و بالحق ناطق ہے۔ کما قال الشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فی الفتوحات مکیہ فی باب السابع عشر و اربعمائۃ اما کلام اللہ اذا نزل بلسان قوم فاختلف اھل ذلک اللسان فی الفہم عن اللہ ما ارادہ بتلک الکلمۃ او الکلمات مع اختلاف مدلولاتہا فکل واحد منہم وان اختلفوا فقد فہم عن اللہ ما ارادہ فانہ عالم بجمیع الوجوہ تعالیٰ وما من وجہ الا وھو مقصود للہ تعالیٰ بالنسبۃ الی ھذا الشخص المعین (وقال) وکذلک اصحاب الاخذ بالاشارات فان ادا کم لذلک فی باب الاشارات فی کلام اللہ تعالیٰ خاصۃ فہم فیہ لانہ مقصود للہ تعالیٰ فی حق ھذا المشار الیہ بذلک الکلام وکلام المخلوق مالہ ھذہ المنزلۃ فمن اوتی الفہم عن اللہ من کل وجہ فقد اوتی الحکمۃ وفصل الخطاب وھو تفصیل الوجوہ والمرادات فی تلک الکلمۃ ومن اوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ فافہم والحمد للہ رب العالمین۔

نیز جناب من یہ مسئلہ بحث و تکرار نہیں ہے۔ بلکہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے لطف خاص سے یہ نعمت عظمیٰ عطا فرما دیتا ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم دیکھو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو علم لدنی سکھانا اس شرط پر منظور فرمایا کہ وہ آپ کی کسی بات پر معترض نہ ہوں جب تین بار اعتراض کیا تو فرما دیا ھذا فراق بینی وبینک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یرحم اللہ موسیٰ لوددنا لو صبر حتی یقص علینا من امورہما (بخاری شریف) چونکہ خضر علیہ السلام علم میں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ فاوحی اللہ الیہ ان عبدا من عبادی بمجمع البحرین ھو اعلم منک (بخاری شریف) اور خضر علیہ السلام کا علم موسیٰ علیہ السلام نہ جانتے تھے اسلئے صبر کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لیکن صبر نہ کر سکے اسلئے مفارقت ہوئی۔

پس بموجب فرمان فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم متکلمین و فقہا جو کہ مقام فقر و فنا سے بالکل ناآشنا اور علوم اسرار الٰہیہ سے محض ناواقف ہیں ان کا اہل حق و صاحبان توحید مطلق کے ساتھ جھگڑنا امر الٰہی کی خلاف ورزی نہیں تو اور کیا ہے۔

نیز اہل اللہ کو متکلمین و فقہا کے مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے - یہ تو نہایت ہی طفلانہ خیال ہے قال اللہ تعالیٰ وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (الکہف)
اسی لئے تو شیخ الاکبر قدس سرہ کتاب الامر المحکم المربوط میں شیخ کے شرائط میں فرماتے ہیں - ومن شرطہ اذا تکلم فی مسألۃ وقام الیہ منازع فیھا ان یقطع الکلام فانہ لا کلام لہم رضی اللہ عنہم بحضرۃ نفس المتنازع لان علومہم لا تقبل المنازعۃ لانہا وراثۃ نبویۃ وکان علیہ السلام اذا تنوزع عندہ یقول عند نبی لا ینبغی تنازع وذلک لان المعارف الالٰہیۃ والاشارات اللطیفۃ الربانیہ خارجۃ عن مدارک العقول من کون العقول ناظرۃ لا من کونہا قابلۃ فلم یبق فیھا الا الکشف ومن اخبر عما عاین وشاہد لا یجوز للسامع النزاع فی ما آتی بہ بل یجب علیہ فی حکم الطریق التصدیق بہ ان کان مویدا اوا تسلیم ان کان اجنبیا - والسلام علی من اتبع الہدیٰ +

قولکم " متکلمین و فقہا کا یہ قصور کہ وہمیات کو یقینیات میں داخل نہیں کرتے - قابل مواخذہ ہے یا ان کی یہ بہت بڑی خوبی ہے جس نے شریعت کو محفوظ رکھا ہوا ہے وہ فرمودہ خدا و رسول ؐ کے بغیر اور کسی رائے کو اس میں دخل نہیں دینے دیتے - اس وجہ سے وہ مجدد دین اور وارث پیغمبر ہیں "۔

قلنا - اولیاء اللہ کے اذواق مواجید و اسرار توحید اور اُن کے مشاہدات ذاتیہ و مکاشفات غیبیہ والہامات الٰہیہ کو معاذ اللہ وہمیات کہنا کتنا ہی بدترین شیوہ اور بہتان عظیم ہے - اُوپر اولیاء اللہ کے علوم لدنیہ کے حصول کا طریقہ اور اُن کا یقینی ہونا اور اُن کے مقابلہ میں علمائے رسوم کا علم ظنی ثابت ہو چکا ہے - باوجودیکہ ہر دو گروہ کا تمسک کتاب و سُنت کے ساتھ ہے لیکن عُلمائے ربانی کا علم چونکہ وہبی و لدنی و وجدانی ہے اسلئے ہر سہو و خطا سے پاک ہے - بخلاف عُلمائے رُسُوم کے کہ اُن کا علم کسبی و عقلی و بُرہانی ہے - اسلئے شبہات سے خالی نہیں ہے - جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات باب ۶۵ میں فرماتے ہیں - الطریق الموصلۃ الی العلم باللہ طریقان لا ثالث لہما (الطریق الواحدۃ) طریق الکشف وھو علم ضروری یحصل عند الکشف یجدہ الانسان فی نفسہ لا یقبل معہ شبہۃ ولا یقدر علی دفعہ (والطریق الثانی) طریق الفکر والاستدلال بالبرھان العقلی وھذا الطریق دون الطریق الاول فان صاحب النظر فی الدلیل قد تدخل علیہ الشبہ القادحۃ فی دلیلہ وما ثم طریق ثالث + پس علمائے ربانی کا علم

یقینی ہے۔ اسلئے کہ انہیں قرآن و احادیث کے حقائق و معانی کشفِ الٰہی سے حاصل ہوئے ہیں اور متکلمین کتاب و سنت میں استدلالات عقلی سے کام لیتے ہیں۔ اسلئے اکثر شبہات میں پڑتے ہیں ؎ پائے استدلالیاں چوبیں بود — پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود۔

اور شریعت صحیحہ کی حفاظت بھی دراصل وجودِ اولیاء اللہ کی برکت اور اُن کے مکاشفاتِ الٰہیہ کی وجہ سے ہے۔ جیساکہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ ورنہ علمائے رسوم نے فی زمانہ جسقدر دینِ الٰہی میں اختلافاتِ مذاہب پیدا کئے ہیں محتاج بیان نہیں۔

نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثانِ کامل بھی یہی حضرات اہل کشف و صاحبان ولایۃ کبریٰ علیہم الرضوان ہیں۔ جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سر الاسرار میں فرماتے ہیں۔ الولی حامل الولایۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی ھی جزء لنبوتہ و باطنہ امانۃ عندہ ولیس المراد منہم کل من ترسم بظاھر العلم لانہ وان کان من الورثۃ النبوۃ لکن من قبل ذوی الارحام فالوارث الکامل مَن یکون بمنزلۃ الابن لانہ من اقرب العصبات فالولد سر الاب ظاھرا و باطنا ولذلک قال علیہ الصلوۃ والسلام ان من العلم کھیئۃ المکنون لا یعلمہ الا العلماء باللہ تعالیٰ فاذا نطقوا بہ لم ینکرہ اھل العزۃ۔

(وقال) واما العلماء الظاھریۃ فھم ورثۃ فبعضھم بمنزلۃ صاحب الفروض وبعضھم بمنزلۃ ذوی الارحام موکلون علی قشور العلم بالدعوۃ الی اللہ تعالیٰ بالموعظۃ الحسنۃ والمشائخ النسبیۃ المتسلسلۃ سلسلتہم الی علی رضی اللہ عنہ بقر العلم علی باب العلم بالدعوۃ والحکمۃ الی اللہ تبارک وتعالیٰ انتہیٰ۔

اور شیخ الاکبر قدس سرہ فتوحات باب ۱۴ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ قد ورد الجزء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان علماء ھذہ الامۃ انبیاء بنی اسرائیل یعنی المنزلۃ اشرنا الیہ فان انبیاء بنی اسرائیل کانت تحفظ علیہم شرائع رسلہم وتقوم بہا فیہم وکذلک علماء ھذہ الامۃ وائمتہا یحفظون علیہا احکام رسولہا صلی اللہ علیہ وسلم کعلماء الصحابۃ ومن نزل عنہم من التابعین واتباع التابعین کالثوری وابن عیینۃ وابن سیرین والحسن ومالک وابن ابی رباح وابی حنیفہ ومن نزل عنہم کالشافعی وابن حنبل ومن جری المجری ھولاء الی ھلم جرا فی حفظ الاحکام (وطائفۃ اخری) من علماء ھذہ الامۃ یحفظون علیہا احوال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واسرار علومہ کعلی وابن عباس وسلیمان وابی ہریرۃ وحذیفۃ ومن التابعین کالحسن البصری

ومالک بن دینار وبنان الحمال وایوب السختیانی ومن نزل عنهم بالزمان کشیبان الراعی وفرج الاسود المعمر والفضیل بن عیاض وذی النون المصری ومن نزل عنهم کالجنید والتستری ومن جری مجری هولاء من السادۃ فی حفظ الحال النبوی والعلم اللدنی والسر الآلہی۔ انتہیٰ

وقال الجامی قدس سرہ فی نقد النصوص فی شرح فصوص الحکم ان علوم الانبیاء کانت الٰہیۃ وہبیۃ کشفیۃ بالتجلی لا بالکسب والتعمل وجب ان یکون الوراثۃ الحقیقیۃ کذلک وہبیۃ لا نقلیۃ ولا عقلیۃ فیرث الولی الوارث فی علم من المعدن الذی اخذہ النبی والرسول فلیس العلم بابیناو لا الروایۃ باسنادھم الطویلۃ فان ذلک منقول یتضمن علوما لایصل الی حقیقتہا ونحواھا اہل الکشف والشہود والنبی والرسول انما اخذ العلم عن اللہ لا عن المنقول فالوارث الحقیقی انما ھو فی الاخذ عن اللہ لا عن المنقول قال سلطان العارفین ابو یزید البسطامی قدس سرہ لبعض العلماء الرسوم ونقلۃ الاحکام والآثار والاخبار اخذتم علمکم میتا عن میتہ واخذنا علمنا عن حی الذی لایموت وکذا الحال فی الاحوال والمقامات فمن لم یاخذھا عن اللہ کما اخذ الاولون عنہ تعالیٰ بل حفظ کلاماتھم ومقالاتھم ودروی عنہم فلیس وارثا علی الحقیقۃ بل بالمجاز فمن کان من الاولیاء الوارثین علی اخلاقہ ای اخلاق نبی المورث وصفاتہ فی تصرفہ فیما یرثہ باعطائہ غیرہ اوفی الخلق بالارشاد والتکمیل کان ذلک الولی الوارث کانہ ھو ذلک النبی المورث لعینہ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل وفی روایۃ انبیاء بنی اسرائیل بلا کاف التشبیہ و الروایتان صحیحتان (فص ہارونی ؑ) فافہم واللہ الملہم +

قولکم " اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ قرآن شریف اسرار و حقائق کا بحر عمیق اور علوم ظاہری و باطنی کا خزانہ اور اسرار و انوار کا گنجینہ ہے اور اس کی ہر آیت شریفہ ظاہر اور باطن سات معنوں کی حامل ہے اور اس کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے۔ مگر اس موقع پر تو معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ ہم انجام کو روتے ہیں۔ آغاز نہیں ملتا۔ حروف ہجا کے ابتدائی اور ظاہری معنوں کے متعلق وثوق نہیں نہیں حاصل ہو سکتا۔ ان کے اسرار و غوامض اور بطون تو بہت دور کی بات ہے "

قلنا قرآن مجید و فرقان حمید کے حقائق و معانی بجز اولیاء اللہ و علمائے ربانی کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ایسے ہی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسرار و رموز عقول عوام سے بالاتر ہیں۔ فان کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم یحتوی علی اسرار لا متناہی و لکلامہ ظاہر و باطن و لکل باطن ظاہر و لکل

ظاہر باطن الی سبعۃ بطون کما قال صلی اللہ علیہ وسلم ان للقرآن سبعۃ بطون (انسان الکامل) وقال الامام الغزالیؒ فکل کلمۃ من کلماتہ بل لفظۃ من الفاظ یوجد تحتہا بحار الاسرار وکنوز الرموز (رسالہ اللدنیہ) وقال الشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ الحدیث مثل القرآن فانہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (فتوحات) بلکہ کلام اللہ خود قول رسول ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ الآیۃ ہے ؎

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است — ہر کہ او از حق نگفت او کافر است

لہٰذا کلام اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار و حقائق اولیاء اللہ اہل کشف والوجود ہی کی صحبت بابرکت سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہؐ کے اسرار رموز درحقیقت وہی جاننے والے ہیں۔ جیسا کہ عرائس البیان میں قولہٗ تعالیٰ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ کی تفسیر میں ہے۔ ای لا ینکشف اسرارہ وانوارہ الا للمقدسین بقدس اللہ عمادون اللہ وھم اھل القرآن وخاصتہ وقال الجنیدؓ الا العارفون باللہ المطہرون اسرارھم عما سواہ۔ انتہی ؎

ہمنشیں اہل معنی باش تا — ہم عطا یابی وہم باشی فتا۔

مہر پاکاں درمیان جان نشاں — دل مدہ الا بمہر دلخوشاں۔

دست زن در ذیل صاحب دولتے — تا ز افضالش بیابی رفعتے۔

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش — چون نبی باشد میان قوم خویش۔

اور جو آپ نے جھورا نا جھرا ہے کہ "ہمیں ظاہری معنوں کے متعلق وثوق حاصل نہیں اسرار و غوامض تو بہت دور ہیں"

قلنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قاریوں پر ایک شیطان مقرر ہے جو انہیں ظاہری الفاظ ہی میں لگائے رکھتا ہے اور قرآن کے حقائق و معانی کی طرف نہیں جانے دیتا۔ نعوذ باللہ من ذلک ؎

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش

تا کنی فہم آں معمہ ہاش را — تا کنی ادراک رمز فاشش را

چوں ز سر معرفت آگہ شوی — لفظ بگذاری سوئے معنیٰ روی

اور واضح ہو کہ میں نے حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ کی تصانیف خصوصاً فتوحات مکیہ کے اکثر کلمات اسلئے تحریر کئے ہیں کہ حضرت ممدوح فرماتے ہیں میں اپنی تمام مجالس اور تصانیف میں جو باتیں

پیش کرتا ہوں وہ سب قرآن شریف کے خزانوں سے ہوتی ہیں۔ کیونکہ مجھے اُس کے خزانوں
کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ نیز تمام علمائے ظاہر و باطن آپ کے فضل و کمال کے قائل ہیں۔
چنانچہ فتاوی حدیثیہ میں حضرت شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان الشیخ محی الدین
بن عربی من اولیاء اللہ تعالیٰ العارفین ومن العلماء العاملین وقد اتفقوا علی انہ کان اعلم اہل
زمانہ بحیثیت انہ کان فی کل فن متبوعا لا تابعا وانہ فی التحقیق والکشف والکلام علی الفرق و
الجمع بحر لا یجاری وامام لا یخالط ولا یماری وانہ اورع اہل زمانہ والزمہم للسنۃ واعظمہم
مجاہدۃ حتی انہ مکث علی ثلاثۃ اشہر علی وضوء واحد وقس علی ذلک ماھو من سوابقہ
ولواحقہ و وقع لہ ما ھو اعظم من ذلک ومنہ انہ لما صنف کتابہ الفتوحات المکیۃ وضعہ
علی ظہر الکعبۃ ورقا من غیر وقایۃ علیہ فمکث علی ظہرھا سنۃ لم یمسہ مطر ولا اخذ
منہ الریح ورقۃ واحدۃ مع کثرۃ الریاح والامطار بمکۃ فحفظ اللہ کتابہ ھذا من ھذین
الضدین دلیل ای دلیل وعلامۃ ای علامۃ علی انہ تعالیٰ قبل منہ ذلک الکتاب و
اثابہ علیہ وحمد تصنیفہ لہ فلا ینبغی التعرض للانکار علیہ فانہ السم القاتل +

الغرض قرآن و حدیث کے اسرار و حقائق سمجھنے کے واسطے غواصانِ بحرِ حقیقت یعنی اولیاء
اللہ و علماء باللہ کے قدموں کی خاک ہو جانا چاہیئے ؎

خاک شو در پیش شیخ با صفا — تا ز خاک تو بروید کیمیا
بینی اندر دل علومِ اولیاء — بے کتاب و بے مفید و اوستا

کیونکہ صحیح معنوں میں کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کے باعث ان حضرات کو دیگر
علمائے ظاہر پر فضیلت حاصل ہے کما سئل الشیخ شہاب الدین بن حجر المکی قدس سرہ ایما افضل
علماء الباطن ام علماء الظاہر (فاجاب) بقولہ ان اردت فعلماء الباطن ماھو المتبادر منہ
عند اھلہ وھم العارفون باللہ الذین وفقہم اللہ لافضل الاعمال وحفظہم من سائر المخالفات
فی کل الاحوال ثم کشف لہم الغطاء فعبدوہ کانہم یرونہ واشتغلوا بمحبتہ عما سواہ واطلعہم علی
عجائب ملکہ وغرائب حکمہ وقربہم من حضرۃ قدسہ واجلسہم علی بساط انسہ وملأ قلوبہم
بصفات جمالہ وجلالہ وجعلہا مطالع انوارہ ومعادن اسرارہ وخزائن معارفہ وکنوز لطائفہ
واحیا بہم الدین ونفع بہم المریدین واغاث بہم العباد واصلح بہم البلاد وللعلماء الظاھر
الذین عرفوا رسوم العلوم الکسبیۃ وعویصات الوقائع الفعلیۃ والقولیۃ وغرائب

البراهين العقلية والنقلية حتى حفظوا اسياج الشرع من ان يلم به طارق اويخرقه مبتدع مارق فالاولون افضل وان كان للآخر فضل عظيم ـ

وقال الشهاب السهروردیؒ الاشارة فی خبر فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم الی هذا العلم الذی هو العلم بالله وقوة الیقین دون علم نحو البیع والطلاق والعتاق قال وقد یکون الانسان عالم بالله ذا یقین ولیس عنده علم من فروض الکفایات وقد کانت الصحابة رضی الله عنهم اعلم من علماء التابعین بحقائق الیقین ودقائق المعرفة مع ان فی علماء التابعین من هو اقوم بعلم الفقه من بعض الصحابة قال والعلماء الزاهدون بعد الاخذ مما لابد منه اقبلوا علی الله وانقطعوا الیه وخلصت ارواحهم الی مقام القرب فافاضت علی قلوبهم انوار الهیات تهیئات بها الادراک العلوم الربانیة والمعارف الالهیة والله اعلم انتهی ـ

وقال الشیخ فقیر الله العلوی قدس سره اتفق المتکلمون والفقهاء والمحدثون والصوفیة واجمعوا علی ان طریق الصوفیة اصوف الطرق الی الله دائر علی الکتاب والسنة خال عن البدع والضلال والطوائف الثلاثة یوقرون الصوفیة ویعظمونهم اشد التعظیم قال الامام الغزالی انی علمت یقینا ان الصوفیة هم السالکون بطریق الله تعالی خاصة وان سیرتهم احسن السیر وطریقهم اصوب الطرق واخلاقهم ازکی الاخلاق فان حرکاتهم وسکناتهم فی ظاهرهم وباطنهم مقتبسة من مشکوة النبوة فقد ظهر لک ان طریق الصوفیة دائر علی الکتاب والسنة واهله اهل الکمال ولم ینکر علی طریقهم وعلیهم الا جاهل او متعصب عنید لم یسلک مسلک الایانة علی التحقیق وحاشا ان یقع العلماء الثقات المحققون الذین هم علماء الآخرة فی الاولیاء الکرام لان لهم علم من الکتاب والسنة فی شرفهم وکمالهم وعلو شانهم عند الله سبحانه نعم وقد جرت عادة الجهلة بل عادة علماء الدنیا الذی ورد فیهم اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وورد ایضا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون علی الانکار من احوال الاولیاء ومقاماتهم والطعن فیهم وطریقهم وهذا یوذون الاولیاء الکرام ولا یعلمون ان هذه الطائفة قد خصهم الله تعالی لقربه من الامة بعد الصحابة فیا للاشتغال باذا هم یحصلون لانفسهم الویل کل الویل وقد ورد عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی قال من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب الحدیث

رواہ البخاری ای من عادی ولیا واحدا من اولیائی فقد اعلنتہ بمحاربتی ایاہ لاجل ولیی او بمحاربتہ امای یعنی فکانہ محارب لی قال الائمۃ لیس فی المعاصی من توعد اللہ اربابہا بانہ محاربۃ اللہ الا ھذا واکل الربوا وہذا یدل علی ما فیہما تین الخصلتین من عظیم الخطر اذ محاربۃ اللہ للعبد تدل علی سوء الخاتمۃ لان من حارب اللہ تعالیٰ لا یفلح ابدا فعلیک بتمکین القلب فی محبۃ ہذہ الطائفۃ فانہم من خواص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم -

نفعنا اللہ تعالیٰ بمعارفہم وافاض علینا بواسطۃ محبتنا لہم ما افاض علی خواصہم ونظمنا فی سلک اتباعہم ومن علینا بسوانح عوارفہم بحق محمد ن المحبوب وآلہ المسعود صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آمین یارب العالمین +

بخدمت جناب قاضی منظور حق صاحب وجملہ صاحبان السلام علیکم ورحمۃ اللہ -

اگر آپ کو پہلی طرح میری اس تحریر کی تردید کا خیال ہو تو آیات واحادیث واقوال عارفین کے ساتھ اپنے مطالب کو مدلل بیان کریں - صرف اپنے خیالات کے اظہار پر اکتفا نہ فرماویں اور اگر یہ مسودہ مطبوع خاطر ہو فہو المراد - واللہ الہادی الی الرشاد - والسلام

خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ
۲۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

لدرر

مخلصی فی اللہ محمد عبد الرحمن شرفک اللہ تعالیٰ بالعرفان

سلامٌ علیک سلامٌ علیک = رُوحی فِداکم وقلبی لدیک

اعلم یا ولی الحمیم امشاک اللہ تعالیٰ علیٰ صِراطٍ مُستقیم الذی علیہ ربی و ربک العزیز العلیم -

اَنّ اللہ تعالیٰ ھو الوجود المطلق الذی لا موجود سواہ "وقضیٰ ربک اَن لا تعبدوا الا ایاہ" - فھو الوجود والموجود وغیرہ لیس بموجود - وھو الظاھر فی کل شیئٍ بل ھو عین کل شیئٍ "فسبحان من اظھر الاشیاء وھو عینھا" فھو الکل والکل ھو فھو ھو لا غیرہ لا الٰہ الا ھو" فھو الوجود وانت العدم وھو جامع الضدین بل ھو عین الضدین - فھو الوجود والعدم لا غیر - فھو انت وانت ھو باعتبار الجمع والوجود - وھو ھو وانت انت باعتبار التفصیل والشھود - بل ھو وانت اسمان لذاتٍ واحدۃٍ باعتبار حقیقۃ التوحید والاطلاق فھو الانفس والآفاق - سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم

ل اَن دلّ علیٰ صراطٍ مستقیم - ۲ من الفتوحات المکیۃ -

حتی یتبین لهم انه الحق۔ فالعالم کله" اسماءہ الحسنیٰ وصفاتہ وصفاتہ عین ذاتہ۔ وانت مجموع العالم کلہ فانت مظہر ذاتہ وجامع اسمائہ وصفاتہ فتحقق ذاتہ وصفاتہ فی ذاتک وصفاتک و تعرف نفسک لتعرف ربک الذی ھو عینک کما قال ربک الاعلیٰ بلسان نبیک المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" فنفسک عین نفسہٖ تعالیٰ کما قال سبط النبی الکریم امام الخافقین سیدنا ابوعبداللہ الحسین علیہ وعلیٰ جدہ وابیہ وامہ واخیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والتسلیم فی کتابہ المسمّی بمرآۃ العارفین فی ملتمس زین العابدین رضی فی شان الانسان الکامل بل علمہ علمہ و ذاتہ ذاتہ"۔

فلا تطلب شیئاً خارجاً منک لان جمیع الحقائق الالٰہیۃ والکونیۃ مندرجۃ فیک۔ فانت البرزخ الجامع بین الحق والخلق۔ وحد فاصل بین الظہور والبطون فانت المسمّی بالاسمین والمرآۃ ذو وجہین۔ فانت الحق باعتبار الباطن والعبد باعتبار الظاہر وانت الرب من وجہ الاطلاق والعبد من وجہ التقیید۔ وھذا عین الحقیقۃ والتوحید۔ فکن صاحب آداب الشریعۃ واحفظ مراتب الطریقۃ وقل انا العبد الضعیف الذلیل المحتاج الیٰ ربی الکریم۔ وھو اللہ القادر الجلیل الصمد العزیز الحی العظیم۔ فھذا مقام الاستقامۃ والتمکین" فاستقم کما امرت والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ عین ذاتہ ومظہر اسمائہ حبیبنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم الیٰ یوم الدین۔

مورخہ ۲۰ شوال المکرم سنہ ھ۔

الراقم۔ خادم الفقراء والمحتاج الی اللہ الصمد غلام محمد عفا عنہ از جلوانہ چک ۱۲ گ ب

ڈاکخانہ تاندلیانوالا ضلع لائل پور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

محب دلنواز۔ صادق الیقین راسخ الاعتقاد وبرادر عزیز عطا محمد سلمکم اللہ الواحد الاحد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خیریت نامہ مل کر باعث مسرت ہوا۔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشخبری پڑھ کر ہزاراں ہزار شکر یہ ادا کیا۔ خدائے پاک جل وعلا آن یاران باصفا کو ہمیشہ ایسے ہی انعامات سے مشرف فرماوے اور روزافزوں ترقی بخشے۔

اور آپ لوگوں کے طفیل اس مسکین بے نوا کو بھی بمنہٖ وکرمہٖ آمین ثم آمین +

جانِ من - اہل اللہ کے حالات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں - اُن کے احوال قلبی ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں - اس بات کا فکر نہ کرنا چاہیئے - جس حال میں خدا رکھے - اُسی حال میں راضی رہنا بندگان خدا کا شیوہ ہے - نیز یہ تمام ملکوتی صورتیں اور مجالس نورانی اور ہر قسم کے نظارے آپ ہی کے دل کا پرتوا ہیں - حضرت عین القضات ہمدانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں - کہ میں نے ستر بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا - آخر معلوم ہوا کہ میں نے خود ہی کو دیکھا ہے - اور چونکہ یہ امر مسلّم ہے کہ طالب صادق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے شیخ کی صورت میں دیکھتا ہے - لہٰذا صورتِ شیخ کا تصور ہر حال میں مجلس محمدی کے حصول کا احسن طریقہ اور وصالِ حق کا بہترین وسیلہ ہے - اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا الْمَقَامَ بِجَاہِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ

نیز اے عزیز مسئلہ وحدت الوجود حق ہے - عند العارفین یہ امر متحقق ہے - کہ سوائے ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کوئی موجود نہیں ہے - لیکن وجود مطلق کے مراتب کثیر ہیں - اور ہر مرتبے کے احکام جدا جدا ہیں - اسلئے حفظ مراتب ضروری چیز ہے - جو حفظ مراتب نہ رکھے وہ زندیق اور گمراہ ہے - جیسا کہ مولانا جامی قدس سرہٗ لوائح میں فرماتے ہیں -

شعر
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

پس جو شخص کہتا ہے کہ سب ذات ہی ذات ہے اور آخرت یا عذاب قبر یا عذاب دوزخ کوئی چیز نہیں ہے یہ قرآن شریف اور حدیث شریف محض دھمکی اور دباؤ ہے - یا صرف ڈر ہی ڈر ہے - کوئی حساب کتاب جزا اور سزا نہیں ہے - یزید اور شمر اور حسین رضی اللہ عنہ کا (معاذ اللہ) ایک ہی درجہ ہے - خواہ انسان نیکی کرے یا بدی نماز گزارے یا نہ گزارے سب یکساں ہے - ایسا کہنے والا شخص زندیق اور بے دین - خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنیوالا اور عارفین کا بدنام کنندہ ہے - اقطاب عارفین کا یہ عقیدہ اور مذہب ہرگز نہیں ہے - بلکہ حضرات محققین ایسے کلمات کفریہ کو مزخرفاتِ شیطانی کہتے ہیں - جیسا کہ کتاب انسانِ کامل کے باب ۵۹ میں حضرت عبد الکریم جیلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں - کہ شیطان کے سات مظاہر میں سے ساتواں مظہر معارف الٰہیہ ہے - اس میں صدیقین اور اولیاء اور عارفین پر ظاہر ہوتا ہے - لیکن جس کو اللہ محفوظ رکھے وہ بچ جاتا ہے - اور مقربین حضرات الٰہی پر اُس کا کچھ دخل نہیں ہوتا - پس شیطان اُن سے کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کل وجود کی حقیقت نہیں ہے اور تم وجود سے نہیں ہو -

---

ے ایسے جھوٹ جو سچ کی شکل آراستہ کئے جائیں -

اور کیا حق تمہاری حقیقت نہیں ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہاں پس اُن کو کہتا ہے کہ تم اپنے نفسوں
کا اِن اعمال کے ساتھ کیوں اتباع کرتے ہو۔ جن اعمال کو یہ پیروی کرنے والے کر رہے ہیں۔ پس
وہ اعمالِ صالحہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اُن سے کہتا ہے کہ جو تمہارا جی چاہے سو کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ
تمہاری حقیقت ہے۔ پس تم وُہی ہو اور وہ اُس چیز سے سوال نہیں کیا جاتا جو کرتا ہے۔ پس وہ
لوگ زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں یہاں تک کہ اِس حد تک پہنچ جاتے ہیں
کہ اسلام اور ایمان کی رسّی اُن کی گردنوں سے نکل جاتی ہے۔ اور وہ زندیق اور مُلحد ہو جاتے
ہیں۔ انتہیٰ۔

ایسے ہی اِس مقام پر شیطان بڑے بڑے اولیائے کرام پر حملے کرتا ہے۔ چنانچہ
حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابلیس کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ لیکن اگر خدا کی
حفاظت شاملِ حال ہو تو شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا
ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اب واضح ہو کہ قائلانِ وحدتِ وجود خصوصاً صاحب تحفہ مُرسلہ شریف شیخ ابُوسعید
ابُوالخیر قُدّس سِرّہٗ العزیز حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پیر طریقت ارشاد فرماتے
ہیں کہ اللہ تعالےٰ وجودِ مطلق ہے۔ جو شکل اور حد سے پاک ہے۔ اور باوجود اس کے حد
اور شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اُس کے بے حد اور بے شکل ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔
بلکہ اب بھی وہ ایسا ہے جیسا کہ تھا۔ اور تحقیق وجود واحد ہے۔ اور لباس مختلف اور متعدد
ہیں۔ اور وہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور اُن کا باطن ہے۔ اور تمام کائنات حتیٰ
کہ ذرّہ بھی اِس وجود سے خالی نہیں ہے (اور فرمایا) کہ وجودِ حق نہ موجودات کے ساتھ متحد ہے
اور نہ اُن میں حلول کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ اتحاد اور حلول کے واسطے دو وجودوں کا ہونا ضروری
ہے۔ حالانکہ وجود ایک ہی ہے۔ جس میں ہرگز تعدد نہیں ہے۔ تعدد صفات اور تعینات
میں ہے۔ جیسا کہ عارفوں کا ذوق اور وجدان گواہی دیتا ہے۔ اور یہ بندگی اور تکلیفیں اور راحت
اور عذاب اور دُکھ وغیرہ سب انہیں تعینات کی طرف راجع ہیں۔ انتہیٰ۔

اور قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قُدّس سِرّہٗ رسالہ غرائب الفوائد میں فرماتے
ہیں۔ **فائدہ** ۔ جب محققین کے نزدیک وجود واحد ہے اور اُس کے سوا محض عدم ہے
تو خیر اور شر اور ثواب اور عتاب اور نعیم اور جحیم اور عذاب دینے والا اور عذاب لینے والا

کون ہے۔ **جواب** ۔ مِنْ حَیْثُ الذَّات وحدت صرف ہے۔ لیکن مِنْ حَیْثُ الاسماءِ وَالصِّفات تعدد اور تکثر دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ بظاہر اسما اور صفات میں تقابل اور تضاد ہے۔ اسم ہادی ہدایت اور اُس کے ثمرات کا موجب ہے۔ اور اسم مضل ضلالت اور اُسکے نتائج کا باعث ہے۔ پس درحقیقت وجود ایک ہی ہے۔ لیکن اسمائے متقابلہ اور صفات متضادہ کے اعتبار سے مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ وحدت صرف کو مخل نہیں ہے۔ پس اسمائے جمالی کے مظاہر (اہل سعادت) جمال اور نعیم اور خیر اور ثواب کے ساتھ مناسبت اور ملازمت رکھتے ہیں۔ اور اسمائے جلالی کے مظاہر (اہل شقاوت) جلال اور عذاب اور شر اور جحیم کے ساتھ مناسبت اور ملازمت رکھتے ہیں۔ اور جہاں ذات صرف ہے جمال اور جلال دونوں محو اور مستہلک ہیں۔ انتہیٰ۔

پس ذاتِ الٰہی ہر قسم کے شر اور نقصان سے منزّہ اور پاک ہے۔ اسلئے کہ وجود محض خیر ہے اور موجودات میں جو شر اور نقصان وغیرہ پایا جاتا ہے وہ اُن کی جہت عدمیت سے ہے۔ اسلئے وہ دراصل عدم ہیں۔ قال الجامی قدس سرہ ؎

ہر جا کہ وجود کردہ سیر است اے دل == میداں بیقیں کہ محض خیر است اے دل

ہر شرّ ز عدم بود عیر وجود == پس شرّ ہمہ مقتضائی غیر است اے دل

مثال۔ حق سبحانہ کے صورِ عالم پر جلوہ نما ہونے کے باوجود نقائص کونیہ سے منزّہ ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ حروف سیاہی سے بنتے ہیں۔ کوئی حرف سیدھا ہے کوئی ٹیڑھا۔ کوئی خوب کوئی زشت کوئی آبی کوئی خاکی کوئی بادی کوئی ناری۔ لیکن سیاہی باوجود تمام حروف ظاہر ہونے کے راست اور کج اور خوب اور زشت اور آبی اور خاکی اور بادی اور ناری ہونے سے پاک ہے۔ ایسے ہی جمیع موجودات کا ظہور ذاتِ الٰہی سے ہے اور اگرچہ کائنات میں ہر قسم کا شر اور نقصان پایا جاتا ہے لیکن حق سبحانہ اپنی صرافتِ ذاتی کے لحاظ سے تمام نقائصِ کونیہ سے منزّہ اور مقدس ہے۔ وَقال الجامی قدس سرہ ؎

چوں خور بفروغ خود جہاں آراید == بر پاک و پلید اگر بتابد شاید

نے نورِ خور از ہیچ پلید آلاید == نے پاکی او ز ہیچ پاک افزاید

اُمید ہے کہ آپ اصل حقیقت کو سمجھ گئے ہونگے۔ کیونکہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

بالجملہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ فیصلہ نسبت توحید وجودی میں فرماتے ہیں

کہ صوفیۂ کرام موجودات اور ممکنات کے وجودِ حسی کے منکر نہیں ثواب و عقاب کے مترتب ہونے اور جنت و دوزخ میں جانے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے سوا اور کوئی شے نفس الامر میں موجود بوجود حقیقی نہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی میں فیصلہ فرما دیا گیا ہے۔ کہ اللہ کریم کی ذاتِ پاک کے سوا اور تمام اشیاء فی الواقع معدوم ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔ بیضاوی شریف میں ہے اِلَّا ذَاتَہٗ فَاِنَّ مَا عَدَاہُ مُمْکِنٌ ھَالِکٌ۔ ہالک کے معنی کئے ہیں فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ مَعْدُوْمٌ۔ یعنی ہر شئے نفس الامر میں معدوم ہے صرف اللہ کریم کی ذاتِ پاک موجود بوجود حقیقی ہے۔ پس صوفیہ کرام موافق اس آیت کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ جیسے اللہ کریم اپنی ذات اور صفات میں یکتا اور وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ ایسا ہی اپنے وجود میں وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ کیونکہ اُس کا وُجود حقیقی اور نفس الامری ہے۔ اُس پر کبھی عُدم نہیں آتا۔ ماسوی اللہ کا وجود محسوس اور دکھائی دیتا ہے وہ وہمی اور اعتباری ہے۔

مثلاً بہت اشیاء انسان کو خواب میں نظر آتی ہیں اور آثار تک مرتب ہو جاتے ہیں مگر فی الواقع اور نفس الامر میں اُن کا وجود نہیں ہوتا۔ شیشہ اور پانی میں درخت اور انسان وغیرہ دُنیا کی چیزیں دیکھنے والا دیکھتا ہے مگر نفس الامر میں کچھ نہیں ہوتا۔ (اور فرمایا) جو کچھ عالم میں نظر آرہا ہے یہ اُس وجودِ حقیقی ہی کے مظاہر ہیں۔ پس ان مظاہر کثیرہ کا وجود اعتباری اُس وجودِ حقیقی کی وحدت کے منافی نہیں۔ انتہیٰ۔

اور چونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام اشیاء وجودِ واحد کے ساتھ موجود اور بذاتِ خود نیست و نابود ہیں۔ جیسا کہ مرأت العارفین میں حضرت امام حُسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اَلْاَشْیَاءُ مَوْجُوْدَۃٌ بِہٖ مَعْدُوْمَۃٌ بِنَفْسِھَا اور تفسیر شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی میں ہے کُلُّ وُجُوْدٍ بِھَا مَوْجُوْدٌ وَ بِنَفْسِہٖ مَعْدُوْمٌ۔ یعنی ہر وجود ذات حق کے ساتھ موجود اور بنفسہٖ معدوم ہے۔ اور فتوحات مکیہ میں ہے قَدْ ثَبَتَ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّہٗ مَا فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللہُ وَنَحْنُ وَاِنْ کُنَّا مَوْجُوْدِیْنَ فَاِنَّمَا کَانَ وُجُوْدُنَا بِہٖ وَمَنْ کَانَ وُجُوْدُہٗ لِغَیْرِہٖ فَھُوَ فِیْ حُکْمِ الْعَدَمِ۔ یعنی محققین کے نزدیک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وجود میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہم اگرچہ موجود ہیں لیکن وجود اُس کے ساتھ ہے اور جس کا وجود غیر کے لئے ہو وہ حکم عدم میں ہے اور کلمات قَوْلُہٗ تَعَالٰی کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ سے استنباط کئے ہوئے ہیں۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ درحقیقت حق سبحانہٗ وتعالٰے ہی موجودات کی صورتوں میں ظاہر ہو کر

اُن کے احکام و آثار کے ساتھ متلبس ہے۔ اگرچہ صرافت کے اعتبار سے منزّہ اور مقدّس ہے جیسا کہ حضرت مولانا جامی قدّس سرّہٗ لوائح میں فرماتے ہیں ؎

بر شکل بتاں رہزن عشاق حق است = لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزیکہ بود ز روئے تقیید جہاں = باللہ کہ ہمہ بوجہ اطلاق حق است

پس دراصل وہی حق سبحانہ و تعالےٰ جو بحکم هُوَ الظَّاهِرُ موجودات کی شکلوں میں جلوہ فرما ہے۔ جنت میں مطابق حدیث اِنَّ اللّٰہَ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ وَّلَا لَبَنٌ وَّ لَا عَسَلٌ وَّلٰکِنْ یَتَجَلّٰی رَبِّیْ فَضَاحِکًا اور جہنم میں موافق حدیث بخاری حَتّٰی یَضَعَ قَدَمَہٗ خود متلذّذ و متالّم ہے۔ اور بحسب آیۃ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حق سبحانہ کے لئے تالّم ثابت ہے۔ چنانچہ اس رازِ سربستہ کو حضرت شیخ الاکبر قدّس سرّہٗ نے فصوص الحکم کی فص یعقوبیؑ میں یوں بیان فرمایا ہے ثُمَّ السِّرُّ الَّذِیْ فَوْقَ ھٰذَا السِّرِّ فِیْ مِثْلِ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ اَنَّ الْمُمْکِنَاتِ عَلٰی اَصْلِھَا مِنَ الْعَدَمِ وَلَیْسَ وُجُوْدٌ اِلَّا وُجُوْدُ الْحَقِّ بِصُوَرِ اَحْوَالِ مَا ھِیَ عَلَیْہِ الْمُمْکِنَاتُ فِیْ اَنْفُسِھَا وَ اَعْیَانِھَا فَقَدْ عَلِمْتَ مَنْ یَّتَلَذَّذُ وَمَنْ یَّتَاَلَّمُ۔ یعنی پھر وہ راز جو ایسے مسئلوں میں سب سے اعلےٰ ہے وہ یہ ہے کہ ممکنات اپنے اصل عدم پر ہیں۔ اور یہ وجود حق تعالےٰ کا اُن حالات کی صورتوں پر ظاہر ہے۔ جس پر ممکنات فی نفسہ اپنے اعیان ثابتہ میں تھے۔ اب تم کو معلوم ہوگیا کہ کون لذت پاتا ہے اور کون رنج و الم اُٹھاتا ہے۔ انتہیٰ۔ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ۔ لیکن یہ حقیقتِ الٰہیہ عوام تو کجا خواص کے فہم سے بھی بالاتر ہے۔ اسے اخص الخواص ہی سمجھ سکتے ہیں ؎

اسرارِ حقیقت را ہر دل بنود قابل = دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

یہ رموزاتِ نہانی مردانِ ہمت ہی ادراک کر سکتے ہیں۔ ہر مخنث نامرد کو ان اسرارات الٰہیہ کے سمجھنے کی طاقت و لیاقت نہیں ہے ؎ سلیمانؑ باید کہ زبان مرغاں داند۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی + میاں نظام الدین بھوری والے آجکل اس جگہ موجود نہیں ہیں۔ برخورداران راضی خوشی ہیں۔ عزیزم محمدؐ اشرف ورشیدہ و اندرونِ خانہ تسکو دعوات۔ خلیفہ خوشی محمدؐ کو بہت شوق سے سلام والدعا +

از طرف جملہ درویشاں بصد شوق السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الٰہی زود بمقصود رساناد بحرمۃ النبیؐ وآلہ الامجاد۔ 26/7/45

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

محب دلنواز اخویم سردار محمد صاحب حفظکم اللہ تعالٰے۔

السلام علیکم وعلٰی من لدیکم۔ اخلاص نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ آپ کے سات سوالوں کے جوابات ذیل میں درج ہیں۔ اُمید ہے تسلی بخش ہونگے۔

(۱) کیا یہ درست ہے کہ دُنیا کا نظام مشیت ایزدی کے ماتحت بزرگان دین کے سپرد ہوتا ہے الخ

جواب۔ واقعی درست ہے۔ احادیث صحیحہ وکلام اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ کہ دُنیا کا نظام اولیائے کرام کے سپرد ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب ذکر الیمن والشام میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ عن شریح بن عبید قال ذکر اھل الشام عند علیؓ وقیل العنھم یا امیر المومنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب ؛ واخرج ابن عساکر عن عبد اللہ بن مسعودؓ موفوعا ان اللہ تعالٰی خلق ثلثمائۃ نفس قلوبھم علٰی قلب آدمؑ ولہ اربعون قلوبھم علٰی قلب موسٰیؑ ولہ سبعۃ قلوبھم علٰی قلب ابراھیمؑ ولہ خمسۃ قلوبھم علٰی قلب جبرائیل ولہ ثلث قلوبھم علٰی قلب میکائیل ولہ واحد قلبہ علٰی قلب اسرافیل وکلما مات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الثلثۃ وکلما مات واحد من الثلثۃ ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ وکلما مات من الخمسۃ واحد ابدل اللہ مکانہ من السبعۃ وکلما مات واحد من السبعۃ ابدل اللہ مکانہ من الواحد وکلما مات واحد من الاربعین ابدل اللہ مکانہ من الثلثمائۃ ابدل اللہ مکانہ من العامۃ بھم یدفع البلاء عن ھذہ الامۃ (مرقاۃ) یعنی شریح ابن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ یا امیر المومنین ان پر لعنت کرو۔ فرمایا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ شام میں چالیس ابدال ہونگے۔ جب ان میں سے ایک کو موت آئی تو اللہ تعالٰے اُس کی جگہ دوسرا مقرر کریگا۔ اُن کی برکت سے مینہ برسینگے اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جائیگی اور اُن کے طفیل اہل شام سے عذاب دور ہوگا۔

اور ابن عساکر نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالٰے نے

تین سو نفس ایسے پیدا کئے ہیں۔ جن کے دِل آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور چالیس ایسے ہیں جن کے دِل موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور سات کے دِل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر اور پانچ کے دِل جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر اور تین کے دِل میکائیل علیہ السلام کے قلب پر اور ایک کا دِل اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ جب ایک کو موت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے اُسکی جگہ مقرر کر دیتا ہے۔ اور تین میں سے ایک کو موت آئے تو سات سے اور سات میں سے ایک کو موت آئے تو چالیس سے اور چالیس میں سے ایک کو موت آئے تو تین سو سے اور تین سو میں سے کسی ایک کو موت آئے تو عامۃ الناس سے اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے ان کے طفیل اس اُمت کی بَلا دفع ہوتی ہے۔

اور شیخ الاکبر محی الدین ابنُ العربی رضی اللہ عنہ فتُوحاتِ مکیہ کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ ثُمَّ اَرْسَلَ الاَبْدَالَ السَّبْعَۃَ اِرْسَالَ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ مُلُوْکًا عَلَی السَّبْعَۃِ الْاَقَالِیْمِ لِکُلِّ بَدَلٍ اِقْلِیْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکیم اور علیم ہونے کے باعث سات ابدال بھیجے جو ساتوں ولایتوں کے بادشاہ ہیں۔ اور ہر ایک اقلیم کے لئے ایک ایک بدل مقرر ہے۔ اور فتوحات کے باب ۱۹۸ میں فرمایا وَمِنْھُمْ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمُ الْاَبْدَالُ وَھُمْ سَبْعَۃٌ لَا یَزِیْدُوْنَ وَلَا یَنْقُصُوْنَ یَحْفَظُ اللہُ بِھِمُ الْاَقَالِیْمَ السَّبْعَۃَ لِکُلِّ بَدَلٍ اِقْلِیْمٌ فِیْہِ وِلَایَتُہٗ الخ۔ یعنی رجال اللہ میں سے سات ابدال ہیں۔ جو کم و بیش نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے ساتوں ولایتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ہر ایک ابدال کیلئے ایک اقلیم ہے۔ جس میں اُس کی ولایت ہے۔

اور حضرت شاہ فقیر اللہ علوی قدس سرہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں قطب الاقطاب مدارکہ کاروبار زمانہ با وتعلق دارد در ہر عصر بمطلق ولایۃ خاصہ و بظاہر ولایۃ خاص الخواص نائب مناب حضرت غوث الثقلین است رضی اللہ عنہ بلکہ ہر دو قطب الاقطاب دیگر ہم کہ قطب الاقطاب اوتاد و قطب الاقطاب افراد باشند نائب مناب حضرت غوث اند و دیگر ہمہ اقطاب ارشاد و مدار و اوتاد و افراد کہ ہزاراں توانند بود در ہر زمانہ نائب مناب حضرت غوث اند و غوث ازیں ہر چہار فائق است و او گوئیا وزیر است و مدار المہام و در انجاح مرام گویا مطلق التوسط است و آں چہار گویا ارکان دولت اند و گوئیا ایشاں نیز مطلق العنان اند امور دینیہ و دینویہ بتصرف و ہر کائنات ایشاں جار لیست۔ (اور فرمایا م ازینجاست کہ صاحب فتوحات مکیہ می نویسد کہ مَا مِنْ قَرْیَۃٍ مُؤْمِنَۃٍ کَانَتْ اَوْ کَافِرَۃٍ اِلَّا وَفِیْھَا قُطْبٌ یعنی ہر ایک بستی میں خواہ اُسمیں مومن ہوں یا

کافر ایک قطب ہوتا ہے۔ جس پر اُن کے کاروبار کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ انتہی۔

(۲) اگر یہ درست ہے تو کیا ایسے بزرگ جن کے سپرد دُنیا کا کاروبار ہے۔ سب مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ یا اور مذاہب میں سے بھی ہو سکتے ہیں۔

جواب۔ یہ منصب اہل اسلام ہی کے شایانِ شان ہے۔ کیونکہ بمضمون اے قولہٗ تعالیٰ وَمَن يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے بے فرمان ہیں اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ وہ ہمیشہ دوزخ اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں۔ البتہ جو مجاذیب[1] کفر و اسلام کی رسُوم سے فارغ اور دُنیا و ما فیہا سے بے خبر ہیں۔ خواہ وہ کسی کے گھر میں پیدا ہوں۔ اپنی فطرت اصلی پر باقی رہنے کے باعث حکماً اسلام میں داخل ہیں۔ کیونکہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ الخ۔ یعنی ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ پس بہر حال ہر بستی میں خواہ اُس میں مسلمان بستے ہوں یا کافر ایک قطب ضرور ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیخ الاکبر قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ اور اُس کے طفیل اُن کے تمام کاروبار سرانجام ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اس بات کو جانے یا نہ جانے۔ اہل کشف حضرات اسی طرح فرماتے ہیں۔ لیکن مسلمان بزرگوں کے سپرد دُنیا کے کاروبار ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ مسلمان ہی کامیاب رہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک بار جو مسلمانوں کو میدان جنگ میں شکست ہوئی تو عرض کی یا رسُول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم حق پر نہیں اور اللہ و رسُولؐ کے حکم سے جنگ نہیں کیا۔ پھر شکست کیوں ہوئی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف ربّ المسلمین نہیں بلکہ ربّ العالمین ہے۔ اسلئے فتح اور شکست دونوں ہو سکتی ہیں۔ البتہ کافروں کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں کہ اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ۔ فَافْهَمْ۔

(۳) اگر یہ کاروبار سب مسلمان بزرگوں کے ہی سپرد ہے تو دُنیا میں مُسلمانوں کی حالت اتنی خراب کیوں ہے۔ ابھی نہیں بلکہ صدیوں سے یہی حال چلا آرہا ہے۔

جواب۔ دُنیا میں مُسلمانوں کی حالت خراب اسلئے ہے کہ دُنیا مومنوں کا قید خانہ ہے۔ اور کفار دُنیا میں آسودہ حال اسلئے ہیں کہ دُنیا کافروں کی جنت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔ اور کوئی مُسلمان دُنیا میں بادشاہ ہی کیوں نہ بن جائے پھر بھی یہ نسبت اُخروی نعمتوں کے قید خانہ میں ہے۔ کیونکہ تمام دُنیا متاع قلیل ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ

[1] جمع مجذوب

اور آخرت میں مومنوں کے لئے جنت کو اللہ تعالیٰ نے مُلکاً کبیرا فرمایا ہے۔
اور چونکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ۔ یعنی دُنیا آخرت کی کھیتی ہے اسلئے مومن کو دُنیا میں راحت حاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا اَلدُّنْیَا سَاعَةٌ لَیْسَ فِیْهَا رَاحَةٌ۔ جناب مَن! صرف عام مسلمان ہی دُنیا میں خستہ حال نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی اِس دُنیا میں بڑی بڑی مصیبتوں کے دَور سے گذرے ہیں۔ حضرت آدم صفی اللہ تین سو سال حالتِ ابتلاء میں رویا کئے۔ اور حضرت نوح نجی اللہ نے اِس دُنیا میں اپنی ہزار سال عمر نوحہ میں گذاری۔ حتیٰ کہ آپ کا نام نُوح اِسی وجہ سے ہوا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اس دُنیا میں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے پر مامُور ہوئے اور نمرود مردُود کی آگ میں ڈالے گئے اور کئی قسم کی تکالیف آپ پر نازل ہوئیں۔ اور حضرت داؤد خلیفۃ اللہ اِس دُنیا میں ایک مصیبت کے باعث اتنا روئے کہ آپ کی جائے سجُود میں آنسوؤں کے پانی سے گھاس پیدا ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اس دُنیا میں کئی سال فرعون کے خوف سے مدین میں جا کر بکریاں چراتے رہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اس دُنیا میں چالیس سال تک اپنے فرزند یوسف صدیق کے فراق میں اتنے روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اور حضرت یوسف علیہ السلام اِس دُنیا میں کتنے سال ناحق قید خانہ میں مقید رہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام پر اِس دُنیا میں طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوئیں حتیٰ کہ محبوبِ خدا نازنینِ ذاتِ کبریا محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید کئے گئے۔ اور آپ کے لختِ جگر سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام پر میدانِ کربلا میں ایسی مالا یُطاق مُصیبت نازل ہوئی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ پس جنابِ مَن اَب آپ ہی فرماویں کہ جب انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم اجمعین کی اس دُنیا میں یہ حالت ہوئی ہے تو ان کے تابعین اس میں کیونکر آسودہ حال رہ سکتے ہیں۔
چنانچہ فتح الربانی میں جناب محبوب سُبحانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرتِ رسالت میں عرض کی کہ مجھے حضور کے ساتھ بڑی محبت ہے تو فرمایا کہ فقر کے لئے تیار رہ۔ پھر کسی نے عرض کی کہ مجھے خدا کے ساتھ بڑی محبت ہے تو فرمایا کہ بلا کے لئے تیار ہو جا۔ لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہ دُنیا کی تکلیفیں عوام کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور خواص کے لئے ازدیادِ نعمت اور رفعتِ مراتب کا باعث ہوتی ہیں جیسا کہ احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ آئمہ سے یہ بات ثابت ہے۔ نیز مُسلمانوں کی بظاہر حالت کمزور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا

بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ رَوَاہُ مُسْلِم ۔ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شروع ہوا اسلام غریب اور ہو جائیگا جیسے کہ شروع ہوا پس خوش وقتی ہے واسطے غریبوں کے انتہٰی ۔ اب کسی کی کیا مجال ہے کہ جناب مخبر صادق ناطق بالحق والصواب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کو بدل سکے اور سابقہ علم الٰہی میں رد و بدل کر سکے ۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا وعدہ ہمارے ساتھ کر رکھا ہے لہٰذا ہمیں اپنی کامرانی سے ہرگز ناامید نہیں ہونا چاہئے کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔

(۱۴) دنیا اور مسلمانوں کی حالت صرف وعظ و نصیحت سے ہی درست نہیں ہو سکتی ۔ بلکہ
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جواب ۔ اگر وعظ و نصیحت کوئی چیز نہ ہوتی تو اسقدر صحیفوں اور کتب سماوی کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد کیوں فرماتا کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۔ یعنی اے میرے حبیب صلی اللہ علیک وسلم لوگوں کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلا اور ان کے ساتھ بطریق احسن مجادلت فرما ۔

اور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا یہ مصرعہ کہ ؎ "نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں" جس میں اولیاء اللہ کے تصرف فی الاکوان کی طرف اشارہ ہے ۔ قضائے معلق کے ساتھ متعلق ہے ورنہ قضائے مبرم سے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے ۔

بلکہ عارف صاحب ہمت جو رضا بالقضاء کے مقام عالی پر فائز ہے تقدیر الٰہی کے آگے تسلیم و تفویض کو اپنا شیوہ اختیار کرتا ہے جیسا کہ حضرت خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب نمرود کی آگ میں ڈالے گئے اور روح الامین علیہ السلام امداد کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے انکار کر دیا ۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے دعا کے لئے کہا تو فرمایا حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ ۔ یعنی میرے سوال کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کا علم میرے حال کے متعلق میرے لئے کافی ہے ۔ اور اسی مقام کے متعلق حضرت شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ قولہ تعالیٰ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ لَا تُؤَثِّرُ ھِمَّۃُ الْعَارِفِ بَعْدَ کَمَالِ عِرْفَانِہٖ اِذَا تَیَقَّنَ وُقُوْعَ کُلِّ شَیْءٍ بِقَدْرِہٖ وَامْتِنَاعَ وُقُوْعِ خِلَافِ مَا قَدَّرَ اللّٰہُ فِی الْاَزَلِ عَلِمَ اَنَّ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ

لَمْ یَکُنْ وَلَا تُوَثِّرُ ہِمَّتُہٗ وَلَا غَیْرُھَا فِیْ شَیْئٍ فَلَا یُسَلِّطُ ہِمَّتَہٗ عَلٰی اَمْرٍ بِخِلَافِ الْمَحْجُوْبِ الَّذِیْ یَنْسِبُ التَّاثِیْرَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ وَلَا یَعْلَمُ سِرَّ الْقَدْرِ۔ یعنی عارف کی ہمت کمال عرفانی کے بعد اثر نہیں کرتی۔ کیونکہ جب اُسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ ہر شئے تقدیر آلہی سے واقع ہوتی ہے اور اس کے خلاف واقع ہونا ممتنع ہے تو جان لیتا ہے کہ جو خدا نے چاہا ہے وُہی ہوگا اور جو نہیں چاہا وہ ہرگز نہ ہوگا۔ اسلئے اُس کی ہمت کسی شئے میں اثر نہیں کرتی۔ پس وہ اپنی ہمت کو کسی امر پر مسلط نہیں کرتا بخلاف اس شخص کے جو حقیقت سے محجوب ہے اور تاثیر کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور تقدیر کے راز سے جاہل ہے انتہیٰ ؎

بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا۔

یہاں تقدیر آلہی کے بڑے عجیبہ راز ہیں۔ جو بخوف طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں۔

(۵۱)۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے عمل اور اخلاق خراب ہیں یہ درست ہے لیکن بزرگوں کی رحمت اور برکت شامل حال ہو تو یہ حالت درست ہو جانی چاہیئے۔

جواب۔ بھائی جان! اعمال و اخلاق کی خرابی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ بھلا جو حالت اس دورِ انقلاب میں مسلمانوں کی ہوئی ہے اور ہمیں اپنے اعمال بد کا خمیازہ بھگتنا پڑا ہے اس کے بعد آجکل کے نرالے مہاجرین و انصار میں سے کسی نے کچھ عبرت بھی حاصل کی ہے؟۔ نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ ہمارے اخلاق ردی اور اعمال بدتر ہو گئے ہیں۔ یہ صرف تاجدار مدینہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا صدقہ ہے جن کے شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (انفال) یعنی اللہ کو مناسب نہیں کہ ان لوگوں کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ اور آپ کے سچے متبعین و اولیائے کاملین کے وجود باجود کی برکت ہے کہ باوجود اتنی سیہ کاری کے ہم عذاب آلہی سے محفوظ اور مامون ہیں۔ چنانچہ فتوحاتِ مکیہ کے آخری باب ۵۶۰ میں میں نے دیکھا ہے کہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کی شان میں ایک طویل حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں۔ تَعَجَّبَتِ الْمَلَائِکَۃُ وَالْاَنْبِیَاءُ مِنْ طَاعَتِھِمْ بَیْنَ ھُمْ طُوْبٰی لَھُمْ طُوْبٰی لَھُمْ وَدِدْتُ اَنَّ اللّٰہَ جَمَعَ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ ثُمَّ بَکٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَوْقًا اِلَیْھِمْ ثُمَّ قَالَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِاَھْلِ الْاَرْضِ عَذَابًا فَنَظَرَ اِلَیْھِمْ صَرَفَ الْعَذَابَ عَنْھُمْ الخ۔ یعنی ملائکہ اور انبیاء اولیاء کی طاعت آلہی کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ اُن کےلئے خوشخبری ہے اُن کے لئے خوشخبری ہے۔ میں اُن کی ملاقات کو دوست رکھتا ہوں۔ پھر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شوق میں رو پڑے اور فرمایا جب اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب کا ارادہ کرتا ہے اور انہیں دیکھتا ہے تو عذاب کو واپس کر لیتا ہے۔ انتہیٰ۔

اور جو اس چند روزہ دنیا میں مسلمانوں کا مالی اور جانی نقصان ہے یہ ان پر امتحان الٰہی ہے جو کہ صبر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی صلوات اور رحمت کا باعث ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (البقرہ)۔

نیز حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال دنیاوی سے اعراض کا حکم فرمایا ہے کہ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (حجر) یعنی جو ہم نے کافروں میں سے کئی قسم کے لوگوں کو دنیا کے فائدوں سے بہرہ مند کر رکھا ہے۔ آپ ان کی طرف نظر بھی نہ کریں۔

اور صاحب تفسیر عرائس البیان اس آیۂ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ فِي الْحَدِيثِ الْمَرْوِيِّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ إِذَا رَأَى أَمْوَالَ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَغَيْرِهِمَا يُغَطِّي عَيْنَيْهِ بِكُمِّهِ وَيَقُولُ بِهٰذَا أَمَرَنِي رَبِّي یعنی حدیث میں روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اہل دنیا کے اموال اونٹ اور بکریوں وغیرہ کو دیکھتے تو آستین مبارک سے اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے اور فرماتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا امر کیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ۔ یعنی الٰہی مجھے مسکین ہی زندہ رکھ اور مسکین ہی مار اور مسکینوں ہی میں قیامت کے دن اٹھا۔ پس ایسی آیات و احادیث کے باوجود ہمیں اپنی مسکنت کا شکوہ کرنا رضائے الٰہی کے خلاف اور اسوہ حسنۂ نبوی سے انحراف کے مترادف ہے لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ سے اسکی رضامندی اور دنیا و آخرت میں نیکی طلب کرنی چاہیئے۔ آمین۔

(۶) اگر سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو پھر سے خود تو انصاف بدہ ایں ہمہ ہنگامہ کہ کیست

جواب اس کا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم موسیٰ علیہ السلام کی زبانی خود فرمایا ہے کہ جب موسےٰ علیہ السلام اربعین کے بعد توریت لے کر واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرست دیکھ کر فرمایا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي بِهَا مَن تَشَاءُ ۖ یعنی خداوندا یہ تیرا ہی فتنہ ہے۔ تو جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ لیکن

مسئلہ قضاء و قدر میں دو امر ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ ایک اصل واقعہ دوسرا حفظ ادب۔ اصل واقعہ کے متعلق فرمایا قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ۔ (النساء) یعنی کہہ دے کہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور آگے حفظ ادب کی تعلیم اسطرح فرمائی کہ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ط۔ یعنی جو نیکی تجھے پہنچے وہ اللہ کی طرف سے اور جو بُرائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔ حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس مسئلہ کو ایک ہی شعر میں کیا عُمدہ بیان فرمایا ہے ؎

گناہ گرچہ بتقدیر اوست اے حافظ ــ تو در طریق ادب کوش و گو گناہِ منست

علاوہ بریں تیرِ قدر و سرّ سرِّ قدر کا مسئلہ شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے فصوص الحکم میں بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔ جو کہ اسرارات الٰہیہ کے عجائبات میں سے ہے اگر شوق ہو تو اُس کا مطالعہ کریں۔

۷ اگر موجودہ حالت ہمارے اعمال کی وجہ سے ہے تو بزرگوں کے فرائض کن اُمور پر حاوی ہیں

جواب۔ اِس میں شبہ نہیں کہ ہمارے اعمال کے مطابق ہم پر عمال مقرر ہوتے ہیں ؎

شامت اعمال ما صورتِ نادر گرفت۔

لیکن حجاب حکمت کو ذرا اُٹھا کر دیکھا جائے تو ہمارے اعمال اور اُن کے نتائج و ثمرات سب تقدیر خداوندی اور مشیت ایزدی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسلئے عارفِ کامل صاحبِ کشف کے نزدیک کسی فعل اور امر کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا شرک خفی ہے وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ لیکن بایں ہمہ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ کے سُلطانِ سطوت نے ہماری لبوں پر مہرِ سکوت لگا رکھی ہے۔ کہ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (انبیاء) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فعل سے سوال نہیں کیا جاتا۔ اور لوگ سوال کئے جائینگے۔ کیونکہ وہ مالکِ انس و جان ہے۔ اور يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ اُس کی شان ہے پس بزرگان دین پر یہ فرض نہیں کہ وہ تقدیر الٰہی کی مخالفت اور کارکنان قضا و قدر کی مزاحمت کریں۔ بلکہ رضا بالقضاء اُن کا شیوہ اور موافقتِ تقدیر اُن کا مشغلہ ہے۔ اُن کے فرائض تو یہ ہیں کہ بندگانِ خدا کو صراط المستقیم پر چلنے کی ہدایت کریں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی سے روکیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شیوہ اختیار کریں اور مواعظ حسنہ کے ساتھ خدا کے بندوں کو سمجھادیں۔ اور قربِ الٰہی کا راستہ دکھائیں اور اُن کے لئے دین و دُنیا کی بھلائی کے لئے دُعا مانگیں اور ہر طرح سے طالبانِ خدا کی خدمت کریں

جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ یَا دَاوٗدُ اِذَا رَأَیْتَ
لِیْ طَالِبًا کُنْ لَہٗ خَادِمًا ۔ یعنی اے داؤدؑ جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اُس کا خادم بن جا
کہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُہُمْ ۔ نیز اُن کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں کو سیاسی اُمور میں
اُن کی امداد ظاہری کی ضرورت ہو تو ظاہر و باطن میں ہمت و دُعا کے ساتھ اُن کا ساتھ دیں۔ جیسا کہ
آجکل کے اکثر بزرگانِ دین نے حصولِ پاکستان میں امداد دی ہے۔ اور اگر جہاد تک نوبت پہنچ
جائے تو خلوتخانوں کو خیر باد کہہ کر میدانِ کارزار میں اُن کے دوش بدوش صف آرا ہو جائیں۔

لیکن جو بعض کوتاہ اندیشوں کو فی زمانہ اِن مصائب و تکالیف کی وجہ سے جو اُن پر وارد ہوئی
ہیں اُولیائے متقدمین کے تصرف باطنی پر بدگمانی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا ابتلا ہے۔
جو اُن کے نقصانِ مال و جان کے علاوہ ایمان کو بھی ضائع کر رہا ہے۔ چنانچہ آجکل کے بعض
لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں جو اولیاء اللہ مدفون ہیں اُن کا تصرف باطنی کہاں گیا۔ اُن کے
مزارات کی بھی بے ادبی ہو رہی ہے۔ اُن سے پوچھنا چاہیے کہ مقبولِ خالق کونین جگر گوشۂ
رسولؐ ربّ المشرقین والمغربین حضرت امام حسینؑ صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیٰ جدّہٖ وابیہٖ واُمّہٖ وعلیہ
سے بڑھ کر بھی کوئی صاحبِ کمال اور متصرف فی الاکوان ہے؟ باوجود اِس قدر اور منزلت کے
جو اُن پر کربلا میں مصائب نازل ہوئے وہ کسی پر مخفی نہیں۔

نیز ایامِ حرّہ میں یزید پلید نے مدینہ منورہ میں قتلِ عام کرایا اور مسجدِ نبوی کی سخت
بے ادبی کی گئی۔ یہاں تک کہ تین دن مسجدِ نبوی میں آذان بھی نہ ہوئی۔ اور اب تھوڑا عرصہ ہوا۔
ابن سعود نجدی نے مُلکِ عرب میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے سوا تمام روضے
گرا دیئے اور جنت البقیع کی تمام مزارات متبرکہ کو ہموار کر دیا گیا۔ اور بایں ہمہ وہ اہلِ کمال و
صاحبِ جلال غیور اور بزرگ ہستیاں جو چاردہ اطباق کو آنکھ کی پلک پر اُٹھانے کی طاقت
رکھتے ہیں۔ قضائے الٰہی کے آگے سرِ تسلیم جھکائے رہ گئے اور تقدیرِ خداوندی کے سامنے کسی نے
دم تک نہ مارا۔ اسلئے کہ رضا بالقضاء کا مقام اہلِ طریقت کے نزدیک تمام مراتب سے بلند ترین
مرتبہ ہے جیسا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مبداء و معاد میں فرماتے ہیں کہ مقامِ رضا فوقِ جمیع مقاماتِ
ولایت است ۔ الرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ بَابُ اللّٰہِ الْعَظِیْم

غرضیکہ بزرگانِ دین کے فرائض میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ قلمِ اعلیٰ سے اُم الکتاب پر لکھے
ہوئے علومِ الٰہی کی موافقت کریں اور بندگانِ خدا کو سابقۂ ازلی پر رضامند رہنے کی تاکید فرما دیں۔

کیونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ عزت میں عرض کی کہ الٰہی تو کس عمل پر راضی ہے۔ تو خطاب مستطاب ہُوا کہ یا موسیٰ رضائی فی رضاک فی قضائی یعنی میری رضا اس میں ہے کہ تو میری قضا پر راضی ہو جائے۔ اللّٰھم ارزقنا ھذا المقام بجاہ النبی الکریم و آلہ الکرام وصلی اللہ علیٰ نور ذاتہ و مظہر اسمائہ و صفاتہ و مراۃ جمالہ و کمالہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

مکرر معروض آنکہ مذکورہ بالا جوابات سے آپ کی تسلی ہو جائے تو فبہا ورنہ اس کے متعلق بغرض تحقیق اپنے خیالات بصد خوشی لکھ کر ارسال فرما دیں۔ زیادہ سلام والدعاء

خدا حافظ و ناصر دیار باد بجاہ النبی و آلہ الامجاد۔ ۸ ۱۲/۴۸ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ

بقلم خود از جلوانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخلصی فی اللہ عزیزم احمد علی بالخیر باشند

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ اخلاص نامہ مل کر کاشف ما فیہا ہوا۔ آپ نے مندرجہ تین اشعار کا معنی استفسار کیا ہے۔ پہلا شعر کسی عارف کامل کا ہے۔ اور دوسرے ہر دو شعر حضرت منصور حلاج علیہ الرحمت کے فرمائے ہوئے ہیں۔ شعر اول ؎

وجود ہست پدر عین ثابتہ مادر = جہاں شناس جو فرزند و دائیگاں اسماء

یعنی وجود حق سُبحانہ وتعالیٰ بمنزلہ پدر ہے۔ اور اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ (جو صورتیں کہ علم الٰہی میں ازل سے موجود ہیں) مادر کی مانند ہیں۔ اور اسمائے حُسنیٰ یعنی اللہ تعالےٰ کے تمام دائیوں کی طرح ہیں اور سارا عالم بیٹے کی مثل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وجود مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے تمام عالم کا صدور ہے۔ اسی طرح سے کہ اللہ تعالیٰ کے دو تجلے ہیں ایک علمی جس کو فیض اقدس کہتے ہیں دوسرا تجلی عینی جسے فیض مقدس کہا جاتا ہے پہلے اللہ تعالیٰ کے فیض اقدس سے علم الٰہی میں تمام اشیاء کی صورتیں ظاہر ہوئیں۔ جن کو اعیان ثابتہ اور صور علمیہ اور حقائق ممکنات کہتے ہیں اُن کو اعیان ثابتہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ صورتیں ہمیشہ علم الٰہی میں ثابت رہتی ہیں۔ اور اُس سے خارج ہرگز نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ الاعیان الثابتۃ ما شمت رائحۃ الوجود الخارجی یعنی اعیان ثابتہ (صور علمیہ) نے وجود خارجی کی بُو تک نہیں سُونگھی۔ کیونکہ اگر علم الٰہی سے صور علمیہ خارج ہو جائیں تو ذات حق

میں جہل لازم آئیگا۔ وَتَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فیضِ مقدس سے اپنے اسمائے حُسنیٰ کی امداد کے ساتھ اعیانِ ثابتہ کے احکام و آثار کو خارج میں عالمِ شہادت کی صورت پر ظاہر فرمایا۔

پس چونکہ اشیائے عالم کا اصل اعیانِ ثابتہ یعنی صورِ علمیہ ہیں کیونکہ عالم اپنے ظاہر ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھا۔ لہٰذا اعیانِ ثابتہ کو ماں فرمایا۔

اور چونکہ اشیائے عالم میں سے ہر شئے اسمائے الٰہیہ میں سے کسی خاص اسم کی مظہر ہے اور اسمائے الٰہیہ کا فیض ہر دم اشیائے عالم کو پہنچتا ہے۔ اور اسماء ارباب اور اشیاء اُن کے مربوبات ہیں۔ لہٰذا اسمائے حُسنیٰ کو تمام عالم کی دائیگاں فرمایا۔

اور چونکہ تمام اسمائی الٰہیہ اور اعیانِ ثابتہ اور اشیائے عالم کا صدور وجودِ مطلق سے ہے لہٰذا وجود کو پدر کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ فَافْہَمْ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ۔

دوسرا شعر عربی میں ہے جو بالاعراب لکھا جاتا ہے ؎

وَلَدَتْ اُمِّیْ اَبَاھَا وَذَامِنْ اَعْجَبَاتٖ = وَاَنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ فِیْ حُجُوْرِ الْمُرْضِعَاتٖ

(شرح) میری ماں یعنی عینِ ثابتہ نے اپنے باپ یعنی وجودِ مطلق کو جنا یعنی ظاہر کیا اور یہ عجائبات سے ہے۔ اُم اصل کو کہتے ہیں۔ جیسے اُم الکتاب اور اُم القُریٰ اور اُم الدماغ وغیرہ اور یہاں اُم سے مراد عینِ ثابتہ ہے۔ کیونکہ وہ وجودِ عینی کی اصل ہے۔ اور اب یعنی والد سے مراد وجودِ مطلق ہے۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ وجودِ مطلق کا ظہور اعیانِ ثابتہ سے ہوا ہے۔ کیونکہ تجلی علمی یعنی اعیانِ ثابتہ کے ظہور کے بغیر ذاتِ حق کو وجودِ مطلق اور وجودِ بحت و وجود سافج کہتے ہیں۔ اور وہ مرتبہ لاتعیّن و لاظہور ہے اسیلئے فرمایا کہ میری ماں یعنی میرے عینِ ثابتہ نے اپنے باپ یعنی وجودِ حق کو جنا ہے۔ یعنی ظاہر فرمایا ہے۔ اسی مقام میں کسی عارف نے کیا عمدہ فرمایا ہے ؎

ظہورِ تو بمن است و وجودِ من از تست = فَلَسْتَ تَظْہَرُ لَوْلَایَ لَمْ اَکُنْ لَوْلَاکَ

یعنی تیرا ظہور مجھ سے ہے اور میرا وجود تجھ سے ہے۔ میرے سوا تیرا ظہور نہیں ہے اور تیرے سوا میرا وجود نہیں ہے۔

پھر فرمایا میں بہت بوڑھا ہوں یعنی میرا وجود علمِ الٰہی میں ہونے کی وجہ سے قدیم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔ اور میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوں لہٰذا میرا وجود علمی بھی قدیم ہے اور میں دائیوں یعنی اسمائے حُسنیٰ کی گود میں رہتا ہوں یعنی اسمائے الٰہیہ میرے وجودِ علمی اور وجودِ عینی

کی پرورش کرتے ہیں۔ کیونکہ اسمائے باری تعالیٰ کا فیضان ہر دم اشیائے عالم میں جاری اور طاری ہے۔ فَافْہَمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ + تیسرا شعر یہ ہے ؎

ازاں مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش = ازانم گبر میگوید کہ با مادر زنا کردم۔

(شرح) جس ماں یعنی اصل حقیقت مطلقہ سے کہ میں ظاہر ہوا ہوں۔ کیونکہ میں پہلے کتم عدم میں مخفی تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ پھر فیاض مطلق نے اپنے خاص فیض اقدس و اقدم سے اپنے علم قدیم میں میری علمی صورت کو میری شان ذاتی کے موافق مقدر فرمایا۔ اور پھر فیض مقدس و مقدم کے ساتھ اپنے وجود حقیقی سے اسے وجود عینی بخشا۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم کو اعیان ثابتہ کے اندھیرے یعنی عدم اضافی میں مقدر فرمایا۔ پھر ان پر اپنے وجود مطلق کا نور چھڑکا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام عالم وجود حق سے موجود ہوا ہے جیسا کہ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ فتوحات مکیہ کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْجَدَ الْاَشْیَاءَ عَنْ عَدَمٍ وَعَدَمِهٖ۔ یعنی سب حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے اشیاء کو عدم سے اور عدم العدم یعنی وجود سے ایجاد فرمایا (عدم کا عدم وجود ہے جیسے کہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے) پس عارف کامل نے فرمایا کہ جس ماں سے میں جنا ہوں یعنی جس ذات مطلقہ سے میں پیدا ہوا ہوں پھر اسی کے ساتھ مل گیا ہوں۔ یعنی مرتبۂ فنا فی الذات کے ساتھ مشرف ہو گیا ہوں۔ اور اسی کی طرف حضرت امام حسین علیہ السلام مرآۃ العارفین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْحَقَّ مَبْدَاءُ الْکُلِّ وَمَعَادُهٗ۔ یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز کی جائے ظہور اور جائے باز گشت ہے انتہیٰ۔

پھر فرمایا اسلئے گبر یعنی علمائے رسوم جو کہ حقیقت سے بے خبر ہیں یہ کہتے ہیں کہ میں نے ماں سے جفتی کی ہے۔ یعنی وہ میرے اتحاد ذاتی و وصال الٰہی پر معترض ہیں۔ اور مجھ پہ کفر و الحاد کے فتوے لگاتے ہیں۔ فَافْہَمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ۔

جناب قبلہ ام صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مستفیض ہوتے رہا کریں۔ زیادہ سلام والدعا۔ عاقبت محمود باد بحرمۃ النون والصاد + 22 ۱۱/۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط حامداً و مصلیاً

عزیز القدر عزیز از جان ڈاکٹر عنایت علی رازؔ سلمکم الرحمان۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بعد دعائے ترقی درجات و شوق ملاقات کے واضح ہو کہ

خیریت نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ تحریر پُر تاثیر اور اشعار پُر اسرار پڑھ کر مسرت ہوئی۔ خدائے قدوس آنعزیز کو خمخانۂ توحید سے جام وحدت پلاوے اور اپنا ذوق و شوق تا ابد عطا فرماوے اور حوادثات زمانہ سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے آمین۔ پیوستہ ذکر اور فکر اور تصور اور نسبت وحدت میں مشغول رہیں کہ یہی آداب صالحین اور طریق مقربین ہے

اے عزیز۔ ذکر الٰہی بہ از ہزار پادشاہی۔ یاد مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ پاس انفاس کار حق شناس۔ نفی اثبات شغل اہل ذات۔ توکل بر خدا شیوۂ فقراء۔ رضا بالقضاء مقام اولیاء ؎

جان من غفلت مکن ہوشیار باش = دمبدم اندر خیال یار باش

کین خیال یار چوں گیرد کمال = ہست نزد عارفاں عین وصال

مخلصا۔ جبکہ شاہد ازلی و معشوق لم یزلی نے فرمادیا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرونگا۔ اس سے زیادہ شرف اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ رب جلیل اپنے لطف کرم سے عبد ذلیل کو یاد کرے ؎

پس بزرگیہا ست اندر یاد او = یاد او کن یاد او کن یاد او

اور جبکہ معشوق حقیقی نے اپنے عشاق بے نوا کے کانوں میں یہ نوید جانفزا پہنچا دی ہے کہ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو تو اُس در رحمت سے نومیدی کے کیا معنی ؎

چوں درگہ ما نہ گہِ نومیدی نیست = صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔

ہاں جبکہ ساقی فیاض وحدت نے شراب خانۂ توحید کا دروازہ تمام بادہ پرستان ازلی پر علی الدوام کشادہ کر رکھا ہے۔ حتی کہ ہر ساغر و پیمانہ میں عکس روئے نگار متجلی ہے کہ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ جس طرف منہ پھیرو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔ تو تشنہ لبی و عدم مستی کی شکائیت کیسی ؎

در ہر چہ نظر سازم غیرے تو نمے بینم = غیر از تو کسے باشد حقا کہ محال است ایں۔

اے محب صادق۔ جبکہ جمال حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ اور ہر ذرہ میں اُسی کا نور جلوہ نما ہے کہ اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ اللہ آسمانوں اور زمیں کا نور ہے۔ تو پھر جدائی کا جھورنا کیسا ؎ چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار = متجلی ست در در و دیوار۔

اور جبکہ محبوب دلربا رگ گردن سے بھی قریب تر ہے کہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ ہم اُسکی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ تو پھر تلاش کا کیا مطلب ؎

یار نزدیک تر از من بمن است = ویں عجب تر کہ من از وے دُورم۔

اور جبکہ کلام الٰہی میں یہ خطاب مستطاب موجود ہے کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو تو شکوۂ ہجر کس لئے ہے

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ عیاں ـــ اوست با ما و شما اے دوستاں

بلکہ ہر جان میں جلوۂ جاناں اس طرح ہے جیسے جسم میں جان کہ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ وہ تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو تو پھر خارج میں جستجو کیسی ہے

جیوں نینوں میں پوتلی خالق گھٹ کے ماہیہ ـــ مورکھ لوگ نہ جانڈے باہر ڈھونڈن جاہیہ

اور اے عزیز جبکہ ذات ذوالجلال والافضال مالکِ لم یزل ولایزال نے روزِ ازل سے تیرے سر پر تاج کرامت رکھ دیا ہے ۔ کہ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ۔ ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی تو اب ذلت کہاں سے آئی ہے تاج کَرَّمْنَا ست بر فرق سرت ـــ طوق فَضَّلْنَا ست آویز برت

اَحْسَنِ التَّقْوِیْم در وَالتِّیْن بخواں ـــ کہ گرامی گوہر است اے نہر جاں

اور جبکہ تو خلیفۃ اللہ حضرت آدم صفی اللہ کا حقیقی وارث ہے کہ ثُمَّ جَعَلْنَاکُمْ خَلَائِفَ فِی الْاَرْضِ ۔ ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تو باوجود اس جامعیت کے تفرقہ کیسا ہے

تو چند در طلب یار در بدر گردی ـــ بہ خود نگر کہ توئی مظہر ہمہ اسما ۔

جانِ من تو خود سرِّ الٰہی ہے کہ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ ۔ انسان میرا راز ہے اور میں اسکا راز ہوں ۔ پس تو نامحرم کیوں بنتا ہے

مطلعِ انوارِ الٰہی توئی ـــ مخزنِ اسرارِ شاہی توئی ۔

اے بصورتِ حق مخلوق ۔ تیری صورت خاص صورتِ الٰہی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ۔ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ۔ پس تو اپنی ہی صورت پر قربان کیوں نہیں ہوتا ہے

صورتِ نقشِ الٰہی خود توئی ـــ عارفِ اشیاء کماہی خود توئی

اے سراپا جلوہ گاہ ذاتِ خدا جبکہ بموجب حدیث قرب نوافل تیرا سمع بصر غضب زبان ہاتھ پاؤں عین حق ہے کہ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّلِسَانًا وَّیَدًا وَّرِجْلًا بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ ۔ میں اس کا کان آنکھ زبان ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں ۔ پس وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے ۔ اور مجھ سے بولتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے ۔ تو تو بتا کہ تو کس کی تلاش میں ہے ۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے

آنچہ ما کردیم ہرگز ہیچ نابینا نہ کرد ـــ در میانِ خانہ گم کردیم صاحب خانہ را ۔

بلکہ قربِ فرائض میں خُدا خود تیری زبان سے گویا اور کان سے شنوا اور آنکھ سے بینا ہے۔
جس پر حدیثِ نبوی اِنَّ اللہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرؓ شاہد ہے۔ اور مکتوب خواجہ معین الدین
اجمیری علیہ الرحمۃ میں ہے کہ عمرؓ پرسید یا رَسُولَ اللّٰہ (فِدَاکَ اُمِّیْ وَاَبِیْ) گویا و شنوا و دانا و
بینا دریں قالبِ خاکی چیست وکیست۔ پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود ھُوَ الْکَلِیْمُ ھُوَ السَّمِیْعُ
ھُوَ الْبَصِیْرُ۔ وُہی بولنے والا۔ وُہی سُننے والا وہی دیکھنے والا ہے ؎

آنکہ مے بیند بصیر است آنکہ مے شنود سمیع = آنکہ مے داند علیم است تو بگو تو کیستی

اے عزیز عرصۂ وجود میں ذاتِ واحد الاحد کے سوا دوسرا کب موجود ہے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ
کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم خدا ایک ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ نہیں موجود مگر اللہ۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ
وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ۔ اوّل آخر ظاہر باطن سب وُہی ہے۔ لَا ھُوَ اِلَّا ھُوَ۔ نہیں وہ مگر وُہی۔
کیا کہوں کہاں تک کہوں کِس سے کہوں ؎

یہ ہے رازِ مخفی نہ کہنا تو عاجز ؛ نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے۔

اے عزیز احدیت ذاتیہ میں عبارت واشارت کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ہجر اور وصال کا جھگڑا ہے

؎ معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکے است اینجا = چون وصل ہم نہ گنجد ہجراں چہ کار دارد

اور ھُویت غیبیہ میں میدانِ فصاحت تنگ اور ادہم ادراک لنگ ہے ؎

مقامے فوق ترا ز ہر مقامے = نہ وصف آنجا ہمی گنجد نہ نامے
وجودِ سا فج است وہستی پاک = نہ آنرا عقل دریابد نہ ادراک
منزہ لاتعین ذاتِ مطلق = نہ ظاہر عین خلق آنجا ونے حق
کہ ایزد کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ گفت = وزاں لیس دُرِ اِلَّا وَجْھَہٗ سفت
نہ عالم را نشاں آنجا نہ آدم
بجز ذاتِ احد واللہ اعلم

اے عزیز اگرچہ ذاتِ مطلق کا ادراک محال ہے۔ لیکن تیرا اسقدر ادراک کرنا کہ ذاتِ مطلق بوجہ
غیر متناہی ہونے کے ادراک کو قبول نہیں کرتی۔ یہی ذاتِ مطلق کا کما ینبغی ادراک ہے۔ جیسا
کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ۔ اور در حقیقت
مرتبہ احدیت کا مظہرِ اتم تیری ہی ذات ہے۔ اور ذاتِ حق کی معرفت تیری ہی حقیقت کا عرفان
ہے اور اِس پر یہ فرمانِ مصطفویؐ شاہد ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ جس نے

اپنی ذات کو جانا اُس نے خُدا کو پہچان لیا۔ بغیر اُس کے مقصود کا پتہ ہرگز نہیں چل سکتا۔ پس
دراصل تو ہی منزل مقصود ہے۔ والسلام۔
اپنی خیریت سے ہمیشہ اطلاع دیتے رہا کریں۔ تاکہ تسلی رہے۔ از جانب جملہ درویشاں
بصد شوق سلام۔ والدُعا۔ عاقبت بالخیر باد بحرمتہ النبیؐ وآلہ الامجاد۔
خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود۔

عزیز القدر شمس الدین بحمایت ذوالجلال والاکرام۔ شاد کام باشند
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت نامہ مل کر کاشفِ حالات ہوا۔ آگاہی خیریت سے
تسکین خاطر ہوئی۔ نیز آپ نے تحریر کیا ہے۔
سوال: کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب نے کہا
ہے کہ عاشورہ کے دن نہانا اور آنکھوں میں سُرمہ لگانا جائز ہے۔ اور اُس نے غسل بھی کرایا اور
سرمہ بھی لگوایا۔ اور نفل وغیرہ بھی پڑھوائے۔ اور شہیدان کے حق میں افسوس بھی ظاہر کیا گیا
اور دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عشورہ کے دن غسل کرنا یا سُرمہ لگانا ناجائز ہے۔ اور
جو شخص یہ کام کریگا۔ اُس پر لعنت ہے۔ بغور جواب سے اطلاع دیویں؟
جواب:۔ پہلے مولوی صاحب نے اپنی دانست میں سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل
کیا اور دوسرے مولوی صاحب نے فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب پر غم کو
ملحوظ رکھا ہے۔ واقعی عاشورے کا دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے
خوشی کا دن اور اُس میں نہانا اور آنکھوں میں سُرمہ لگانا اور اپنے عیال پر فراخی کرنا وغیرہ مسنون
سُنت سید الانام تھا عَلَیہِ اَفضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَاَکمَلُ التَّحِیَّاتِ مِنَ اللّٰہِ المَلِکِ العَلَّام۔
لیکن بعد از شہادت حضرت امام پاک علیہ السلام اُس دن کی خوشی غم سے بدل گئی۔ چنانچہ
بروزِ شہادت امام حسین علیہ السلام حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خون کا شیشہ ہاتھ میں لئے برہنہ سر اور ریش مبارک گرد آلودہ تشریف
لا رہے ہیں۔ حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے دُنیا میں آنحضرت
صلعم کو کبھی اس صورت میں نہیں دیکھا۔ آج کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا کہ میں اس وقت کربلا میں اپنے حسین علیہ السلام کے مقتل میں تھا۔ جس وقت خبر شہادت
مدینہ منورہ میں پہنچی وُہی وقت تھا۔ جو حضرت ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا۔ یہ واقعہ شاہ عبدالعزیز

محدث رحمۃ اللہ کی کتاب سر الشہادتین میں بھی مرقوم ہے اور ہمارے نزدیک حضرت ام سلمہ رضؓ کا خواب عین مشاہدہ ہے۔ اور سنت پیغمبرؐ کہنا درست ہے۔

کما قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی متفق علیہ۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق مجھے دیکھا۔ اسلئے کہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوتا۔ (مشکواۃ شریف باب الرویا)

پس جبکہ عاشورہ کے دن خود حضرت سید المرسلین محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم سر برہنہ اور خاک آلودہ ہوئے ہوں تو کسی اہل ایمان کو اس دن نہانا اور سرمہ وغیرہ لگانا کب جائز ہو سکتا ہے۔ نیز مقبول خالق کونین حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے فرزندان و یاران و غم گساران علیہم الرضوان جو کہ میدان کربلا میں اس دن مصائب مالایطاق میں گرفتار اور ہر جانب سے تیر و سنان کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ جہاں معصوم بچوں کے تشنہ حلقوم ایک گھونٹ پانی کی بجائے تیر چبھتے تھے بھلا وہ کہاں نہائے اور کب آنکھوں میں سرمے لگائے۔ اس مقام پر تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یوں التجا کرتے تھے ۔

یا رحمۃ للعالمین ادرک لزین العابدین رضؓ
مظلوم ایدی الظالمین فی موکب والمزدحم [1]

[1] سواروں کے گروہ میں انبوہ کیا گیا۔

لیکن آجکل کے ایسے علماء جو ان پاکبازان میدان عشق و محبت سے بھی زیادہ متبع سنت ہونے کے مدعی ہیں۔ قابل نفرین ہیں۔ واللہ اعلم و علمہ احکم +

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

بخدمت برادرم عاشق حسینؑ صاحب سلمک اللہ تعالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ مل کر کاشف مافیہا ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "سید محمد حسینی رضؓ شاہ صاحب جو میرے حقیقی دوست ہیں انہوں نے مجھے مجبور کیا کہ ہمارے سلسلہ کے رہنماؤں کی زیارت کرو۔ چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور نتیجہ سے عرض کر دیا گیا۔"

اگرچہ میں اس مجلس مبارک میں حاضر نہ تھا۔ لیکن بعد میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی زبان درفشاں سے اس کا سرانجام مجھے بھی معلوم ہوا۔ دراصل سید محمد حسینؓ رضؓ شاہ صاحب چونکہ آپ کی صحبت میں رہ کر بعض امور شریعہ کے متعلق تحقیقات حاصل کر لینے کی وجہ سے آپ کو اپنا محسن جانتے ہیں گو اعتقادات صحیحہ میں وہ اب آپ پر سبقت لے جا چکے ہیں اسلئے بغرض خیر خواہی وہ

چاہتے ہیں کہ جس میخانۂ عشق و محبت سے جامِ وحدت اُنہیں نصیب ہوا ہے۔ آپ بھی اُس ساقئے فیاض کے دستِ کرم سے جُرعۂ شرابِ حقیقت نوش کریں۔ لیکن یہ امر مجبوری نہیں ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ اور جو ہمارے مشائخِ عظام پر آپ کا اعتراض ہے کہ نشست و برخاست میں اپنے ارادتمندوں کے ساتھ مساوات کیوں نہیں رکھتے اور اثباتِ مدعا میں آپ نے بعض خصائل و شمائل نبوی صلعم (فداہ امی وابی) تحریر کئے ہیں مثلاً "حضور علیہ السلام کا مسلمانوں میں مل جل کر ایک ہی جگہ بیٹھنا اور جنگِ بدر پر صحابہؓ کے ہمراہ باری باری اونٹ پر سواری فرمانا اور جنگ احزاب میں خود صحابہؓ کے ہمراہ خندق کھودنا اور بعض اوقات صحابہؓ کو اپنے آگے چلانا اور خود پیچھے چلنا" اس کے متعلق واضح ہو کہ بے شک یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کے فضائل اور آپؐ کی تواضع و کسرِ نفسی کی شان اور صحابہ کرامؓ کو عدل و انصاف کی تعلیم دینے اور آپؐ کے ہر فعل میں خاص حکمتِ الٰہی ہونے کی بیّن دلائل ہیں۔ مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کرام کے پیچھے چلنے کی حکمت تحفۂ رسولیہ میں یوں مسطور ہے ؎

چوں برہ اندر شدے آں راہِ جاںؐ = خود پس و اصحابؓ بہ پیشش دواں
گفت کہ خالی بکنیدم ز پس = در پس منؐ ہست ملک چند کس

اور حاشیہ پر ہے بداں کہ از تعلیلِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم شد کہ ایں خاصۂ آنحضرتؐ است و سنت نیست چہ فرشتہا در پس ہر کس نمے روند۔ انتہیٰ۔

ایسے ہی اُس محبوبِ ذوالجلال والاکرام علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات من اللہ الملک العلام کے جملہ افعال حکمیاتِ خاصہ پر مبنی ہیں۔ اِس سے یہ مراد نہیں کہ صحابہؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مساوات رکھتے تھے۔ یا اُس سلطانِ دو جہاںؐ کے سامنے با نیاز بیٹھنے کو بُرا مانتے تھے معاذ اللہ۔ بلکہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت صحابہ کرامؓ کے دلوں میں ایسی تھی کہ مجلس میں اس طرح با ادب و تعظیم سرنگوں ہو کر خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور غایت تعظیم و اجلال کی وجہ سے کسی کو آپؐ کی جانب نگاہ اُٹھانے کی مجال نہ ہوتی تھی (مدارج النبوۃ) اور جو صحابہؓ مدینہ منورہ میں باہر سے آتے تو سواریوں سے جلدی اُتر کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقدام مبارک چومتے جیسے مشکوٰۃ شریف باب مصافحہ میں ہے عَنْ زَارِعٍؓ وَكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرا میں تشریف لے جاتے تو آپ کے اندر داخل ہونے تک صحابہ کرامؓ کھڑے رہتے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْلِسُ مَعَنَا فِی الْمَسْجِدِ یُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِیَامًا حَتّٰی نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُیُوْتِ اَزْوَاجِهٖ (مشکوۃ باب القیام)

اور اسی باب کی حدیث سعد میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اَیْ لِسَیِّدِکُمْ - الی مرادف لام ہے یعنی اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور حاشیہ میں ہے وَفِیْ حَدِیْثِ سَعْدٍ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ قِیَامَ الْمَرْءِ بَیْنَ یَدَیِ الرَّئِیْسِ الْفَاضِلِ وَالْوَالِی الْعَادِلِ وَقِیَامَ الْمُتَعَلِّمِ لِلْمُعَلِّمِ مُسْتَحَبٌّ غَیْرُ مَکْرُوْهٍ وَقَالَ النَّوَوِیُّ فِیْهِ اِکْرَامُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَتَلَقِّیْهِمْ وَالْقِیَامُ لَهُمْ اِذَا اَقْبَلُوْا وَاحْتَجَّ بِهِ الْجُمْهُوْرُ انتہی۔

اور جو ترمذی میں، معاویہؓ سے روایت ہے کہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اس حدیث کے حاشیہ میں ہے کہ هٰذَا الْوَعِیْدُ لِمَنْ سَلَکَ فِیْهِ طَرِیْقَ التَّکَبُّرِ بِقَرِیْنَةِ السُّرُوْرِ لِلْمَثُوْلِ وَاَمَّا اِذَا لَمْ یَطْلُبْ ذٰلِکَ وَقَامُوْا مِنْ تِلْقَاءِ اَنْفُسِهِمْ طَلَبًا لِلثَّوَابِ اَوْ لِاِرَادَةِ التَّوَاضُعِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔ پس وعید اس شخص کے لئے ہے جو متکبر ہو اور لوگوں کو اپنے سامنے قیام میں دیکھ کر خوش ہوتا ہو لیکن جب اس بات کا طالب نہ ہو اور لوگ اپنے آپ طلب ثواب یا ارادۂ تواضع کے لئے کھڑے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر سریر اور تکیہ پر استراحت فرمانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ بَعَثَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ) اِلَیَّ ذَاتَ یَوْمٍ وَلَمْ اَکُنْ فِیْ اَهْلِیْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَیْتُهٗ وَهُوَ عَلٰی سَرِیْرٍ فَالْتَزَمَنِیْ[1] فَکَانَتْ[2] تِلْکَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ[3] رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

وَعَنْ جَابِرِؓ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ عَلٰی یَسَارِهٖ رواه الترمذی - وَفِی الْحَاشِیَةِ قَالَ اِبْنُ الْمَلَکِ فِیْهِ نَدْبُ الْاِتِّکَاءِ وَوَضْعُ الْوِسَادَةِ عَلَی الْجَانِبِ الْاَیْسَرِ انتہی وَقَالَ فَیَکُوْنُ هٰذَا الْحَدِیْثُ لِبَیَانِ الْجَوَازِ (مرقاۃ)

پس تکیہ پر سہارا لینا جائز ہے۔ اور جیسا کہ ہمارے ملک میں چارپائی کا رواج ہے۔ اہل مدینہ میں سریر اور تکیہ مستعمل ہے۔

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ بھی سریر اور تکیہ استعمال فرماتے تھے چنانچہ بخاری شریف ج ۲۵ م

[1] ای عانقنی ۱۲ [2] ای المعانقۃ ۱۲ - [3] ای احسن من کل شئ ۱۲ -

بر مالک رضؓ سے روایت ہے کہ میں عمر خطاب رضؓ کے پاس آیا فَاِذَا ھُوَ جَالِسٌ عَلٰی اَمَالِ سَرِیْرٍ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ فِرَاشٌ مُتَّکِیٌّ عَلٰی وِسَادَۃٍ مِنْ آدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَجَلَسْتُ الخ
اور ابن مسعود رضؓ تو صاحب وسادۃ کے نام ہی سے مشہور تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری باب من القی لہ وسادۃ میں ہے کہ علقمہ نے ابو الدرداء رضؓ سے دریافت کیا۔ اَوَ لَیْسَ فِیْکُمْ صَاحِبُ السِّوَاکِ وَالْوِسَادَۃِ یعنی مَسْعُوْدٍ رضؓ
نیز ابوداؤد میں ابو الطفیل غنوی سے روایت ہے قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَتْ اِمْرَاَۃٌ فَبَسَطَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِدَائَہٗ حَتّٰی قَعَدَتْ عَلَیْہِ فَلَمَّا ذَھَبَتْ قِیْلَ ھٰذِہٖ اَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رواہ ابو داؤد۔
وَفِی الْمَوَاھِبِ اِنَّ حَلِیْمَۃَ جَاءَتْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ فَقَامَ اِلَیْھَا وَبَسَطَ رِدَائَہٗ پس جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی خاطر کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی چادر مبارک پر بیٹھا لیا تو ہمیں اپنے محسنین کا احترام اور انہیں ادب سے خاص جگہ پر بیٹھانے کا اہتمام کتنا ضروری ہے والسلام۔
اب بارگاہ رسالت میں خلفائے راشدین رضؓ کا ادب ملاحظہ فرمادیں۔
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر مبارک سہ پایہ تھا۔ جس پر جناب سرور کائنات علیہ الوف من التحیات تبلیغ احکام الٰہی فرمایا کرتے تھے۔ جب صدیق اکبر رضؓ خلیفہ ہوئے تو احترام سید لولاک صلعم کی خاطر اس منبر پاک کے پایہ دوم پر بیٹھے اور فاروق اعظم رضؓ پایہ سوم پر اور جب عثمان غنی رضؓ مشرف بخلافت ہوئے تو بالائے تخت بیٹھ گئے۔ کسی نے کہا کہ جائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ دونوں نہیں بیٹھے آپ نے یہ برتری کیوں حاصل کی ہے۔ فرمایا اگر پایہ سوم پر بیٹھوں تو وہم ہوگا کہ مثل عمر رضؓ ہوں اور پایہ دوم پر جگہ لوں تو کہیں گے ابوبکر جیسا ہے لیکن یہ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے مجھے اس سلطان دوجہاں صلعم کے ساتھ مثل کا وہم نہیں ہے یہ واقعہ مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ نے مفصل بیان فرمایا ہے ؎

منبر مہتر کہ سہ پایہ بدست — رفت بوبکر و دوم پایہ نشست
بر سوم پایہ عمر رضؓ در دور خویش — از برائے حرمت والسلام و کیش
دور عثمان رضؓ آمد و بالائے تخت — بر شد و بنشست آں محمود بخت

پس سوالش کرد شخصے بوالفضول — کاں دو بنشستند بر جائے رسولؐ
تو چرا جستی از ایشاں برتری — چوں برتبت تو از ایشاں کمتری
گفت اگر پایہ سوم را بسپرم — وہم آید کہ مثال عمرؓ ام
ور دوم پایہ شوم من جائے جو — گو ئیم مثل ابوبکرؓ است او
ہست ایں بالا مقام مصطفےؐ — وہم مثلی نیست با آں شہ مرا
بعد از اں بر جائے خطبہ آں ودود — تا بقرب عصر لب خاموش بود
زہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں — یا بروں آید ز مسجد آں زماں
ہیبتے بنشستہ بد بر خاص و عام
پُر شد از نورِ خدا آں صحن و بام

اب اسمیں شبہ نہیں کہ خلفائے راشدینؓ کا فعل ہمارے لئے سُنت ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ شیخ کامل جو متبع شریعت ہو وہ اپنے مُریدوں میں بمنزلہ نبی کے اپنی اُمت میں ہوتا ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی اُمتہٖ اسندہ الدیلمی عن حدیث ابی رافعؓ (الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ للشیخ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالی)

پس ہم اپنے مشائخ عظام کے مسند و مقام سے بوجہ تعظیم و احترام نیچے جگہ لیں تو یہ عین مطابق ملتِ بیضا ہے یا خلاف شریعت غرا آپ ہی انصاف فرما دیں۔ ہاں جس کا ارادہ لوگوں سے تعظیم کرانے کا ہو وہ متکبر ہے۔ لیکن جب بلا طلب لوگ خود بخود با وجود منع کرنے کے قیام و احترام کریں تو کوئی ہرج نہیں بلکہ بزرگانِ دین کی تعظیم مستحب ہے۔ جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے

نیز جو آپ نے آیۂ شریفہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین کا معنی تحریر کیا ہے یعنی (یا رسول اللہؐ) مسلمانوں کی کمال عزت کر خواہ وہ غریب ہوں یا امیر" تو آپ ہی فرما دیں کہ مسلمانوں پر جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی کس قدر تعظیم و توقیر ہے۔

جناب من ہر شخص اپنی قابلیت و فہم کے موافق مضامین قرآن پاک کا ادراک کرتا ہے۔ آؤ ذرا علمائے ربانی کبرائے عارفین علیہم الرضوان کی تفاسیر کا بھی ملاحظہ کریں۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں واخفض جناحک بالنزول الی مرتبۃ من اتبعک من المؤمنین لتخاطبہم بلسانہم لیفہم وترقیۃ عن مقامہ فیصحبہ والا

لَمۡ یُمکِنُہُمۡ مُتابعَتَکَ یعنی اور نیچے کر بازو اپنے (یا رسول اللہؐ) ساتھ اُترنے (اپنے مقام عالی سے) طرف مرتبہ اُس شخص کے جو مومنین سے آپ کا تابع ہے تاکہ آپؐ اُسکی لیاقت کے مطابق خطاب کریں اور وہ سمجھ لے اور آپؐ اُسے اس کے مقام سے ترقی بخشیں تاکہ وہ بلند مرتبہ پر پہنچ جائے ورنہ مومنین کو آپ کی متابعت ناممکن ہے ۔

ایسے ہی تفسیر عرائس البیان میں آیہ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ کی تفسیر میں ہے جَنَاحَ ہِمَّتِکَ ارۡتَفَعَتۡ مِنَ الۡکَوۡنَیۡنِ وَصَلَتۡ اِلٰی قَابَ قَوۡسَیۡنِ لَامَہَا اَجۡنِحَۃُ الۡوُہِیَۃِ رَبَانِیَّۃُ قَیُّوۡمِیَّۃُ اَیۡ اَخۡفِضۡ جَنَاحَ الرُّبُوۡبِیَّۃِ الَّتِیۡ اتَّصَفَ بِہَا لِاَہۡلِ الۡعُبُوۡدِیَّۃِ الخ ۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پس جناب رسول کریمؐ صاحب وصف اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ عَلَیۡہِ التَّحِیَّۃُ وَالتَّسۡلِیۡمُ کی تواضع و نفس کسری سے اُس سرورِ کونین مسند نشینِ تختِ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کے ساتھ ادب میں مساوات کا نتیجہ اخذ کرنے والا گستاخ بارگاہِ رسولؐ اور عند المؤمنین نہایت ہی بوالفضول ہے۔ ایسے ہی اولیاء اللہ کے ساتھ طلب مساوات بھی غرور نفسانی اور وسوسۂ شیطانی ہے اور یہ امراضِ روحانی میں سے ایک مہلک مرض ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دن سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس آرا تھے۔ حضرت عمر خطابؓ صحابہؓ کے جوڑوں میں آکر بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ عار تو نہیں آرہی۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ فداک اُمّی و اَبی آپؐ جیسا حکیم حقانی بھی ملے اور یہ مرضیں بھی باقی رہ جائیں۔ سُبحان اللہ کیا ادب تھا۔ لیکن افسوس آجکل یہ مرض طبائع عامہ پر بے حد غالب ہوگئی ہے ۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ــــ بے ادب محروم ماند از لطف رب

میں نے اس مضمون کو قدرے تفصیل کے ساتھ محض آپ کی تسلی کے لئے تحریر کیا ہے۔ ورنہ مجھے کج بحثی سے ہرگز کام نہیں ہے۔ خداوند کریم اپنے حبیب پاکؐ کے طفیل ہمیں اور سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔ آمین ۔ الراقم ۔ خادمِ درویشاں و خاکپائے ایشاں غلام محمدؐ بقلم خود ۔ از جلالانہ ۔

لدر

مخلصی فی اللہ عزیز از جان محمد منظور احمدؐ حفظکم اللہ الرحمان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ بعد دعائے خیریت طرفین وسعادت دارین وترقی درجات و شوقِ ملاقات کے واضح ہو کہ اخلاصنامہ مکرر کاشف ما فیہا ہوا۔ آگاہی خیریت سے تسکین خاطر ہوئی ۔

العزیز تصور شیخ موصل الی اللہ اور طالبانِ مولیٰ کے واسطے اشد ضروری اور طریق عقر میں رکن اعظم ہے ہر شخص ہر وقت کسی نہ کسی تصور اور خیال میں رہتا ہے اس لئے یکسوئی اور دل کی جمعیت اور خطراتِ نفسانی سے حفاظت کے لئے تصورِ شیخ ایک حصارِ امن کا کام دیتا ہے۔ بلکہ جب تک طالبِ صادق صورتِ شیخ کا تصور نہ کرے ہرگز واصلِ مقصود نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین یعنی ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہو اور یہ بغیر تصور کے ناممکن ہے۔ حدیث جبرائیلؑ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ یعنی خدا کی عبادت ایسی کر گویا کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اسمیں بھی تصور کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حدیث رویت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا واقعی اُس نے خدا کو دیکھا۔ اسی لئے صحابۂ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور کیا کرتے تھے۔

اور دیلمیؒ نے ابی رافع سے حدیث روایت کی ہے۔ کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ یعنی شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں ہوتا ہے۔

نیز ا۔ ے عزیز صورتِ شیخ کو بحکم اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ صورتِ حق یقین کرے ورنہ وہم غیریت میں مبتلا رہے گا۔ اور تصور کے تین طریقے ہیں۔

(۱) صورتِ شیخ کا اپنے سامنے تصور کرے

(۲) دل میں تصور کرے

(۳) صورتِ شیخ کا برقعہ پہن لے جیسا کہ عارف کامل نے فرمایا ہے ؎

کُن بدینگونہ تصور دمبدم ـــ من نیم یار است از سر تا قدم

اور یہ طریقہ سب سے اعلیٰ ہے اور تصورِ شیخ کے ساتھ پاس انفاس کے ذکر میں دمبدم مشغول رہنا چاہیئے۔ العزیز ذکر مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ یادِ الٰہی بہ از ہزار بادشاہی۔ پاس انفاس کارِ حق شناس۔ نفی اثبات شغل اہلِ ذات۔ رضا بالقضا مقام اولیاء۔ زیادہ سلام والدعا۔

نیز آپ کا نام منظور احمدؐ نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ اسی طرح رہنے دیں۔ منظور احمدؐ اور منظور حسینؑ میں کیا فرق ہے۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

محب دلنواز عزیزم محمد اسماعیل حفظک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گرامی نامہ مل کر کاشف ما فیہا ہوا۔ آپ نے دریافت کیا ہے

لہ قولہ تعالےٰ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ میں فنا سے کیا مراد ہے۔ آیا فنا ذوی الارواح کیلئے ہے یا ذوی الاجسام کیلئے یا ہر دو کیلئے الخ

الجواب ۔ فنا در حقیقت تمام ماسوی اللہ کیلئے ہے ۔ چنانچہ تفسیر عرائس البیان میں ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ لَوْ نَظَرْتَ بِنَظَرِ التَّحْقِيقِ فِي الْكَوْنِ وَاَهْلِهٖ لَرَأَيْتَ حَقِيقَةَ فَنَائِهٖ وَ فَنَاءِ اَهْلِهٖ وَاِنْ كَانَ فِي الظَّاهِرِ عَلٰى رَسْمِ الْوُجُوْدِ لِاَنَّ مَنْ يَكُوْنُ قِيَامُهٗ بِغَيْرِهٖ فَهُوَ فَانٍ فِي الْحَقِيقَةِ اِذْ لَا يَقُوْمُ بِنَفْسِهٖ وَكَيْفَ الْحَدَثُ يَقُوْمُ بِنَفْسٍ وَلَا نَفْسَ لَهٗ فِي الْحَقِيقَةِ فَاِنَّ الْوُجُوْدَ الْحَقِيقِيَّ وُجُوْدُ الْقِدَمِ لِذٰلِكَ اَثْنٰى عَلٰى نَفْسِهٖ بِقَوْلِهٖ وَيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَحَقِيقَةُ الْبَقَاءِ لِمَنْ لَا يَزَالُ بَاقِيًا قَدِيْمًا وَمَنْ كَانَ اَوَّلُهٗ عَدَمًا وَ آخِرُهٗ عَدَمًا وُجُوْدُهٗ بِخِلَافِ مَنْ كَانَ اَوَّلُهٗ قِدَمًا وَآخِرُهٗ بَقَاءً فَاِذَا شَاهَدْتَ مُشَاهَدَةَ الْحَقِّ تَرَى الْحَقَّ قَائِمًا بِنَفْسِهٖ وَتَرَى الْاَشْيَاءَ قَائِمًا بِهٖ فَقَدْ عَلِمْتَ هُنَاكَ حَقِيقَةَ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ وَحَقِيقَةَ الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ عَرَّفَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ قِدَمَهٗ وَبَقَاءَهٗ خَلْقَهٗ بِفَنَاءِ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا لِيَتَحَقَّقُوْا فِي مَعْرِفَتِهٖ لِاَنَّ مَنْ دَخَلَ فِي الْبَقَاءِ بِغَيْرِ دُخُوْلِهٖ فِي الْفَنَاءِ لَمْ يَعْرِفْ حَقِيقَةَ الْبَقَاءِ سُئِلَ الْجُنَيْدُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قَوْلِهٖ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ قَالَ مَنْ كَانَ بَيْنَ طَرَفَيْ فَنَاءٍ فَهُوَ فَانٍ ۔

پھر آپ فرماتے ہیں ۔ کہ علمائے ربانیین رضؓ کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف اور رحیم ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ بھی رؤف اور رحیم ہے ۔ فرق یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور رافت بالذات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رافت کاملہ اور رحمت شاملہ بالعطاء یعنی عطیۂ الٰہی سے ہے

الجواب ۔ واضح ہو کہ اولیائے محققین رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام اسماء وصفات الٰہی سے متصف و متحقق ہونا آیات بیّنات اور احادیث صحیحہ سے ثابت فرمایا ہے چنانچہ حضرت شیخ عبد الکریم جیلی قدس سرہٗ ناموس اعظم میں فرماتے ہیں لَا خِلَافَ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّصِفٌ مُتَحَقِّقٌ بِجَمِيْعِ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى وَالصِّفَاتِ الْعُلْيَا بَالِغٌ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْكَمَالِ مَبْلَغًا لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ سِوَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

اور کمالات الالٰہیہ فی الصفات المحمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایک اسم الٰہی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تسمیہ اور اتصاف بجمیع صفات الٰہیہ مدلل بالآیات والاحادیث ثابت

فرمایا ہے۔ جس کا ذکر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مدارج النبوۃ کے تکملہ میں
بھی کیا ہے۔ نیز واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسماء و صفات الٰہیہ کے استحقاق اصلی
اور ملک کے طور پر مستحق ہیں۔ جیسا کہ حضرت ممدوح کتاب الانسان الکامل کے باب ۶۰ میں
فرماتے ہیں۔ (علم) اِنَّ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ ھُوَ الَّذِیْ یَسْتَحِقُّ الْاَسْمَاءَ الذَّاتِیَّۃَ وَالصِّفَاتِ
الْاِلٰھِیَّۃَ اِسْتِحْقَاقَ الْاَصَالَۃِ وَالْمِلْکِ بِحُکْمِ الْمُقْتَضَی الذَّاتِیْ فَاِنَّہُ الْمُعَبَّرُ عَنْ حَقِیْقَتِہٖ بِتِلْکَ
الْعِبَارَاتِ وَالْمُشَارُ اِلٰی لَطِیْفَتِہٖ بِتِلْکَ الْاِشَارَاتِ لَیْسَ لَھَا مُسْتَنَدٌ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا
الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ۔

اور اسی کتاب مستطاب کے باب ۵۳ میں قولہ تعالیٰ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ط کی تفسیر میں
فرمایا یعنی اَنَّھُمْ نَالُوْا مَا ھُوَ لَھُمْ فَلَیْسَ ذٰلِکَ بِمَوْھُوْبٍ حَتّٰی یَکُوْنَ مَمْنُوْنًا بَلْ ظَفِرُوْا بِمَا
اقْتَضَتْہُ حَقَائِقُھُمْ الَّتِیْ خَلَقْنَاھُمْ عَلَیْھَا مِنْ اَصْلِ الْفِطْرَۃِ فَکُلُّ مَا نَالُوْہُ اِنَّمَا ھُوَ بِاسْتِحْقَاقٍ
جَعَلْنَاہُ لَھُمْ وَلَوْ کَانَ الْکُلُّ مِنْ خَزَائِنِ الْجُوْدِ فَاِنَّ التَّجَلِّیَاتِ الذَّاتِیَّۃَ لَا تُسَمّٰی مَوْھِبَۃً بَلْ
ھِیَ اُمُوْرٌ اِسْتِحْقَاقِیَّۃٌ اِلٰھِیَّۃٌ وَاِلٰی ھٰذَا الْمَعْنٰی اَشَارَ شَیْخُنَا الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ رَضِیَ
اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ قَوْلِہٖ ؎

مَا زِلْتُ اَرْتَعُ فِیْ مَیَادِیْنِ الرِّضَا ٭ حَتّٰی بَلَغْتُ مَکَانَۃً لَا تُوْھَبُ

اس سے ثابت ہوا کہ سرور انبیاء و مرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام کمالات
ذاتی اور بطور استحقاق ہیں نہ کہ وہبی و عطائی۔ یہ صرف ابتداء میں اہل ظاہر کی اللہ اور رسول صلی اللہ
علیہ وسلم میں فرق ثابت کرنے کی باتیں ہیں۔ حالانکہ اہل حقیقت کے نزدیک بنص قرآنی اِنَّ الَّذِیْنَ
یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ (شروع پارہ ۶) اللہ اور اس کے
رسولوں میں فرق کرنے والے کافر ہیں۔ فافہم واللّٰہ اعلم واحکم۔

اور سوال مذکور کے ضمن میں آپ لکھتے ہیں کہ "آیا اللہ تعالیٰ کی صفات ذات کے عین ہیں یا غیر۔
۔ اگر غیر ہیں تو ان صفات کو فنا ہو گی یا نہ"

الجواب۔ اللہ تعالیٰ کی صفات درحقیقت عین ذات ہیں۔ چنانچہ مولانا جامی قدس سرہ السامی
لوائح شریف میں فرماتے ہیں کہ صفات عین ذات اند۔ من حیث التحقق والحصول وغیر ذات
وغیر ذات اند من حیث ما یفہمہ العقول یعنی صرف عقلی اعتبار سے صفات غیر ذات ہیں
ورنہ حقیقت میں صفات عین ذات ہیں۔ اور حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قولہ تعالیٰ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تفسیر میں صفاتِ باریتعالیٰ کا عینِ ذات ہونا ایسے احسن طریقہ سے بیان فرماتے ہیں جو اُن ہی کی شایانِ شان ہے۔ چنانچہ فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قُلْ اَمْرٌ مِنْ عَيْنِ الْجَمْعِ وَارِدٌ عَلٰى مَظْهَرِ التَّفْصِيْلِ هُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْحَقِيْقَةِ الْاَحَدِيَّةِ الصِّرْفَةِ اَيِ الذَّاتِ مِنْ حَيْثُ هِيَ بِلَا اعْتِبَارِ صِفَةٍ لَا يَعْرِفُهَا اِلَّا هُوَ وَاللّٰهُ بَدَلٌ مِنْهُ وَهُوَ اسْمُ الذَّاتِ مَعَ جَمِيْعِ الصِّفَاتِ وَدَلَّ بِالْاِبْدَالِ عَلٰى اَنَّ صِفَاتِهٖ تَعَالٰى لَيْسَتْ بِزَائِدَةٍ عَلٰى ذَاتِهٖ بَلْ هِيَ عَيْنُ الذَّاتِ لَا فَرْقَ اِلَّا بِاعْتِبَارِ الْعَقْلِيِّ (وَقَالَ) وَاِيَّاهُ عَنٰى مَنْ قَالَ صِفَاتُهٗ تَعَالٰى لَا هُوَ وَلَا غَيْرُهٗ اَيْ لَا هُوَ بِاعْتِبَارِ الْعَقْلِ وَلَا غَيْرُهٗ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ وَاَحَدٌ خَبَرُ الْمُبْتَدَاءِ فَعَبَّرَ عَنِ الْحَقِيْقَةِ الْمَحْضَةِ الْغَيْرِ الْمَعْلُوْمَةِ اِلَّا لَهٗ بِهُوَ وَاَبْدَلَ عَنْهَا الذَّاتَ مَعَ جَمِيْعِ الصِّفَاتِ دَلَالَةً عَلٰى اَنَّهَا عَيْنُ الذَّاتِ وَحَّدَهَا فِي الْحَقِيْقَةِ وَاَخْبَرَ عَنْهَا بِالْاَحَدِيَّةِ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْكَثْرَةَ الْاِعْتِبَارِيَّةَ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ فِي الْحَقِيْقَةِ ؎

یعنی قُلْ امر ہے جو عین جمع (ذاتِ حق) سے مظہرِ تفصیل (انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم) پر وارد ہے اور ھُوَ یعنی حقیقتِ ذات بلا صفات مبدل منہ اور اللہ اسم ذات مع جمیع صفات اُس کا بدل ہے اور یہ ابدال اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صفاتِ باریتعالیٰ زائد بر ذات نہیں بلکہ عین ذات ہیں اور فرق صرف عقلی اعتبار سے ہے (اور فرمایا) میں اُس شخص سے بیزار ہوں جس نے کہا ہے صفات نہ عین ذات اور نہ غیر ذات ہیں۔ یعنی عقلی اعتبار سے غیر ذات اور حقیقت میں عین ذات ہیں۔ اور ھو مبتداء اور احد اُس کی خبر ہے۔ پس حقیقت محضہ غیر معلومہ کو ھو کے ساتھ تعبیر فرمایا اور اُس سے ذات مع جمیع صفات کو اسلئے بدل کیا تاکہ ثابت ہو جائے کہ صفات درحقیقت عین ذات ہیں۔ پھر اُسکی خبر احدیت کے ساتھ فرمائی تاکہ یہ اس امر پر دلالت کرے کہ کثرتِ اعتباری درحقیقت کوئی شئے نہیں ہے ؎

اور صاحب کتاب الانسان الکامل باب ۳۵ میں فرماتے ہیں کہ لَكِنَّهٗ يُخْطِئُ اَكْثَرُ الْمُتَكَلِّمِيْنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ صِفَاتِ الْحَقِّ لَيْسَتْ عَيْنَهٗ وَلَا غَيْرَهٗ (وَقَالَ) وَاَمَّا نَحْنُ فَقَدْ اَعْطَانَا الْكَشْفُ الْاِلٰهِيُّ اِنَّ صِفَاتِهٖ عَيْنُ ذَاتِهٖ الخ۔ یعنی اکثر متکلمین جو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ صفاتِ حق نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات وہ خطا کرتے ہیں (اور فرمایا) لیکن ہم کو کشفِ آلٰہی نے یہ بات عطا کی ہے کہ صفات باریتعالیٰ عین ذات ہیں ؎

پس جبکہ صفات عین ذات ثابت ہوئیں تو اُن کے لئے فنا کا قائل یا جاہل ہے یا بے ادب

اب رہا آپ کا اصل مقصود کہ "آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات اور ذاتِ کریم آنی اجل کے بعد فناء میں مشمول ہو گی یا نہ۔

الجواب - جنابِ من - جبکہ نبی کریم عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالتَّسْلِیْمُ کی ذات عینِ ذاتِ حق اور آپؐ کی صفات عینِ صفاتِ الٰہی ہیں۔ کَمَا قَالَ سِبْطُ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْاَمِیْنِ سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ اِمَامُ الْخَافِقَیْنِ سَیِّدُنَا اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی آبَائِہِ الطَّاہِرِیْنَ فِیْ رِسَالَتِہِ الْمُسَمّٰی بِمِرْآتِ الْعَارِفِیْنَ فِیْ مُلْتَمَسِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ شَانِ الْاِنْسَانِ الْکَامِلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلْ عِلْمُہٗ عِلْمُہٗ وَذَاتُہٗ ذَاتُہٗ بِلَا اتِّحَادٍ مَّعَہٗ وَلَاحُلُوْلَ فِیْہِ الخ۔

اور حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ قولہ تعالیٰ حٰمٓ عٓسٓقٓ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَیِ الْحَقُّ ظَہَرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَقَالَ) فَالْحَقُّ مُحَمَّدٌ ظَاہِرًا وَّ بَاطِنًا الخ۔

اور حضرت عبد الکریم جیلی قدس سرہ کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں فرماتے ہیں **قولہ تعالیٰ** وَلَقَدْ آتَیْنَاکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ ط فَاَشْہَدَنِی الْحَقُّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِتِّصَافَ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالسَّبْعَۃِ الْاَوْصَافِ النَّفْسِیَّۃِ الَّتِیْ ہِیَ الْحَیَاۃُ وَالْعِلْمُ وَالْاِرَادَۃُ وَالْقُدْرَۃُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْکَلَامُ وَشَہِدْتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اتِّصَافِہٖ بِاَوْصَافِہٖ عَیْنَ الذَّاتِ الْغَائِبِ فِیْ ہُوِیَّۃِ الْغَیْبِیَّاتِ وَہُوَ الْمُشَارُ اِلَیْہِ فِی الْآیَۃِ بِالْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ ؂

پس جبکہ اولیائے محققین وکبرائے عارفین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحقیق انیق میں بنصِ قرآنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صفاتِ الٰہی کے ساتھ اتصاف اور عین حق ہونا ثابت ہے۔ تو آپؐ کی ذاتِ کریم اور صفاتِ عظیمہ کے لئے فنا کا عقیدہ معاذ اللہ کب صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیاتِ الٰہی سے زندۂ جاوید ہیں تو آپ کے لئے اجل آنی یا آنی کے کیا معنی درحقیقت آپؐ ازل سے ابد تک زندہ بحیاتِ الٰہی اور متصف باوصافِ خداوندی کماہی ہیں ؂

چنانچہ قولہ تعالیٰ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ کی تفسیر میں صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں۔ فَرَّقَ اللّٰہُ بَیْنَ مَوْتِ حَبِیْبِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ مَوْتِ غَیْرِہٖ فِیْ مَضْمُوْنِ الْخِطَابِ وَمَظِنَّۃِ الْاِشَارَۃِ اَیْ اِنَّکَ مَیِّتٌ عِنْدَ صَحَقَاتِ سَطَوَاتِ تَجَلِّیَ اَزَلِیَّاتِیْ حَیْثُ تَفْنٰی فِیْ ضَبَابِ عَظَمَتِیْ عِنْدَ ظُہُوْرِ اَنْوَارِ کِبْرِیَائِیْ حَتّٰی لَاتُحَاسَبُ عَنْ وُّجُوْدِکَ فِیْ ظُہُوْرِ وُجُوْدِیْ

لک فَاِنَّ الحَادِثَ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ زَالَ الحَادِثُ وَبَقِیَ الْقَدِیْمُ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ بِنَفْیِ الاَرْوَاح (وَقَالَ) بَعْضُھُمْ اِنَّکَ مَیِّتٌ عَنْ بَشَرِیَّتِکَ بِاِطْلَاعِ بَرَکَاتِ الحَقِّ عَلَیْکَ (وَقَالَ) اِنَّکَ مَیِّتٌ عَنْ غَیْرِنَا حَیٌّ بِنَا وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ عَنِ الدُّنْیَا (الزمر) وَقَالَ فِی سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ صفحہ ۶۶ قَوْلُہٗ اِنَّکَ مَیِّتٌ عَنْ صِفَاتِکَ لِحَیٰوتِکَ بِنَا وَبِاِظْھَارِ صِفَاتِنَا عَلَیْکَ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ عَاجِزُوْنَ عَنْ بُلُوْغِ دَرْکِ صِفَاتِکَ ؎

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے آپؐ کا صفاتِ بشریت سے گذر جانا اور ذاتِ حق میں فنا ہونا مراد ہے۔ اسلئے کہ آپؐ مرتبہ فنا فی اللہ و بقا باللہ کے ساتھ مشرف ہیں ورنہ جبکہ شہداء کے لئے بنص قرآن وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا الخ موت کا گمان کرنا بھی حرام ہے تو افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کا ثابت کرنیوالا کب مسلمان۔ لہٰذا حق تعالیٰ میں فنا و بقا کی درمیانی حالت کو اعلحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اجلِ آنی سے تعبیر فرمایا ہے ورنہ یہاں موتِ عامہ ہرگز مراد نہیں۔ یہ ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ۔

اور چونکہ آپ اولیاء اللہ کو ماننے والے اور اُن کا خاکِ پا کہلاتے ہیں۔ لہٰذا اقطاب عارفین وحضرات محققین رضؓ کے کلمات طیبات اور اُن کی تحقیق انیق درشانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی طرف لکھ کر بھیجی جاتی ہے ورنہ آجکل کے اکثر علمائے رسوم اِن علوم ذوقیہ واسرار الٰہیہ کے مطالعہ کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں اور اُن سے کوئی لطف حاصل نہیں کرتے کیونکہ کمل عارفین عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کے علوم و اسرار و حقائق و دقائق و معارف و معانی و اذواق مواجید واستغراق فی التوحید کے حالات و مقامات ہمارے اور علمائے دیوبندی وحضرات بریلوی سب کے ادراک سے نہایت ارفع واعلیٰ ہیں ؎

سرِ ما اوحیٰ نگنجد در ضمیر جبرئیلؑ = کشف اسرار لدنی کے کند اُمّ الکتاب

ان حضرات کے کلمات عالیات کا سمجھنا وصولِ درجات کا باعث اور اُن پر ایمان لانا اور سرِ تسلیم خم کرنا حصولِ نجات کا موجب ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مُحَبَّتَھُمْ وَاتِّبَاعَھُمْ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ وَمَعَھُمْ وَاکْرِمْنَا بِدَرَجَاتِھِمْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ مَقَامَاتِھِمْ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَآخِرًا وَظَاھِرًا وَبَاطِنًا۔

مورخہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ۔ الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد عفا عنہ از جلوانہ بقلم خود۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

استفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و صوفیائے اکرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ سید پابند شریعت و طریقت صاحب ارشاد کا مرید ہو کر پھر کوئی عذر ہے جس سے اُس کی بیعت کو توڑ کر کسی اور کی بیعت کر لے؟

دیگر :- ایک شخص بیعت ہو کر خلافت حاصل کر کے اس خلافت سے خود بھی بیعت کرے پھر آپ کسی اور کا مرید ہو جائے پہلے پیر کو ناقص کہے جو اُس کے پہلے مرید ہوئے ہیں وہ کیا کریں اور اُسکے لئے کیا حکم ہے جس نے پہلی بیعت کو توڑا ؟

دیگر :- کیا مدت فیض معین ہے اور کامل پیر کا مرید بے فیض نہیں رہ سکتا یا شریعت کو قرآن و حدیث کی پیروی چھوڑ کر کامل ہو سکتا ہے۔ اور کامل کی شناخت کیا ہے۔ عام فہم مدلل ارشاد فرمادیں؟

دیگر :- ظاہری عالم کوئی کچھ فرماتا ہے کوئی کچھ۔ کوئی مرید ہونا ہی ناجائز کہتے ہیں۔ کوئی ہزاروں پیر بنانے کے قائل ہیں فقیر شش و پنج میں پڑا ہوا ہے۔ مہربانی کر کے فقیر پر کرم فرماویں تکلیف کو گوارا فرما کر فتوے عنایت فرماویں۔ بیّنوا توجروا؟

عبدالحکیم دکاندار ولد فیض محمد بمقام کوٹ عیسیٰ خاں ڈاکخانہ خاص تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور۔

-الجواب-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد جو شخص کسی کامل شیخ صاحب شریعت و طریقت اہل ارشاد کی بیعت کو توڑ دے تو پھر خواہ تمام زمانہ کے کاملین کے پاس جاوے ہرگز فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ صاحب تفسیر روح البیان قولہٗ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ یُشِیْرُ اِلٰی اَنَّ مَنْ اُبْتُلِیَ بِرَدِّ وِلَایَۃِ شَیْخٍ کَامِلٍ وَلَوِ امْتَلَأَتِ الْاَرْضُ بِالْمَشَائِخِ وَاَرْبَابِ الْوِلَایَۃِ وَھُوَ یَتَمَسَّکُ بِذَیْلِ اِرَادَتِھِمْ غَیْرَ اَنَّ شَیْخَہٗ رَدَّہٗ لَا یُمْکِنُ لِاَحَدِھِمْ اِعَانَتُہٗ وَاِخْرَاجُہٗ مِنْ وَّرْطَۃِ الرَّدِّ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ کَمَا فِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّۃِ۔ یعنی جو شخص کسی پیر کامل کی ولایت کا مردود ہو۔ اگرچہ تمام زمین مشائخ اور ارباب ولایۃ سے پُر ہو جائے اور وہ اُن سب کا مرید بنے لیکن جب تک وہ مرید شیخ ہے کوئی بھی اُسکی امداد نہیں کر سکتا اور نہ اُسے ورطۂ ہلاکت سے نکال سکتا ہے مگر جسے خدا چاہے۔

(از تاویلات نجمیہ)

(۲) جو شخص کسی پیر کا خلیفہ ہو کر خود بھی بیعت کرے۔ پھر پہلے پیر کو ناقص سمجھ کر کسی اور کا مرید ہو جائے اگر واقعی ہی پہلا پیر ناقص ہے تو اُس کا پیر کامل سے دوبارہ بیعت کرنا درست ہے۔ اور اس کے مرید از سرِ نو کسی پیر کامل کے مرید ہوں اور اگر اُس نے بوسوسۂ شیطانی کامل کی بیعت کو توڑا ہے تو اس کا حکم سابق مذکور ہو چکا ہے اور کامل کی شناخت ذیل میں درج ہے۔

(۳) حصولِ مطلب کے لئے کوئی مدت معین نہیں ہے علی حسب اختلاف فی الاستعداد زمانہ کی کمی بیشی متصور ہو سکتی ہے (از مکتوبات طیبات حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نور اللہ روحہٗ) (۴) اور واقعی کامل پیر کا مرید بے فیض نہیں رہ سکتا بشرطیکہ مرید صاحب یقین اور تابع فرمانِ شیخ ہو۔ وَنِعْمَ مَا قِیْلَ ؎ ہر کہ آمد بر درت خالی نہ رفت = گرچہ خالی بُود از روز الست

حتیٰ کہ قبر میں بھی روحانیتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مرشدِ کامل سے تعلیم معرفت ثابت ہے (از سر الاسرار مصنفہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ)

(۵) قرآن اور حدیث کی پیروی چھوڑ کر ہرگز کوئی کامل نہیں ہو سکتا ؎

خلافِ پیمبرؐ کسے رہ گزید = کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔ قَالَ الْجُنَیْدُؒ عِلْمُنَا هٰذَا یَعْنِی الْحَقَائِقُ الَّتِیْ یَجِیْئُ بِهَا اَهْلُ اللّٰهِ مُقَیَّدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اَیْ اِنَّهَا لَا تَحْصُلُ اِلَّا لِمَنْ عَمِلَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الشَّرِيْعَةُ یعنی حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل اللہ کا علم حقائق مقید بالکتاب والسنۃ ہے۔ یعنی علم معرفت اُسے حاصل ہوتا ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرے اور وہ شریعت ہے۔ انتہیٰ

اور مجذوبوں کی علیحدہ بات ہے۔ کیونکہ وہ مرفوع القلم ہیں۔ فَافْهَمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(۶) اور کاملین کی شناخت اگرچہ بہت مشکل ہے کہ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ (حدیث قدسی) یعنی میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا انہیں کوئی نہیں جان سکتا۔ نیز لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ۔ ولی کو ولی کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ لیکن اولیاء اللہ کی علامات ظاہر ہیں۔ سب سے بڑی علامت یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط یعنی اولیاء اللہ کسی سے نہیں ڈرتے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

نیز صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اولیاء اللہ کی علامت دریافت کی تو فرمایا اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ یعنی جب وہ نظر آتے ہیں تو خدا یاد آجاتا ہے۔ کیونکہ اُن کے وجود میں اللہ

ہی اللہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قرب نوافل کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ الخ مندرجہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ نیز ولی کی یہ پختہ علامت ہے کہ وہ سخی ہوتا ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا جُبِلَ وَلِیُّ اللّٰہِ اِلَّا عَلَی السَّخَاءِ۔ نیز عرائس البیان میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ یَزِیْدُ قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ یَظْهَرُ نُوْرُ الصَّمَدِیَّۃِ مِنْ بَشَرَۃِ وَجْہِ الْعَارِفِ۔ یعنی ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ نورِ صمدیت عارف کے چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے

نیز اولیاء اللہ کی علامات میں سے ہے کہ جو کوئی انہیں دیکھتا ہے اُن سے محبت کرنے لگتا ہے کہ کُلُّ مَنْ یَّرَاھُمْ یُحِبُّھُمْ (عرائس) اَیْضاً سُئِلَ بَعْضُھُمْ مَا عَلَامَۃُ الْاَوْلِیَاءِ قَالَ ھَمُّھُمْ مَعَ اللّٰہِ وَشُغْلُھُمْ بِاللّٰہِ وَفِرَارُھُمْ اِلَی اللّٰہِ۔ یعنی بزرگانِ دین سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ کی علامت کیا ہے۔ فرمایا اُن کی ہمتیں اللہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور اُن کا شغل اللہ سے ہے۔ اور اُن کی دوڑ اللہ کی طرف ہے۔

بالجملہ اولیائے کاملین متبع شریعت اور صاحب طریقت و حقیقت اور آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر اور خدا کی تمام مخلوق پر فیاض اور اُن کی خطاؤں سے درگذر کرنے والے رحیم اور کریم ہوتے ہیں جو اُنہیں تکلیف دے اُسے راحت پہنچاتے ہیں اور جو اُن کو بُرا کہے اُس کا بھلا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ لوگ اُن سے محبّت کرتے ہیں اور وہ خدا سے محبّت رکھتے ہیں۔ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں طلب کرتے نافع اور ضار اللہ کو ہی جانتے ہیں۔ معرفت الٰہی کا نور اُن کے چہروں میں ظاہر ہوتا ہے اور وصال حق کی خوشی اُن کے لب و لہجہ سے ٹپکتی ہے۔ بادۂ توحید سے شب و روز سرمست نظر آتے ہیں۔ اُن کے دل ہر وقت وجد میں رہا کرتے ہیں۔ جو کوئی اُن کی مجلس میں آتا ہے خواہ کتنا ہی پریشان ہو مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور اُن کے چہرہ میں انوارِ الٰہی کو دیکھ کر جان و دل سے شیفتہ بن جاتا ہے۔ صاحب مقالات صوفیہ نے کیا عمدہ فرمایا ہے

سہ نشان بود دلی راز نخست آں معانی = کہ چو روئی او بہ بینی دل تو باد گراید

دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند ز معنی = ہمہ راز ہستیٔ خود بحدیث مے رُباید

سوم این بود بمعنی ولی اخص عالم = کہ ز ہیچ عضو او را حرکات بد نیاید

(۷) اور جو بعض علمائے ظاہر مرید ہونا ناجائز قرار دیتے ہیں وہ جہلا سے بھی بدتر ہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ط فَتَدَبَّرْ۔ (۸) اور جو ہزاروں پیر بنانے کے قائل ہیں وہ بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتے۔ ہمارا خدا بھی ایک ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک اور پیر ارادت بھی ایک ہونا چاہئے۔

البتہ پیر ارادت کے وصال کے بعد یا مسافت بعیدہ کی وجہ سے پیر صحبت سے فیض حاصل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ہر جگہ سے اپنے پیر کا فیض سمجھے جیسا کہ سہ ارادت یکجا فیض جدجا۔ مشہور و معروف ہے۔

انفاس العارفین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ حسن رض گفت کہ از شیخ عیسیٰ رض پرسیدم اِذَا کَانَ لِلْاِنْسَانِ شَیْخٌ فَھَلْ لَہٗ اَنْ یَدْخُلَ عَلٰی شَیْخٍ آخَرَ گفت اَلْاَبُ وَاحِدٌ وَالْاَعْمَامُ شَتّٰی۔ یعنی شیخ حسن رض نے شیخ عیسیٰ رض سے پوچھا کہ جب آدمی کا ایک پیر ہو تو کیا وہ دوسرے پیر کے پاس جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ باپ ایک ہے اور چچے بہت۔ ایسا ہی حضرت قبلہ گولڑہ شریف والے اَدَامَ اللہُ فُیُوْضَھُمْ مکتوبات طیبات میں اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص کئی اشخاص سے بیعتِ تبرک و فیض حاصل کر سکتا ہے۔ اور جائز ہے بشرطیکہ شیخ اول کی تحقیر و توہین نہ کرے ورنہ رجعت ہوگی البتہ وہ شخص مستثنیٰ ہے جس کو جذبۂ عشقیہ اور رابطہ کمال عشق شیخ کا دوسری طرف نہ جانے دے۔

زیادہ دعا والسلام۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ شرع عظام اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ یا پیر و مرشد کی تصویر بنوا کر اپنے پاس رکھنا یا قرآن مجید کی کسی جانب رکھ دینا یا مکان میں لٹکانا شرعاً جائز ہے یا کہ ناجائز۔ بینوا توجروا۔۔۔ السائل غلام محمد چک ع ب 352 نیلیانوالہ مورخہ ۱۵/۱

الجواب۔

قلمی تصاویر کے متعلق احادیث صحیحہ میں سخت ممانعت ہے۔ ایسی تصویریں بنانے والے کو عذاب ہوگا۔ اور جس گھر میں یہ تصویریں ہوں اسمیں رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔

لیکن قدرتی اور عکسی تصویروں کا جواز مندرجہ ذیل حدیث شریف اور عبارت سے ثابت ہے عَنْ عَائِشَۃَ رض اَنَّ جِبْرَئِیْلَ ع جَاءَ بِصُوْرَتِھَا فِیْ خِرْقَۃِ حَرِیْرٍ خَضْرَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھٰذِہٖ زَوْجَتُکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ رض)۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سبز جامہ ریشمی میں میری تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ دنیا اور آخرت میں آپؐ کی بیوی ہیں۔ اس حدیث کو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے (از مشکوٰۃ شریف باب مناقب ازواج النبی صلعم صد ۵۷۳ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

نیز مدارج النبوۃ مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عکسی تصاویر کا ثبوت کامل موجود ہے۔ چنانچہ مدارج النبوۃ کے باب چہارم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صفحہ ۱۲۷ پر فرماتے ہیں در دلائل النبوۃ از ابو امامہ باہلیؓ از ہشام ابن العاص امویؓ آوردہ کہ گفت فرستادہ شدم من و مردم دیگر بسوئے ہرقل قیصر روم تا دعوت کنیم اورا باسلام و ذکر کرد تمام حدیث را و گفت طلبید مارا ہرقل شبی نزد خود پس درآمدیم بروی پس طلب کرد مر صندوقے عظیم را زراندود و دروی خانہای صغیر بود و ہر خانہ را بابی صغیر دلیس بکشاد آں صندوق را و برآورد حریر پارہ سیاہ را و بگسترد درے پیکر مردی تصویر کردہ بنظر چشم بزرگ سرین دراز گردن مراورا گیسوہا ست بافتہ بہترین خلق خدا گفت می شناسید شما ایں صورت را گفتم مانمی شناسیم گفت ایں صورت آدم علیہ السلام است پس ازاں کشاد دری دیگر را و بیروں آورد حریر وپارہ سیاہ و درو پیکر سفید سرخ چشم سبطر سر من اللحیۃ گفت می شناسید ایں را گفتیم لا گفت این نوح پیغمبر است علیہ السلام و بکشاد دری دیگر و بیرون آورد حریر پارہ دروی پیکری سفید بخدا سوگند گویا عین رسولؐ است گفت می شناسید ایں را گفتم نعم ایں محمدؐ الرسول اللہ است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس گریہ کردم و برخاست ہرقل و بنشست و گفت آیا ایں اوست گفتیم نعم اوست ایں را کہ توئی دیدی گویا اورا دیدی پس نگریست ساعتی در آں صورت پستر گفت واللہ ایں آخر نبوت است ولیکن من شتابی کردم تا دریابم آنچہ نزد شماست از علم و دریں صندوق صورتہای پیغمبرانست ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ و سلیمانؑ و غیرہم گفتم از کجا حاصل شدہ است ترا ایں صورتہا گفت آدم علیہ السلام درخواست از خدا کہ بنماید اورا انبیاء را از اولاد وی پس فرستاد پروردگار تعالیٰ صورتہای ایشاں بروی و بودند اینہا در خزینۂ آدمؑ در مغیب شمس پس بیروں آوردہ آنرا ذو القرنین از مغرب شمس و سپرد بدانیالؑ۔

اور شواہد النبوۃ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی انبیاء علیہم السلام کی ان تصاویر کے متعلق فرماتے ہیں آدم علیہ صلوات الرحمٰن از خدائے درخواست کہ صورت انبیاء از اولادے بوے نماید۔ صورت ہائے ایشاں را بوے نزدیک فرستاد و در خزانۂ آدم بود علیہ السلام نزدیک مغرب شمس۔ ذوالقرنین آں را از مغرب شمس بیروں آورد و بدانیالؑ داد۔

دانیال علیہ السلام آں را در قطعہائے حریر تصور کرد وایں صورت بعینہا تصویر دانیال است۔
ھکذا فی المواہب اللدنیہ فی المقصد الثالث والنوع الرابع +

اِن دونوں عبارتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم صفی اللہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی تصویریں عطا فرمائیں اور وہ آدم علیہ السلام کے خزانہ میں مغربِ شمس کے نزدیک موجود تھیں اور ذوالقرنین نے وہاں سے نکال کر دانیال پیغمبر علیہ السلام کو دیں اور اُنہوں نے پارہ ہائے حریر سیاہ پر اُن تصویروں کے فوٹو کھینچے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ہرقل کے خزانہ میں صحابہؓ کرام نے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر مبارک کو دیکھ کر کہا خدا کی قسم گویا یہ عین محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رونے لگے اور ہرقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کے لئے تعظیماً کھڑا ہو گیا +

پس صحابہ کرامؓ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر مبارک کو دیکھ کر رونا اور ہرقل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ پاک کو دیکھ کر مشرف باسلام ہونا بزرگانِ دین کی عکسی تصویروں کے جواز اور اُن کی تعظیم و تکریم کی بیّن دلیل ہے۔

پس جو احادیث شریف میں تصویروں کی حرمت اور ممانعت ہے۔ اُن سے قلمی تصویریں مراد ہیں نہ کہ عکسی تصویریں یعنی فوٹو کیونکہ عکسی تصویر بعینہٖ آئینہ میں صورتِ مرئیہ کی مانند ہے اور آئینہ میں صورتِ منعکسہ کا دیکھنا جائز بلکہ سنت ہے۔

اور اگر عکسی تصویریں ناجائز ہوتیں تو اکثر بزرگانِ دین و اولیائے کاملین مثلاً حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ اللہ حضرت قبلہ مہر علیشاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ اور جناب قطب الاقطاب حضرت سید قطب علی شاہ صاحب محلوی روحہا اللہ روحہ اپنے فوٹو ہرگز نہ کھینچواتے۔ لہٰذا کوئی اہلِ دین صاحب یقین خصوصاً جو شخص کہ اولیائے کاملین کے سلسلۂ ارادت میں منسلک ہے اُن کی عکسی تصویروں پر ہرگز اعتراض نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہمیں بحکم حدیث شریف اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ مذکورہ بالا اصحاب عالیجنابؓ کی اقتداء میں اپنے پیرانِ عظام کی تصاویرِ عکسی کو دیکھ کر رقتِ قلب حاصل کرنا چاہیئے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب +

مورخہ ۲۶ ؍ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ ۔

الراقم ۔ خادم الفقراء غلام محمدؐ بقلم خود

از جلوانہ

مکتوب بجواب معترض غیر مقلد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

حامداً و مصلیاً

ارشدک اللہ یا اخی کیف علمت اَنّا لا نومنُ بکتب اللہ و رسولہ الکریم نعوذ باللہ من ہذا البہتان العظیم بل نومن باللہ ربنا و رب العالمین و نومن برسولہ النبی الامی الامین المخاطِب بخطابہ سُبحانہ وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ بصدق الارادۃ وَ الیقین و نومن بکتابہ النور الذی انزل النور علی نورہ وظہورہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین وقد سئلت منی عن حقیقۃ العبادۃ وعن الفرق بَین العابد و المعبود و الخالق و المخلوق و الرازق و المرزوق

فاعلم ان فی تفسیر اسرار الفاتحۃ قال بعض العارفینؒ نعبد اشارۃ الی ثلث العبادۃ و العبودیۃ و العبودۃ و انا العبادۃ شغل کلک بہ الخ۔

العبادۃ شغل کلک بہ وھو شغل اللسان بمدحتہ و شغل النفس بخدمتہ و شغل القلب بمعرفتہ و شغل الروح بمشاھدتہ و اما فی تفسیر العبودیۃ قال العارفونَ العبودیۃ شہود الربوبیۃ و فی تفسیر العبودۃ قال المحققون ھی ان لا تکون للدنیا عندک خطرۃ و لا للکونین فی قلبک اثر و ھی تطہیر القلب عما سوی اللہ تعالیٰ۔

ثم اعلم ان کلا من ھذہ المراتب الثلاث طائفۃ یختص بہا فالعبادۃ لعوام المومنین و العبودیۃ للخواص و العبودۃ لخاص الخاص فحینئذٍ العبادۃ لاھل الشریعۃ و العبودیۃ لاھل الطریقۃ و العبودۃ لاھل الحقیقۃ وقال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ العبادۃ لمن لہ علم الیقین و العبودیۃ لمن لہ عینُ الیقین و العبودۃ لمن لہ حق الیقین وَقال ایضاً العبادۃ لاصحاب المجاھدات و العبودیۃ لارباب المکاشفات و العبودۃ صفۃ اھل المشاھدات و قیل العبادۃ للعابدین وَ العبودیۃ للعارفین و العبودۃ للواصلین فھذہ یا اخی حقیقۃ العبادۃ فافھم وَ باللہ التوفیق۔ وَ اَمّا الفرق بین العابد و المعبود وَ الخالق و المخلوق و الرازق و المرزوق بیّن بالوجوب و الامکان و القدم و الحدثان اعنی المعبود الخالق الرازق ھو الوجود الواجب القدیم و العابد المخلوق المرزوق ھو الممکن و الحادث مع ان ذات

الحق الخ قدیمها وحدیثها مع ان ذات الحق والوجود المطلق هو ساریٌ فی جمیع الموجودات فهو سبحانه وتعالیٰ ظاهرٌ بذاته فی جمیع المراتب الالهیة والکونیة وهو المتجلیّ باسمائه وصفاته علی صور العلمیة والعینیة وهو الوجود المنبسط علی الاعیان والاکوان ولم تتغیر ذاته بل الاٰن کما کان کما قال الشیخ العالم العارف الکامل ابوسعید ابوالخیر المخدومی رحمه الله تعالیٰ فی رسالة الشریفة المسمی بالتحفة المرسلة الی النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان الحق سبحانه وتعالیٰ هو الوجود وان ذلک الوجود لیس له شکل ولاحد ولاحصر ومع هذا ظهر وتجلی بالشکل الحد ولم یتغیر عما کان علیه من عدم الشکل وعدم الحد بل الاٰن کما کان وان الوجود واحد واللباس مختلفة ومتعددة وان ذلک الوجود حقیقة جمیع الموجودات وباطنها وان جمیع الکائنات حتی ذرة لاتخلو عن ذلک الوجود؛ فهذا مذهب اهل الطریقة واصل الحقیقة وسر المعرفة واما الادب الشریعة فقال الجامی قدس سرہ السامی ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ═ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

فافہم ولکن انت من این تعرف وہذا ولیس لک بصارۃ ولا بصیرۃ فعلیک یا اخی بتصدیق ہذا الطریق وحفظ شرائطہا مع اصولہا وقوانینہا حتی یتحقق لک حقیقۃ ما سطرتُ وان لم تکن من السالکین فعلیک بالایمان والقبول ولاتکونن من جاہدین۔ افسوس اے برادر علم خواندی ودر جہالت ماندی خود محرم راز نبودی وبر من اعتراض نمودی آیۂ ظن المومنین خیرًا نخواندۂ کہ در چنیں بدگمانی ماندۂ تو چہ دانی کہ در گلبن دہنم چہ گلہا شگفتہ اند ودر گلشن یقینم چہ میوہ ہا رستہ۔ ترا چہ خبر کہ در سینۂ نالانم کیست ودر خزینۂ جانم چیست ؎

عیب خود بیں عیب بیگانہ مبیں۔ ایں قدر در جواب تو نشتم ورنہ من خود کیستم وچیستم ؎

آں ذرہ کہ در شمار ناید مائیم۔

برادرم تا مراتب ودرجات اسلام وایمان وایقان وعرفان وعلم ووجدان را ندانی زنہار غرہ مشو کہ ہنوز طفل مکتبی ونادانی۔ ہاں مگر پائے شیخ بگیری تا در ضلالت نمیری نشنیدۂ کہ مست بادۂ قیوم مولانائے رومؒ در مثنوی شریف چہ خوش گفتہ ودرہا سفتہ اند ؎

خاک شو در پیش شیخ باصفا ═ تا ز خاک تو بروید کیمیا۔

دست زن در ذیل صاحب دولتے = تاز افضالش بیابی رفعتے
رو بجو یار خدائے را تو زود = چوں چناں کردی خدا یار تو بود
والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین --- حررہٗ خادم الفقراء غلام محمد بقلمہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم - بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ - جناب عالی گذارش ہے -

سوال ۱ - کیا فرماتے ہیں فقرائے دین شرح کے متین اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کے مقبول فقہا رحمت للعالمین کا کیا حکم ہے جو فقرا بزرگ عام عرس شریف یا میلہ وغیرہ بزرگوں کے مزاروں پر کرتے ہیں یا پھول وغیرہ برساتے ہیں - غلاف - قوالیاں نعت خوانی یا مولود شریف دیگر تمام رواج رسم وغیرہ کرتے ہیں تو کرتے کیوں ہیں - اور کس لئے کرتے ہیں - یہ جائز ہے یا ناجائز ہے -

سوال ۲ - دیگر جو عام مزار یا دربار شریف ہیں اُن کے نزدیک مسجدیں ہوتی ہیں یا مسجدوں کے صحن میں جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی اسی جگہ مزار ہوتی ہے یعنی مسجد کے ایک طرف کے حصہ میں - ان پر عرس یا میلہ - قوالی - نعت خوانی کرنی جائز ہے یا ناجائز ہے - جواب جلدی دیویں - آپ کی عین نوازش ہوگی - فقط زیادہ آداب السلام وعلیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ

الجواب

وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ - اولیائے اکرام رضی اللہ عنہم کے عرائس اور ان کے مزارات متبرکہ پر پھول برسانے اور غلاف چڑھانے اور قوالی ونعت خوانی کرانے سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں - جو عشق الٰہی ومحبت جناب رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم سے خالی اور بزرگان دین واقطاب عارفین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمالات اور اُن کی منزلت وعزت خداداد سے ناواقف ہیں - والا بڑے بڑے علماء عظام اولیاء اللہ کے عرسوں پر حاضر ہو کر اپنے مواعظ حسنہ سے خلق خدا کو مستفیض فرماتے ہیں - جو واعظین وسامعین کی نجات وعند اللہ حصول درجات کا باعث ہے -

بالجملہ مسجد کے باہر متصل کسی بزرگ کی مزار پر عرس اور قوالی ونعت خوانی کرنا اگر اوقات نماز کی حفاظت کے ساتھ ہو تو جائز ہے - چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ اصح المطابع دہلی باب المساجد صفحہ ۷۱

پر اس کا ثبوت موجود ہے۔ عن مالک قال بنی عمر رحبتہ فی ناحیتہ المسجد تسمیٰ البطیحاء وقال من یرید ان یلغط او ینشد شعراً او یرفع صوتہ فلیخرج الی ھذہ الرحبتہ رواہ فی الموطاء۔ یعنی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے کنارے میں ایک چبوترہ بنایا جس کا نام بطیحا رکھا اور فرمایا کہ جو شخص شور کرنا یا شعر پڑھنا یا اپنی آواز کو بلند کرنا چاہے وہ اس چبوترہ کی طرف نکل جائے یہ موطا میں ہے

اور نعت خوانی و قوالی میں مزامیر کا استعمال مندرجہ ذیل حدیث شریف سے ثابت ہے اور مشکوۃ شریف باب فی النذور صفحہ ۲۹۸ عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امراۃ قالت یا رسول اللہ انی نذرت ان اضرب علیٰ راسک بالدف قال اوفی بنذرک رواہ ابوداؤد۔ یعنی ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ میری منت ہے کہ اگر آپ جنگ سے فتح یاب ہو کر باسلامت واپس تشریف لائے تو آپ کے پاس دف بجاؤنگی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں ہے۔ وفیہ دلیل علی النذر بالمباح فان ضرب الدف مباح بالجملہ یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نذر بالمباح جائز ہے۔ کیونکہ دف بجانا مباح ہے اور دف مزامیر میں سے ہے۔ الغرض مسجد سے باہر مزار پر عرس اور قوالی و نعت خوانی جائز ہے لیکن اوقات نماز کی حفاظت اشد ضروری ہے۔ نماز پنجگانہ کے وقتوں میں ہرگز شور و غل نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ حاضرین سب نماز باجماعت ادا کریں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ احکم۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ مورخہ ۱۸ ذوالحج المبارک۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلوآنہ۔

۷۸۶-۹۲ احمدہ و اصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ＝ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست +

بگرامی خدمت فیض درجت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سلطان اوتاد۔ تاجدار افراد قبلۂ دل و کعبۂ جان ملجا و ماوائے مابیکسان حضور مجسم نور عالیجناب غوثیت مآب مرشد حقیقی و کعبۂ تحقیقی حضرت پیر دستگیر روشنضمیر بدر منیر سرکار جلوآنوی ادام اللہ انوارہم و فیوضہم و برکاتہم العالیہ بعد از ہزاراں ہزار سجودات معبدانہ والف الف تحیات عاجزانہ و جاپاوسی ہائے سگانہ و قدمبوسی

ہائے مریدانہ و نیاز بے اندازِ غلامانہ و اشتیاق مالا یطاق لقائے آن فردِ یگانہ و شہنشاہ ہر دو زمانہ حضور فیض گنجور نُور علیٰ نُور عالی ذات با برکات قدسی صفات کی خدمتِ اقدس و اطہر میں بصد عجز و انکساری بکمال ادب و احترام ازیں سگ کمینہ و تراب الاقدام دست بستہ التماس ہے کہ حضور لامع النور کی خدمت پاک میں ایک خط ارسال ہے۔ جس میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت مخالفت کی گئی ہے۔ یہ خط ایک شاہ صاحب نے لکھا ہے جو کہ اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرتے ہیں۔ کیا واقعی شاہ صاحب اہل سنت والجماعت سے ہیں۔؟

اندرونِ عصمت خانہ شریف بہت بہت آداب و تسلیمات فرزندانہ اور صاحبزادگان ذی شان یکے جوڑوں پر سیاہکار ریزہ خوار کے سجدے قبول ہوں۔ بخدمت یارانِ جانی بصد شوق السلام علیکم و رحمتہ اللہ قبول باد

مختاج کرم ساجد سگانِ دربار ذرہ بیمقدار مسکین محمدؐ یار عفی اللہ عنہ

از غریب خانہ ڈھڈی والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ حامداً و مصلیاً

عزیز القدر عزیز از جان مخلصی فی اللہ نور الابصار برخوردار میاں محمدؐ یار سلمکم اللہ الغفار۔

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ بعد دعائے خیریت طرفین و سعادت دارین و ترقی درجات الیٰ قاب قوسین واضح ضمیر منیر آن عزیز باد کہ آپ کا لفافہ ملا جس میں شاہ صاحب کا خط پڑھ کر دل کو نہایت قلق ہوا۔ اے عزیز۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بکواس مارنے والے لوگ یا تو رافضی ہیں یا وہ برائے نام جاہل اور بدبخت سُنی جو روافض کی مجلسوں اور شیعوں کی کتابوں سے اپنے ایمان کی دولت برباد کر چکے ہیں۔ ورنہ حضور نبی کریم نُور قدیم رؤف الرحیم احمدِ بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اُن کے حق میں دعائیں فرمائی ہیں اور تمام علمائے ربانی اور صحابہ کرامؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی صفت و ثنا فرمائی ہے اور جملہ محدثین نے اُن کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

شرح بخاری میں حضرت امام قسطلانیؒ نے آپ کو بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والا لکھا ہے اور شرح مسلم میں ہے کہ آپ اعدل فضلاء اور بہترین صحابہ کرامؓ سے ہیں۔ آپ اُن جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے ہیں جنھیں خدائے پاک نے فقیہ اور مجتہد بنایا ہے۔ جو کہ بڑے اشرف اور اعلیٰ مانے جاتے ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۳۴ پر ہے کہ فَقِیۡہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ یعنی فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے اسیوسطی مست بادہ قیوم حضرت مولانا روم علیہ الرحمت نے مثنوی شریف میں آپ کی چودہ صفحات میں کرامت

بیان فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ابلیس مردود پر بھی غلبہ حاصل کر لیا تھا اور آپ کو مومنین کا مامون فرمایا ہے اور آپ کو امیر المومنین لکھا ہے۔ پھر مسلم شریف ص ۳۳۲ ج ۱ و بخاری شریف ص ۱۶ ج ۱ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد پاک ہے کہ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اُس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے

ایک دفعہ نمازِ عشا کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی صرف ایک ہی رکعت ادا فرمائی اُس وقت حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا غلام پاس تھا۔ جس نے آکر حضرت ابن عباسؓ سے اِس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا دَعْہُ فَاِنَّہٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ البخاری) یعنی امیر معاویہؓ پر اعتراض نہ کر کیونکہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابی ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ ھَلْ لَکَ فِی الْاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَۃٍ۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں کسی نے عرض کی کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ انہیں سمجھائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے وتر کی صرف ایک ہی رکعت ادا فرمائی ہے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اَصَابَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ۔ یعنی امیر معاویہؓ فقیہ اور مجتہد ہیں۔ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر جو کچھ کیا ہے اپنے طور پر درست کیا ہے ان کے اس فعل پر معترض نہیں ہونا چاہیئے (بخاری شریف ص ۵۳۱ ج ۱ و مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲-۱۱۳)

فائدہ :- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کے رُوبرو عام طور پر "امیر المومنین" کہا جاتا تھا

حضرت امام یافعیؒ کا قول ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کو خدا نے مُلک رانی کے واسطے پیدا فرمایا تھا کیونکہ آپ از حد کریم عاقل کامل حلم والے اور بہت رائے سلیم والے تھے۔ اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر معاویہؓ سے بہتر کوئی حکومت کے لائق نہ دیکھا۔ کیونکہ آپ نہایت ہی مدبر سیاستدان۔ تجربہ کار۔ قابل ترین اور وجیہہ حکمران تھے یہی وجہ ہے کہ حکومت کے اتنے طویل عرصہ میں حضرت عمر خطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما جیسے پاکباز آپ پر ہمیشہ راضی رہے ورنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حکام پر از حد سخت گیر تھے کہ ذرا سے قصور پر حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے اولوالعزم جرنیل کو معزول فرما دیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام میں داخل ہوئے تو امیر معاویہؓ کا کا کروفر۔ شان و شوکت اور بڑا جرار لشکر دیکھ کر فرمایا کہ معاویہؓ عرب کے کسریٰ ہیں۔

محکمہ ولایت کے مالک و مختار عالی سرکار حضرت غوث الثقلین قطب الکونین سید الافراد سُلطان بغداد عالی جناب شیخ محی الدین عبد القادر حسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین شریف مصری

کے صفحہ ۷۹ جلد اوّل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ محمدؐ پاک صاحب لولاک تاجدار انّا ارسلناک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو میرے صحابہ کرامؓ کی شان گھٹائیں گے تم پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ نہ کھاؤ اور نہ پیئو اور نہ اُن سے نکاح کرو اور نہ اُن کی نماز جنازہ پڑھو۔ ایسوں پر خدا کی لعنت ہے۔ پھر صفحہ ۱۷۸ پر فرمایا کہ سارے اہل سنت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کی جنگوں اور اختلافات میں خصوصاً جو شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ۔ عالی سرکار جنابہ مخدومن اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ۔ حضرت امیر معاویہ۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے بحث مناظرہ سے باز رہا جائے اور اُن کو بُرا کہنے کی بجائے اُن کے فضائل اور خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا یہ اختلافی معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ اکبر کے صفحہ ۸۵ پر فرماتے ہیں کہ ہم تمام صحابہ کرامؓ سے محبت کرتے ہیں اور سب کو بھلائی ہی سے یاد کرتے ہیں اور اس کی شرح میں مولانا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ سے ایسی چیزیں صادر ہوئیں جو بظاہر صورت شر معلوم ہوتی ہیں مگر درحقیقت وہ سب خطائیں اجتہادی ہیں نہ کہ فسادی۔

عالیجناب حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب کے صفحہ ۹۸ پر فرماتے ہیں کہ کسی سائل نے حضرت امام عالی مقام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو کر روٹی طلب کی۔ سرکار نے فرمایا ذرا توقف کرو ہمارا رزق ابھی رستہ میں ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص ہزار ہزار اشرفیوں کی پانچ تھیلیاں لے کر حاضر ہوا اور دست بستہ عرض کی کہ حضور امیر معاویہؓ معذرت کرتے ہیں کہ یہ قلیل نذرانہ حضور پاک اپنی معمولی ضرورتوں میں خرچ فرمالیں بعد ازاں اس سے بہت زیادہ حاضر کیا جائے گا۔ امام پاکؑ نے وہ پانچوں تھیلیاں اُس فقیر کو بخش دیں۔ اگر معاذ اللہ حضرت امیر معاویہؓ میں فسق و فجور تھا تو امام پاکؑ حضرت حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ نذرانہ کیوں قبول فرمایا اور پھر آگے راہ خدا میں کیسے خیرات فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہمیشہ پاک اور حلال چیز دی جاتی ہے۔

جناب مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ اپنے مکتوبات شریف جلد اوّل مکتوب نمبر ۵۴ کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں کہ تمام بدعتی فرقوں سے بدتر فرقہ وہ ہے۔ جو صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتا ہے ایسے فرقہ کو قرآن کریم کافر فرماتا ہے۔ پھر آپ اسی مکتوبات شریف جلد دوم مکتوب ۳۶ کے صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں کہ جبکہ بعض اجتہادی چیزوں میں صحابہ کرامؓ کونین کے شہنشاہ محبوب خدا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے مبارک کے خلاف رائے دیتے تھے۔ اور ان کا یہ اختلاف نہ تو بُرا تھا اور نہ

ہی ملامت کے قابل اور نہ ہی اُن کے خلاف کوئی وحی آئی تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مخالفت اجتہادی امور میں کفر کیسے ہوگئی اور آپ کے مخالفین پر طعن اور ملامت کیوں ہے - بلکہ بلا پاک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے اہل اسلام کی بڑی جماعت اور جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہؓ ہیں - اور اُن میں بعض وہ ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت بھی آچکی ہے حتیٰ کہ اُن میں عالی سرکار مخدومن جنابہ اُم المؤمنین حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں جو کہ قطعی جنتی اور آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبہ عروس ہیں -

چنانچہ ترمذی شریف جلد ثانی صفحہ ۲۱۵ پر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک پر قدم منور رکھ کر پہاڑ پر چڑھے اور فرمایا اَوْجَبَ طَلْحَةُ یعنی جنت طلحہؓ پر واجب ہوگئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت طلحہؓ کو جنت کی بشارت دیدی - پھر اسی صفحہ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَایَ فِی الْجَنَّةِ یعنی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں دونوں ہمسائے ہوں گے -

پھر ترمذی شریف کی اسی جلد کے صفحہ ۲۱۵ اور ۲۱۶ پر حدیث پاک ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًا وَاِنَّ حَوَارِیَّ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ (عن علیؓ بن ابی طالبؓ) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبیؑ کے لئے کوئی نہ کوئی مددگار ناصر اور حواری ہوتا ہے اور میرا حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے -

پھر اسی صفحہ ۲۱۶ پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبُوْبَکْرٍؓ فِی الْجَنَّةِ وَعُمَرُؓ فِی الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُؓ فِی الْجَنَّةِ وَعَلِیٌّؓ فِی الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُؓ فِی الْجَنَّةِ وَزُبَیْرُؓ فِی الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِؓ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ فِی الْجَنَّةِ وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍؓ فِی الْجَنَّةِ وَاَبُوْعُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّةِ - ان کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرامؓ کو جنت کی بشارت فرمائی -

پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۲۵ پر مناقب معاویہؓ میں حدیث پاک ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِمُعَاوِیَةَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَهْدِیًّا وَاهْدِ بِهٖ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں ارشاد فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ معاویہؓ کو ہادی بنا اور مہدی بنا اور ہدایت کر لوگوں کو ساتھ ان کے -

پھر اسی صفحہ پر ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت عمیر بن سعدؓ کو معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت امیر معاویہؓ کو حاکم بنا دیا تو لوگوں نے امیر معاویہؓ کے حق میں زبان کھولی تو حضرت عمیرؓ نے فرمایا لَا تَذْکُرُوْا مُعَاوِیَةَ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اھْدِ بِهٖ -

یعنی نہ کرو ذکر معاویہؓ کا مگر خیر سے یعنی امیر معاویہؓ کی شکایت نہ کرو۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ رسُول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے اللہ ہدایت کر لوگوں کو ساتھ معاویہؓ کے۔

اور بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعُا فرمائی کہ" الٰہی معاویہؓ کو قرآن اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا" اور فرمایا کہ" معاویہؓ میری اُمت کے بڑے علم حلم اور سخاوت والے ہیں"۔

حضرت امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ بڑے اجل تابعی ہوئے ہیں تطہیر الجنان میں فرماتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہؓ کو دیکھ لیتے تو کہتے کہ وہ امام مہدیؑ ہیں۔

خود شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کئی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ طبرانیؒ نے بسند صحیح روایت فرمائی کہ کسی نے جنگ صفین کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہؓ کے متعلق پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور معاویہؓ کے سب مقتولین جنتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں ہم سے جنگ کر بیٹھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور اسی طرح حضرت معاویہؓ کی حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ محبت تھی۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ابن عساکرؒ سے مروی ہے کہ جنگ کے ایام میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی حضرت عقیلؓ نے آپ سے کچھ رقم مانگی مگر سرکار کے پاس موجود نہ تھی پھر مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی اجازت سے حضرت عقیلؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے بے حد احترام کیا اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔

کسی نے امیر معاویہؓ سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا سَلْ عَنْهَا عَلِيَّ ابْنَ اَبِي طَالِبٍ فَهُوَ اَعْلَمُ۔ یعنی یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے جا کر پوچھ۔ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ سائل نے کہا کہ مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ جس پر آپ نے غضبناک لہجہ میں فرمایا بِئْسَ مَا قُلْتَ لَقَدْ كَرِهْتَ رَجُلاً كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَغُرُّهُ بِالْعِلْمِ غَرًّا۔ یعنی تیری یہ گفتگو بُری ہے تو اُن سے نفرت کرتا ہے جن کے علم کی کثرت کی خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تعریف فرمایا کرتے تھے۔ (الریاض النضرۃ صفحہ ۲۵۷ جلد دوم)

پھر اسی کتاب کی اسی جلد کے صفحہ ۲۸۲ پر ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ نے ضرار صدائی سے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی صفت بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی اے امیر المومنین مجھے اس سے معاف فرمائیں آپ نے خدا کی قسم دے کر فرمایا کہ تمہیں حضرت علی علیہ السلام کی صفت اور منقبت ضرور بیان کرنا ہوگی۔ اس کے بعد ضرار صدائی نے حضرت علی المرتضیٰؓ

کے فضائل پر مختصر مگر جامع تقریر فرمائی - تقریر کے آخر میں یہ کہا کہ وہ دُنیا سے اسقدر بے رغبت اور متنفر تھے کہ ایک دفعہ دُنیا سے خطاب کر کے فرمایا هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ فِيهَا فَعُمْرُكِ قَصِيرٌ وَ خَطَرُكِ قَلِيلٌ لَاهٌ لَاهٌ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ وَبُعْدِ السَّفَرِ وَوَحْشَةِ الطَّرِيقِ یعنی دُور ہو جا دُور ہو جا میں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں ہیں - اب میری طبیعت تیری جانب رجوع نہیں کر سکتی - تیری عمر چھوٹی ہے اور تیری قدر کم ہے - افسوس افسوس کہ میرے پاس زادِ راہ تھوڑا ہے اور سفر لمبا ہے اور راستہ پُر خطر ہے - یہ سُنتے ہی حضرت امیر معاویہؓ زار زار روئے اور فرمایا رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا حَسَنٍ رض كَانَ وَاللّٰهِ كَذَالِكَ یعنی اللہ تعالیٰ پیارے حسنؓ کے ابا جان حضرت علی علیہ السلام پر رحمتیں نازل فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تو نے بیان کیا -

نفائس الفنون میں امام محمدؒ ابن محمود آملی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر خیر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ شیر تھے - علیؓ چودھویں رات کے چاند تھے اور رحمتِ خدا کی بارش تھے - پھر حاضرین سے کسی نے سوال کیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت علیؓ - فرمایا علیؓ کے قدم ابُوسفیان کی آل سے افضل ہیں - اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ پھر آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کیوں کی تو فرمایا کہ وہ مُلکی جنگ تھی (کتاب الناہیہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فضائل اور شان میں آیات بینات اور احادیث شریف کثرت سے وارد ہیں - قرآن پاک میں سورۂ حدید - فتح - حشر - انفال - حجرات - توبہ اور بقرہ میں ہدایت کے ستاروں کی شان بیان ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل متقی اور پرہیزگار ہیں اور وہ فسق و فجور سے ملوث و محفوظ ہیں اور رب تعالیٰ کا اُن سے مغفرت اور جنت کا وعدہ ہے -

ایسے ہی احادیث صحیحہ میں وارد ہے - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ فصل ثانی میں ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْرِمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ الی آخرہ - یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ میرے سب صحابہؓ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں -

پھر اسی صفحہ پر ترمذیؒ سے روایت ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي یعنی فرمایا رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اُس شخص کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی جس نے میری زیارت کی یا میرے صحابیؓ کی زیارت کی - مشکوٰۃ شریف ص۵۵۳ باب مناقب الصحابہ فصل اوّل و ترمذی شریف جلد ثانی ص۲۲۶ (عن ابو سعید خدریؓ) پر حدیث پاک ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي الی آخرہ - یعنی رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی جبل احد جتنا سونا صدقہ کرے تو اُس کا ثواب میرے صحابیؓ کے ایک مُدّ کی قدر صدقہ کرنے کے ثواب کو نہیں پہنچتا (مُد ایک پیمانہ کا نام ہے جس کی مقدار ۱½ رطل ہے)

پھر مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۵۵۴ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ اصحابی فِی اُمَّتِی کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ الی آخرہٖ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں میرے اصحابؓ کی مثال ایسی ہے جیسے طعام میں نمک جسطرح طعام کی اصلاح نمک کے بغیر نہیں ہوسکتی اسی طرح امت کی اصلاح صحابہ کرامؓ کی اطاعت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ پھر اسی صفحہ پر فصل ثانی و ترمذی شریف جلد ثانی کے صفحہ ۲۲۶ پر ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَ نُوْرًا لَّھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (رواہ الترمذی) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے جس صحابی کا زمین کے جس خطہ پر انتقال ہوگا وہاں کے مسلمانوں کی قیامت کے دن وہ قیادت کرے گا۔ اور اُن کے لئے نور ہوگا۔

پھر مشکوٰۃ شریف کے اسی صفحہ پر فصل ثالث میں ابن عمرؓ سے اور ترمذی شریف جلد ثانی کے صفحہ ۲۲۷ پر ارشادِ پاک ہے قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ میرے اصحابؓ کو گالیاں دیتے ہیں تو فوراً کہہ دو لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ یعنی تمہارے اس شر پر خدا کی لعنت ہے۔ پھر اسی فصل اور صفحہ پر مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر خطابؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنِ اخْتِلَافِ مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ بَعْضُھَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِمَّا ھُمْ عَلَیْہِ مِنِ اخْتِلَافِھِمْ فَھُوَ عِنْدِیْ عَلٰی ھُدًی یعنی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہؓ کے اس اختلاف کی بابت پوچھا جو میرے بعد ہونے والا ہے تو رب تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحابؓ میرے نزدیک اسطرح ہیں جس طرح آسمان کے تارے ہیں۔ بعض اقوی ہیں بعض سے اور ہر ایک کے لئے نور ہے اور جس شخص نے ان کے اختلافات میں سے کسی چیز کو اختیار کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ اور اسی حدیث پاک میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَصْحَابِیْ

کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ اِن میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پاک اور پیشنگوئی کے عین مطابق حضرت امام حسن علیہ السلام نے ایک بڑی جرّار اور جاں نثار فوج کی موجودگی میں عین میدان میں بالقصد اور بالاختیار ہتھیار رکھ کر خلافت امیر معاویہ رضؓ کے سُپرد فرمادی اور اُن کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام نے بھی کوئی اعتراض نہ فرمایا۔ بلکہ خود بھی اِس میں داخل ہوگئے۔ حالانکہ اُس وقت آپ عاقل بالغ اور سمجھدار تھے۔ اگر امیر معاویہ رضؓ میں کوئی عیب اور فسق کی بات ہوتی تو ضرور امام پاکؑ یزید پلید کی طرح اُن کے مقابلہ میں بھی آجاتے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی کئی احادیث ہیں۔ جو آپ نے بڑے بڑے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہؓ سے روایت کیں اور تمام محدثین نے قبول کیں اگر معاذ اللہ بقول شاہ صاحب حضرت امیر معاویہ رضؓ فاسق فاجر تھے اور عادل متقی وسرورِ عالم حضور احمدؐ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقیہ صحابہ رضؓ اور قابل روایت نہ تھے تو پھر امام بخاریؒ و امام مسلمؒ جیسی بزرگ ہستیوں نے آپ کی احادیث کو کیوں روایت فرمایا۔ کیونکہ فاسق کی روایت تو ضعیف ہوتی ہے اور وہ ذرا سے شبہ فسق کی بنا پر روایت نہیں کرتے۔

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے دِل میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے پناہ عقیدت اور محبت تھی اور عظمت اِس کمال درجہ کی تھی کہ آپؐ کے ناخن شریف بال مبارک قمیص مبارک اور تہبند شریف کے متعلق وصیت فرمائی کہ غسل کے بعد یہ تبرکات طیبات میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں۔ علاوہ ازیں اہل بیت اطہار رضؓ کے ساتھ اسقدر نیاز مندی تھی کہ امیر معاویہ رضؓ نے اپنے خزانوں کے منہ ہر وقت ان کے واسطے کھول رکھے تھے۔

دراصل حضرت امیر معاویہؓ اسلام کے پہلے بادشاہ۔ بڑے جلیل القدر صحابی۔ کاتب وحی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی سالے ہیں اور والدین کی طرف سے پانچویں پشت میں سرکارؐ سے مل جاتے ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسبی اور سسرالی دوہرا رشتہ ہے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صرف اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ جس کا فیصلہ خود محمدؐ پاک صاحب لولاک تاجدار انا ارسلناک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک قدسی صفات نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ڈگری ہے اور حضرت امیر معاویہ رضؓ کی مغفرت ہے لہٰذا امیر معاویہ رضؓ

کی مخالفت حضرت امام حسن علیہ السلام پر طعن ہے۔ بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خدائے پاک پر حملہ ہے اور تمام علماء اہل سنت اور اولیائے امت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

نیز ہماری بڑی معتبر کتاب تمہید ابی شکور السالمی رحمہ اللہ تعالےٰ کے باب ۱۱ میں ہے قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ بِاَنَّ مُعَاوِیَۃَ وَمَنْ تَابَعَہٗ مِنَ الصَّحَابَۃِ فِیْ حَالِ حَیٰوۃِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ کَانُوْا مُخْطِئِیْنَ فِیْ دَعْوَی الْاِمَارَۃِ (اِلٰی) فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ بَاغِیًا۔۔۔ ثُمَّ نَقُوْلُ بِاَنَّ الْبَاغِیْ لَا یَکْفُرُ وَلَا یَفْسُقُ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاللّٰہُ تَعَالٰی سَمّٰی کِلْتَا الطَّائِفَتَیْنِ مُؤْمِنًا وَھُمَا (اِلٰی) بَعْدِ الصُّلْحِ مَعَ الْحَسَنِ رضؓ +

یعنی اہل سنت والجماعت کا قول ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ اور صحابہؓ میں سے اُس کے تابعین خلافت اور بیعت کے دعویٰ میں خطا کرنے والے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے میں باغی تھے۔ خطا کنندہ اسلئے تھے کہ امیر معاویہ رضؓ حضرت علی علیہ السلام کے بعد خلافت کا مستحق تھا۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت سابق نہ ہوتی تو اسوقت معاویہ رضؓ کی خلافت صحیح ہوتی۔ کیونکہ وہ قریش سے تھا اور بتحقیق رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضؓ کو فرمایا جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اے معاویہ رضؓ جب تو اس اُمت کا والی بنے تو اُن کے ساتھ نرمی کرنا۔ پس ثابت ہوا کہ معاویہؓ خلافت کا مستحق تھا۔ اسلئے دعوی کیا لیکن ایک وجہ سے صواب کو پہنچا اسلئے کہ وہ خلافت کا اہل تھا۔ اور ایک وجہ سے خطا کی۔ کیونکہ خلافت اور بیعت پہلے علی علیہ السلام کے واسطے تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل اور خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ پس معاویہ رضؓ کیلئے اسوقت خلافت جائز نہ تھی۔

اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے میں باغی اسلئے تھے کہ قولہٗ تعالیٰ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الخ میں اللہ تعالیٰ نے ہر دو جماعت میں سے ایک کو باغی فرمایا ہے اور جو حق پر نہ ہو وہ باغی ہوتا ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ باغی نہ تو کافر ہوتا ہے اور نہ فاسق جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا یعنی جب دو جماعت مومنوں کی آپس میں لڑیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے ہر دو جماعت کا نام مومن رکھا اور وہ دونوں حضرت علی علیہ السلام اور امیر معاویہ رضؓ کے لشکر ہیں۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ یہ میرا فرزند

سید ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے سبب دو جماعت مومنین میں صلح کرائیگا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر دو جماعت کو مومنین فرمایا۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بعد امیر معاویہ رضؓ خلافت کا مستحق تھا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان صلح تجویز فرمائی اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل صحابی تھا + انتہی ۔

یہ ہے ہمارے علمائے اہل سنت والجماعت کا حضرت امیر معاویہ رضؓ کے حق میں عقیدہ ۔

اب صوفیائے کرام علیہم الرضوان کی کلام سنئے۔ کلمات طیبات کے مکتوب ہفتم میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ نوشتہ بودند کہ در حق معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی و اتباع و اعوان او عفا اللہ عنہم چہ اعتقاد باید کرد ۔ بدانند کہ علمائے مذہب اہل سنت الخ یعنی آپ نے لکھا تھا کہ معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی اور اس کے گروہ کے حق میں کیا اعتقاد ہونا چاہیے ۔ **جواب** ۔ جاننا چاہیئے کہ علمائے اہل سنت حضرات صحابہ رضؓ کے جھگڑوں میں نیک گمانی کی بنا پر جو کہ خیر القرون کی شان میں لازم ہے تاویل کرتے ہیں ۔ اور اگر قابل تاویل نہ ہوں تو جناب الٰہی کو سونپتے ہیں اور ذم اور طعن کو ممنوع جانتے ہیں۔ کیونکہ قرون ثلاثہ میں جو کہ مشہود بالخیر ہے علما اور محدثین اور مجتہدین میں سے کسی نے بھی باوجود زمانہ کی نزدیکی اور ان کے احوال پر پوری اطلاع کے اور باوجود حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں کی طرف نسبت خطا کے اقرار کے اُن پر طعن تجویز نہیں کیا ۔ (اور فرمایا) کہ اس فساد کی ابتدا حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی + اور فرمایا فرقہ شیعہ چونکہ راہ اعتدال سے منحرف ہوئے ہیں اور بے اصل اخبار پر اعتماد کیا ہے اور اُن کی پاک جانوں کو اپنے ناپاک نفوس پر قیاس کیا ہے۔ رفتہ رفتہ اُن اصحاب کبار رضؓ کی تکفیر میں مبتلا ہو گئے ہیں ۔ جو مبدا تواتر خبر نبوت اور کتاب اور سنت کے نقل کرنے والے ہیں ۔ اور یہ نہ سمجھا کہ جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حق سبحانہ نے نبوت کو ختم کیا اور اُسے کافۂ انام کی طرف مبعوث فرمایا اور اُس کے دین کو باقی ادیان کا تا قیامت ناسخ بنایا اور وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اس کے شان میں نازل فرمایا ۔ جو جماعت ایسے شان والے نرالے نبیؐ کے عہد نبوت میں اُس کی صحبت پاک میں رہے اور آپؐ کی خدمت میں آپؐ کی حیات تک جانوں اور مالوں کو فدا کرنے اور آپؐ کے بعد شریعت کی ترویج میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ۔ کیا وہ آپؐ کی دستگیری سے ورطۂ کفر سے بھی نہ چھوٹے اور ساحل نجات پر نہ پہنچے ۔ (حاشا و کلا)

یہ لوگ خدا و رسولؐ کے ساتھ عجب حسن ظن رکھتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر حقیقت اسی طرح ہو جیسا
کہ انہوں نے سابقین کی شان میں گمان کیا ہے تو پچھلے لوگوں کو ایسے خدا سے کیا امید رحمت ہو سکتی
ہے اور ایسے پیغمبرؐ سے کیا توقع شفاعت (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ انصاف بخشے + پس جو ہمارے علمائے
اہل سنت والجماعت اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں فرمایا ہمیں وہی عقیدہ
رکھنا چاہیئے بلکہ جب خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر معاویہؓ کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِ بِہٖ (رواہ الترمذیؒ) تو پھر اہل ایمان کب امیر معاویہؓ کے حق میں گمراہی کا خیال کر سکتے ہیں
لہٰذا جو شاہ صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں زہر اگلا ہے وہ اُن کی لاعلمی اور نافہمی کی
دلیل ہے۔ بھلا قرآن اور حدیث شریف کے مقابلہ میں تاریخ کی کتابیں کیا ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے
حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں حدیث شریف مذکورہ بالا دیکھی یا سنی ہوتی تو ہرگز اُن کی شان میں گستاخی
نہ کرتے اسلئے ہم اُنہیں معذور سمجھتے ہیں۔

اور جو شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ایسے خیالات کے ہمارے سنی بھائی ہمیں معاف رکھیں جو ہم
کو معاویہؓ کی بزرگی و صحابیت و خلافت کے زیر اثر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ شیعہ برادری
سے اسواسطے متنفر ہیں کہ وہ صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کے حق میں بدگوئی وسب بکتے ہیں اور بھی
ان کا عقیدہ جناب غوث الاعظمؓ کی ذات مبارک سے غلط ہے اور روحانیت کے قائل نہیں اور
اولیائے کرام کے گستاخ ہیں۔ لہٰذا ہر دو فرقہ سے اتفاق نہیں"

میں حیران ہوں کہ شاہ صاحب جبکہ نہ شیعہ ہیں نہ سنی پھر وہ کیا ہیں۔ میرے خیال میں آپ سنی
نہیں تو شیعہ ضرور ہیں۔ کیونکہ شیعوں کی طرح آپ بھی بعض صحابہ مثل معاویہؓ اور اُسکی جماعت
مثل طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہ کو کافر اور بے ایمان جانتے ہیں۔ اور ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خدا جانے کیا کہتے ہونگے کیونکہ صفین میں اُن کے اور حضرت علی السلام کے
درمیان بھی جنگ ہوئی۔ نیز آپ کا عقیدہ جناب غوث الاعظم پاک رضی اللہ عنہ کے فرمان کے بھی
خلاف ہے۔ کیونکہ غنیۃ الطالبین صـ ۱۹۹ مطبوعہ صدیقی لاہور فصل وَ اَمَّا الرَّافِضَۃُ فَھُمْ ثَلَاثَۃُ
اَصْنَافٍ میں ہے وَقَالَ الْاَکْثَرُوْنَ مِنْھُمْ اِنَّ مَنْ حَارَبَ عَلِیًّا فَھُوَ کَافِرٌ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ
یعنی شیعوں میں سے اکثر نے کہا ہے کہ جس نے علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کیا وہ کافر ہے۔
پس مطابق فرمان جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ شاہ صاحب شیعہ ہیں۔ کیونکہ امیر معاویہؓ اور اُن
کی جماعت کو جنہوں نے صرف اجتہادی خطا کے باعث بلا غرض دنیوی و حظ نفسانی جیسا کہ اوپر

ثابت ہوچکا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی بے ایمان کہتے ہیں۔ حالانکہ خود اسد اللہ الغالبؑ انہیں اپنا بھائی فرماتے ہیں اور ان کے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کما مرّ۔

اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمار بن یاسرؓ کو فرمایا کہ تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ یعنی اے عمارؓ تجھ کو باغی گروہ قتل کریگا اور وہ امیر معاویہؓ کا لشکر تھا۔ لیکن اوپر ثابت ہوچکا ہے کہ باغی بغاوت کے باعث ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ کہ اِنَّ الْبَاغِیَ لَا یَخْرُجُ بِالْبَغْیِ عَنِ الْاِیْمَانِ (تفسیر روح البیان) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ اور امیر معاویہؓ کے دونوں لشکروں کو مومنین کہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا الخ۔ یعنی اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرو۔

اور تمہید میں ہے کہ اِنَّ الْبَاغِیَ لَا یَفْسُقُ لِاَنَّ شَهَادَتَهٗ مَقْبُوْلَةٌ بِالْاِتِّفَاقِ وَالثَّانِیْ اَنَّ الْبَاغِیَ مَاوَّلٌ فِیْ دَعْوَاهُ فَلِاَنَّ حَدَّ الْبَاغِیْ اَنْ یَدَّعِیَ الْاِمَارَةَ مَعَ شُبْهَةِ الدَّعْوٰی وَکَانَ لَهُمْ شُبْهَةُ الدَّعْوٰی فَتَاَوَّلُوْا فِیْ ذٰلِکَ وَاَخْطَاُوْا فِیْ تَاوِیْلِهِمْ وَخَطَاهُمْ مَا کَانَ مِنَ الْکَبَائِرِ فِی الدِّیْنِ حَتّٰی یُوْجِبَ الْفِسْقَ وَالْکُفْرَ ثُمَّ مِنَ الصَّحَابَةِؓ کَانُوْا مَعَ مَعَاوِیَةَ مِثْلُ طَلْحَةَ وَزُبَیْرٍ وَعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَا نَتَوَهَّمُ مِنْهُمْ مَعَ فِقْهِهِمْ وَدِیَانَتِهِمْ اَنَّهُمْ ارْتَکَبُوْا اَمْرًا یُوْجِبُ الْفِسْقَ وَیُصِرُّوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ الخ۔ یعنی باغی گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ اُس کی شہادت بالاتفاق مقبول ہے نیز باغی اپنے دعویٰ میں تاویل کرنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ باغی کی حد یہ ہے کہ وہ امارت کا دعویٰ مع شبہ دعویٰ کے کرتا ہے اور امیر معاویہؓ اور اس کی جماعت کے لئے شبہ دعویٰ تھا پس انہوں نے اس میں تاویل کی اور اپنی تاویل میں خطا کی اور اُن کی خطا کبائر دین میں سے نہ تھی جس سے فسق اور کفر واجب ہو۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صحابہ کرامؓ میں سے مثل طلحہؓ اور زبیرؓ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم بھی تھے جنکی فقہ اور دیانت کی وجہ سے ہم یہ گمان بھی نہیں کرسکتے کہ وہ ایسے امر کے مرتکب ہوئے جو موجب گمراہی تھا اور اس پر مصر رہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ +

(اور فرمایا) اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ پر لعن جائز نہیں کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہؓ کے ساتھ صلح کی پس اگر وہ لعن کا مستحق ہوتا تو اُس کے ساتھ صلح ناجائز ہوتی انتہی۔

بلکہ تمہید میں ہے وَاَجْمَعْنَا عَلٰی اَنَّ الْخِلَافَةَ کَانَتْ لِمُعَاوِیَةَ بَعْدَ عَلِیٍّؓ وَصَالَحَ مَعَهُ الْحُسَیْنُ وَعَمَّرَ وَبَایَعَ مَعَهٗ جَمِیْعُ الصَّحَابَةِ وَالْمُسْلِمُوْنَ (وَقَالَ) اِنَّ مُعَاوِیَةَ کَانَ عَالِمًا مِّنْ غَیْرِ فِسْقٍ وَکَانَتْ فِیْهِ الدِّیَانَةُ وَلَوْلَمْ یَکُنْ مُتَدَیِّنًا لَکَانَ لَا یَجُوْزُ الصُّلْحُ مَعَهٗ فَلَمْ

يُوجَدُ مِنْهُ سِوَى الْبَغْيِ ثُمَّ عَلِيٌّ رض صَالَحَ مَعَهُ لِأَنَّ فِي بَغْيِهِ مَا جَارَ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ يَدَّعِي الْحَقَّ وَكَانَ عَادِلاً فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ ثُمَّ بَعْدَ عَلِيٍّ كَانَ إِمَامًا عَلَى الْحَقِّ عَادِلاً فِي دِيْنِ اللّٰهِ وَفِي عَمَلِ النَّاسِ وَكَانَ يَزِيدُ بِخِلَافِ هٰذَا لِأَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ وَأَمَرَ بِالْمَلَاهِيْ وَالْغِنَاءِ وَمَنَعَ الْحَقَّ عَنْ أَهْلِهَا وَفَسَقَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ ۔ یعنی ہم اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رض علیہ السلام کے بعد خلافت امیر معاویہ رض کے لئے تھی اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے اُس کے ساتھ صُلح کی اور تمام صحابہ کرام رض اور مسلمانوں نے امیر معاویہ رض کے ساتھ بیعت کی (اور فرمایا) کہ تحقیق معاویہ رضی اللہ عنہ عالم بلا فسق تھا اور اُس میں دیانت تھی اور اگر وہ صاحب دیانت نہ ہوتا تو اُس کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی پس اُس میں سوائے بغاوت کے (جو اجتہادی خطا کے باعث ہوئی) کوئی نقص نہیں تھا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے اُس کے ساتھ صلح کر لی کیونکہ اُس نے بغاوت میں مسلمانوں پر جور نہیں کیا اور وہ حق کا مدعی تھا اور لوگوں میں عدل کرتا تھا پھر حضرت علی علیہ السلام کے بعد امام برحق اور دینِ الٰہی اور لوگوں میں عدل کرنے والا تھا۔ اور یزید علیہ اللعنۃ اس کے برخلاف تھا اسلئے کہ شراب پیتا تھا اور گناہوں کا حکم کرتا تھا اور اہل حق سے حق کو روکتا تھا اور دین الٰہی میں فاسق تھا انتہیٰ۔

پس اہل اسلام کو چاہیئے کہ صحابہ کرام رض کے باہمی اختلاف کے متعلق جھوٹی روایتوں سے اعراض کریں۔ جیسا کہ ہمارے علمائے عظام نے فرمایا ہے مِمَّا يَجِبُ الْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ وَالْاِحْتِرَابِ وَاِنَّ أَخْبَارَ الْمُؤَرِّخِيْنَ وَجَهَلَةِ الرُّوَاةِ وَضُلَّالِ الشِّيْعَةِ وَالْمُبْتَدِعِيْنَ الْقَادِحَةِ فِي أَحَدٍ مِنْهُمْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا ۔ یعنی صحابہ کرام رض کے اختلاف میں زبان بند رکھنا اور مؤرخین اور جھوٹے راویوں اور گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کے اخبار سے جو صحابہ رض میں سے کسی کی ہتک کا باعث ہوں منہ پھیرنا واجب ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو زبان کو بند رکھو۔ اور مشکوٰۃ شریف کے باب مناقب الصحابہ میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ ۔ رواہ الترمذی رض یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کے حق میں اللہ سے ڈرو یعنی اُن کا ذکر سوائے خیر کے

مت کرو اور انہیں اپنی بری کلام کا نشانہ نہ بناؤ پس جس نے ان کے ساتھ محبت کی میری محبت کے باعث کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا میرے بغض کے باعث رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی تحقیق اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی تحقیق اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی عنقریب اُسے عذاب دیگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے +
اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ صحابہؓ کی محبت ایمان اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے +

پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والا زندیق اور بے دین ہے اور کتاب وسنت کا مخالف اور اولیائے امت کا بے فرمان اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے۔ زیادہ دعا والسلام علیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی +

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود از جلوانہ۔ ضلع لائلپور۔
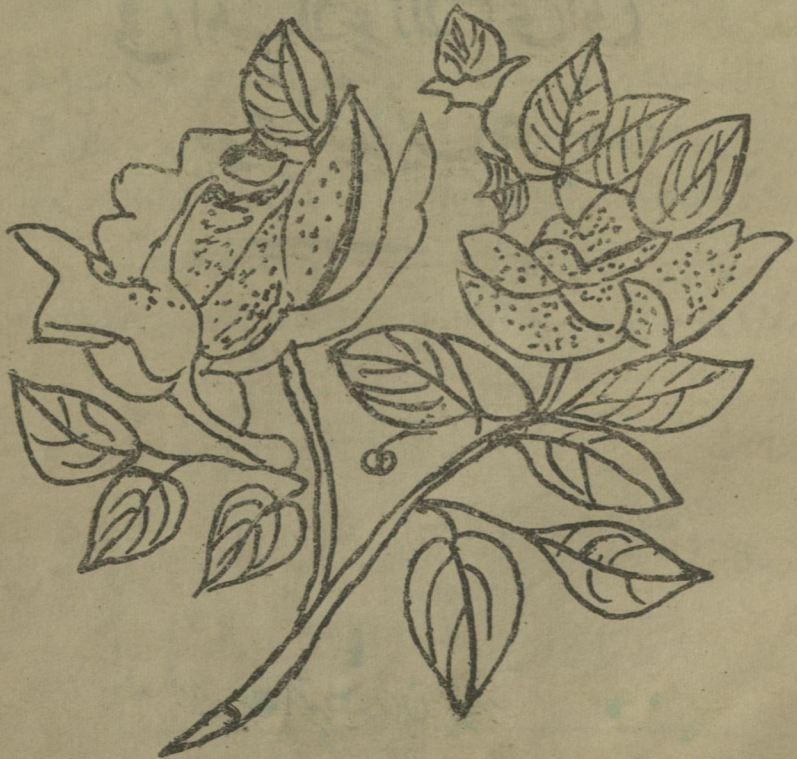
۷۸۶
۲۹۲

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی
الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ
فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی
یَوْمِ الدِّیْنِ ٥

مطبوعہ :- اشرف پریس - لاہور

دیگر زیرِ طبع کلام پاک :-

○ اسرار المقطعات و رموز المتشابہات منظوم فارسی بمعہ سلیس اُردو شرح جو کہ قرآن مجید اور فرقانِ حمید کے حروفِ مقطعات شریف کی بے نظیر اور دلپذیر تفسیر ہے

○ فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَۃٌ المعروف بہ ملفوظاتِ جلوی رضؓ

○ الاسرارات الالٰہیۃ من الفتوحات المکیۃ -

○ تفسیر جلوی رحؒ جس میں آیات بیّنات سے سرورِ اولیاءِ بغداد کے دولہا حضور پُرنور محبوب سُبحانی قطبِ ربانی غوثِ صمدانی حضرت شیخ محی الدین ابُو محمدؒ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کا نورِ قدیم حضرت رسُول کریم رؤف رحیم احمدؐ بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بعد دوسرا نمبر اور درجہ ثابت ہے - اور دَورِ حاضرہ کے جملہ ضروری مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے -

○ تحقیق الاولیاء فی شانِ سلطان الاصفیاءؓ - یعنی اس کتاب فیض انتساب میں زریں اقوال عارفین سے اس حقیقت کا انکشاف ہے کہ واقعی سیّدِ کُل ختمِ رسُل عالی سرکار جناب محمدؐ پاک صاحبِ لولاک تاجدار اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرا نمبر اور درجہ عالیجناب غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا ہے -

○ تفسیر رُومیؒ - قرآن مجید کی نادر تفسیر جو کہ مستِ بادۂ قیوم حضرت مولانا روم علیہ الرحمت کی کتاب مستطاب فیہ ما فیہ سے استنباط کی گئی

○ تفسیر برزخ جامع جو قرآن مجید کی آیات متشابہات کی نادر و مجمل تفسیر ہے

شائع کردہ - انتظامی کمیٹی آستانہ عالیہ جلوآنہ شریف

نزد تاندلیانوالہ ضلع لائل پور

ضروری گذارش

سرورِ عالم شہنشاہِ کونین رحمتِ دارین سیّد الانبیاءؑ حضور احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت غوث الثقلین قطب الکونین سید الافراد سلطان بغداد عالیجناب شیخ محی الدین عبد القادر حسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ کے خاص فضل و کرم سے ہمارے جلویؒ کتب خانہ میں تصوف اور ذوق کی نادر الوجود اور ایمان افروز مندرجہ ذیل تصنیفات طیبات ہر وقت فروخت کے لئے موجود رہتی ہیں :-

(۱) اسرار المقطعات و رموز المتشابہات اعنی حروفِ مقطعات شریف کی عجیب و غریب تفسیرِ دلپذیر بزبان عربی شریف منظوم بالاعراب معہ آسان ترجمہ تحت السطور و سلیس شرح اردو - ہدیہ ۲ روپے ۷۵ پیسے

(۲) تحقیق العارفین فی حقیقۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم - جلد اوّل ہدیہ ۸ روپے

(۳) " " " " " دوسرا حصہ - ہدیہ ۵ روپے

(۴) مدیحۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ---------- ہدیہ ۱ روپیہ

(۵) نور الایمان فی علم العرفان ---------- ہدیہ ۳ روپے

(۶) نورِ ولایت ---------- ہدیہ ۲ روپے ۵۰ پیسے

(۷) دیوانِ عشق ---------- ہدیہ ۲ روپے

(۸) پیامِ جلویؒ ---------- ہدیہ ۱ روپیہ ۵۰ پیسے

(۹) وصالِ باکمال ---------- ہدیہ ۱ روپیہ

(۱۰) برزخِ جامع ---------- ہدیہ ۱ روپیہ

(۱۱) کمالِ جلویؒ ---------- ہدیہ ۷۵ پیسے

المشتہر

انتظامی کمیٹی دربار پاک جلوانہ شریف ضلع لائل پور -

مغربی پاکستان